محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف

توفیق الحکیم

ترجمہ و تشکیل جدید

عطیہ افتخار اعظمی

مکتبہ جدید لاہور

باراوّل ۱۹۶۲ء

ناشر : رشید احمد چودھری

طابع : نقوش پریس، لاہور

انتساب

ابّا حضور علّامہ خلیل عرب

اور

امّی جان سلمیٰ بنت سیّد امیر

کے نام

جن کے فیضِ تعلیم و تربیت نے مجھے علمی

اور

دینی خدمت کی توفیق بخشی۔

عطیہ افتخار اعظمی

عربی ماخذ

تفسیر ابن کثیر — امام ابن کثیرؒ

" ابن جریر — ابو جعفر محمد بن جریر الطبریؒ

" امام بغوی

الصحیح للمسلم

الصحیح للبخاری

مشکوٰۃ المصابیح

سیرۃ ابن ہشام

تاریخ الامم والملوک — ابو جعفر محمد بن جریر الطبریؒ

اردو ماخذ

رحمۃ للعالمین —— مولانا سلیمان منصور پوریؒ

سیرۃ النبیؐ —— علامہ شبلیؒ و علامہ سید سلیمان ندویؒ

عہد نبوی کے میدان جنگ —— ڈاکٹر حمید اللہ صدیقی

پیش لفظ

ادھر تقریباً ۲۰-۲۵ سال سے مصر و شام کے ترقی پسند و نامور ادیبوں میں سیرت نبوی اور تاریخ اسلام کو افسانوی و ادبی رنگ میں اور دلچسپ مکالمات و دل آویز اسلوب تحریر میں پیش کرنے کا رجحان پیدا ہوا۔ اس کے محرکات و اسباب محض معاشی و تجارتی تھے یا رجحان طبع کی تبدیلی اور قلبی تقاضا؟ ہمیں اس سلسلہ میں بدگمانی سے کام لینے کا حق نہیں، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اس رجحان نے شرق اوسط کے ادبی ذخیرہ اور کتب خانے کو بعض بڑی مؤثر و دل آویز و کامیاب تصنیفات عطا کیں اور انھوں نے ممالک عربیہ کے نوجوانوں کے ذہن و ذوق پر بڑا اچھا اثر ڈالا اور کچھ عجیب نہیں کہ بہت سے دلوں میں ایمان کی بھی تخم ریزی کی ہو۔ وَلِلّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، ادیب و اہل قلم رجحان صحیح ہو جانے کے بعد دین کے مؤثر ترین داعی و مبلغ بن سکتے ہیں۔ کعبہ ایمان کو ادبی صنم خانے سے برابر پاسبان ملتے رہے ہیں۔

ان تصنیفات میں جو رجحان کی اس تبدیلی کے بعد وجود میں آئیں، ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی علی ہامش السیرۃ اور الوعد الحق، عباس محمود العقاد کا سلسلہ عبقریات (عبقریۃ محمد، عبقریۃ الصدیق وغیرہ وغیرہ)، توفیق الحکیم کی محمد ﷺ

علیہ وسلم) خاص طور پر مقبول ہوئیں۔

اسلامیات اور صالح ادب کا ذخیرہ کسی ایک ملک اور قوم کی ملک
پورے عالم اسلامی بلکہ دنیا کے انسانیت کی ملک ہے، اس لیے یہ با
بالکل صحیح اور حق بجانب ہے کہ عربی تصنیفات کا ترجمہ اردو میں، اور ار
تصنیفات کا ترجمہ عربی، فارسی اور ترکی میں ہو، البتہ انتخاب صحیح ہونا چ
کہ سارا معاملہ انتخاب کا ہے۔

محترمہ عطیہ خلیل اس نامور عرب علمی گھرانے کی رکن ہیں جو کم سے کم
سال سے مختلف حیثیتوں سے ہندوستان کی علمی و دینی خدمت کر رہا
ان کے جد امجد شیخ حسین بن محسن الانصاری الیمانی فن حدیث کے امام عص
ہندوستان کے اکثر اکابر و مشاہیر کے استاد تھے، ان کے والد محترم مو
خلیل عرب پہلے شخص ہیں جنھوں نے ہندوستان میں صحیح طریقہ پر عربی کی تعل
دی اور عربی کا صحیح ذوق پیدا کیا، یہ خاندان "نطق اعرابی" و "ذہن ہندو
جامع ہے اور اس میں ابھی تک اہل یمن کے ایمان کی چنگاری محفوظ ہے
مکتبۂ جدید نے توفیق الحکیم کی کتاب کے ترجمہ کے لیے (جس کے لیے ایما
علم اور عربی و اردو پر یکساں عبور، دونوں کی ضرورت تھی) عطیہ خلیل کا انتخ
کرکے اپنے صحت انتخاب و حسن ذوق کا ثبوت دیا ہے۔

عطیہ خلیل عرب[۱] صاحبہ نے اس کتاب کا صرف شستہ و شگفتہ اردو

---

[۱] عطیہ خلیل عرب اب عطیہ افتخار اعظمی بن چکی ہیں۔

اشارات

نبوت انسانی عقل و بصیرت کے ارتقاء کی معراج ہے۔ اس کے بغیر کائنات کی پنہاں حقیقتوں کا شعور ممکن نہیں۔ انبیاء کی شخصیت میں وجدان کی تیز روشنی کے ساتھ وہ بلند اخلاقی اور انسانی خصوصیات بھی ہوتی ہیں جن کے ذریعے وہ سماج کے ہر شعبے میں ایک خوشگوار انقلاب پیدا کرتے ہیں۔ وہ اپنے عظیم مقاصد کے حصول میں کبھی اخلاقی حدود سے متجاوز نہیں ہوتے۔ وہ اپنی تحریکی جدوجہد میں ایک اعلیٰ کردار پیش کرتے ہیں اور اپنے مذہبی واردات کو زندہ اور ہمہ گیر تاریخی قوت بنا دیتے ہیں۔

انبیاء نے ہر دور اور ہر ملک میں نوع انسانی کی ہدایت کا فریضہ انجام دیا۔ جب بھی انسان نے حق سے روگردانی کی اور اوہام کے اندھیروں میں کھو گیا، انہوں نے اسے صداقت کی روشنی دکھائی، اسے ایک صالح نظام حیات عطا کیا اور بتایا کہ دین و دنیا میں ایک ربط لطیف ہے جس کا صحیح ادراک و شعور ہی خدا پرستی کی بنیاد ہے۔

خدا کی طرف سے یہ سلسلۂ رشد و ہدایت ازل سے جاری رہا اور اس کی آخری کڑی محمد صلعم کی ذات گرامی ہے۔ آپ سے پہلے ہر نبی کا پیغام کسی خاص قوم اور کسی خاص خطے تک محدود ہوتا تھا لیکن آپ کی بعثت کا مقصد بلا تفریق ملک و ملت عالم انسانی کو راہ راست پر لانا تھا، یہی

وجہ ہے کہ ادیان و ملل کی تاریخ میں اسلام ہی وہ دین کامل اور جناب رسالت مآب کی مثالی شخصیت ہی وہ اسوۂ حسنہ ہے جس کی روشنی میں انسان کو صحیح رہنمائی حاصل ہو سکتی ہے۔ آپؐ نے زندگی کے ہر شعبے کی اصلاح و تعمیر کے لیے صرف ہدایات ہی نہیں پیش کیں بلکہ انہیں عملی شکل بھی دی، تہذیب و تمدن، سیاست و معیشت، علم و حکمت اور عبادت و معاشرت، غرضیکہ ہر شعبۂ حیات میں آپؐ نے اپنے بلند اصولوں کو ٹھوس تاریخی حقیقت بنا دیا۔ آپؐ کی سیرت اور آپؐ کے پیغام کا کوئی نقش بھی دھندلا نہیں۔ جس طرح قرآن کریم کے سوا کوئی آسمانی صحیفہ اپنی اصل صورت میں موجود نہیں اسی طرح رسول اکرمؐ کے سوا کسی نبی یا رسول کی زندگی کے حالات و واقعات مکمل طور پر محفوظ نہیں اور جو ملتے بھی ہیں، اہل کتاب کی تحریف کی وجہ سے ان کی واقعیت افسانوی رنگ آمیزیوں میں گم ہو گئی۔ ان وجوہ کی بنا پر ایک حقیقت ہے کہ دورِ جدید میں اگر انبیاء و رسل میں سے کسی کی شخصیت بھی جامعیت کے اعتبار سے اُسوۂ حسنہ بن سکتی ہے تو وہ محمدؐ کی ذات ہے۔

ملتِ اسلامیہ کی یہ کتنی بڑی خوش نصیبی ہے کہ اس کے ہادیؐ برحق کی زندگی کا کوئی حصہ بھی گوشۂ گمنامی میں نہیں بلکہ تاریخ و سیرت کی مستند کتابوں میں آپ کے اشارات تک پائے جاتے ہیں۔ بعثتِ نبوی سے لے کر آج تک سیرتِ اقدس پر جس قدر لکھا گیا اور لکھا جا رہا ہے، تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ خصوصیت کے ساتھ عربی، فارسی اور اردو کے اربابِ فکر و فن نے مختلف انداز میں آپؐ کی پیکرِ شخصیت

کے جلال و جمال کی عکاسی کی ہے۔ شاعری خاص طور پر آپؐ کے تصور حیات اور آپؐ کی سیرتِ پاک سے متأثر ہوئی ہے "قصص" انداز میں بھی آپؐ کا ذکر ملتا ہے لیکن تخلیقی ادب کی نہایت اہم صنف ڈرامہ (تمثیل) میں آپؐ کے عظیم کردار کو اب تک پیش نہیں کیا گیا تھا۔ الاستاذ توفیق الحکیم کی کتاب "محمدؐ" اس اعتبار سے فنِ سیرت نگاری میں لائقِ ذکر کارنامہ ہے کہ اس میں آپ کی شخصیت کے شکوہ و جلال کو نمایاں کرنے کے لیے تمثیلی انداز اختیار کیا گیا ہے۔ اردو میں اس عظیم کتاب کے ترجمہ سے ہمارا مقصد جہاں یہ ہے کہ اردو ڈرامہ نگاری میں ایک نئے باب کا اضافہ ہو، وہیں یہ بھی ہے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ جو دین سے غافل اور اپنی تاریخ سے بیگانہ ہے اسے مؤثر ڈرامائی انداز میں سیرتِ نبوی کے ہر پہلو سے روشناس کرایا جاسکے۔

توفیق نے اگرچہ اپنی تالیف کے لیے مواد مستند تاریخی کتابوں ہی سے فراہم کیا ہے لیکن تحقیقی مطالعہ کے بعد یہ انکشاف ہوتا ہے کہ وہ شوقِ داستاں طرازی میں تخیل کو حقیقت سے پورے طور پر مربوط نہ رکھ سکے۔ سیرتِ پاک کو فن سے ہم آہنگ کرنے کے لیے رسولؐ سے عقیدت کے ساتھ ساتھ اسلام پر حکیمانہ نظر، واقعات و روایات کی صحت اور مؤرخانہ دیانت نہایت ضروری ہے۔ شاعر، افسانہ نگار اور ڈرامہ نویس، ان میں سے ہر ایک کو سیرتِ انورؐ پر لکھنے کے لیے اپنے جذبہ و تخیل کو مذکورہ شرائط کے تحت حقیقت و واقعیت سے ہم کنار رکھنا ہوگا۔

سیرت نگاری کے انھیں آداب کے پیشِ نظر میں نے ترجمہ میں، واقعات کو

تاریخی انداز میں ترتیب دے کر اور ضروری حذف و اضافہ کر کے توفیق کی کتاب کو حتی الامکان مستند بنانے کی کوشش کی ہے۔

اصل عربی کتاب تمہید کے بعد تین ابواب پر مشتمل ہے، ان میں کُل ترانوے مناظر ہیں۔ میں نے بھی تقسیم یہی رکھی ہے لیکن ہر باب میں متعدد مناظر بڑھا کر سیرت کے بعض اہم گوشوں کو نمایاں کیا ہے۔ مثلاً باب دوم میں منظر ۲۵ سے آخر کتاب تک جو مناظر ہیں ان میں سے بیشتر وہ ہیں جنھیں میں نے مستند کتابوں کی مدد سے خود مرتب کیا ہے۔ شروع سے آخر تک کتاب میں شاید ہی کوئی منظر ایسا ہو جس میں کوئی حذف و اضافہ نہ کیا گیا ہو۔

بنو قریظہ کے قتل کو بعض سطحی نظر رکھنے والے اسلامی تاریخ کا خونیں باب قرار دیتے ہیں، میں نے اس واقعے کے سیاسی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے "اجلائے بنی نضیر" کا اضافہ کیا جو یہود کی تخریبی سازشوں کی ناکامی اور اسلام کی امن پسندانہ پالیسی کی کامیابی کا بہترین مرقع ہے۔ غزوۂ حنین، فتح مکہ اور اس کے اثرات سے متعلق مناظر میں نے خود بڑھاتے ہیں۔

میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا امین احسن اصلاحی، جناب نیاز فتح پوری، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور جناب محمد احمد سبزواری کی ممنون ہوں کہ انہوں نے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور کتاب کی تشکیل جدید کے سلسلے میں اپنے مفید مشوروں سے میری رہنمائی کی۔

عطیہ افتخار اعظمی

لاہور - ۲۸ جنوری ۱۹۶۲ء

تمہید

پہلا منظر

ی۔ یہودیو ــــ ! یہودیو ــــ !!

(اس آواز پر تمام یہودی چاروں طرف سے آکر اس کے پاس جمع ہو جاتے ہیں)

۔ تجھ پر خدا کی مار ــــ کیا ہوا تجھے ــــ ؟

ی (آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) وہ دیکھو ــ وہ دیکھو ۔!

۔ (آسمان کی طرف دیکھ کر) وہاں کیا رکھا ہے ــــ ؟

ی۔ دیکھو تو ــــ آج کی رات ستارۂ احمدی طلوع ہو گیا !

(سیرت ابن ہشام جلد دوم، صفحہ ۴۵)

دوسرا منظر

کعبے کے پاس ـــ عبدالمطلب بیٹھے ہیں۔ ایک عورت دوڑ
ان کے پاس آتی ہے۔

عورت۔ (قریب آکر) مبارک ہو عبدالمطلب! تمھیں مبارک ہو!

عبدالمطلب۔ کیا ہوا ـــ؟

عورت۔ پوتا ہوا ہے تمھارا ـــ!

عبدالمطلب۔ عبداللہ کا بچہ ـــ؟

عورت۔ ہاں ـــ اسی کے ساتھ ساتھ ایک شعاعِ نور بھی نمو
جس کی روشنی میں آمنہ بنت وہب نے بُصریٰ (شام) کے محل

عبدالمطلب۔ بہت خوب ـــ!

عورت۔ اٹھو، جلد چلو، اسے دیکھ تو لو۔

عبدالمطلب۔ (بہت خوش ہیں) ہاں، ہاں، چلو ـــ میں اس
محمد رکھوں گا اور جلد ہی اس کے لیے ایک انّا بھی تلاش کر

عورت۔ محمد! خاندانی نام چھوڑ کر یہ نیا نام ۔ ۔ ۔ !!

عبدالمطلب۔ ہاں ـــ میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ ساری دنیا کی ستائش
شایاں ہو۔

(سیرت ابن ہشام جلد دوم ص۵۵ ابوالفداء صفحہ ۱۰۰ ۔ ایشیا

تیسرا منظر

"عرب کی قدیم روایات اور دستور کے مطابق اناؤں کا قافلہ مکّہ کی طرف جارہا ہے۔ اسی میں حلیمہ سعدیہ بھی ہیں۔"

ایک قافلے والیاں۔ حلیمہ! تمہاری گدھی بہت دھیرے چلتی ہے!

حلیمہ۔ ہاں، نہایت کمزور اور لاغر ہے۔ آج کل ہمارے حالات بہت خراب ہیں —— ہمارا شیر خوار بچہ ساری ساری رات بھوکا رہتا ہے۔ ادھر بکریوں نے بھی دودھ دینا چھوڑ دیا ہے تو دوسرے بچے اور خود ہم دونوں بھی بڑی تنگی اور پریشانی میں گزر کر رہے ہیں۔

ایک قافلے والی۔ خیر —— گھبراؤ نہیں، یہاں تمہیں کسی دولت مند کا بچہ مل جائے تو سمجھو، دن پھر گئے تمہارے۔

حلیمہ۔ ہاں، میں بھی یہی سوچ کر چلی ہوں۔

مکہ میں —— بنی سعد بن بکر کی تمام عورتیں مختلف امیروں کے بچے لے کر قیام گاہ پر واپس آرہی ہیں۔ لیکن حلیمہ سعدیہ پریشان ہیں۔

ایک قافلے والی۔ ارے حلیمہ! تمہاری گود خالی ہے؟

حلیمہ۔ کیا بتاؤں، کسی دولت مند کا بچہ نہیں ملا —— ایک ملا بھی تو وہ یتیم ہے۔ تمہیں تو معلوم ہے ہماری تمام امیدیں بچے کے باپ سے وابستہ ہوتی ہیں —— اور اس کے دادا یا ماں سے کوئی توقع نہیں،

اسی لیے میں چھوڑ آئی، کیا کرتی لا کر؟
ایک قافلے والی۔ لیکن اب کروگی کیا؟
(ابو شیماء آتے ہیں۔)

ابو شیماء۔ حلیمہ! صبح قافلہ روانہ ہونے والا ہے اور تمہیں ابھی تک کوئی بچہ نہیں مل سکا؟

حلیمہ۔ (کچھ سوچ کر) میں خود بھی خالی ہاتھ واپس نہیں جانا چاہتی، اسی یتیم بچّے کو لے آتی ہوں۔

ابو شیماء۔ ہاں — ہاں، جاؤ لے آؤ — ممکن ہے وہ ہمارے لیے مبارک ثابت ہو۔

(حلیمہ سعدیہ نو مولود محمد (صلعم) کو لے کر آتی ہیں۔ صبح قافلہ روانہ ہو جاتا ہے۔ جونہی آپ کو گود میں لے کر سوار ہوتی ہیں، وہی آہستہ رو گدھی خوب تیز چلنے لگتی ہے۔)

قافلے والیاں۔ ارے حلیمہ! حیرت ہے، یہ تمھاری وہی گدھی تو ہے جو آتے وقت سب سے پیچھے تھی۔

حلیمہ۔ ہاں میں بھی یہی دیکھ رہی ہوں۔

قافلے والیاں۔ واقعی یہ اس بچّے کی برکت ہے۔

حلیمہ۔ پہلے تو میرے اتنا کم دودھ ہوتا تھا کہ میرا ہی بچہ بھوکا رہتا تھا لیکن رات اِس بچّے کو گود لیتے ہی اتنا دودھ ہُوا کہ یہ اور میرا بچّہ دونوں سیر ہو گئے۔ یہ خدا کی رحمت اور اِس بچّے کا فیض ہے۔

(قافلہ منزل کی طرف جا رہا ہے)

(گاؤں پہنچ کر)

ابوشیماء۔ اُمّ شیماء! کون کہتا ہے کہ میری بکریاں دودھ نہیں دیتیں ــــ؟ ذرا دیکھو تو، واقعی یہ اسی بچے کی برکت ہے۔

اُمّ شیماء۔ ہاں، میں بھی برابر یہی دیکھ رہی ہوں ـــــ اپنی زمین ہی کو لے لو، سارے گاؤں میں ہماری ہی زمین بنجر اور قحط زدہ تھی، اب خدا کے فضل اور اس بچے کی برکت سے رنگ ہی بدل گیا۔

ابوشیماء۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ ابوشیماء کی بکریاں جہاں چرتی ہیں وہیں اپنی بکریاں چرایا کرو، بہت دودھ دیں گی۔

چوتھا منظر

"اسی گاؤں میں ـــــ خدا نے اس گھرانے کے دن پھیر دیئے۔ رحمت خداوندی کی بارش ہوتی ہے ـــ سارا کنبہ اس بچے پر جان چھڑکتا ہے۔"

چار برس بعد .....

صبح کا وقت ـــــ اُمت کا ہونے والا رہنما اور خدا کا برگزیدہ بندہ اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ پہاڑ پر بکریاں چرانے میں مصروف ہے۔

(تھوڑی دیر بعد ابن ابی کبشہ شیماء دوڑتا ہوا گھر آتا ہے)

ابن ابی کبشہ شیماء۔ (سراسیمہ اور خوف زدہ ہے) ابا جان! ابا جان .... یہ جو قریشی بھائی ہیں نا۔ ابھی ہمارے ساتھ پہاڑ پر بکریاں چرا رہے تھے کہ اچانک سفید لباس میں دو آدمی آئے اور انہیں پکڑ کر لٹا دیا، پھر ان کا سینہ چاک کر کے دل نکال لیا آپ جا کر دیکھیے تو . . . .

ابو شیماء۔ (حیران ہو کر) حلیمہ! سنو، یہ کیا کہہ رہا ہے؟ چلو، دیکھ آئیں۔

اُم شیماء۔ (گھبرا کر) ہاں، چلو، دیکھوں تو کیا ہو گیا میرے بچے کو . . . !

" دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے پہاڑ پر چڑھتے ہیں۔ حضور (اقدس) صحیح سلامت کھڑے ہیں۔ فرطِ محبت میں دوڑ کر دونوں آپ کو گلے لگا لیتے ہیں۔"

ابو شیماء - بیٹیا! کیا ابھی یہاں کوئی آیا تھا؟

محمدؐ - (رک رک کر) جی ـــ جی ہاں ـــ ابھی یہاں دو سفید پوش آدمی آئے تھے .... انھوں نے مجھے یہاں لٹا کر میرا سینہ چاک کر دیا ... پھر مجھے نہیں معلوم کہ کیا ہوا۔

ابو شیماء - اُم شیماء! اسے ابھی تو گھر لے چلو، پھر اس کی ماں کے حوالے کر آنا۔ نہ معلوم یہ کیا ہوا تھا اور آئندہ کیا ہو گا؟

حلیمہ - لیکن یہ تو ہمارے گھر کی رونق ہے اور ہمیں بے حد عزیز بھی۔

ابو شیماء - جانتا ہوں مگر مجبوری ہے کیا کیا جائے!

(سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۵۶)

پانچواں منظر

"حلیمہ سعدیہ بادلِ ناخواستہ آپؐ کو آپؐ کی والدہ محترمہ کے پاس واپس لے جاتی ہیں"

اُمّ رسول اللہؐ۔ (تعجب سے) کیوں بہن! کیونکر آئیں؟

حلیمہ۔ (گلوگیر آواز میں) آپ کی امانت واپس کرنے۔

اُمّ رسول اللہ۔ یہ کیوں؟ تم تو اس سے بہت خوش تھیں اور زیادہ سے زیادہ اپنے پاس رکھنا چاہتی تھیں؟

حلیمہ۔ جی ہاں — لیکن اب میرا فرض پورا ہو گیا —— ادھر کچھ حادثہ بھی ایسا پیش آگیا کہ میں اس پر مجبور ہو گئی۔ خدانخواستہ میرے بچے کو اور کچھ نہ ہو جاتے۔

اُمّ رسول اللہ۔ بتاؤ بھی تو آخر بات کیا ہے؟

حلیمہ۔ کیا بتاؤں، بڑی عجیب سی بات ہے۔ ہوا یوں کہ یہ حسبِ معمول اپنے بھائیوں کے ہمراہ پہاڑ پر بکریاں چرانے گیا ہوا تھا کہ اچانک دو سفید پوش آدمی آئے اور اس کا سینہ چاک کر کے دل نکال لیا . . . میرے بچے نے آکر بتایا تو میں اور ابو شیماء گھبرا کر وہاں پہنچے تو اس نے بھی مجھے یہی بتایا —— چنانچہ —— ہمیں خطرہ پیدا ہو گیا، اور دل پر جبر کر کے اسے واپس لانا ہی پڑا۔

اُمّ رسول اللہؐ ۔ اچھا تو تمھیں اس کے لیے شیطان یا کسی اور بلا کا خطرہ ہو گیا ہے؟

حلیمہؓ ۔ کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے ۔

اُمّ رسول اللہؐ ۔ نہیں بہن! ہرگز نہیں، میرا لختِ جگر تو بڑی شان والا ہے ابن کر بہت بڑا رتبہ ملے گا ۔۔۔ تمھیں نہیں معلوم ۔۔۔ اس کی پیدائش کے ساتھ ساتھ ایک شعاعِ نور بھی نمودار ہوئی تھی جس کی روشنی میں میں نے سرزمینِ شام کے محل دیکھے تھے ۔

حلیمہ ۔ مبارک ہو ۔ مگر میں کیا کروں، میرا دل ڈرتا ہے ۔

اُمّ رسول اللہؐ ۔ نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں . . . یہ بچہ تمھارا ہی ہے جب چاہنا آکر دیکھ لینا ۔

(شفقت و محبت سے سر مبارک پر ہاتھ پھیر کر بادلِ ناخواستہ چلی جاتی ہیں)

(سیرت ابن ہشام، جلد دوم صفحہ ۵۶)

چھٹا منظر

"قیصری سرزمین شام —— مشہور راہب —— بحیرا کا کلیسا

نسطاس (غلام) اس کے ساتھ ہے۔

راہب۔ (اپنے کلیسا کی کھڑکیوں سے باہر دیکھتے ہوئے) یہ ... یہ قافلہ ... یقیناً —— تاجران قریش کا ہے۔

نسطاس۔ جی ہاں، یہی معلوم ہوتا ہے ... ان کا رُخ ادھر ہی ہے!

راہب۔ دیکھو تو تمھیں بھی کچھ اور نظر آرہا ہے؟

نسطاس۔ کہاں؟

راہب۔ اس قافلے پر ایک ابر کا ٹکڑا سایہ فگن ہے۔ تمھیں نہیں معلوم یہ سایہ صرف انبیاء کے لیے مخصوص ہے۔

نسطاس۔ نبی ...! تو کیا ان میں کوئی نبی بھی ہے۔ وہی جن کا آپ اکثر تذکرہ کرتے رہتے ہیں؟

راہب۔ ہاں، ہماری مقدس آسمانی کتابوں میں ان کے ظہور کی جو پیش گوئیاں اور علامتیں ہیں، وہ سب سامنے آتی جا رہی ہیں۔

نسطاس۔ تو ان میں ہے وہ مقدس ہستی؟ (پُر اشتیاق نگاہوں سے قافلے کو دیکھ رہا ہے)۔

راہب۔ نسطاس! جاؤ تم ان قافلہ والوں کے لیے کھانا تیار کرو۔۔

(پلٹ کر) ٹھہرو! ایک نشانی اور دیکھتے جاؤ ــــ وہ دیکھو، یہ لوگ جس درخت کے سائے میں ٹھہرے ہیں اس کی شاخیں پتوں سمیت جھک گئی ہیں اور اس بچے کو آفتاب کی تمازت سے بچاتے ہوئے ہیں۔

نسطاس ۔ تو گویا اب انقلاب قریب ہے؟

راہب ۔ (کھڑکی سے جھانک کر بلند آواز سے پکارتا ہے) قبیلۂ قریش! اے قافلے والو! ـــــــ آج تم سب کی دعوت ہے ۔ میرے ساتھ کھانا کھانا ۔ کسی کو چھوڑ کر نہ آنا ۔ چھوٹے، بڑے، غلام، آقا سب مدعو ہیں ۔

ابوطالب ۔ (قافلے میں سے) بحیرا! واللہ آج تو تم نرالی بات کر رہے ہو۔ ہم اکثر یہاں سے گزرے ہیں لیکن آج سے قبل تم نے کبھی نہیں پوچھا۔ ـــــ آج تمھیں کیا ہو گیا ہے؟

راہب ۔ تم ٹھیک کہتے ہو ـــ آج میں تمھاری میزبانی کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں ۔ آجاؤ، کھانا تیار ہے ۔

(سب قافلے والے آکر بحیرا راہب کے کلیسا میں جمع ہو جاتے ہیں لیکن وہی بچہ پیچھے رہ جاتا ہے ۔)

راہب ۔ (چاروں طرف نظر دوڑا کر) میں نے تو کہا تھا ہر فرد کو دسترخوان پر موجود ہونا چاہیے؟

ابوطالب ۔ تم کسے تلاش کر رہے ہو؟

راہب ۔ (زیرِ لب) وہ . . . . . بچہ ﷺ . . . . . !

قریشی - ایک کم سن لڑکا ضرور قیام گاہ پر رہ گیا ہے ...... باقی تو سب آگئے .... (اٹھتے ہوئے) لات و عزیٰ کی قسم اگر محمدؐ بن عبداللہ کھانے میں شریک نہ ہو تو کوئی لطف نہیں آئے گا۔

راہب - ہاں ... وہی .... اسے ضرور آنا چاہیے .... وہ ....

(ایک قریشی نوجوان جاتا ہے اور آپ کو اٹھا کر لے آتا ہے)

راہب - (حضورؐ کو معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے) میرے پاس آؤ.. یہاں بیٹھ جاؤ۔

(کھانے کے بعد آپؐ کو اپنے ساتھ تنہائی میں لے جاتا ہے)

راہب - دیکھو! میں تم سے جو کچھ پوچھوں، تمھیں لات و عزیٰ کی قسم، سچ سچ بتا دینا۔

محمدؐ - لات و عزیٰ کی قسم دے کر نہ پوچھو، واللہ، مجھے ان سے بڑی نفرت ہے

راہب - (سنبھل کر) اچھا، تو خدا کی قسم کھاؤ اور میری باتوں کا جواب دو۔

محمدؐ - ہاں، اب جو چاہو پوچھ سکتے ہو۔

راہب - تم تنہائی پسند کرتے ہو؟

محمدؐ - ہاں۔

راہب - تم زمین و آسمان اور چاند ستاروں یعنی کائنات عالم پر غور کرتے رہتے ہو؟

محمدؐ - ہاں۔

راہب - کیا تم اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ کھیل کود میں دلچسپی لیتے ہو؟

محمدؐ - کبھی نہیں۔

راہب۔ کیا تم ایسے خواب دیکھتے ہو جو صبح ہوتے ہی پورے ہو جاتے ہوں؟

محمدؐ۔ ہاں۔

راہب۔ (دونوں شانوں کے بیچ میں ختم (مُہر) نبوت دیکھتا اور اسے بوسہ دیتا ہے) بس اٹھو، اب چلیں ۔ ۔ ۔ ۔ آبوطالب! ـــــ اے ابوطالب! کہاں ہو تم ـــ؟

ابوطالب۔ کیوں ـــ کیا ہے؟

راہب۔ بتاؤ یہ بچہ تمہارا کون ہے؟

ابوطالب۔ یہ میرا بچّہ ہے۔

راہب۔ نہیں، یہ تمہارا بچہ نہیں۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ اس کا باپ زندہ ہو۔

ابوطالب۔ ہاں، یہ میرا بھتیجا ہے۔

راہب۔ اس کے باپ کو کیا ہوا تھا؟

ابوطالب۔ وہ اس کی پیدائش سے کچھ عرصہ قبل ہی انتقال کر گیا۔

راہب۔ ٹھیک ہے۔ اب ذرا قریب آؤ ۔ ۔ ۔ (رازدارانہ لہجے میں) دیکھو! اسے یہاں سے لے جاؤ ـــ یہود سے اس کے لیے بہت خطرہ ہے واللہ! اگر علمائے یہود اسے دیکھ پائیں اور میری طرح پہچان لیں تو نہایت برا سلوک کریں گے، تم نہیں جانتے، تمہارا بھتیجا بہت بڑا رتبہ پائے گا اور یہ بڑی شان و عظمت کا مالک ہو گا۔

ابوطالب۔ میں سمجھا نہیں، تمہارا مطلب کیا ہے؟

راہب۔ میرا مطلب یہ ہے کہ یہ لڑکا خدا کا رسول ہو گا۔ اس کا چہرہ چہرہ

اس کی آنکھیں اور اس کی باتیں سب نبیوں کی سی ہیں۔

ابوطالب ۔ اچھا ۔۔۔ ؟ تو میں خیال رکھوں گا۔

(قافلہ مکہ واپس آجاتا ہے)

(سیرت ابن ہشام، جلد اول، صفحہ ۶۱، ۶۲)
تاریخ طبری، صفحہ ۶۱، ۶۲

ساتواں منظر

"کعبے کے پاس تمام قبائل قریش جمع ہیں۔ قریب ہی ایک دیہاتی اور چرواہا کھڑے باتیں کر رہے ہیں"

دیہاتی۔ (مجمع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہ کون لوگ ہیں اور یہاں کیوں جمع ہیں؟

چرواہا۔ قریش کے قبائل ہیں، ان میں جھگڑا ہو رہا ہے۔

دیہاتی۔ لڑائی ہو رہی ہے ——— ؛ معاملہ کیا ہے؟

چرواہا۔ کعبے کی نئی تعمیر ہوتی ہے اور حجرِ اسود کو اس کی جگہ پر نصب کرنے پر جھگڑا ہو گیا۔ ہر قبیلہ چاہتا ہے کہ یہ شرف اسی کو حاصل ہو۔

دیہاتی۔ لات کی قسم مجھے تو یہ نظر آتا ہے کہ یہ جھگڑا بڑھتے بڑھتے کشت و خون کی حد تک پہنچ جائے گا۔

چرواہا۔ ہاں ابھی کچھ دیر ہوئی مَیں ان کے قریب سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ خون سے بھرا ہوا ایک لگن ان کے بیچ میں رکھا ہے اور بنی عبدالدار اور بنی عدی نے اس میں ہاتھ ڈال کر جان جوکھوں میں ڈالنے کا عہد کیا۔

دیہاتی۔ اب کیا ہو گا؟ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ایک دوسرے کے خون میں ہاتھ رنگیں گے؟

چرواہا۔ (آگے بڑھ کر) اور کیا۔ چلو، جلد چلو، دیکھیں ہوتا کیا ہے۔

ابواُمیہ ابن مغیرہ۔ (کھڑا ہوتا ہے) فرزندانِ قریش! اپنی جانوں کی حفاظت کرو۔ قوم کے سپوتو! اپنے خون سے ہولی نہ کھیلو اور یہ سفاکانہ فیصلہ بدل دو۔

قریش۔ آخر پھر کریں کیا؟ آج تین دن گزر گئے، یہ چوتھی رات آگئی، لیکن اب تک کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ تمھیں کچھ بتاؤ ــــ!

ابواُمیہ۔ میری رائے تو یہ ہے کہ اب جو شخص سب سے پہلے حرم میں داخل ہوگا وہی ہمارا حَکَم قرار پائے گا۔

ہاں، ہاں، یہ ہمیں منظور ہے۔

(سب قبائل بے چینی اور اضطراب میں کسی آنے والے کا انتظار کر رہے ہیں۔ محمدؐ (حسنِ اتفاق سے تشریف لا رہے ہیں۔

ابوسفیان۔ (دور تک نظر دوڑاتے ہوئے) دیکھنا ــــ وہ کون ہے مجھے تو کوئی نوجوان معلوم ہوتا ہے۔

قریش۔ (ادھر غور سے دیکھتے ہوئے) یہ ــــ؟ محمدؐ ہے! ہاں، یہ امین ہے۔

ابواُمیہ۔ کیا تم اُسے اپنا حَکَم بنا لوگے؟

قریش۔ (چیخ کر) ہاں، ہاں، ہم اُسے اپنا حُکم مان لیں گے۔

محمدؐ۔ (قریب آکر) معاملہ کیا ہے؟ ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہوا؟

ابواُمیہ۔ نہیں، ادھر آؤ میں تمھیں سارا واقعہ بتاتا ہوں ــــ دراصل کعبے کی تعمیر نو میں چار دیواری (حد بندی) کے لیے تمام قبائل نے مل کر

پتھر جمع کیے اور گارا مٹی ملا کر یہ بنا لیا، جو تمھارے سامنے ہے لیکن جب حجر اسود کو اس کی جگہ پر نصب کرنے کا وقت آیا تو یہ سب آپس میں لڑ پڑنے اور مارنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ ظاہر ہے کہ ہر قبیلہ یہ شرف حاصل کرنا چاہتا ہے۔ میں نے معاملے کی نزاکت بھانپ لی تھی اس لیے انھیں سمجھایا اور یہ رائے دی کہ اب جو شخص بھی پہلے خانۂ کعبہ میں داخل ہوگا ہم اسی کو اپنا حَکَم بنا لیں گے حُسنِ اتفاق سے تمھیں آ گئے۔ اب ہم سب متفق ہیں کہ تمھیں ہمارا فیصلہ کرو۔

محمدؐ۔ (سارا واقعہ غور سے سماعت فرما کر) اچھا ـــ ایک چادر لاؤ ـــ

قریش۔ چادر؟

محمدؐ۔ ہاں، ہاں، چادر!

قریش۔ یہ لو ـــ

محمدؐ۔ (چادر زمین پر بچھا کر اپنے دستِ مبارک سے حجر اسود کو اٹھا کر چادر پر رکھتے ہیں)۔ اب تم میں سے ہر قبیلے کے سردار اس چادر کو چاروں طرف سے اٹھا کر مقام حجر اسود تک لے جائیں۔

(تمام قبائل کے سردار تعمیلِ ارشاد کرتے ہیں)

محمدؐ۔ (پتھر کو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر اس کے مقام پر نصب فرما دیتے ہیں)

ابو امیّہ۔ واہ! واہ! بڑی عقل مندی کا کام کیا۔

قریش۔ خوب، بہت خوب۔

(سیرت ابن ہشام ـ تاریخ طبری ـ صفحہ ۱۲۰،۱۹۷)

آٹھواں منظر

محمد رسول اللہ صلعم اپنے عم محترم سے ہم کلام ہیں۔

ابوطالب۔ جانِ عم! تم جانتے ہو کہ آج کل میری مالی حالت بہت کمزور ہو گئی ہے اور معاشی اعتبار سے ہم سخت عسرت میں گزر کر رہے ہیں۔ حسبِ معمول شام کی طرف تجارتی قافلوں کی روانگی کا زمانہ آگیا ہے۔ تمھیں معلوم ہے کہ خدیجہؓ ہر سال ہمارے قبیلے کے کسی آدمی کو تجارتی مال دے کر بھیجتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس سال اگر تم کوشش کرو تو وہ تمھیں ضرور منتخب کریں گی۔

محمدؐ۔ بہت خوب۔

ابوطالب۔ دیکھنا۔۔۔ معلوم ہوتا ہے یہ میسرہ ہے، خدیجہؓ کا غلام ادھر ہی آرہا ہے۔

محمدؐ۔ جی ہاں، وہی معلوم ہوتا ہے۔

(خدیجہؓ یہاں سب سے بڑی دولت مند عورت ہیں)

میسرہ۔ (قریب آکر) میں آسکتا ہوں؟

ابوطالب۔ آؤ، آؤ، کیونکر آئے ۔۔۔؟

میسرہ۔ (آپؐ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) میری مالکہ نے مجھے ان کی خدمت میں بھیجا ہے۔

محمدؐ ۔ میرے پاس! کیوں، کیا کام ہے؟

میسرہ ۔ حسبِ معمول امسال بھی وہ مالِ تجارت شام بھیج رہی ہیں اور اُن کی خواہش ہے کہ اس دفعہ آپ خود تشریف لے جائیں۔

محمدؐ ۔ لیکن انھیں یہ خیال کیونکر آیا کہ مجھے بھیجیں؟

میسرہ ۔ دراصل وہ آپ کی امانت داری، صداقت اور نیک نیتی کا شہرہ سنتی رہتی ہیں۔ انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ آپ کو دُگنا معاوضہ دیں گی۔

محمدؐ ۔ روانگی کب تک ہوگی؟ کیا تم بھی ساتھ چلوگے؟

میسرہ ۔ جی ہاں، روانگی آج ہی ہوگی۔

محمدؐ ۔ (سوالیہ نظروں سے عمِ محترم کو دیکھتے ہوئے) چچا جان! کیا خیال ہے آپ کا؟

ابوطالب ۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے غیب سے تمھارے لیے خود ہی سامان کر دیا، تم ضرور جاؤ۔

محمدؐ ۔ (ذرا سے توقف کے بعد) اچھا —— جاؤ میسرہ! ان سے کہہ دو کہ مجھے منظور ہے۔

میسرہ ۔ بہت خوب۔ (غلام چلا جاتا ہے)

تجارتی قافلہ شام پہنچتا ہے۔ سرورِ کائناتؐ ایک درخت کے سایے میں ٹھہر جاتے ہیں۔ قریب ہی ایک راہب کا کلیسا ہے۔ وہ میسرہ کو آواز دیتا ہے۔

راہب ۔ اِدھر آؤ میسرہ! اس درخت کے سایے میں تمھارے ساتھ یہ کون

فروکش ہے؟

میسرہ ۔جی! یہ قبیلۂ قریش کے نیک طینت فرزند ہیں۔

راہب (حضورؐ پر نظر ڈال کر زیر لب) اس درخت کے سائے میں صرف انبیاء ہی پناہ لیا کرتے تھے۔ بس جاؤ، مجھے تم سے یہی معلوم کرنا تھا یہ بھی نبی معلوم ہوتے ہیں

میسرہ ۔(حیرت زدہ ہو کر راہب کی صورت دیکھتا ہے پھر خاموشی سے واپس آجاتا ہے)۔

سیرت ابن ہشام، جلد اوّل، صفحہ ۶۴

تاریخ طبری، جلد دوم صفحہ ۳۵

نواں منظر

"محمد (صلعم) اپنے ساتھ لایا ہوا مال فروخت فرما کر یہاں سے دوسرا مال خرید تے ہوئے مکہ واپس تشریف لاتے ہیں۔ راستے میں گرمی اور آفتاب کی تمازت سے بچانے کے لیے دو فرشتے آپ پر سایہ فگن ہیں"

(مکہ پہنچ کر)

میسرہ، خدیجہؓ بنت خویلد کے پاس آتا ہے، ان کی کنیز نفیسہ بھی موجود ہے۔

خدیجہؓ - کہو، قافلہ واپس آگیا؟

میسرہ - جی ہاں، سرکار! اس دفعہ تو آپ کی تجارت میں حیرت انگیز نفع ہوا ہے۔

خدیجہ - ہاں محمدؐ امانت دار و وفا شعار ہیں اسی لیے لوگ انہیں امینؐ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

میسرہ - (رکتے ہوئے) اجازت ہو تو ایک بات عرض کروں؟

خدیجہؓ - کہو، کیا بات ہے؟

میسرہ - ہم جب یہاں سے روانہ ہوئے تو راستے میں محمد (صلعم) ایک درخت کے سایے میں ٹھہر گئے۔ اس درخت کے قریب ہی ایک کلیسا ہے کسی راہب کا، راہب نے آپ کو دیکھا اور مجھے بلا کر

پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ میں نے بتا دیا کہ یہ قبیلۂ قریش کے نیک طینت فرزند ہیں۔ پھر وہ آپؐ کی طرف دیکھ کر عجیب انداز میں بولا "اس درخت کے سایے میں صرف انبیاء قیام کرتے ہیں۔"

خدیجہؓ۔ (غور سے سُن کر) انبیاء۔ ۔ ۔ ۔ ؟

میسرہ۔ جی ہاں، واپسی پر بھی اسی قسم کا ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا۔

خدیجہؓ۔ (اشتیاق سے) کیا ؟

میسرہ۔ مکّہ کے قرب و جوار میں ریگستان ہی نظر آتا ہے کوئی سایہ دار جگہ نہیں، راستے میں جب آفتاب کی تمازت بڑھ گئی تو صرف آپؐ پر دو فرشتوں نے اپنے پروں سے سایہ کر لیا۔

خدیجہؓ۔ خوب ۔ تو گویا یہ نبی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔، نفیسہ!

نفیسہ۔ جی سرکار!

خدیجہؓ۔ (سوچ کر) جاؤ۔ ۔ ۔ محمدؐ (صلعم) کو میرا پیغام دے آؤ۔

نفیسہ۔ کیا عرض کروں ؟

خدیجہؓ۔ یہی کہ میں آپ کی امانت داری، صداقت، خوش اخلاقی اور نیک طینتی سے بہت متاثر ہوں۔ خاندانی حیثیت سے بھی آپ کا مرتبہ بلند ہے۔ آپ ایک باعزت قبیلے کے معزز فرد ہیں۔ میں آپ سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔

نفیسہ۔ شادی ؟ آپ ان سے شادی کرنا چاہتی ہیں ؟

خدیجہ۔ ہاں !

نفیسہ۔ تعجب ہے . . . حسب و نسب اور عزت و وقار میں آپ بھی کسی سے کم نہیں۔ قریش کے تقریباً ہر سردار نے آپ سے شادی کی درخواست کی لیکن آپ نے ہر ایک کو مایوس کر دیا، اور اب . . . . . .

خدیجہؓ۔ تمہیں اس سے کیا بحث؟ جاؤ، اپنا کام کرو۔

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۳۴، ۳۵

سیرت ابن ہشام، جلد اوّل، صفحہ ۶۲، ۶۴

دسواں منظر

"خدیجہؓ کی پیغامبر نفیسہ حضورِ اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے"

نفیسہ - مبارک ہو، تجارت میں حیرت انگیز فائدہ ہوا -

محمدؐ - ہاں، اللہ کا شکر ہے، تم کیونکر آئیں ؟

نفیسہ - یہ دریافت کرنے کہ آخر آپ شادی کیوں نہیں کرتے ؟

محمدؐ - لیکن تم کیوں پوچھ رہی ہو ؟

نفیسہ - اس لیے کہ اگر آپ چاہیں تو ایک خوب صورت، شریف اور باعزت خاندان کی عصمت مآب خاتون آپ سے رشتے کی آرزو مند ہیں -

محمدؐ - کون ہیں وہ ؟

نفیسہ - خدیجہؓ ——— !

محمدؐ - خدیجہؓ بنت خویلد ——— ؟ لیکن میرے پاس کیا رکھا ہے جو میں . . .

نفیسہ - یہ میرا ذمہ . . . . آپ فکر نہ کریں -

محمدؐ - (غور فرماتے ہوئے) دیکھو — میں اپنے بزرگوں سے مشورہ کر دوں گا

(نفیسہ واپس جاتی ہے اور عم رسول اللہ حضرت حمزہؓ تشریف لاتے ہیں)

محمدؐ - چچا جان! ابھی نفیسہ آئی تھی میرے پاس -

حمزہؓ۔ خدیجہؓ کی کنیز؟ کیوں۔؟

محمدؐ۔ خدیجہؓ نے شادی کا پیغام دیا ہے۔

حمزہؓ۔ تم سے؟

محمدؐ۔ جی ہاں۔

حمزہؓ۔ تمہیں منظور ہے؟

محمدؐ۔ اگر آپ لوگ بھی پسند کریں۔

حمزہؓ۔ ہاں، ہاں، کیوں نہیں۔ وہ بڑی عقل مند اور شریف النفس عورت ہے —— تم کہو تو ابھی ہم اس کے باپ (خویلد) کے پاس چلیں۔

محمدؐ۔ جی ہاں، چلیے۔

(دونوں جاتے ہیں)

خویلد بن اسد کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا جاتا ہے۔ وہ اس رشتے کو بڑی خوشی سے منظور کر لیتے ہیں اور شادی ہو جاتی ہے۔

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۳۵، ۳۶
سیرت ابن ہشام، جلد اول، صفحہ ۶۳

مع اضافۂ جدیدہ (عطیہ)
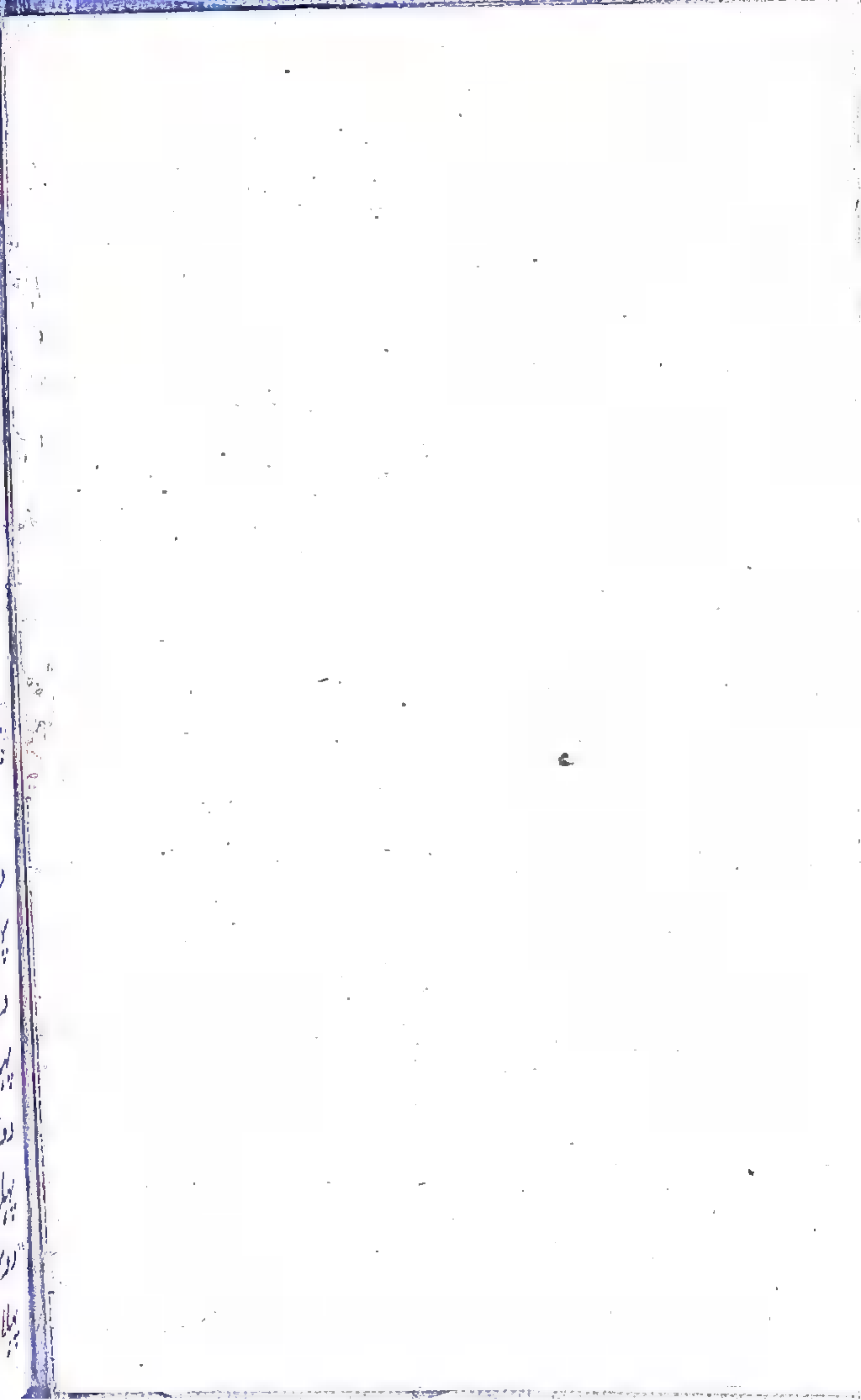
پہلا باب

پہلا منظر

—— غارِ حرا، کے پاس دو چرواہے بکریاں چرا رہے ہیں۔

پہلا چرواہا۔ (اپنے ساتھی سے) تم جانتے ہو یہ کونسی جگہ ہے؟

دوسرا۔ ہاں، غارِ حرا ہے یہ، کیوں؟

پہلا۔ یہاں میں اکثر ایک شخص کو آتا ہوا دیکھتا ہوں جو اس غار کے اندر جا کر پہروں تنہا بیٹھا رہتا ہے۔

دوسرا۔ اکیلا —— ؟

پہلا۔ ہاں، بالکل تنہا۔

دوسرا۔ اس وقت بھی اندر ہو گا؟

پہلا۔ نہیں۔

دوسرا۔ کب آتا ہے؟

پہلا۔ شاید ابھی آ جائے۔

دوسرا۔ (ریت کے ٹیلے کے پیچھے نظر دوڑاتے ہوئے) دیکھنا! یہ وہی تو نہیں . . .

پہلا۔ (دیکھتے ہوئے) ہاں، ہاں، یہی ہے۔ آج تو اپنے ساتھ کچھ توشہ

بھی لایا ہے۔

دوسرا۔ الگ ہٹ جاؤ راستہ چھوڑ دو۔

(دونوں چھپ جاتے ہیں)

رسول اللہ صلعم خاموشی سے ادھر ہی آتے ہیں اور زادِ راہ
قریب رکھتے ہوئے غارِ حرا میں تشریف فرما ہو جاتے ہیں۔

چرواہے پھر اپنی جگہ آجاتے ہیں یہاں سے وہ آپؐ کو چھپ کر
دیکھ سکتے ہیں۔

محمدؐ۔ (چاروں طرف متجسسانہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بارگاہ رب الارباب
میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور اسی حالت میں بے قرار ہو کر) ———
الہٰ العالمین! کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ میں تیرے پُر جلال و باعظمت
رُخِ انور کو دیکھ سکوں، جس سے تمام تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں
اے سارے جہان کے خالق . . . !

پہلا چرواہا۔ دوست! دیکھا تم نے ——— ؟

دوسرا۔ (آہستہ سے) ہاں، دیکھ رہا ہوں۔ کیا یہ شخص ساری رات یہی
کرتا ہے ؟

پہلا۔ کیا معلوم، کون جانے یہ کون ہے اور یہاں تنہائی میں دنیا سے دُور
کیوں آتا ہے ؟

چلو رات ہو رہی ہے (دونوں چلے جاتے ہیں)

محمدؐ۔ (سرِ نیاز اٹھا کر آسمان کی طرف بیقراری سے دیکھتے ہوئے) اے

خالقِ السمٰوات والارض، اے چاند، سورج اور روشن ستاروں کے پیدا کرنے والے! میرے معبود! —— میں تیری تلاش میں ہوں تیرے دیدار کے لیے بیتاب ہوں —— (اسی عالم میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔)

"بیقراری سے سر اُٹھاتے ہیں تو آسمان و زمین کے درمیان ایک سفید پوش نورانی پیکر نظر آتا ہے —— ٹھنڈی —— ٹھنڈی روشنی چاروں طرف پھیلتی نظر آتی ہے۔ فرازِ نظر تک ایک عجیب سماں بندھ جاتا ہے —— وہ نورانی پیکر قریب آتا ہے۔"

جبریلؑ۔ محمدؐ —— ! تم اللہ کے رسول ہو اور میں جبریلؑ . . . فرشتۂ وحی۔

محمدؐ۔ خوف زدہ اور سراسیمہ ہو کر بچنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن جدھر رُخ پھیرتے ہیں، ادھر وہی پیکر نظر آتا ہے)

جبریلؑ۔ (اپنے بازوؤں میں لے کر) پڑھو —— !

محمدؐ۔ (سہم کر) میں پڑھنا نہیں جانتا

جبریلؑ۔ (گرفت سخت کرتے ہوئے) پڑھو —— !

محمدؐ۔ (گھبرا کر) میں اَن پڑھ ہوں۔

جبریلؑ۔ (اور سختی سے دبا کر) اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ — خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ —— اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے سب کو پیدا کیا —— انسان کو جمے ہوئے خون سے

تخلیق فرمایا۔

محمدؐ۔ (خوف و شدت سے عرق عرق ہیں) اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۔۔۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔۔۔۔۔۔

(وہ پیکرِ نورانی (جبرئیل امین) غائب ہو جاتا ہے پھر اندھیرا چھا جاتا ہے)۔

محمدؐ۔ (ہوش و حواس بجا کر کے چاروں طرف دیکھتے ہیں) اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۔۔۔ یہ کون تھا ۔۔۔ یہ کیا ہُوا تھا؟؟ ۔۔۔ ہاں ــــ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔۔۔ یہ سب کیا ہے؟

۔۔۔ اُف ــــ میرے معبود ــــ!

(اسی حالت میں اُٹھ کر گھر تشریف لے جاتے ہیں۔)

سیرت ابن ہشام، جلد اوّل صفحہ ۸۰،۸۱

دوسرا منظر

"کاشانۂ نبوی میں —— محرم رازِ حیات (خدیجہؓ) بے چینی سے منتظر ہیں —— آپ تشریف لاتے ہیں:"

اُمّ المومنینؓ۔ کہاں تھے آپ؟

محمدؐ۔ (خوف زدہ لہجے میں) مجھے جلدی سے چادر اُڑھا دو، اُڑھا دو۔

اُم المومنینؓ۔ (گھبرا کر) خیر تو ہے کیا ہوا آپ کو؟

محمدؐ۔ تم مجھے چادر اُڑھا دو! خدیجہؓ! چادر ——

اُمّ المومنینؓ۔ (خوف و ہراس سے چادر اُڑھاتے ہوئے) کچھ بتائیے تو آپ کہاں تھے؟ میں نے آپ کی تلاش میں غلاموں کو بھیجا تھا۔ وہ مکہ تک ہو آتے لیکن آپ نہیں ملے۔

محمدؐ۔ (خود سے مخاطب ہیں) آسمان . . . . فرشتہ . . .

خدیجہؓ۔ خدا رحم کرے —— آپ کیا فرما رہے ہیں؟

محمدؐ۔ خدیجہ —— !

خدیجہؓ۔ جی —— فرمائیے

محمدؐ۔ تمہیں معلوم ہے میں روز کہیں جاتا ہوں؟ . . . کبھی زیادہ دن بھی ٹھہر جاتا ہوں اور گھر واپس نہیں آتا!

اُمّ المومنینؓ۔ جی ہاں، آپ اکثر کئی کئی راتیں گھر تشریف نہیں لاتے۔

محمدؐ۔ ٹھیک ہے ـــــ میں تنہائی بہت پسند کرتا ہوں۔ اس لیے غارِ حرا چلا
جاتا ہوں اپنے رب کی تلاش میں ۔۔۔ خالقِ کائنات کی جستجو ۔۔۔
مجھے دنیا سے دُور ۔۔۔ لے جاتی ہے ۔۔۔ آج ۔۔۔ اور
آج بھی ۔۔۔

اُم المومنینؓ۔ کیا ہوا آج ـــــ ؟

محمدؐ۔ اُف ۔۔۔ اللہ ۔۔۔ !

اُمّ المومنینؓ۔ خدارا بتائیے تو آج کیا ہوا ؟

محمدؐ۔ اچھا ـــــ سنو !

حسبِ معمول آج رات بھی میں عبادت میں مصروف تھا ـــــ
مجھے اپنے اَن دیکھے خدا کی تلاش تھی ۔۔۔ میں نے اپنی بے تاب و متجسّس
نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائیں تو ۔۔۔ خدیجہؓ ! مجھے زمین و آسمان
کے درمیان ایک نورانی پیکر اپنی طرف بڑھتا ہوا نظر آیا ۔۔۔ حدِّ
نظر تک نور ہی نور پھیلا ہوا تھا ۔۔۔ میں نے اس پیکر سے بچنے
کی بہت کوشش کی لیکن میں جدھر بھی رُخ کرتا تھا اُدھر مجھے
وہی نظر آتا تھا ۔۔۔ ہر لمحہ وہ مجھ سے قریب تر ہوتا جا رہا
تھا اور ۔۔۔ پھر ۔۔۔ اچانک اس نے میرا نام لے کر مجھے
آواز دی ۔۔۔ اس نے کہا ۔۔۔ محمدؐ ! ۔۔۔ تم خدا کے رسول
ہو اور میں جبریلؑ ! ۔۔۔ فرشتۂ وحی ۔۔۔

اُمّ المومنینؓ۔ فرشتہ ـــــ فرشتۂ وحی !

محمدؐ۔ ہاں خدیجہؓ فرشتہ ۔۔۔۔ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے ـــ میری رفیقۂ حیات! تم نہیں جانتیں مجھے کاہنوں اور جنوں سے سخت نفرت ہے ـــ میں پتھر کے بتوں کو دیکھ نہیں سکتا ۔۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ میں کاہن ہو جاؤں۔

اُم المومنینؓ۔ (تسلی آمیز لہجہ میں) نہیں، آپ اس درجہ ہراساں نہ ہوں خدا آپ کو کبھی رُسوا نہ کرے گا ـــ اور نہ آپ کاہن ہیں، پورا واقعہ بتائیے پھر کیا ہُوا ۔۔۔۔؟

محمدؐ۔ ہاں میں یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ اب تک تو نورانی شعاعوں میں ایک گھنٹی سی بجتی سنائی دیتی تھی اور رات یہ ہُوا کہ اس نے مجھے اپنی گرفت میں لے کر کہا ـــ پڑھو ۔۔۔ اسی طرح اُس نے دو تین بار اپنی گرفت کو سخت ترکرتے ہوئے کہا، پڑھو۔ میں نے وہی جواب دیا تو کہا ـــ پڑھو ـــ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ـ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔۔۔۔۔

میرا سارا جسم لرز رہا تھا۔ میں نے دھڑکتے دل سے یہ سنا اور چند بار پڑھا تو مجھے یاد ہو گیا، پھر میں گھبراتا ہُوا تمہارے پاس آگیا۔

اُم المومنینؓ۔ نہیں، گھبرانے کی کوئی بات نہیں ـــ آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں ـــ اور نیکی وصلہ رحمی میں آپ کی مثال نہیں ـــ آپ کی راست گوئی، امانت داری سارے قبیلے میں مشہور ہے ـــ

آپ شاعر یا مجنون بھی نہیں ——— یقیناً خدا آپ کے لیے کوئی بہتری کرنے والا ہے۔

گھر گھر آپ کے حسنِ اخلاق کا چرچا ہے۔

آپ غریبوں اور بیکسوں کی دستگیری کرتے ہیں۔

محمدؐ۔ .. (خاموش اور متفکر ہیں)

(تھوڑی دیر بعد)

امّ المومنینؓ۔ اُٹھیے میں آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے جاتی ہوں وہ میرے چچازاد بھائی ہیں اور بہت بڑے عالم بھی ——— انھیں تمام آسمانی کتب و صحائف کا علم ہے، وہ یقیناً آپ کو مطمئن کر دیں گے۔

محمدؐ۔ اس وقت تمھیں ہو آؤ ——— میں پھر مل لوں گا۔

(خدیجہؓ جاتی ہیں)

سیرت ابن ہشام، جلد اوّل، صفحہ ۸۲

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۵۰

تیسرا منظر

"بوڑھے اور نابینا ورقہ بن نوفل کے گھر میں"

امّ المومنینؓ۔ (سارا واقعہ شروع سے آخر تک دہراتی ہیں اور ورقہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتی ہیں)[1]

ورقہ۔ قدوس، قدوس، اس کی قسم جس کے قبضے میں ورقہ کی جان ہے اگر تم سچ کہہ رہی ہو تو یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ کے پاس آتا تھا۔ اور یہ (محمدؐ) بھی اپنی امّت کے نبی ہیں، خدیجہؓ! ان سے کہنا گھبرائیں نہیں۔ (جاتی ہیں)

محمّدؐ۔ کیوں خدیجہؓ! کیا بات ہوئی؟

امّ المومنین۔ ورقہ نے کہا ہے کہ آپ گھبرائیں نہیں، یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ کے پاس آتا تھا ——— اور آپ بھی اپنی اُمّت کے نبی ہیں۔

محمّدؐ۔ (کپڑے درست فرماتے ہوئے) نبی ———!

---

[1] صحاح میں حضرت خدیجہؓ کی ملاقات حضورؐ کی معیّت میں ملتی ہے لیکن ابن ہشام اور طبری جیسے مستند مؤرخین اور سیرت نگاروں نے اسی ترتیب سے لکھا ہے ملاحظہ ہو ابن ہشام، جلد اوّل، صفحہ ۸۱، ۸۲۔ طبری، جلد دوم صفحہ ۴۹، ۵۰۔ (علیم)

امّ المومنینؓ - جی ہاں ـــــ مگر آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں ؟
محمدؐ - ذرا طواف کر آؤں -

"آپؐ کعبہ کا طواف فرما رہے ہیں ـــــ ورقہ سے
ملاقات ہوتی ہے "

ورقہ - میرے بچّے ! بتاؤ تو ہوا کیا تھا ؟
محمدؐ - خدیجہؓ نے آپ کو بتا دیا ہو گا -
ورقہ - ہاں ، ہاں مقدّس خدا کی قسم ، تم اس اُمّت کے نبی ہو - تمہارے
پاس وہی ناموس (جبریلؑ) آئے تھے جو موسیٰؑ کے پاس آیا کرتے
تھے - تمھیں لوگ ایذائیں پہنچائیں گے ، جھٹلائیں گے اور تم سے
لڑیں گے ، حتیٰ کہ تمھیں نکال دیں گے !
محمدؐ - (حیرت سے) یہ کیوں - کیا میری قوم مجھے نکال دے گی ؟
ورقہ - کاش میں اس وقت جوان ہوتا جب تمھاری قوم تمھیں نکال دیگی -
محمدؐ - (حیرت سے) کیا واقعی میری قوم مجھے نکال دے گی ؟
ورقہ - ہاں ـــــ یہ اس لیے کہ ہمیشہ یہی ہوتا رہا کہ جو بھی تمھاری
طرح یہ پیغام الٰہی لایا ، قوم اس کی دشمن ہو گئی - اگر قضا
نے مجھے مہلت دی اور میں موجود ہوا تو تمھاری پوری پوری
حمایت کروں گا . . . . . کاش ، میں اس وقت تک زندہ
رہوں ـــــ خیر تم گھبراؤ نہیں ، خدا تمھارا حامی و ناصر ہو گا ـــــ
کوئی فکر نہ کرو ، اگر میں بچ گیا تو تمھاری پوری پوری مدد

کروں گا۔

سیرت ابن ہشام ، جلد اوّل صفحہ ۸۳، ۸۴
طبری ، جلد دوم ، صفحہ ۵۰۔

صحیحین میں عائشہؓ سے (مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۲) مروی ہے کہ ورقہ اس واقعے کے چند دن بعد ہی فوت ہو گئے۔ وہ نابینا اور ضعیف تھے۔ ورقہ نے ولادت مسعود اور ہجرت کا ذکر یسعیاہ میں پڑھا ہو گا۔"

عطیہ

چوتھا منظر

(مکہ کی گھاٹیوں میں)

(رسول اللہ صلعم) نماز پڑھ رہے ہیں۔ آج ان کے ساتھ ایک کم سن بچہ بھی نظر آرہا ہے۔)

راہ گیر۔ (اپنے ساتھی سے) دیکھو دوست! اب تک تو یہ تنہا آتے تھے اور آج ایک بچّہ بھی ان کے ساتھ ہے۔

دوسرا۔ یہ بچہ ان کا چچیرا بھائی (علیؓ ابن ابی طالب) ہے۔

پہلا۔ لیکن یہ تو ابھی ناسمجھ ہے۔ معلوم ہوتا ہے اپنے گھر والوں سے چھپ کر آتے ہیں یہ لوگ!

دوسرا۔ ادھر دیکھنا، وہ کون آرہا ہے۔

پہلا۔ کہاں ــــــــ؟ یہ ابوطالب ہیں، اس بچے کے باپ اور ان کے چچا۔

دوسرا۔ معلوم ہوتا ہے انھیں انھیں دونوں کی تلاش ہے۔

پہلا۔ ہاں۔

ابوطالب (قریب آکر خاموشی سے دیکھتے ہیں جب یہ دونوں فارغ ہو جاتے ہیں تو ان سے مخاطب ہوتے ہیں) محمدؐ! بیٹا ــ تم نے کونسا

دین اختیار کر لیا ہے ؟ معلوم ہوتا ہے تم عبادت میں مصروف تھے۔

محمدؐ: بجا فرمایا چچا جان! یہ اللہ کا دین ہے ، اس کے فرشتوں اور تمام مقدس رسولوں کا دین ہے اور یہی ہمارے دادا ابراہیمؑ کا دین تھا۔ اسی کی اشاعت و تبلیغ کے لیے اب اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ چچا جان! آپ پر میرا زیادہ حق ہے اور میں اس کی ابتدا آپ ہی سے کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ ہی سب سے پہلے میری اس دعوت پر لبیک کہہ کر میری مدد فرمائیں گے۔

(پُر امید اور جواب طلب نظروں سے دیکھتے ہیں)

ابوطالب۔ میں ـــــ ؟

محمدؐ۔ جی ہاں، چچا جان! آپ۔

ابوطالب۔ لختِ جگر! مجھے تو کوئی انکار نہیں ـ لیکن میں اپنے باپ دادا کا دین بھی تو نہیں چھوڑ سکتا۔ البتہ تم یہ یقین رکھو کہ میری زندگی میں کوئی تمھیں اس راہ میں تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔ جب تک میں زندہ ہوں تمھاری حمایت کرتا رہوں گا۔

محمدؐ۔ (خاموش ہیں)

ابوطالب۔ علیؓ! تم بھی ـــــ ؟

علیؓ۔ جی ہاں، ابا جان! میں نے بھی یہی دین اختیار کر لیا ہے۔ میں خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لا کر راہِ حق میں ان کا ساتھی بن گیا ہوں۔

ابوطالب۔ اچھا خیر، ٹھیک ہے۔ محمدؐ تمہیں سیدھے راستے ہی پر لے جائیں گے۔ تم ضرور ان کا ساتھ دو۔

سیرت ابن ہشام، جلد اول، صفحہ ۸۵
تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۵۸

پانچواں منظر

(حضرت ابوبکرؓ صدیق کا گھر عثمانؓ بن عفان ان کے پاس بیٹھے ہیں۔)

ابوبکرؓ۔ عثمانؓ! تمھیں معلوم ہے ۔۔؟ میں نے تو واللہ بلاپس وپیش محمدؐ (صلعم) کی دعوت پر لبیک کہی اور ان کا دین قبول کر لیا۔

عثمانؓ ۔اس میں شک نہیں بھائی ابوبکرؓ! کہ تم بڑے مخلص اور نیک دل ہو تمھاری صداقت اور خوش اخلاقی سے ساری قوم واقف ہے۔ میرے نزدیک اس سے بڑی خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ راہِ حق میں تمھارا ساتھی بن جاؤں۔

ابوبکرؓ۔ (خوش ہو کر) مجھے تم سے یہی امید تھی۔ اس میں شبہہ نہیں کہ یہی دین سچا ہے۔

عثمانؓ۔ امین کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔

ابوبکرؓ۔ ہاں، واقعی محمدؐ نے کبھی دروغ گوئی سے کام نہیں لیا، پھر بھلا جو شخص بندوں میں جھوٹ نہیں بولتا وہ خدا پر کس طرح جھوٹ باندھ سکتا ہے؟ اس کی تعلیم میں کسی قسم کا خسارہ نہیں، کوئی نقصان نہیں بلکہ سراسر بھلائی اور فائدہ ہے۔

عثمانؓ۔ تمھاری ان باتوں سے یقین جانو، میرا دل روشن ہو گیا۔

ابوبکرؓ۔ یہ نورِ ہدایت سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ میرے گھر والوں کے دلوں میں بھی جاگزیں ہو گیا، حتیٰ کہ میرا غلام (بلالؓ) بھی انھیں میں شامل ہے۔

عثمانؓ۔ خدایا! تو گواہ رہنا کہ میں نے دینِ اسلام قبول کر لیا۔

ابوبکرؓ۔ (عثمانؓ کی بغل میں باہیں ڈال کر خوش ہوتے ہوئے) اٹھو میرے ساتھ سرچشمۂ حق ذاتِ مقدس محمدؐ کے پاس چلو۔

(دونوں جاتے ہیں)

سیرت ابن ہشام، صفحہ ۸۶
تاریخ طبری

چھٹا منظر

(محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر)

وحی الٰہی۔ وَاَنذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ــــ وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (الشعراء) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ ــــ (سورۃ الحجر)

"آپ اپنے قریب ترین عزیزوں کو ڈرائیے اور ان لوگوں سے بڑی شفقت و فروتنی کا معاملہ کیجیے جو مسلمان ہو کر آپ کی پیروی کر رہے ہیں (شعراء) ــــ آپ کو جس کام کا حکم دیا گیا ہے اب علی الاعلان اس کی اشاعت و تبلیغ فرمائیے اور مشرکین کی کوئی پروا نہ کیجیے"۔ (الحجر)

اس وقت تک پرستاران حق کفار کے خوف سے مکہ کی گھاٹیوں میں چھپ چھپ کر عبادت کیا کرتے تھے ــــ اب خدا کا یہ حکم ہوا کہ علی الاعلان تبلیغ و اشاعت دین کی جاتے اور مشرکین کا خوف سد راہ نہ بنایا جاتے۔

(دشمنان اسلام کی اس اسلام دشمنی کے سلسلے میں اس وقت پہلی بار ایک مشرک کو سعد بن ابی وقاص نے زخمی کیا تھا۔ (عطیہ)

محمد ـ (کوہ صفا پر) ــــ واصباحاہ!

اس آواز پر قبیلۂ قریش کے تمام فرزند آکر جمع ہو جاتے ہیں۔

قریش۔ کیا بات ہے محمدؐ!

محمدؐ۔ فرزندانِ قریش! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے دشمن کا لشکر آ رہا ہے تو کیا تم لوگ یقین کر لوگے؟

قریش۔ (بہ یک آواز) بے شک، بے شک اس لیے کہ تم نے کبھی دروغ گوئی سے کام نہیں لیا۔

محمدؐ۔ تو پھر سنو! میں تم سب کو خدا کے غضبناک و سخت گیر عذاب سے ڈراتا ہوں۔ اے بنی عبد المطلب! اے بنی عبد مناف! اے بنی زہرہ! اے بنی تمیم! اے بنی اسد! اے بنی مخزوم! کان کھول کر اچھی طرح سن لو کہ مجھے خدا نے سب سے پہلے اپنے رشتہ داروں کو ڈرانے کا حکم دیا ہے۔

جب تک تم لا الٰہ الا اللہ نہ کہو اور خدا پر ایمان نہ لے آؤ میں تمھارے لیے کسی اچھائی کا ضامن نہیں ہو سکتا۔

ابولہب۔ (غصے میں جھنجلا کر) کیا تم نے ہمیں یہاں اسی لیے بلایا تھا؟ تم سے خدا سمجھے۔

مجمع۔ چلو چلو لوگو! اپنا کام کرو۔

ابولہب۔ ہاں ہاں، یہ تو گمراہ ہو گیا ہے۔

محمدؐ۔ بنی عبد المطلب! میں نے تمھارے قبیلے میں کوئی اور ایسا نوجوان نہیں دیکھا جو مجھ سے زیادہ تمھارا دونوں جہان میں خیر خواہ ہوتا۔ یقین کرو تمھارا فائدہ اسی میں ہے۔ یہ دینِ حق کی دعوت ہے اور

خدا نے اس خدمت کا شرف مجھے عطا فرمایا ہے تم میں سے کون میرا ساتھ دے سکتا ہے اور کون ہے جو میرا بھائی ثابت ہو کر میرا خلیفہ اور نائب بنے گا؟

مجمع ۔ (ہنستے اور مذاق اڑاتے ہوتے)، کوئی نہیں، کوئی نہیں ۔

علیؑ ۔ (آگے بڑھ کر معصومانہ انداز میں) یا رسول اللہ! میں آپ کا ساتھ دونگا ۔

محمدؐ ۔ (علیؑ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر) یہ میرا بھائی اور مددگار رفیق ہے ۔ لوگو! تم اسی کی سُن لو ۔ اسی کی بات مانو ۔۔۔!

قریش ۔ (ہنس کر) لو اور سنو! ابوطالب! اب تم اپنے بیٹے کی فرماں برداری کرو ۔۔۔ دیکھ لیا تم نے؟

ابولہب ۔ (علیؑ سے) علیؑ! تم اور تمہارے ساتھی سب کے لیے تباہی کے سوا اور کچھ نہیں لاتے ۔

قریش ۔ چھوڑو بھی، بچہ ہے ۔ کیا جانے کیا کر رہا ہے ۔

مجمع ۔ یہ سب گمراہ ہیں، برباد ہو کر رہیں گے ۔

"تمام قبائل ہنستے اور مذاق اڑاتے ہوتے منتشر ہو جاتے ہیں"

"محمدؐ اداس اور غمگین کسی گہری فکر میں غرق ہو جاتے ہیں حضرت علیؑ بھی آپ کے قریب ہی باچشم نم بیٹھے ہیں ۔

(وحی الٰہی نازل ہوتی ہے)

محمدؐ ۔ (غصے میں مٹھیاں بھینچ کر سر اٹھاتے ہیں ۔) تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ

وَتَبَّ - مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ - سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ - وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ الخ (القرآن)

سیرت ابن ہشام، جلد اوّل، صفحہ ۶۳

کذا فی الطبری وزاد المعاد

۸

ساتواں منظر

"خانۂ کعبہ میں قریش کے سربرآوردہ اشخاص ابوجہل، ابوسفیان امیّہ، مغیرہ وغیرہ پر مشتمل مشاورتی مجلس منعقد ہے۔"

ابوجہل ۔ حاضرین! تمھیں معلوم ہے یہ قریشی نوجوان کیا کچھ چاہتا ہے؟

اُمیّہ ۔ (بتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) ہاں ہم جانتے ہیں۔ اسے ہمارے ان معبودوں سے سخت نفرت ہے اور وہ انھیں باطل قرار دیتا ہے۔

ابوسفیان ۔ یہ مجھ سے سن لو کہ بعض سرپھروں کے ساتھ ساتھ ابوبکرؓ، عثمانؓ، سعدؓ بن ابی وقاص، جیسے دانشوروں نے بھی اس دعوت پر لبیک کہی اور اس کا (دین) قبول کر لیا ہے اور اب یہ لوگ مکّہ کی گھاٹیوں میں چھپ چھپ کر نماز بھی پڑھتے ہیں۔

ابوجہل ۔ مجھے معتبر ذریعے سے معلوم ہوا ہے کہ کل ہی رات مکّہ کی گھاٹی میں ایک افسوسناک واقعہ پیش آیا ہے۔

ابوسفیان ۔ ہاں ہاں، مَیں نے بھی سنا تھا کہ مکّہ کی کسی گھاٹی میں محمدؐ اپنے رفقاء کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ ہمارے چند ساتھی بھی ادھر جا پہنچے اور انھیں عبادت میں مصروف دیکھ کر برہم ہو گئے۔ اوّل تو بحث و تکرار ہوتی رہی ۔ ہمارے ساتھیوں نے انھیں بہت بُرا بھلا کہا اور

اس عبادت گزاری پر ملامت کی، پھر نوبت لڑائی تک پہنچی، نتیجہ یہ ہوا
کہ سعدؓ نے ان کے پیہم حملوں کا جواب دیا تو ہمارا ایک آدمی
شدید زخمی ہو گیا۔

ابوجہل۔ ہاں، یہی ہوا تھا۔ گویا یہ پہلی مڈبھیڑ تھی۔

ابوسفیان۔ محمدؐ ایک فتنہ کھڑا کر رہا ہے۔

اُمیّہ۔ بلکہ بنی عبد مناف عرب میں ایک بدعت کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔

مغیرہ۔ ہاں، ابھی کیا ہے۔

ابوسفیان۔ ممکن ہے وہ اس طرح برسرِ اقتدار آنا چاہتے ہوں اور سارے
عرب قبائل پر فوقیت و برتری کے خواہاں ہوں۔

ابوجہل۔ (چلّا کر) نہیں، لات کی قسم، یہ ہرگز نہ ہوگا، کبھی نہیں ہو سکتا۔۔
ایک مرتبہ بنو عبد مناف سے ہمارا جھگڑا ہو گیا تو انھوں نے ہمیں
آزمانے کے لیے کہا، ہمارے لیے کھانا تیار کراؤ۔ ہم نے ایک
سے ایک بڑھ کر کھانا تیار کیا اور انھیں دعوتِ طعام دی۔
اس کے بعد بولے، ہماری بار برداری کرو۔ ہم نے یہ بھی کر دکھایا
آخر میں بولے ـــــ ہمارے قبیلے میں تو ایک نبی ہے جس کے
پاس آسمان سے وحی آتی ہے، پھر تم ہمارا مقابلہ کیونکر کر سکتے
ہو؟
واقعہ بھی یہی ہے کہ ہم اس معاملے (نبوت) میں ان کی برابری
کیونکر کر سکتے تھے۔ لات و عزیٰ کی قسم، ہم ان کی یہ فوقیت کبھی

تسلیم نہیں کر سکتے۔

قریش ۔ خیر چھوڑو ۔ چلو، ابوطالب کے پاس ہی جانا مناسب اور نتیجہ خیز ہوگا۔

سیرت ابن ہشام، جلد اوّل، صفحہ ۱۰۸

زاد المعاد

تاریخ طبری

آٹھواں منظر

یہ قریش کے یہی سربرآوردہ اشخاص، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، عاص بن وائل، ابوسفیان، ولید بن مغیرہ، ابوالبختری بن ہشام وغیرہ ایک وفد کی صورت میں ابوطالب کے پاس جاتے ہیں۔

(ابوطالب کے گھر میں)

ابوجہل۔ ابوطالب! آپ ہمارے بزرگ ہیں اور یوں بھی عزّ و شرف اور مرتبے کے لحاظ سے ساری قوم میں آپ ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم آپ کی انھیں بزرگانہ خصوصیات کا پاس کرتے ہیں۔

ابوطالب۔ مطلب بتاؤ، کہنا کیا چاہتے ہو؟

ابوسفیان۔ آپ بے خبر نہ ہوں گے کہ آپ کا بھتیجا —— ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتا اور ہمارے دین میں عیب نکالتا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ ہمارے اسلاف اور موجودہ خردمندوں اور دانش وروں کو بھی بیوقوف بناتا ہے۔

اس کا خیال ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد گمراہ تھے۔ ہمارا دین باطل ہے اور وہ خود جو دین ایجاد کر بیٹھا ہے وہی "حق" ہے۔

ابوطالب۔ تو پھر میں کیا کروں؟

ابوجہل:- آپ اسے منع کر دیجیے کہ وہ اپنی ان حرکتوں سے باز آجائے
ورنہ ہمارے راستے سے آپ ہٹ جائیں تو ہم خود ہی اسے سمجھ
لیں گے۔

ابوالبختری:- بے شک! مذہبی حیثیت سے خود آپ بھی ہماری ہی طرح اس
کے مخالف ہیں۔

عتبہ:- اس لیے آپ اسے ہمارے حوالے کر دیجیے۔ ہم اپنے دین کی مدافعت
کے لیے کافی ہیں۔

ابوطالب:- (موقع کی نزاکت ملحوظ رکھتے ہوئے) اچھا۔ اچھا، تم لوگ جاؤ
میں اسے سمجھا دوں گا۔

(وہ لوگ چلے جاتے ہیں اور ابوطالب اس فکر میں غرق ہیں، کیا کروں
کیا نہ کروں، ایک طرف ساری قوم کی دشمنی اور جدائی ہے اور
دوسری جانب ... لختِ جگر ... نہ انھیں چھوڑ سکتا ہوں، نہ
اس کے دین کو حق ثابت کر سکتا ہوں ...... (اسی عالمِ اضطراب
میں ٹہل رہے ہیں کہ کسی کی آہٹ محسوس ہوتی ہے۔) کون ہے..؟
کون .... ؟ (دروازے کی جانب دیکھ رہے ہیں)

محمدؐ:- (سامنے آتے ہوئے) محمدؐ....

ابوطالب:- آؤ، آؤ، لختِ جگر .... !

محمدؐ:- (ان کی اضطرابی کیفیت بھانپ کر) کیا بات ہے چچا جان! آپ کچھ
پریشان معلوم ہوتے ہیں؟

ابوطالب - جانِ عم! قوم کے معزز افراد ابھی میرے پاس آئے تھے۔

محمدؐ - کیوں، خیر تو ہے؟

ابوطالب - خیر کیا ہوتی - یہی تمہارے دین کا معاملہ ہے میرے بچے! وہ تمہارے اس نئے دین پر برافروختہ ہیں اور تمہارے دشمن ہو گئے ہیں جو بالفاظ دیگر یقیناً مجھ سے دشمنی ہے۔ خدارا تم مجھ پر اور اپنی جان پر رحم کرو۔ مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو میرے لیے ناقابل برداشت ہو۔ انھیں صرف میرا پاس ہے ورنہ وہ چاہتے ہیں کہ میں تمھیں ۔۔۔ ان کے حوالے کر دوں ۔۔۔ بیٹا! مجھ پر رحم کرو۔

محمدؐ - یعنی آپ میری حمایت سے معذور ہیں اور یہی ایک چارہ کار رہ گیا ہے کہ مجھے ان کے حوالے کر دیں۔ اس لیے کہ آپ میری مدد یا پشت پناہی نہیں کر سکتے۔

ابوطالب - یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟

محمدؐ - (فیصلہ کن انداز میں) چچا جان! خدائے ذوالجلال کی قسم، اگر وہ لوگ میرے داہنے ہاتھ پر آفتاب اور بائیں پر ماہتاب رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں تبلیغ دین و اشاعت اسلام سے باز آجاؤں تو بھی میں منظور نہیں کروں گا حتیٰ کہ خدا خود اس دین کو غالب کر دے، یا میں اس کی راہ میں ۔۔۔ قربان ہو جاؤں۔ (بے اختیار آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔)

ابوطالب - لختِ جگر ۔۔۔! تمہاری آنکھوں میں آنسو ۔۔۔؟

محمدؐ۔ (بغیر جواب دیئے اٹھ کر جانے لگتے ہیں۔)

ابوطالب۔ کہاں جا رہے ہو —— یہاں آؤ بیٹا! بات تو سنو۔

محمدؐ۔ (قریب آکر) آپ بھی مجھے بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے ؟

ابوطالب۔ (قوت و عزم کے ساتھ فرطِ محبت سے چیخ کر) نہیں۔ نہیں! ہرگز نہیں، جاؤ، جو چاہو کرو —— واللہ میں تمہیں کسی قیمت پر کبھی ان کے حوالے نہیں کروں گا۔

محمدؐ۔ (خوش ہو کر) اللّٰھم لک الحمد، حمداً کثیراً۔

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۶۶

سیرت ابن ہشام، جلد اول، صفحہ ۸۹

۹ نواں منظر

"محمد رسول اللہ (صلعم) کی تبلیغی سرگرمیاں روز افزوں ہیں اور
رفتہ رفتہ لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوتے جا رہے ہیں۔"

"مشرکین کی آتش غیظ و غضب بھڑک اٹھتی ہے اور وہ ایک
بار پھر ابوطالب کے پاس جانے کا منصوبہ باندھتے ہیں۔"

ابولہب۔ دیکھ لیا تم نے؟ ابوطالب نے نہ تو اسے منع کیا اور نہ ہمارے
ہی حوالے کرنے کے روادار ہیں۔

ابوسفیان۔ اس کی سرگرمیاں روز بروز بڑھتی جا رہی ہیں۔

عتبہ۔ کیوں نہ ایک بار اور ابوطالب کو آگاہ کر دیا جائے؟

ابن ہشام۔ وہ کیا مانیں گے ـــ؟

ابوسفیان۔ ایک تجویز ابھی ابھی میرے ذہن میں آئی ہے بشرطیکہ تم لوگ
بھی اس سے اتفاق کرو۔

ابولہب۔ بتاؤ، کیا ہے؟

ابوسفیان۔ ہم محمد (صلعم) کے عوض میں اپنا ایک نوجوان دے دیں کہ وہ
اسے اپنا بیٹا بنالیں اور انھیں ہمارے حوالے کر دیں۔

ابوجہل۔ ابوطالب مان لیں، جب ہے۔

ابن ہشام۔ چلو تو یہ بھی کر دیکھیں۔

(سب لوگ اکٹھے ہو کر جاتے اور ابوطالب کے پاس بیٹھ جاتے ہیں)

ابوطالب ۔ کیوں بھائی! اب کیا ہے؟

ابولہب ۔ (غصے میں) تم ابھی تک نہیں سمجھے . . . . ؟

ابوسفیان ۔ تم محمدؐ کو ہمارے حوالے کیوں نہیں کر دیتے؟

عتبہ ۔ یا پھر اس کی خیر چاہتے ہو تو اسے روک لو۔

ابوطالب ۔ میرے فرزندو! تمہاری دشمنی اور جدائی خاصی اہمیت رکھتی ہے لیکن میں اپنا بچہ کیونکر تمہارے حوالے کر سکتا ہوں۔ انصاف تو کرو میں اس کی جدائی بھی تو برداشت نہ کر سکوں گا۔

ابوسفیان ۔ تو پھر ایک تجویز مان لو ---!

ابوطالب ۔ شوق سے کہو --- کیا تجویز ہے؟

ابوسفیان ۔ یہ تو ظاہر ہے کہ تم اپنے لختِ جگر کی جدائی تادمِ مرگ گوارا نہ کرو گے۔ اب ایک یہی صورت ہے کہ عمارۃ بن ولید کو تم جانتے ہو کہ وہ شاعری، بہادری، حسن و جمال میں یکتائے عرب نوجوان ہے تم اسے اپنا بیٹا بنا لو اور محمدؐ کو ہمارے سپرد کر دو۔

شیبہ ۔ ہاں، ہاں، تمام اختیاراتِ پدری حاصل کر لو۔

عاص بن وائل ۔ ہاں، یہ (عمارۃ) تمہارا ہو کر تمہارا ہی رہے گا۔ اس کے عوض میں تم اپنے اس بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دو جو تمہارے اور تمہارے باپ دادا کے دین کو جھٹلاتا ہے، جس نے تمہاری متحد و متفق قوم میں تفرقہ اندازی شروع کر دی ہے اور تمہارے عقل مندوں

کو بھی بے وقوف سمجھتا ہے۔

ابنِ ہشام۔ یہ تو تمھیں ماننا پڑے گا۔

قریش۔ (بیک آواز) بہت خوب ــ بہت اچھی تجویز ہے۔

عُقبہ۔ ہم ایک بار پہلے بھی تمھیں آگاہ کر چکے ہیں لیکن تم نے اسے نہیں روکا اور اب تم اسے ہمارے سپرد کر دو تو بہتر ہے۔

عُقبہ بن معیط۔ واقعی بہترین تجویز ہے، نوجوان کے بدلے نوجوان ــ!

قریش۔ ٹھیک ہے، یہی ہونا چاہیے۔

ابو طالب۔ (گھبرا کر) ارے ظالمو! تم انتہائی دل آزار تجویز پیش کر رہے ہو۔ واللہ! یہ بڑا ہی بُرا فیصلہ ہو گا۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ میں تمھارے نوجوان کو اپنا کر دل سے لگاؤں، اسے خوب کھلاؤں پلاؤں اور اپنا لختِ جگر ــ اپنا نورِ نظر ــ تمھیں دے کر اسے تمھاری بے رحمی، سفاکی اور آتشِ انتقام کی نذر کر دوں۔۔ ۔۔۔؟؟؟ نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ یہ تو عمر بھر نہیں ہو سکتا ــ قیامت تک نہیں ہو گا ــ کبھی نہیں۔۔۔!!!

مُطعم بن عدی۔ ابو طالب! تمھاری قوم تو منصفانہ فیصلہ کر رہی ہے اور تمھیں بھی مصیبت سے نجات دلانا چاہتی ہے ــ یہ واقعہ ہے کہ تم خود بھی اس کی ان نئی نئی باتوں کو پسند نہیں کرتے لیکن محض خونی تعلق کی بنا پر سب کچھ برداشت کر رہے ہو۔ ہم لوگ تمھارے اور اپنے مشترکہ آبائی دین کی مدافعت کے لیے تیار ہیں لیکن معل

ہوتا ہے کہ اب تم کچھ نہیں مانو گے۔

ابو طالب۔ واللہ یہ انصاف نہیں، ظلم ہے، زیادتی ہے تم لوگ مجھے بے سہارا کرنا چاہتے ہو۔ ساری قوم کو تم نے میرے خلاف بھڑکا دیا ہے۔ لیکن مجھے کسی کا ڈر نہیں، جو تمہارا جی چاہے کر لو ——— میں تمہاری یہ تجویز تو ہرگز نہیں مان سکتا۔

ابو لہب۔ اچھا تو پھر ہم بھی دیکھ لیں گے۔

ابو سفیان۔ (اٹھتے ہوئے) چلو، اٹھو، اب انھیں معلوم ہو جائے گا۔

" انتہائی غضبناک ہو کر سب واپس جاتے ہیں، اور اسی عالم میں ایک جگہ جمع ہو کر سازش کرتے ہیں "

ابو سفیان۔ دیکھا، ہم نہ کہتے تھے کہ ابو طالب کوئی بات نہ مانیں گے۔

عتبہ بن ربیعہ۔ خیر ——— تو کیا ہے ——— ہم بھی دیکھتے ہیں کہ ان کے بھتیجے کا دین کیونکر چلتا ہے۔

ابو سفیان۔ اب ایسا کرو کہ مزید کوئی شخص اس کا ساتھ نہ دے سکے ——— میرے خیال میں یہ ہونا چاہیے کہ ہر سردار اپنے قبیلے کے ان افراد کو، جو اس پر ایمان لے آئے، سخت ایذائیں پہنچائے۔

ابو لہب۔ ہاں، ہاں، انھیں کو اگر طریقوں سے ستانا چاہیے تاکہ یہ باز آ جائیں گے اور دوسرے لوگ عبرت حاصل کر کے اس کا ساتھ دینے کی ہمت بھی نہ کریں گے۔

عتبہ۔ بس یہی ایک صورت ہے اس کے سوا کوئی علاج نہیں۔

شیبہ۔ چلو، بس، فیصلہ ہو گیا۔

ولید۔ تم لوگ ابھی نادان ہو، اسی دم فیصلہ بھی کر بیٹھے ——— !

ابوسفیان۔ پھر تمھیں رہبری کرو، تم عمر و تجربہ میں سب سے بڑھ کر ہو۔

ولید۔ دیکھو! اس طرح مختلف طور پر متفرق سازشوں سے کچھ نہ ہو گا تم نے اس کے ساتھیوں کی ایذا رسانی کی بھی تو کیا ہو گا؟ بقول شخصے: "یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے"۔

ان پر تو حق و صداقت کا ایسا جادو چلا ہے کہ یہ عقل و ہوش کھو بیٹھے ہیں۔

عتبہ۔ تو پھر کیا کرنا چاہیے؟

ولید۔ سنبھل کر اے فرزندانِ قریش! یہ حج کا زمانہ ہے۔ اس موسم میں اطراف اکناف سے تمام قبائل آکر مکہ میں جمع ہوتے ہیں۔ تم لوگ سوچ سمجھ کر کسی ایک بات پر جمع ہو جاؤ۔ اگر کوئی فیصلہ بالاتفاق نہ کیا گیا تو بے کی بحث و تکرار میں وقت نکل جائے گا۔ ایسا نہ ہو کہ ایک کی بات دوسرا رد کر دے اور دوسرا تیسرے کو جھٹلائے ——— اور اس طرح محمدؐ ضرور اس موقع سے فائدہ اٹھائے گا اور تمھاری باہمی ناچاقی سے تمھاری بات کا وزن نہ رہے گا۔

ابوسفیان۔ ولید ——— ! تمھاری بات سب مان لیں گے۔ بتاؤ، کیا فیصلہ ہے تمھارا؟

ولید۔ نہیں، پہلے تم لوگ بتاؤ کہ چاروں طرف سے مکہ میں آنے والے

قبائل کو محمدؐ کی دعوت سے محفوظ رکھنے کے لیے کیا صورت اختیار کروگے ؟

عتبہ۔ ہم ان قبائل سے کہیں گے کہ اس کی بات نہ مانو، یہ کاہن ہے۔

ولید۔ بات ایسی کرنی چاہیے جو سمجھ میں بھی آجاتے۔ بھلا کہاں کاہنوں کی تک بندیاں اور کہاں محمدؐ کا دل نشیں کلام — ؟

مُطعم۔ اچھا تو ہم اسے مجنون مشہور کریں گے، دیوانہ بتائیں گے۔

ولید۔ بھلا محمدؐ کو دیوانگی سے کیا نسبت — ؟ ہم نے دیوانے بھی دیکھے ہیں۔ کہاں ان کی حماقت آمیز باتیں، مضحکہ خیز حرکتیں اور کہاں محمدؐ کی فرزانگی و بالغ نظری —————— اور باوقار و پُر تمکنت طرزِ بیان ؟

ابُولہب۔ تو پھر شاعر کیوں نہ کہیں ؟

ولید۔ تمھاری اس قسم کی خرافات سے آنے والے قبائل یہ سمجھیں گے کہ ہم جھوٹ بھی بولتے ہیں اور بہتان طراز بھی ہیں — شعر و شاعری کی آخر وہ کون سی قسم ہے جس سے ہم واقف نہ ہوں، بلکہ یہ تو ہماری گھٹی میں پڑی ہے۔ ہمیں تمام اصنافِ سخن میں بھی مہارت و کمال حاصل ہے، ہم جانتے ہیں ارجز، ہزج، قریض، مقبوض اور مبسوط کیا ہے۔ غور تو کرو محمدؐ کے سحر طرازانہ کلام کو شاعری سے کیا تعلق — ؟ شاعروں کی خیال آرائی اور اس کے حقیقت آمیز کلام میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

ابوسفیان۔ تو پھر جادوگر کہ دیں ؟

ولید۔ لات کی قسم۔ یہ بھی غلط ہوگا۔ جادوگری بھی ہمارے لیے کوئی نئی چیز نہیں ــــ جس طہارت و نفاست سے محمدؐ زندگی گزارتا ہے وہ جادوگروں میں کہاں نظر آتی ہے، پھر اس کے ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ وہ جھاڑ پھونک کرتا ہے نہ تعویذ گنڈوں سے اپنی فوقیت جتانا چاہتا ہے بلکہ جادوگروں کی منحوس شکلیں اور نجس عادتیں الگ ہی ہوا کرتی ہیں۔

ابولہب۔ (اکتا کر) تو پھر تمہیں بتاؤ عبدشمس!

ولید۔ لات کی قسم، اس کے کلام میں عجیب مسحور کن انداز بیان ہے۔ اس کی گفتگو دلنشیں اور پُرحلاوت ہے ــــ تمہارے لیے یہی کہنا آسان تھا کہ وہ ساحر ہے۔ اس لیے کہ اس کی زبان میں واقعی جادو کا اثر ہے۔ کہنے کو یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ سحر بھائی کو بھائی سے، شوہر کو بیوی سے اور باپ کو بیٹے سے جُدا کر دیتا ہے۔

عتبہ۔ آخر فیصلہ کیا ہوا ؟

ولید۔ فیصلہ یہ کہ آنے والے قبائل جہاں قیام پذیر ہوں وہاں جا جا ہمارے کارندے پابند رہیں تاکہ جب محمدؐ انھیں اپنے دین کی دعوت دینے آتے تو اس کی ہر بات کی تردید کریں اور اس کا مذاق اڑائیں۔ اس کے ساتھیوں کو عبرتناک سزائیں دیں تاکہ کوئی اس کا ساتھ نہ دے سکے اور اس کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتے

رہیں۔

قریش ۔ (بہ یک آواز) بس، یہی ٹھیک ہے۔

(سب اپنے اپنے گھروں کا راستہ لیتے ہیں)

۔ از اوّل تا آخر، سیرت ابن ہشام، جلد اوّل، صفحہ ۹۰
تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۶۷، ۶۸
قاضی عیاض، صفحہ ۱۲۹

اضافہ جدید
(عطیہ)

دسواں منظر

(قریش کے معزز افراد خانہ کعبہ میں مصروف گفتگو ہیں۔)

ابوسفیان۔ خدا کو وحی اسی شخص پر نازل کرنی تھی اور مجھے چھوڑ دیا حالانکہ میں قریش کا بلند مرتبہ سردار ہوں۔ میرے ساتھ ساتھ مسعود بن عمرو بھی گویا اس قابل نہ تھے، حالانکہ یہ بھی ثقیف کے سردار اور ذی حیثیت شخص ہیں۔

ابوجہل۔ بالفاظِ دیگر گویا تم اس بات کے قائل ہو کہ اس کے پاس آسمان ہی سے وحی آتی ہے؟ حالانکہ اس میں کسی شک و شبہہ کی گنجائش نہیں رہی کہ وہ جادوگر ہے ... اس نے ہمارے قبائلی اتحاد اور قومی یگانگت کو خاک میں ملا دیا۔ اور اب تو وہ علی الاعلان ہمارے مقدس معبودوں کی توہین و تکذیب پر اتر آیا ہے۔

ابوسفیان۔ نہیں، تم بھی کس غلط فہمی میں ہو۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر اس کا چچا اسے ہمارے حوالے کر دیتا تو کیا بات تھی!

عقبہ بن معیط۔ اب تو مدینہ میں بھی اس کے متعلق چہ میگوئیاں ہونے لگی ہیں۔

ابوجہل۔ اور کل تک دیہاتی عرب میں اس کا چرچا ہو جائے گا۔

امیّہ۔ خبر بھی ہے تمھیں ___؟ ہر اہم موقع پر، خواہ وہ حج کا موسم ہو یا کوئی تاریخی اجتماع، محمدؐ ان دنوں سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے

لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانے کے لیے بھرے مجمع میں تبلیغی تقریریں کرتا ہے۔

عقبہ۔ اور بھی کچھ سنا؟ وہ کہتا ہے مرنے کے بعد پھر سب کو زندہ کیا جائیگا۔

۔۔۔ دوسری دنیا میں جنت و دوزخ ہے جو اس پر اور اس کے خدا پر ایمان لے آئے وہ تو جنتی ہوگا اور جو اس کا انکار کرے اور اس کے خدائے واحد کے ساتھ کسی کو شریک کرے وہ دوزخی ہوگا۔

ابوجہل (جل کر) معلوم ہوتا ہے تم بھی کبھی اس کے پاس بیٹھے تھے جو اس سے یہ سب سن کر آئے ہو؟ اب میں سمجھا ... خیر اگر اب سے تم اس کے پاس گئے اور اس کے منہ پر تھوک کر نہ آئے تو تم پر میری صورت دیکھنا حرام ہوگا۔

عقبہ۔ اچھا، اب یہی کروں گا۔

ابوسفیان۔ (کعبہ کے صدر دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے) خاموش۔۔! وہ دیکھو ۔۔۔ محمدؐ ۔۔۔ آ رہا ہے ۔۔۔ اور اس کے ساتھ اس کا دوست ابوبکرؓ بھی معلوم ہوتا ہے۔

اُمیّہ۔ (اُٹھتے ہوئے) ٹھہرو۔ میں اسے کسی طرح اپنی طرف متوجہ کرتا ہوں۔

ابوجہل۔ (زمین پر سے ایک سڑی گلی بوسیدہ ہڈی اٹھا کر آپ کی راہ میں حائل ہوتا ہے) سنو ۔۔۔ محمدؐ! تم یہی تو دعویٰ کرتے ہو کہ اس بوسیدہ ہڈی میں بھی قیامت کے روز تمھارا خدا جان ڈال دیگا؟ (اس درمیان میں ہڈی کو مل کر ریزہ ریزہ کر کے حضورؐ کے چہرۂ انور پر پھونک مار کر اُڑاتا ہے)۔

قریش زوردار قہقہہ لگاتے ہیں۔

محمدؐ ان کے تمسخرآمیز قہقہوں میں چہرۂ اقدس صاف کرتے ہیں۔

ابوبکرؓ (غم و اندوہ سے چہرہ زرد ہے۔ آہستہ دبی آواز میں) الٰہی! رحم فرما ۔۔۔!

محمدؐ۔ (امیہ سے) ہاں، میں یہی کہتا ہوں، پھر کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ بروز قیامت کے روز اس ہڈی میں جان ڈال دیگا اور تمھاری ہڈیاں بھی قیامت تک اسی طرح گل کر بوسیدہ ہو جائیں گی، پھر میرا خدا ان میں جان ڈال کر تمھیں جہنم میں جھونک دیگا۔

امیہ۔ (خباثت سے قریب آتے ہوئے) تمھارا مطلب یہ ہے کہ خدا مجھے بھی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا ۔۔۔ یعنی میری ہڈیاں بھی اسی طرح بوسیدہ ہو جائیں گی ۔۔۔؟

محمدؐ۔ ہاں ۔۔۔ یقیناً ۔۔۔ ایسا ہی ہوگا۔

امیہ۔ (اسی انداز میں قہقہہ لگا کر) دیکھا ـــ لوگو! سنا تم نے بھی؟ واہ واہ، خوب، کیا بات کہی ہے!

قریش۔ ہاں بھائی، اس کی تو ہر بات نرالی ہوتی ہے۔

محمدؐ۔ (وحی نازل ہوتی ہے، آپ تلاوت فرماتے ہیں) وضرب مثلاً ونسی خلقہ، قال من یحیی العظام وھی رمیم ـــ؟ یحییھا الذی انشأھا اول مرۃ وھو بکل خلق علیم ـــ (تلاوت فرماتے ہیں)۔

"اس نے ہماری شان میں مثال پیش کی ہے۔۔ اور اپنی اصلیت (حقیقت) بھول گیا۔۔۔؟ کہتا ہے کہ ہڈیوں میں بوسیدگی کے بعد کون جان ڈال سکتا ہے؟ (دوبارہ زندہ کرے گا) - (اے محمدؐ) آپ کہ دیجیے کہ وہی دوبارہ زندہ بھی کرے گا جس نے پہلی بار ان ہڈیوں کو پیدا کیا (عدم سے وجود میں لایا تھا)

اُمیّہ - (بدنیتی سے) اچھا محمدؐ۔۔! ایک بات سنو۔ ہم آپس میں ایک فیصلہ کر لیں۔

محمدؐ - (سرِ اقدس اٹھاتے ہوئے) کیا۔۔۔؟

امیّہ - یہ کہ کچھ عرصہ تم ہمارے معبودوں کی عبادت کرو اور کچھ دن تمہارے 'رب' کی پرستش کریں ---- اس عرصے میں اگر یہ تمہارے معبود کو ہمارے تمام معبودوں سے بہتر ثابت کر دے تو ہم تمہاری بات مان لیں گے۔ اس کے برعکس اگر ہمارے معبودوں کی پرستش میں تمہیں فائدہ نظر آئے تو تم ان کی بزرگی اور خدائی تسلیم کر لینا۔

محمدؐ - (وحیِ الٰہی) قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ - لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ - وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَا عَبَدْتُمْ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ (الکٰفرون)

(ترجمہ) کہہ دو (اے محمدؐ!) کہ نہ تو میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تمہیں میرے معبود کی عبادت کرنے والے ہو ---- نہ میں

ہی تمہارے معبودوں کی عبادت کرنے والا ہوں، نہ تم میرے معبود کی عبادت کرنے والے ہو۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین۔

عُقبہ۔ (قریب آکر طنز کرتا ہے) ہاں، ہاں، ٹھیک ہے۔ ہمارا دین ہمارے لیے ہے اور تمہارا دین تمہیں مبارک ہو۔ لیکن ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے۔ (بالکل قریب آکر رُخِ انور پر تھوکتا ہے)۔

محمدؐ۔ "فرطِ غیظ و غضب میں چہرۂ اقدس سُرخ ہو جاتا ہے لیکن کمالِ ضبط و تحمّل سے کام لیتے ہوتے خاموش رہتے ہیں۔

ابوبکرؓ۔ (عقبہ کی گستاخی پر خوف سے لرز جاتے ہیں اور آہستہ آہستہ زیرِ لب) الٰہ العالمین! تیرا برگزیدہ بندہ ... پروردگار! تیرا نبی ... معبود! تیرا رسول اور یہ بے حرمتی؟ ... خدایا ... رحم فرما ... الٰہی! رحم ....!

محمدؐ۔ (وحیِ الٰہی نازل ہوتی ہے) يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ... اور اس روز ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ لیگا اور کہے گا اے کاش میں بھی رسولؐ کے ساتھ راہِ حق اختیار کر لیتا۔

(دونوں خاموشی سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں)

ابوجہل۔ (بے اختیار چلّاتا ہے) فرزندانِ قریش! غضب ہو گیا ۔۔ اے

تم اسے چھوڑ دے رہے ہو؟ یہ واپس جا رہا ہے یہی تو ہمارے
معبودوں کو عیب لگاتا ہے ......!

عقبہ۔ (چند افراد کے ساتھ اٹھ کر پیچھے پیچھے جاتا ہے) محمدؐ! اے محمدؐ!
تمہیں اس گھمنڈ میں ہو اور تمہارا ہی یہ دعویٰ ہے کہ تمہارا دین ہمارے
دین سے بہتر و برتر ہے؟

محمدؐ۔ (پلٹ کر) ہاں، میں کہتا ہوں اور پورے وثوق سے کہتا ہوں

عقبہ۔ (ساتھیوں سے) دیکھو، یہ بچ کر نہ جا سکے ——— اسے چھوڑنا نہیں۔

(عقبہ اور اس کے ساتھی یکبارگی آپ پر حملہ کرتے ہیں، اور عقبہ ایک
گردن مبارک میں پٹی ہوئی چادر ڈال کر کھینچتا ہے کہ ... حضور کا دم گھٹنے
لگتا ہے۔ اور گردن پر نشان پڑ جاتے ہیں ...)

ابوبکرؓ۔ (گھبرا کر لرزتے ہوئے چیختے ہیں) ارے ظالمو! کیا چاہتے ہو؟
تمہارا مطلب کیا ہے آخر ... چھوڑ دو انہیں ......

عقبہ۔ (بے پروائی سے) ساتھیو! جانے نہ دینا، مار دو اسے ......

ابوبکرؓ۔ (بیچ میں حائل ہو کر) چھوڑ دو ... ہٹ جاؤ ... اَتَقْتُلُوْنَ
رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللہُ ——— کیا تم ایک شخص کو محض اس جرم پر
قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔

صدیق اکبرؓ جاں نثارانہ جذبات کے ساتھ بیچ میں حائل ہوتے
ہیں تو دشمنانِ اسلام انہیں بھی پکڑ کر زدوکوب کرتے ہیں۔

ابوسفیان۔ (دور ہی سے چلاتا ہوا آتا ہے) ساتھیو! چھوڑ دو محمدؐ کو ...

محمد کو چھوڑ دو . . . وہ دیکھو اس کا چچا (حمزہؓ بن عبد المطلب) اِدھر ہی آ رہا ہے۔

عتبہ۔ (گھبرا کر چاروں طرف دیکھتا ہے) لات کی قسم . . . اب خیر نہیں، حمزہ کے ہاتھ میں تیر و کمان بھی ہے . . . !

(وہ اور اس کے ساتھی دونوں کو چھوڑ کر الگ ہو جاتے ہیں)

اُمیّہ۔ حمزہؓ قریش کا سب سے زیادہ معزز شخص ہے . . . یہ دیکھو، کس شانِ بے نیازی سے گلے میں کمان ڈالے آ رہا ہے۔

مغیرہ۔ اس کا دستور ہے کہ شکار سے واپس آ کر طواف کیے بغیر گھر نہیں جاتا۔

ابوجہل۔ مگر یہ اپنے بھتیجے کے دین پر نہیں۔

عتبہ۔ بھلا احمقوں کے سوا کون اسے مان سکتا ہے؟

الا انهم هم السفهاء ولکن لا یعلمون (القرآن)

عمِ رسولؐ اللہ اسی شان سے کمان گلے میں ڈالے ہوئے تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے آ پہنچتے ہیں۔

ایک عورت۔ (راستہ روک کر) ابو عمارہ! سنو تو سہی . . .

حمزہ۔ کہو، کیا بات ہے؟

عورت۔ کاش ابھی تم ہوتے . . . ؟

حمزہؓ۔ کیوں، خیر تو ہے۔ کیا ہوا؟

عورت۔ یہ تمہارے آنے سے میدان صاف نظر آ رہا ہے اور دا تول

پُرسکون ہے ورنہ ابھی ابھی یہ سب کے سب عقبہ، ابوجہل .... اور
ان کے ساتھیوں نے مل کر تمہارے بھتیجے کو بہت ستایا، خوب
گالیاں دیں اور مذاق اڑاتے رہے، پھر عقبہ اور اس کے ساتھیوں
نے محمدؐ کی گردن میں چادر ڈال کر اس شدت سے کھینچا کہ ان کا دم
گھٹنے لگا ..... اور گردن زخمی ہو گئی۔

حمزہؓ۔ (غصے میں چہرہ تمتما رہا ہے)۔ پھر کیا ہوا ...؟

رت۔ ہونا کیا ——— محمدؐ کے ساتھ ایک بے چارے ابوبکرؓ کے سوا
کون تھا جو ان کی مدد کرتا — یہ بے بس تھے، خاموش رہے —
ابوبکرؓ نے بچانے کی کوشش بھی کی تو وہ لوگ انھیں پر جھپٹ پڑے
یہ اچانک تمہارے آجانے سے سب الگ الگ ہو گئے ورنہ ...

حمزہؓ۔ (غضب ناک اور بیتاب ہو کر) اچھا، تو یہ بات ہے ... میں
ابھی ایک ایک کی خبر لیتا ہوں۔ میری زندگی میں ان کی یہ ہمت کہ
میرے لختِ جگر کو مشقِ ستم بنائیں۔ (چاروں طرف دیکھتے ہیں
تو ایک جانب ان سب پر نظر پڑتی ہے۔ انتقامی جذبات سے
مغلوب ہو کر تیز تیز قدم بڑھاتے ہوتے جاتے ہیں)۔

امیہ۔ ارے ساتھیو! دیکھنا حمزہؓ ہمارے پاس آرہا ہے ...

ابوجہل۔ (سہم کر) لات کی قسم اس کی آنکھوں میں فرطِ غضب سے شعلے

امیہ۔ ہاں وہ بہت غضبناک ہے، اب خیر نہیں ہماری ...

حمزہؓ۔ (ابوجہل کی طرف بڑھتے ہوئے) سچ سچ بتاؤ ابھی تم لوگوں نے

میرے لختِ جگر کو تنہا پا کر کیا بدسلوکی کی تھی؟

ابوجہل۔ میں نے ... میں تو ... حمزہؓ! تم غصے میں ہو ....!

حمزہؓ۔ ہاں بدبخت! تم .... تمہیں نے اسے گالیاں دیں اور خوب بھر کر ستایا ... اگر ہمت ہو تو ذرا میرے سامنے بھی وہی دہراؤ ....

ابوجہل۔ لیکن حمزہؓ .... تم ....

حمزہؓ۔ کیا بکتے ہو ....؟ یاد رکھنا ..... زندہ دفن کر دوں گا .. جانتے ہو میں اس کا چچا ہوں اور اس کے دین پر ہوں .... میں بھی وہی کہتا ہوں جو وہ کہتا ہے ... ہے ہمت مجھے جواب دینے کی؟

(قریب جا کر اسے زخمی کر دیتے ہیں)

ابوجہل۔ ہائے ... ساتھیو ....!

عقبہ۔ (چلا کر) ساتھیو! دیکھتے کیا ہو .... بچاؤ ابوجہل کو .. اٹھو .... کیا سوچ رہے ہو ... اٹھو ....

(بنی مخزوم کے چند آدمی بچانے کے لیے آگے بڑھتے ہیں)

ابوجہل۔ (زخم کی تاب لاتے ہوئے) چھوڑ دو ... مجھے ... حمزہؓ کو انتقام لینے کا حق ہے ... ہم نے بھی تو اس کے بھتیجے کو بہت ستایا ہے اور بری بری گالیاں دی ہیں ...

حمزہؓ۔ ابوجہل کو چھوڑ کر نبی کریمؐ کے پاس جاتے ہیں۔ آپؐ کعبے کے پاس

تشریف فرما ہیں" دیکھا تم نے تمہارا بدلہ لے لیا ۔ ۔ ۔ اب تو تم خوش ہونا ۔ ۔ ۔ ؟ بولو ۔ ۔ ۔ بتاؤ لختِ جگر!

ولی - (مسکرا کر) یہ ٹھیک ہے لیکن چچا جان مجھے حقیقی مسرت اس وقت ہوگی جب آپ کا دل ایمان کے نور سے روشن ہو جائے گا۔

حمزہ رض - جانِ عم! ۔ ۔ ۔ ابھی لو ۔ ۔ ۔ ۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

محمد - (خوش ہو کر) اللّٰھم لک الحمد حمداً کثیراً ۔ ۔ ۔ ۔

سیرت ابن ہشام، صفحہ ۱۲۶
تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۷۲، ۷۳

گیارہواں منظر

"کعبے میں محمد رسول اللہؐ (صلعم) تنہا تشریف فرما ہیں۔ خاصے دُور مقام پر قریش کے یہی افراد آپس میں سرگوشیاں کر رہے ہیں"

ابولہب۔ اب محمد کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ... ؟ ابوطالب وغیرہ پوری طاقت سے اس کی حمایت کر رہے ہیں۔

اُمیّہ۔ نہ صرف حمایت و حفاظت، بلکہ وہ تو اس کی آؤ بھگت اور حوصلہ افزائی بھی کرتے ہیں۔

عُتبہ۔ یہ ٹھیک ہے مگر خیال تو کرو ہم ابوطالب کا مقابلہ کیونکر کر سکتے ہیں ؟

ابوجہل۔ لات کی قسم، اس شخص کے معاملے میں کوئی ہمارے برابر صبر سے کام نہیں لے سکتا تھا۔ ہم نے بہت کچھ برداشت کر لیا۔ دیکھو تو، وہ کیا نہیں کرتا ؟ غضب خدا کا، کھلم کھلا وہ ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے ——

عقبہ۔ گالیاں تو محمد کی زبان سے کبھی نہیں سُنی گئیں !

ابوجہل۔ ارے بُرا بھلا کہنا، انھیں باطل قرار دینا کیا گالیوں سے کم ہے ؟ ہمیں اندیشہ یہ ہے کہ اگر ہم نے اسے یونہی چھوڑ دیا اور طرح

رہے تو وہ دن دُور نہیں جب ہماری قوم کے تمام معزز افراد اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ پھر اسے تمام قبائل میں شرف و امتیاز اور قوت حاصل ہو جائے گی۔

اُمیّہ۔ یقیناً یہی ہونا ہے۔

عقبہ۔ اب اس میں کسر ہی کیا رہ گئی ہے ـــ مستقبل قریب ہی میں اس کی آواز گھر گھر پہنچے گی اور تم یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے سازشیں کرتے رہو گے۔

اُمیّہ۔ ظاہر ہے کہ جب با اثر لوگ اس کی مدافعت و حمایت کریں گے تو پھر ناکامی کیا معنی .... ؟

ابوسفیان۔ میرا خیال تو یہ ہے ابوالحکم! کہ یہ بہت جلد اپنی مراد پا لیگا! ابھی کل ہی کی بات ہے۔ شیرِ عرب حمزہؓ نے اسلام قبول کر لیا۔

عُتبہ۔ سچ تو یہ ہے کہ حمزہؓ کے اسلام لانے سے ہماری کمر ٹوٹ گئی۔

ابوجہل۔ اور اسے بڑی تقویت حاصل ہو گئی۔

ابوسفیان۔ تو پھر اب کچھ کرو گے بھی یا یونہی کفِ افسوس ملتے رہو گے؟

اُمیّہ۔ مگر .... آخر ہم کریں بھی کیا .... کوئی نئی تدبیر سوچنی پڑے گی۔

عتبہ۔ (کسی فکر میں غرق تھا، سر اٹھا کر) ساتھیو! کیوں نہ میں خود ہی محمدؐ سے براہ راست مل کر دو دو باتیں کر لوں ؟

ابوسفیان۔ مگر کہو گے کیا ؟

عتبہ۔ چند تجویزیں اس کے سامنے پیش کروں گا۔ ممکن ہے وہ ان میں

سے ایک وہ ہی مان لے اور اپنی سرگرمیوں سے باز آجائے۔
قریش۔ تو پھر ابھی جاؤ . . . .
ابو سفیان۔ ہاں تمہیں جاؤ۔ تم مکہ کے مشہور مالدار سردار ہو، تمہاری
بات کا اثر ہوگا۔
عتبہ۔ (اٹھتے ہوئے) جا تو رہا ہوں لیکن اس کے مقابلے میں دولت کا
گھمنڈ بے سود ہے۔ اس خیال میں نہ رہنا کہ وہ میرے جاہ و ثروت
سے مرعوب ہو جائے گا۔
(نبی کریمؐ کے پاس جاکر بیٹھ جاتا ہے)
عتبہ۔ میرے برخوردار! میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔
محمدؐ۔ ضرور کہو . . کیا بات ہے؟
عتبہ۔ پہلے وعدہ کرو کہ مان لوگے۔
محمدؐ۔ کوئی بات سُنے بغیر مان لینے کا وعدہ قبل از وقت ہوتا ہے اور
میرے لیے محال۔
عتبہ۔ اچھا تو سنو ——— برخوردار! تم جانتے ہو کہ نسبی حیثیت سے
تمہیں خاندان ہی میں نہیں تمام قبائل میں امتیاز حاصل ہے اور
ساری ~~قوم تم کو عزت کی نظر سے دیکھتی ہے~~ لیکن تم نے صرف ایک
سوال اٹھا کر ساری قوم کو مصیبت و آزمائش میں ڈال رکھا ہے
تم نے قومی جمعیت اور اجتماعی طاقت کو پارہ پارہ کر دیا۔ تم تمام
دانشمندوں کو بے وقوف بنا رہے ہو ——— اپنے دین کے مقابلہ

میں ہمارے دین اور ہمارے مقدس معبودوں کو باطل قرار دیتے ہو، ان میں عیب نکالتے ہو۔ آخر تم نے سوچا کیا ہے؟

محمدؐ (غور سے سماعت فرما کر باوقار انداز میں سر اٹھاتے ہوئے) اور کچھ؟

عتبہ۔ اب غور سے سنو، چند تجویزیں پیش کرتا ہوں۔ ممکن ہے تمہیں ان سے اتفاق ہو اور یہ کشمکش ختم ہو جائے۔

۱۔ اگر تم دینِ الٰہی کے نام سے اس کارروائی کو مال و دولت کمانے کا ذریعہ بنانا چاہتے ہو تو ہم سب مل کر دولت اور مال و زر کے خزانے تمہارے قدموں میں ڈال سکتے ہیں۔ تم عرب بھر میں سب سے بڑے دولت مند ہو جاؤ گے۔

۲۔ اگر تم اس طرح اپنی عزت و سرداری کے خواہاں ہو تو یقین کرو ہم سب بالاتفاق تمہیں اپنا سردار مان لیں گے اور کوئی کام تمہارے حکم کے بغیر انجام نہیں دیا جائے گا۔

۳۔ اگر تمہیں بادشاہی کا شوق اور لالچ ہے تو دنیائے عرب کی بادشاہی کا تاج ہم تمہارے سر پر رکھ دیں اور سب تمہیں بخوشی اپنا فرمانروا، اپنا تاجدار تسلیم کر لیں گے۔

۴۔ رہ گیا وحی کا معاملہ تو اگر یہ کسی جن اور بھوت کی شرارت ہے اور وہ تمہیں یہ سکھاتا ہے تو پھر اپنی ساری دولت تمہارے رفع شر میں صرف کرنے پر تیار ہیں۔ کوئی دماغی خلل ہو تو بھی ہم علاج میں کوتاہی نہ کریں گے اور تمہاری شفایابی کے لیے

کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے لیکن بیٹا تم اپنی ان باتوں سے باز آجاؤ۔
(جواب طلب نگاہوں سے دیکھتا ہے)۔

محمدؐ (نہایت تمکنت سے) بس کہہ چکے ابوالولید!

عتبہ۔ ہاں مجھے یہی کہنا تھا۔

محمدؐ۔ اب مجھ سے سنو۔!

عتبہ۔ شوق سے کہو۔

محمدؐ۔ غور سے سننا ــــــ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حٰمٓ تنزیل من الرحمٰن الرحیم۔ کتٰب فصلت اٰیٰتہ قراٰنا عربیا لقوم یعلمون۔ بشیرا و نذیرا۔ فاعرض اکثرھم فھم لا یسمعون وقالوا قلوبنا فی اکنۃ مما تدعونا الیہ وفی اذاننا وقر و من بیننا و بینک حجاب فاعمل اننا عاملون۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد الخ

(اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے یہ برابر پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ اور عربی زبان میں ہے عقل مند لوگوں کے لیے تمام باتیں کھلی کھلی موجود ہیں۔

(جو خدا کا حکم مانتے ہیں ان کے لیے بشارت ہے اور جو اس سے انکار و سرتابی کرتے ہیں ان کے حق میں عذاب الٰہی سے ڈرانے والی ہے پھر بھی بہت سے لوگ اس سے منہ موڑتے ہیں وہ اسے سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں۔ ہمارے دل پر اس کا اثر نہیں ہوتا۔ در اصل

ہمارے اور تمہارے درمیان ایک پردہ حائل ہے (کہ ہم تمہاری بات سمجھ نہیں پاتے)

"عتبہ پر محویت کا عالم طاری ہے وہ اپنے دونوں ہاتھ پشت کی جانب ٹکائے ہوئے ان کے سہارے مبہوت و سراسیمہ سا کھویا ہوا بیٹھا ہے۔"

محمدؐ۔ (آگے تلاوت فرماتے ہیں) ان الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات لھم اجر غیر ممنون قل اَئنّکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین وتجعلون لہ انداداً ذالک رب العالمین۔

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے بے انتہا اجر ہے۔ کہ دو کہ کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین بنائی اور تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو۔ وہی تو تمام جہانوں کا پروردگار حقیقی ہے۔

عتبہ۔ (کلام پاک کے اعجاز بیان و حقانیت سے متأثر و مسحور ہے)

محمدؐ۔ (رک کر) عتبہ! سنا تم نے ۔۔۔؟

عتبہ۔ (چونک کر) کیا ۔۔۔؟ ہاں .... لات کی قسم ہاں !!!

محمدؐ۔ اب تم ہو اور یہ معاملہ ۔۔۔ (تم نے جو تجویزیں میرے سامنے رکھیں اور جو کچھ کہا ان میں سے میں کسی ایک چیز کا بھی خواہاں نہیں نہ میرے دماغ میں کوئی خلل ہے اور نہ یہ کسی آسیب کا اثر ...

عتبہ۔ (خاموشی سے اٹھ کر اپنے ساتھیوں کی طرف جاتا ہے)۔

ابوجہل۔ (عتبہ کو کھوتے ہوئے انداز میں سر جھکائے آتا دیکھ کر) اے ساتھیو! قسم کھاتا ہوں، عتبہ کا تو رنگ بدلا ہوا ہے اس کی تو کایا پلٹ ہو گئی۔

عتبہ۔ (خاموشی سے آ کر بیٹھ جاتا ہے)۔

قریش۔ (چاروں طرف سے اسے گھیر لیتے ہیں) ارے عتبہ! تم تو گم سم ہو۔۔۔۔ بتاؤ تو آخر کیا ہوا۔ کیا خبر لائے؟

عتبہ۔ (بدستور سر جھکائے ہوئے کسی فکر میں غرق ہے)۔

ابوجہل۔ آخر بتاؤ نا کیا خبر لائے۔ تمہاری تجویزوں کا کیا جواب ملا؟

عتبہ۔ (کھوئے ہوئے انداز میں) خبر!۔۔۔ کیا خبر لایا؟

قریش۔ (حیران ہو کر ایک دوسرے کا منہ دیکھتے ہیں۔ پھر عتبہ کو ہلا کر ہوش میں لاتے ہیں)۔

عتبہ۔ (چونک کر سر اٹھاتے ہوئے) معشر قریش!۔۔۔۔ تم مصر ہو تو سنو ـــــ میں نے ابھی وہ کلام سنا ہے جس کا جواب نہیں ـــــ ساری عمر بہت کچھ سنا، لیکن اس کا پاسنگ بھی نہ تھا۔ نہ تو یہ کہانت ہے۔ نہ شاعری ہے نہ جادو ہے۔ نہ اسے کوئی خواہش اور لالچ ہے۔ ساتھیو! میرا کہا مانو تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ لات کی قسم، میں یہی بہتر ہے۔

"مجمع پر گویا اوس پڑ جاتی ہے اور سب اس خلاف امید غیر متوقع جواب پر حیران و سراسیمہ ہیں"

ابوجہل۔ (چونک کر سر اٹھاتا ہے اور عتبہ کو دیکھتے ہوئے) عتبہ! لات کی قسم تم پر اس کی زبان کا جادو چل گیا... معلوم ہوتا ہے اس کی سحر طراز گفتگو اپنا کام کر گئی اور تم ہار مان کر آ گئے۔

عتبہ۔ لات کی قسم، وہ ہو کر رہے گا جو میں سن کر آیا ہوں۔

ابوسفیان۔ تو یوں کہو کہ تم واقعی مسحور ہو گئے۔

عتبہ۔ مسحور ہونا تو خیر دوسری بات ہے... مجھے جو کچھ کہنا تھا، میں نے کہہ دیا۔ آگے تم جانو اور تمہارا کام جانے۔

امیہ۔ (آگے بڑھ کر) آخر تم سارا واقعہ کیوں نہیں بتاتے؟

عتبہ۔ (جھنجھلا کر) عجیب مشکل ہے۔ بھائی ایک بار بتا تو دیا کہ اسے شاعر کاہن، ساحر یا مجنون کہنا اپنا دل بہلانا ہے۔ اسے کسی منصب یا عہدہ و جاہ کی طلب نہیں۔ نہ وہ حکومت کا خواہاں ہے، نہ اسے مال و دولت کی ہوس ہے۔

واقعہ یہی ہے کہ میری سب تجویزوں کے جواب میں اس نے مجھے اپنے رب کے کلام سے چند آیتیں سنا دیں اور یہ کہا کہ مجھے کچھ نہیں چاہیے، نہ میرے دماغ میں کوئی خلل ہے......

اور بھی کچھ سننا چاہتے ہو تو سنو کہ یہ ایک دن ضرور غالب آ جائے گا۔

قریش۔ تو گویا اس کے بارے میں تمہاری یہی رائے ہے؟

عتبہ۔ ہاں، میری تو یہی رائے ہے۔ بھلا خیال تو کرو، محمد کوئی آسیب زدہ نہیں۔

تمھارے سامنے کا بچہ ہے۔ تمھارے درمیان ہی اس نے پرورش پائی۔ تم خود اس کی خوش اخلاقی، پاک بازی، امانت داری اور صداقت کے معترف و مداح ہو ——— ہاں، اب اس نے سن رسیدگی کی پہلی منزل میں قدم رکھا اور تمھارے سامنے اپنا دین پیش کیا تو تم سب برافروختہ ہو گئے جیسے وہ کوئی غیر ہو۔ ہاں، تمھیں اس سے پرخاش ضرور ہے ۔ لیکن کیوں نہ تم صبر سے کام لو اور حالات کا تجزیہ کرتے رہو، نتائج کے منتظر رہو۔ فرض کرو اگر عرب قبائل اس پر غالب آجاتے ہیں تو تمھاری دلی مراد بر آجائے گی اور تمھارے بغیر ہی اس سے مقابلہ ہو جائے گا۔ بصورت دیگر اگر وہ غالب آتا ہے تو تمھارا اپنا ہی ہے اس کی ملکیت تمھاری ملکیت اور اس کی عزت تمھاری عزت ہوگی۔

پھر بھلا تم سے بڑھ کر کون خوش نصیب ہو سکتا ہے۔

نضر۔ تم بھی اس کی سی کہنے لگے ——— ! بھلا محمدؐ کونسی نئی دولت لے آیا ہے یا لائے گا۔ لات کی قسم، وہ مجھ سے زیادہ اچھی باتیں نہیں کر سکتا۔ اس کی باتوں میں پرانی کہانیوں اور فرسودہ واقعات کے سوا کیا رکھا ہے یا پھر خیالی گھوڑے دوڑانا ——— وہی نرالی منطق . . . . مجھ سے کہو تو میں تمھیں رستم، اسفندیار، ایران و روم کے بادشاہوں اور جنوں بھوتوں کے وہ لرزہ خیز واقعات سناؤں کہ تمھارے ہوش اڑ جائیں۔ اور تم، جو ابھی اس کی سحر طرازی

اور دل نشیں اندازِ بیان کے قائل ہو، میرا دم بھرنے لگے گے۔
مدکوئی اس کی بات پر کان نہیں دھرتا اور سب کسی گہری فکر
میں غرق ہیں ؛

ابوسفیان ۔ (یک لخت) فرزندانِ قریش! ابھی تک میں نے اپنی رائے
محفوظ رکھی تھی ——— کہو تو میں اب ایک تجویز پیش کر دوں!

رئیس ۔ ضرور، ضرور: بیان کیجئے ابوسفیان!

ابوسفیان ۔ میری رائے ہے کہ اب ہم اپنے چند معتبر آدمیوں کو علماء
یہود کے پاس مدینہ بھیجیں ——— اس میں شک نہیں کہ وہ اہلِ
کتاب ہیں۔ اور محمدؐ کے بارے میں بھی وہ دوسرے انبیاء کی طرح علم
رکھتے ہوں گے۔ ان کی ؟ رفت اور علمی تبحّر بہر حال مسلّم ہے۔ اس
لیے ہمارے آدمی جا کر ان سے محمدؐ کی بابت معلومات حاصل کریں۔
آخر معلوم تو ہو کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔

ابوجہل ۔ یہ مناسب معقول رائے ہے۔

عقبہ ۔ ہاں، یہی کرنا چاہیے۔

(عقبہ بن معیط اور نضر بن الحارث کو مدینہ بھیجا جاتا ہے)۔

سیرت ابن ہشام، جلد اوّل، صفحہ ۹۹

بارھواں منظر

"مدینہ میں ــــــ عقبہ بن معیط و نضر بن الحارث علماء یہود کے پاس"

نضر بن الحارث ۔ اے مقدس علماء! ہم آپ سے اپنے ایک نوجوان کے بارے میں استفسار کرنا چاہتے ہیں۔ آپ اہل توریت ہیں یقیناً اس کے بارے میں علم رکھتے ہونگے؟

علماء ۔ کون ہے وہ نوجوان؟

عقبہ ۔ ہماری ہی قوم کا ایک فرد ہے ۔ وہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے آپ بتائیے کہ وہ کس حد تک سچا ہو سکتا ہے؟

علماء ۔ تم اس سے تین سوالات کرو اگر وہ ان کے صحیح جوابات دے دے تو واقعی وہ نبی مرسل ہے ورنہ بنا ہوا ہوگا ۔

نضر ۔ وہ سوالات ۔ ۔ ۔ ۔ ؟ ؟ ؟

علماء یہود ۔ ۱ ۔ تم اس سے پوچھو کہ روح کی حقیقت کیا ہے ۔

۲ ۔ اس سے ان نوجوانوں کی تعداد پوچھو جو قدیم زمانے میں حیرت انگیز طور پر غائب ہو گئے تھے ۔ یہ بڑا عجیب و غریب واقعہ ہے ہر ایک اس کا جواب نہیں دے سکتا ۔

۳ ۔ تم اس سے پوچھو کہ وہ کون شخص تھا جس نے مغرب و مشرق

حکومت کی اور ہر ملک اس کے زیر نگیں تھا، یہ وہ واقعہ ہے جس کا علم صرف خدا کو ہے یا وہی جسے بتادے۔

اگر وہ ان کا صحیح جواب دے تو بلا عذر و تاخیر اس کی اطاعت قبول کر لو، ——————— وہ واقعی نبی برحق ہو گا۔

عقبہ۔ بصورتِ دیگر؟

نمار۔ جو تمھارا جی چاہے کرنا —— وہ بنا ہوا ہو گا۔

(دونوں واپس آتے ہیں)

سیرت ابن ہشام، جلد اوّل، صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲

مع اضافۂ جدید (خطیب)

تیرھواں منظر

"مکہ میں ——— عقبہ بن معیط و نضر بن الحارث جواب
لے کر آتے ہیں"

قریش - کہو، کیا ہوا ؟

نضر - ہمیں ایک فیصلہ کن جواب ملا ہے -

قریش - کیا ؟

عقبہ - ہم نے علماء یہود سے محمدؐ کے بارے میں دریافت کیا تو انھو
جواب دیا کہ تم محمدؐ سے یہ تین سوال کرو - اگر وہ ان کا صحیح جواب
دے تو نبی برحق ہے - اس کی پیروی اختیار کر لینا - اگر بنا ہوا ہو گا
نہ دے سکے گا - پھر تمھیں اختیار ہے جو چاہنا کرنا -

ابو سفیان - وہ تین سوالات کیا ہیں ؟

نضر - ۱ - روح کی حقیقت کیا ہے ؟

۲ - قدیم زمانے (قبل تاریخ) میں جو نوجوان پُر اسرار طریقے سے
ہوتے تھے ان کی تعداد کیا ہے ؟

(یہ واقعہ بڑا عجیب و غریب ہے)

۳ - وہ کون شخص تھا جس کی سلطنت کی حدود مشرق و مغرب میں
ہوتی تھیں اور ہر ملک اس کے زیر نگیں تھا - (یہ بھی عجیب و غر

واقعہ ہے)۔

رلیش۔(بہ یک آواز) اچھا تو یہ بھی کر دیکھیں۔۔۔!

(سب ایک ساتھ جاتے ہیں)

تشکیل جدید از:۔ عطیہ

چودھواں منظر

"فرزندانِ قریش رسول اللہ (صلعم) کی خدمت میں"

محمدؐ۔ (باوقار انداز میں کعبے کے راستے پر گامزن ہیں)

ابوسفیان۔ (راستے میں حائل ہو کر) محمدؐ ــــ! ہم تم سے تین سوالات کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تم نے ان کا معقول اور صحیح جواب دیا تو تم نبی برحق ہو۔

محمدؐ۔ ورنہ ــــ؟

ابوسفیان۔ ورنہ جھوٹے ہو۔ تمھارا دعویٰ بے بنیاد ہے۔ پھر جو ہمارا جی چاہے گا کریں گے۔

محمدؐ۔ اسی انداز میں چل رہے ہیں)۔ کیا سوالات ہیں ــــ؟

ابوسفیان۔ (عتبہ اور نضر سے) اب پوچھو ان سے؟

محمدؐ۔ (کعبہ پہنچ کر نہایت تمکنت سے تشریف فرما ہیں)

نضر۔ (آگے بڑھ کر) محمدؐ ــــ! یہ بتاؤ کہ:

۱۔ رُوح کی حقیقت کیا ہے؟

۲۔ ان نوجوانوں کی تعداد و واقعہ کیا ہے جو حیرت انگیز طور پر غائب ہو گئے تھے؟

۳۔ وہ کون شخص تھا جس نے مشرق و مغرب میں حکومت کی اور

اس کے زیرِ نگیں تھا؟

محمدؐ - (انشاء اللہ کہے بغیر بے پروائی سے) میں کل جواب دوں گا۔

رمش - کل ــــ ؟

محمدؐ - (اسی بے نیازی سے) ہاں، کل۔

"سب اپنا راستہ لیتے ہیں مگر آپ فکر میں غرق سر جھکائے کھڑے ہیں"

تشکیل جدید از - عطیہ

پندرھواں منظر

مکہ میں ——————— غارِ حراء

"مشرکینِ مکہ کے سوالات کو پندرہ دن گزر گئے۔ اس عرصے میں وحی الٰہی نہیں نازل ہوتی۔ حضورِ اقدسؐ کو جبریلؑ امین کا بے چینی سے انتظار ہے"

"رسولؐ اللہ بارگاہِ رب العزت میں سربسجود ہیں"

"حضرت ابوبکر صدیقؓ اور بلال حبشیؓ آتے ہیں اور حضورؐ کی پریشانی سے حد درجہ اداس اور فکر مند ہیں"

بلالؓ۔ سرکار! پندرہ دن گزر گئے۔ قریش برافروختہ ہیں اور کہتے ہیں "محمدؐ نے ہم سے کل کا وعدہ کیا تھا اور ابھی تک جواب نہیں دیا آخر ہم کب تک انتظار کریں"

ابوبکرؓ۔ (کرب ناک لہجے میں) بلالؓ! ان سے کہ دو کہ اطمینان رکھیں رسول اللہ (صلعم) اپنا وعدہ ضرور پورا کریں گے۔

بلالؓ۔ میں نے سنا ہے کہ بعض لوگ یہ افواہ پھیلا رہے ہیں کہ وحی الٰہی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور رسول اللہ کا "رب" انھیں بھول گیا ہے پھر وہ لاجواب ہیں۔

ابوبکرؓ۔ نہیں۔ بلالؓ! یہ صرف شر انگیزی ہے ان کی ورنہ پروردگارِ عا

طرف نظر دوڑاتے ہیں۔ جبریلؑ امین پر نظر پڑتی ہے ... (خوش ہو کر)
جبریلؑ! ... میرے دوست! جبریلؑ ... !

جبریلؑ۔ محمدؐ! ——— صلی اللہ علیک وسلّم۔

محمدؐ۔ (بے قرار ہو کر) اف! جبریلؑ تم نے آنا کیوں چھوڑ دیا تھا۔ مجھے تو بدگمانی ہو گئی تھی کہ اب ....

جبریلؑ۔ ما نتنزل الا بامر ربك له ما بين ايدينا وما خلفنا وما بين ذالك ——— وما كان ربك نسيا۔ (سورۂ مریمؑ) ولا تقولن لشايءٍ انی فاعل ذالك غداً الّا ان يشاء الله واذكر ربك اذا نسيت وقل عسىٰ ان يهدين ربي لاقرب من هٰذا رشداً۔

"ہم تیرے رب کے حکم کے بغیر اتر نہیں سکتے! ——— اسی کا ہے جو ہمارے سامنے اور پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان ہے ... تیرا رب ... بھولنے والا نہیں (مریمؑ)

اور کسی شئے کے بارے میں تم یہ نہ کہا کرو کہ میں کل اسے کر دوں گا۔ مگر یہ کہ اگر اللہ نے چاہا تو ... اگر بھول جاؤ تو خدا کو یاد کرو، یہ بھی کہ دو کہ میرا رب اس سے بھی اچھا راستہ بتا سکتا ہے اس کی امید ہے۔

۱۔ ويسئلونك عن الروح ——— قل الروح من امر ربي وما أُوتيتم من العلم الا قليلا ——— (الاسراء)

۲۔ ام حسبت ان اصحاب الكهف والرقيم كانوا من

آیاتنا عجبا - اذ اوی الفتیۃ الی الکھف وقالوا ربنا اٰتنا من لدنک رحمۃ وھیّئ لنا من امرنا رشداً ـــــ قل ربی اعلم بعدتھم ما یعلمھم الّا قلیل فلا تمار فیھم الا مراءً ظاھراً ولا تستفت فیھم منھم احداً - ولبثوا فی کھفھم ثلاث مائۃ سنین وازدادوا تسعا قل اللہ اعلم بما لبثوا لہ غیب السمٰوات والارض ابصر بہ واسمع - (الکہف)

۲ - ویسئلونک عن ذی[1] القرنین قل سأتلوا علیکم منہ ذکراً - انا مکنا لہ فی الارض واٰتیناہ من کل شیئٍ سبباً فاتبع سبباً حتیٰ اذا بلغ مغرب الشمس . . . الخ

(القرآن - سورۃ الکہف)

---

[1] ذوالقرنین کے بارے میں قدیم وجدید مفسرین مختلف الرائے ہیں ابن الشمس اسے مصر کا باشندہ مرزبان قرار دیتے ہیں جو یافث بن نوحؑ کی نسل سے تھا، ابن ہشام اسکندریہ کے آباد کرنے والے کو ذوالقرنین کہتے ہیں۔ جدید تحقیقات سے مترشح ہوتا ہے کہ اس سے مراد کیخسرو خورس یا سائرس ہے اور دو سینگوں سے مراد میڈیا اور فارس کی دو سلطنتیں ہیں جو اس کے زیرنگیں تھیں! ایران میں پہلے سلطنت کو قرن (سینگ) ہی کہتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ذوالقرنین ایران سے مغرب کی جانب آگے بڑھا اور لیڈیا اور ایشیائے کوچک کی شمال مغربی مملکت کے دارالسلطنت سارڈیس کو فتح کر کے سمندر کے کناروں تک جا پہنچا جہاں شام کو سورج سمندر کی پہنائیوں میں آسے ڈوبتا ہوا نظر آیا۔ بعد میں اس نے مشرق کی طرف بڑھتے ہوئے باختر کو فتح کیا۔

یہ تمام محققوں کے قیاسات ہیں ممکن ہے مزید تحقیق کے بعد حقیقت پورے طور پر منکشف ہو جائے۔

۱- وہ آپ سے روح کی حقیقت و ماہیت پوچھتے ہیں کہ روح کیا شے ہے؟ آپ کہہ دیجیے (اے محمدؐ) کہ وہ امرِ الٰہی ہے — اور تم ... تمھیں تو بہت کم علم عطا ہوا ہے۔

۲- کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ غار اور کتبہ والے ہماری نشانیوں میں سے عجیب شے تھے۔ جب چند نوجوان اس غار میں آ بیٹھے تو کہا اے پروردگار ہم پر اپنی طرف سے رحمت نازل فرما اور ہمارے کام کے لیے کامیابی کا سامان کر دے ———— (رہ گیا ان کا شمار اور اصل واقعہ) آپ کہہ دیجیے کہ اصل تعداد تو میرا رب ہی خوب جانتا ہے اور اصل حال سے بہت کم لوگ واقف ہونگے۔ اس لیے آپ ان کے بارے میں سرسری گفتگو کے سوا جھگڑا (بحث مباحثہ) نہ کریں اور ان میں سے کسی سے بھی ان کا حال دریافت نہ کریں ... اور وہ اپنے غار میں تین صدیوں سے نو برس زیادہ رہے ہیں۔ آپ کہیے کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت قیام پذیر رہے۔ تمام آسمانوں اور زمین کا علم غیب اسے ہے ... الخ۔

۳- وہ لوگ (مشرکین مکہ) آپ سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں۔ آپ کہیے کہ اب میں تمھیں اس کا واقعہ سناتا ہوں۔ ہم نے اسے زمین کی حکمرانی عطا کی اور اس کے لیے تمام ذرائع مہیا کیے، اس نے ان میں سے ایک ذریعہ کو اختیار کیا یہاں تک کہ وہ مغرب (مغربی علاقہ) میں پہنچا جہاں اس نے سورج کو کالی مٹی والے چشمے میں ڈوبتے ہوئے دیکھا۔

سولھواں منظر

"مغرب کے بعد ——— کعبے کے پچھلے حصے میں قریش کے معزز افراد جمع ہیں ——— جوابات پر تبصرہ کیا جا رہا ہے"

ابوسفیان۔ سنا تم نے محمد (صلعم) نے جواب کیا دیا ہے؟ کہتا ہے: و یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی ۔ ۔ ۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً۔

عتبہ۔ ہاں، اس کا خیال ہے کہ یہ جواب جبریل خدا کے پاس سے لایا ہے۔

شیبہ۔ اور باقی دو سوال؟ ان کا بھی الہامی آسمانی جواب آیا ہوگا؟

ابوسفیان۔ ہاں تمام ساری دنیا کا سفر کرنے اور مشرق و مغرب پر پہنچنے والے کے بارے میں جواب یہ دیا ہے کہ و یسئلونک عن ذی القرنین قل ساتلوا علیکم منہ ذکراً ۔ ۔ ۔ الخ

" تیسرا جواب یہ ہے کہ ام حسبت ان اصحٰب الکہف والرقیم کانوا من ایاتنا عجبا۔ اذ اوی الفتیۃ الی الکہف ۔ ۔ ۔ الخ آلایہ

ابوجہل۔ لات کی قسم، یہ تو کوئی جواب نہیں ہوا۔ دیکھتے نہیں، وہ عاجز ہو گیا ہے!

عتبہ بن ربیعہ۔ ابوالحکم! میری بھی تو سنو۔

ابوجہل۔ کہو۔

عتبہ۔ لات کی قسم، نہ وہ لاجواب ہوا ہے اور نہ اس نے دروغ گوئی سے کام لیا ہے۔ تم خود غور کرو۔ روح کا مسئلہ انسان کی عقل سے بالاتر ہے اور انسانی ارادہ و اختیار سے باہر بھی ۔۔۔ رہ گئے دوسرے دو سوال تو ان کا جواب خود علماء یہود بھی یقینی اور تسلی بخش نہیں دے سکتے لیکن محمدؐ نے ان کے متعلق بھی جو جواب دیا ہے وہ ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ تاویلوں اور لفاظیوں سے بچ کر سیدھا سادہ جواب ہے۔ اگر وہ جھوٹا یا افتراء پرداز ہوتا تو اس کے لیے ان سوالات کا جواب دینا اس درجہ صبر آزما و مشکل نہ ہوتا۔ وہ کوئی بھی تشفی بخش و مسکت جواب اپنی طرف سے گھڑ کر تمھیں مطمئن کر دیتا ۔۔!

ابوجہل۔ میں تو خوب جانتا ہوں اور کہہ چکا ہوں عتبہ! کہ تم پر اس کا جادو چل گیا ہے۔

ابوسفیان۔ دیکھو عتبہ! وہ ابھی یہاں آنے والا ہے۔ تم پر میری صورت دیکھنا حرام ہو گا، اگر تم اس کے سامنے بھی ایسی ہی باتیں کرتے رہے

عُتبہ۔ کیا کوئی بلانے گیا ہے اُسے؟

ابوسفیان۔ ہاں! ہم نے اُسے بلوایا ہے کہ یہاں تمھاری قوم کے سرکردہ اور معزز افراد جمع ہیں اور اس اجتماع میں وہ تم سے فیصلہ کن گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

اُمیّہ بن خلف۔ ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔ اوّل تو اسے بلا کر نرمی سے بات کرو۔ اگر وہ ہماری بات نہ مانے تو اس سے بحث و مباحثہ کرنا حتی کہ

وہ لاجواب ہو جاتے اور پھر کبھی سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکے۔

ابوجہل۔ آج یہاں اس کی سحر طرازانہ گفتگو سے کوئی مسحور نہیں ہو گا (عتبہ پر طنز کرتا ہے۔ عتبہ کو تو اس نے اپنا گرویدہ اور دیوانہ بنا رکھا ہے۔

ابوسفیان۔ (سامنے نظر دوڑا کر) دیکھنا ——— وہ کس تیزی سے ادھر آ رہا ہے۔۔۔ چہرہ دیکھو، خوشی سے کھلا جا رہا ہے، دمک اٹھا ہے۔

اُمیّہ۔ معلوم ہوتا ہے وہ اس خوش فہمی کا شکار ہے کہ ہم اس کی من مانی کریں گے!

"حضور اقدسؐ کو ان سے اسلام لانے کی امید ہے اسی لیے نہایت مسرت و اطمینان سے آ کر ان کے درمیان تشریف فرما ہو جاتے ہیں"

ابوالبختری۔ آ گئے تم ——— ؟

محمدؐ۔ ہاں۔ کیوں نہ آتا، تم لوگوں نے یاد کیا تھا، کیا بات ہے؟

ابوسفیان۔ (ابوجہل سے) ابوالحکم تم بات کرو۔

ابوجہل۔ (سنبھل کر پہلو بدلتے ہوئے) محمدؐ۔۔۔! ہم نے تمھیں فیصلہ کن گفتگو کرنے کے لیے خاص طور پر بلایا ہے ——— لات کی قسم، یقین جانو تمھاری طرح کبھی کسی نے ہمارے آبائی دین میں رخنہ اندازی یا عیب جوئی کی جرأت نہیں کی ——— تم نے اپنی قوم کو سخت آزمائش میں ڈال رکھا ہے۔ کوئی خرابی ایسی نہیں جو تمھاری وجہ سے ہم پر نہ آ چکی ہو ——— ایک بار پھر سن لو کہ اگر تم مال و زر

کی ہوس میں یہ ڈھونگ رچا رکھا ہے تو ہم سب مل کر تمھیں اس قدر مال دار بنا سکتے ہیں کہ عرب بھر میں کوئی تمھارا ہمسر نہ ہو گا۔

افضلیت و فوقیت کی خواہش ہو تو ہم سب سردارانِ قریش بالاتفاق تمھیں اپنا سردار منتخب کریں۔

اگر بادشاہی کی آرزو ہے تو دنیائے عرب کو تمھارے قدموں میں ڈال دیں اور سرزمین عرب کا واحد تاجدار تسلیم کریں۔

محمدؐ۔ (خاموشی سے سماعت فرما رہے ہیں)

ابو سفیان۔ (ابو جہل کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے) ہاں، بھائی! ممکن ہے تمھیں کسی خوب رو ماہ وش حسینہ کی تمنا ہو تو ہم عرب کی حسین ترین دوشیزہ کو تمھارے پہلو میں لا کر بٹھا دیں۔ رہ گئیں وہ باتیں جنھیں تم پیغام الٰہی بتاتے ہو تو وہ اگر کسی دیو یا جن کی شرارت ہے یا کسی بھوت کا اثر ہو تو ہم اس کا تدارک بھی جانتے ہیں یا اگر یہ محض دماغی خلل ہے تو کسی حکیم حاذق سے مشورہ کر کے تمھارے علاج میں ہم پانی کی طرح دولت بہا دیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور تمھاری شفایابی پر اپنا سب کچھ قربان کر دیں۔

(ہر ایک طلب نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ سارے مجمع پر سکوت کا عالم طاری ہے اور سب آپ کی لب کشائی کے منتظر ہیں۔)

محمدؐ۔ (نہایت صبر و تحمل سے ان کی باتیں سن کر باوقار انداز میں سر اٹھاتے

ہوئے) سرداران قریش ۔۔۔! واللہ! یہ سب تمہاری خیال آرائیاں ہیں اور اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ میں تمہاری دولت کا بھوکا نہیں مجھے مال و زر کی ہوس بھی نہیں۔ نہ میں تمہاری سرداری کا خواہاں ہوں نہ مجھے بادشاہی کی تمنا ہے۔

میری نظر میں حسن و جمال کی بھی کوئی وقعت نہیں۔ نہ میں شادی کا خواہش مند ہوں۔ ساری بات یہ ہے کہ مجھے خداوند کریم نے تمہارے بلکہ ساری دنیا کے لیے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔

مجھے ربّ العالمین نے بشیر و نذیر بنایا ہے تاکہ میں تمہیں دنیوی اور اخروی برائیوں بھلائیوں سے آگاہ کر دوں۔ اس نے مجھ پر وحی نازل فرمائی۔ میں نے اس کا پیغام اس کے بندوں کو پہنچا دیا اور تمہیں اچھی طرح سمجھا دیا، نصیحت سے، نرمی سے، راست گوئی اور صداقت سے ہر طرح اپنا کام، اپنا فرض انجام دیا اور دے رہا ہوں۔ اب اگر تم میری تعلیمات کو مانتے اور تبلیغ حق کو قبول کرتے ہو تو دنیا و آخرت میں تمہارا ہی فائدہ ہے اور نہ مانو تو میں بھی صبر سے اپنے رب کے حکم کا منتظر ہوں کہ اب وہ میرے اور تمہارے درمیان کیا فیصلہ کرتا ہے؟ بھلا بتاؤ تو اللہ کے بندو! کیا غلط مطالبہ ہے؟

میں تم سے اور کسی شئے کا طلب گار نہیں، خاطر جمع رکھو۔

ابوسفیان۔ (ابوجہل سے) یہ ہماری کوئی بات نہیں مانے گا۔

ابو جہل۔ اچھا محمدؐ! اگر تم ہماری نہیں سنتے اور اپنی ہی منوانے پر مُصر ہو تو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ دنیا میں کوئی ملک ہمارے ملک سے زیادہ قحط زدہ نہیں اور نہ کہیں اتنی تنگی اور عسرت پائی جاتی ہے۔ ساری دنیا متمدن و خوشحال نظر آتی ہے۔ کوئی بھی ہماری طرح محدود وسائل نہیں رکھتا۔ ذرا اپنے بھیجنے والے خدا سے کہو کہ وہ ان بڑے بڑے چاروں طرف پھیلے ہوئے سر بفلک پہاڑوں کو ہٹا دے تاکہ ہماری زمین کشادہ ہو جائے اور یہاں بھی جا بجا نہریں جاری ہو جائیں ——— آخر شام و عراق میں بھی تو نہریں بہتی ہیں۔ تاکہ ہمارا ملک بھی سرسبز و شاداب ہو جائے۔ اسی کے ساتھ ساتھ اگر تمہارا خدا واقعی مردوں کو زندہ کر سکتا ہے تو وہ ہمارے بزرگوں کو زندہ کر دے، خصوصاً قصیّ بن کلاب اور عبد مناف کو۔ یہ ہمارے اور تمہارے سرگروہ اور سردارِ قوم تھے۔ ہمیشہ سچ بولتے تھے ہم ان سے تمہارے بارے میں استفسار کریں گے۔ اگر ان بزرگوں نے تمہاری تصدیق کی تو ہم بھی تم پر بخوشی اور بلا حیل و حجت ایمان لے آئیں گے اور تمہاری قدر کریں گے کہ تم واقعی خدا کے برگزیدہ نبی اور مقدس بندے ہو اور تمہیں رسول مان لیں گے۔

محمدؐ۔ تم لوگ نرالی باتیں کرتے ہو۔ میری نبوت کا مقصد یہ تو نہیں ہے اور نہ مجھے اس کے لیے مامور کیا گیا ہے۔ میں تو بس مخلوق تک اس کے خالق کا پیغام پہنچانے کا ذمہ دار ہوں۔۔۔ اگر تم مان لو تو اس

میں تمہارا ہی فائدہ ہے ورنہ میں بھی اپنے رب کے حکم کا انتظار کر رہا ہوں۔

ولید (آہستہ سے) یہ ہمارا کوئی مطالبہ پورا کرنے پر تیار نہیں۔

ابوجہل۔ اگر تم ہمارے لیے یہ کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنی ذات ہی کے لیے اپنے خدا سے ایک فرشتہ مانگو جو تمہاری باتوں کی تصدیق کرتا رہے اور ہماری باتوں کا جواب دیا کرے۔

ابوسفیان۔ (تائید کرتے ہوئے) ہاں، ہاں، ہمیں چھوڑو۔ تم اپنے ہی لیے سونے کا عالی شان محل بنوا لو۔ سرسبز و شاداب جنت نظیر باغات لگوا لو سونے چاندی کے خزانے مانگ لو تاکہ تمہاری یہ مفلسی جاتی رہے۔

نضر۔ تم تو بالکل ہماری ہی طرح بازاروں میں گھومتے ہو۔ ذریعۂ معاش کی فکر میں رہتے ہو۔ پھر ہم میں اور تم میں کیا فرق و امتیاز رہ جاتا ہے، جو ہم تمہیں خدا کا مقدس رسول تسلیم کر لیں؟

امیّہ۔ ہاں، تمہاری امتیازی خصوصیت تو اس وقت نمایاں ہوگی جب تم اپنے رب کی طرف سے سونے کے شاندار محل اور جنت نظیر، رشک ارم باغات کے مالک بن جاؤ۔ اور عام انسانوں کی طرح کوچہ و بازار میں گشت نہ لگاؤ اور تلاش معاش میں ہماری طرح فکر مند و سرگرداں نہ رہو۔

ابوجہل۔ ہاں، ہم تو اسی شرط پر تمہیں افضل و واجب الاطاعت سمجھیں گے۔

محمدؐ۔ مجھے ان چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ میں اپنے ربؐ سے اس قسم کے مطالبات کروں گا اور نہ یہ میری بعثت کا مقصد ہے۔ بلکہ میں تو تمہاری ہی طرح اللہ کا بندہ ہوں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ اس نے مجھے اپنی

پیغمبری کا شرف بخشا ہے۔ خدا جانتا ہے کہ میں اپنے فرض کی بجا آوری
میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔ اگر تم لوگ میری بات مان لو تو تمھارا ہی
فائدہ ہے ورنہ میں فیصلۂ خداوندی کا منتظر ہوں۔

قریش۔ (آپس میں سرگوشی کرتے ہوئے) فرض کرو ہم ان کی بات نہیں مانتے
تو ذرا یہ اپنے رب کا عذاب بھی نازل کر کے بتائیں کہ کیسا ہوتا ہے۔

ابوجہل۔ ہاں۔ ٹھیک ہے محمدؐ! تم بڑا گھمنڈ کرتے ہو تو ذرا عذاب کی صورت
میں آسمان کا ایک ٹکڑا ابھی گرا کر بتا دو۔

اُمیّہ۔ ہاں اور کیا۔ تمھیں بڑا ناز ہے نا اپنے رب پر اور رعب جماتے ہو
کہ وہ جو چاہے کر سکتا ہے تو ذرا یہ بھی کر دکھاؤ۔ ہم تمھارے رب کے
عذاب کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہیں۔

محمدؐ۔ ہاں، بے شک، مجھے اس کی ذات پر ناز ہے۔ یہ بھی اس کے قبضۂ قدرت
سے بعید نہیں اور اگر وہ چاہے تو کوئی بڑی بات نہیں اس کے نزدیک
... لیکن یہ سب نہ ماننے کے سو بہانے ہیں تمھاری طرف سے اور
کچھ نہیں ورنہ رب العالمین کیا نہیں کر سکتا؟

ابوسفیان۔ ایک بات بتاؤ۔ کیا تمھارا خدا یہ نہیں جانتا تھا کہ ہم تم کو یہاں
بلائیں گے اور تم سے طرح طرح کے سوالات کریں گے۔ تمھارے
رب کی نشانیاں دیکھنا چاہیں گے جو وہ قبل از وقت تمھیں آگاہ کر دیتا
اور تم مسکت و معقول جواب سے ہمیں قائل کر لیتے۔

ابوجہل۔ محمدؐ! ہمیں معتبر ذریعے سے معلوم ہوا ہے کہ جس کلام کو تم پیغام

بتاتے ہو وہ دراصل پیغام الٰہی نہیں بلکہ یمامہ کا رہنے والا ایک
رحمٰن[1] نامی شخص تمھیں سکھاتا ہے ۔ ہمیں اس پر سو فی صد یقین ہے اس
لیے تم اطمینان رکھو، لات کی قسم ہم ’رحمٰن‘ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔

ابوسفیان۔ یہ بھی سمجھ لو کہ آج ہم نے تمھیں اتمامِ حجت کے لیے بلا کر مفصل
گفتگو کر لی۔ اب ہم تمھاری باتوں میں آنے والے نہیں۔

عقبہ۔ محمدؐ! ہم تو ملائکہ (فرشتوں) کی پرستش کرتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے
کہ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

محمدؐ۔ ”مشرکین کی کج بحثی اور یاوہ گوئی سے دلگیر و افسردہ تھے ہی، اب
اس بہتان پر لرز کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں[2]) قالوا اتخذ اللہ ولدا۔
مالھم بہ من علم ولا لآبائھم کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم
ان یقولون الا کذبا۔ فلعلک باخع نفسک علیٰ آثارھم ان
لم یومنوا بھذا الحدیث اسفا۔ (سورۂ کہف۔ القرآن)

---

[1] خدا کے ناموں میں رحمٰن بھی ہے۔ اہل عرب اس پر برافروختہ ہوتے تھے۔ ان کا
خیال تھا کہ یہ کسی گمنام شخص کا نام ہے، قرآن میں اس کی تفصیلات ملتی ہیں خصوصاً یہ
آیت کہ یکفرون بالرحمٰن قل ھو ربی لا الٰہ الا ھو۔ الخ اسی کی شان نزول ہے (عطیہ)

[2] ابن ہشام نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے ”قالوا اتخذ اللہ ولدا یعنی قریشا
قولہم انا نعبد الملائکۃ وھی بنات اللہ“ اور چونکہ آپؐ کو ان سے ایمان لانے کی امید تھی
اس لیے ان افترا پردازیوں پر دل گرفتہ ہو گئے۔ بھذا الحدیث اسفا میں اسی طرف اشارہ ہے
(۲) یقینا
عطیہ

فاستفتهم ألربك البنات ولهم البنون ؟ ام خلقنا الملائکۃ اناثاً وهم شاهدون ؟ الا انهم من افکهم لیقولون ؟ (سورۃ الصّٰفّٰت)

ترجمہ: وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے (حالانکہ) ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں۔ اور نہ ان کے باپ دادا کے پاس تھی کیسی سخت اور کتنی بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے۔ وہ لوگ سراسر جھوٹے ہیں۔

آپ ان سے پوچھیے کہ کیا آپ کے رب کے لیے لڑکیاں ہیں اور ان کے لیے لڑکے ؟ کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا ہے اور وہ ان کی تخلیق کے وقت موجود تھے اور دیکھ رہے تھے ؟ خبردار، بلاشبہ یہ سراسر بہتان طرازی ہے اور دروغ گوئی ۔ ۔ ۔"

ابوجہل۔ (کپڑے سمیٹ کر اٹھتے ہوئے) لات کی قسم محمدؐ! ہم تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے اور نہ ٹھنڈے دل سے تمہیں اس دین کی تبلیغ کرنے دیں گے۔ نتیجہ یہی ہو گا کہ ہم تمھیں ختم کر دیں یا تم ہمیں ہلاک کر دو۔

عبداللہ ابن اُمیّہ۔ (آپ کے پاس جا کر) محمدؐ! تم اپنی قوم کا کوئی مطالبہ پورا کرنے پر تیار نہیں ہو تے۔ ہم نے تم سے اپنے لیے تمہارے خدا سے بعض نعمتیں طلب کرنے کو کہا لیکن تم نے نہیں مانگیں۔ پھر تم سے تمہاری اپنی ذات کے لیے چند چیزیں ایسی طلب کرنے کو کہا۔ جو ایسی ہیں جن سے تمہاری قدر و منزلت اور تمہارے رب کی قدرت کا ثبوت

مل سکتا تھا، لیکن تم اس پر بھی آمادہ نہ ہوئے۔ آخر میں تمہارے رب کے اس عذاب کا نمونہ دیکھنے کی خواہش کی جس سے تم ہر گھڑی ڈراتے رہتے ہو۔۔۔ لیکن۔۔۔ تم سے یہ بھی نہ ہُوا۔ اب ہم یہ ٹھان چکے ہیں کہ اگر تم سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ جاؤ تو بھی یقین نہیں کریں گے الّا یہ کہ تم اپنے ساتھ کوئی ایسی کتاب لے کر آؤ جو ہم بھی پڑھ سکتے ہوں۔ اور ہیں تو، اگر تم اپنے ساتھ چار فرشتے بھی لے آؤ جو تمہاری ہر بات کی تصدیق کرتے رہیں۔ تب بھی تم پر ایمان نہیں لا سکتا۔

محمدؐ۔ سبحٰن ربی ھل کنت الا بشراً رسولًا۔۔۔ پاک ہے میرے پروردگار کی ذات، میں تو ایک فرستادہ انسان ہوں[1]۔

ابوجہل۔ معشر قریش!۔۔۔ تم نے دیکھ لیا کہ محمدؐ ہمارا کسی قسم کا بھی مطالبہ پورا کرنے پر تیار نہیں۔ اسے تو بس ہمارے دین میں رخنہ اندازی کرنی آتی ہے۔ یا پھر ہمارے مقدس معبودوں کو باطل قرار دینا اور

---

[1] ابن ہشام میں اس کی شان نزول عبداللہ ابن اُمیہ کا یہ سوال ہے۔ ملاحظہ ہو وانزل اللہ فیما قال عبداللہ ابن امیۃ "وقالوا لن نؤمن لک حتیٰ تفجر لنا من الارض ینبوعًا او تکون لک جنۃ من نخیل الخ ولن نؤمن لرقیک حتیٰ تنزل علینا کتابًا نقرؤہ ـــــ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشراً رسولا۔ (سیرت ابن ہشام، جلد اوّل، صفحہ ۱۰۱)۔ دوسرے مفسرین بھی اس پر متفق ہیں اور سورۂ بنی اسرائیل میں ان سوالات کی تفصیلات موجود ہیں۔ عظمیٰ

ہمارے بزرگ عقل مندوں کو بے وقوف بنانا . . لیکن ہم بھی ا
سے کم نہیں ——— گواہ رہنا ساتھیو! مَیں لات سے عہد کرتا ہوا
جس قدر وزنی پتھر اٹھا سکتا ہوں اٹھاؤں گا اور کل جب یہ نما
کی حالت میں سجدہ ریز ہوگا، اس کے سر پہ دے ماروں گا
مجھے پروا نہیں، بنو عبد مناف پھر مجھے زندہ چھوڑیں یا مار ڈال
جو ان سے بن پڑے کرلیں۔

قریش۔ (مشتعل و برافروختہ ہیں) ہاں، ہاں، ابوالحکم جاؤ۔ لات کی قسم
تمھیں نہیں روک سکتے۔

"دوسرے روز"

محمدؐ۔ نماز کا وقت ہے کعبہ تشریف لے جا رہے ہیں۔

ابوجہل۔ حسبِ ارادہ آپ کے پیچھے پیچھے جا رہا ہے۔

محمدؐ۔ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔

ابوجہل۔ وزنی پتھر لیے حضورؐ کی سجدہ ریزی کا منتظر ہے۔ تھوڑ
دُور قریش کے وہی سر برآوردہ افراد تماشا دیکھ رہے ہیں۔

محمدؐ۔ سجدے میں جاتے ہیں۔

ابوجہل۔ پتھر اٹھا کر مارنا چاہتا ہے کہ اسی لمحہ . . . کسی غیر مرئی طاق
مرعوب و خوف زدہ ہو کر لرزتا لڑکھڑاتا پیچھے پلٹتا ہے۔
اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی ہیں۔ ایک رنگ آتا ہے
ایک جاتا ہے اور وہ جلدی سے پتھر ایک طرف پھینک کر بھا

ہوا ساتھیوں کی طرف جا رہا ہے۔)

قریش (ابوجہل کو حواس باختہ آتا ہوا دیکھ کر) ارے بدبخت! یہ کیا کیا تو نے....؟

ابوجہل۔ (لرزتے ہوئے) بھائیو! کیا بتاؤں ——— میں تو کل یہ ٹھان چکا تھا، چنانچہ آج حسب وعدہ پتھر اٹھایا اور جونہی اس کی طرف بڑھا ——— ایک غیر مرئی طاقت کی ہیبت و جلالت نے مجھے لرزہ براندام کر دیا۔ اگر میں پتھر مارتا تو وہ مجھے فنا کر دیتی۔

ستر ھواں منظر

"آفتاب عالم تاب کی تمازت سے ریگ زار عرب آتشیں سمندر بنا ہوا ہے۔ مشرکین مکہ اپنی ناپاک و خوفناک سازشوں پر عمل پیرا ہیں۔ شمع توحید کے پروانوں پر سفاکانہ مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔ انھیں طرح طرح سے دردناک عذاب دیا جا رہا ہے لیکن مئے حق کے متوالے، اسلام کے مایۂ ناز فرزند دینِ حق سے روگردانی پر تیار نہیں"

"مکہ کا راستہ"

راہ گیر۔ (ساتھی سے) آخر کس جرم کی پاداش میں انھیں یہ عبرت ناک سزا دی جا رہی ہیں؟

ساتھی۔ تاکہ یہ اب بھی باز آجائیں اور محمدؐ کا دین چھوڑ دیں ... قریش کی متفقہ سازش معمولی نہیں۔

راہ گیر۔ خاموش ...!

ساتھی۔ کیوں —— ؟

راہ گیر۔ وہ دیکھو سامنے اُمیّہ بن خلف آ رہا ہے۔ اس کے ساتھ کئی آدمی بھی ہیں۔

(بلالؓ گزرتے ہیں)

بلالؓ۔ (تیزی میں) اگر یہ اُمیہ بن خلف ہے تو اب میری خیر نہیں . . .

اُمیہ۔ (غضبناک ہو کر آگے بڑھتا ہے) بلالؓ! . . . اچھا، تم بھی تو محمدؐ ہی کا دم بھرتے ہو۔

بلالؓ۔ (بے کسی کے عالم میں) الہٰ الحق . . . !

اُمیہ۔ (اپنے ساتھیوں سے) دیکھتے کیا ہو؟ پکڑ لو اسے بھی اور اس گرم ریت پر لٹا کر اس کا رُخ آفتاب کی طرف کر دو۔

ساتھی۔ (بے رحمی سے بلالؓ کو پکڑ کر گرم گرم تپتی ہوئی ریت پر لٹا دیتے ہیں اور تماشا دیکھتے ہیں")

اُمیہ۔ (آگے بڑھ کر) ساتھیو! دیکھو یہ جو سامنے وزنی سل پڑی ہے اسے اُٹھا لاؤ اور اس کے سینے پر رکھ دو۔

بلالؓ۔ (بھاری سل سینے پر رکھی ہے اور اس صبر آزما تکلیف میں بھی) احد ——! احد! ——

اُمیہ۔ (قریب آ کر) بلالؓ! اب بھی باز آ جاؤ . . .

بلالؓ۔ احد —! — احد! — احد!

اُمیہ۔ (جھنجھلا کر) اچھا، یہ بات ہے۔ بلالؓ! یہ سمجھ لو کہ تم اسی طرح پڑے رہو گے ورنہ دو ہی صورتیں ہیں۔ اوّل تو یہ کہ محمدؐ کا ساتھ چھوڑ دو اور لات و عزّیٰ کی طرف لوٹ آؤ ورنہ . . . . جانتے ہو؟ موت . . . . اسی حالت میں عبرت ناک موت مرنا ہوگا۔

بلالؓ۔ اللہ —— احد — اللہ —— احد . . .

ورقہ ۔ (بلالؓ کی طرف سے گزرتے ہیں) ہاں، اللہ ایک ہے بلالؓ
ذاتِ مقدس کی قسم اللہ ایک ہی ہے . . . .
اُمیّہ ۔ ورقہ! تم کدھر سے آنکلے . . . جاؤ اپنا راستہ لو اور اس سرکش
غلام کو اس کے حال پر چھوڑ دو ۔
ورقہ ۔ اُمیّہ! یاد رکھنا، میں خدا سے عہد کرتا ہوں کہ اگر تم نے اسے اس
حالت میں ہلاک کر دیا تو اس کا مزار ایسا پُرشوکت بنواؤں گا
جیسا صالحین و شہداء کا بنوایا جاتا ہے ۔
(ورقہ غائب ہو جاتا ہے)
اُمیّہ ۔ بلالؓ! اب بھی خیر ہے مان جاؤ . . . لو لو، اسی حالت میں
توڑنا چاہتے ہو؟ محمدؐ کا دین چھوڑ کر ہمارے معبودوں کی پرستش
کا وعدہ کرو تو آزادانہ عیش و عشرت کی زندگی ملے گی۔
بلالؓ ۔ (دم گھٹ رہا ہے) نہیں . . . اللہ احد . . . محمدؐ . . .
ابوبکرؓ ۔ (اتفاقاً ادھر سے گزرتے ہیں) ارے تمھیں خدا کا خوف نہیں
سنگدلو! آخر کب تک . . . ؟ اس بے چارے پر ترس کھاؤ
ظالمو!
اُمیّہ ۔ دچل کر تمھیں نے تو اسے خراب کیا ہے .. دیکھتے کیا ہو ہمت ہو تو بچا
ابوبکرؓ ۔ ہاں میرے پاس اس سے زیادہ صحت مند، توانا اور تمھارے
دین پر کاربند جوان غلام ہے اُسے اس کے عوض میں لے لو ۔!
اُمیّہ ۔ (سوچ کر) ہاں . . . یہ ہو سکتا ہے ۔

ابوبکرؓ۔ (بلالؓ کو لے کر خدا کی راہ میں آزاد کر دیتے ہیں۔)

اُمیّہ۔ (ساتھیوں سے) خیر، اسے جانے دو۔ میں نے مصلحتاً چھوڑ دیا لیکن محمدؐ کے تمام ساتھیوں سے ایسا ہی ظالمانہ برتاؤ کیا جاتے گا۔

ساتھی۔ امیہ! خبابؓ بن الارت بھی تو مسلمان ہو گیا!

اُمیّہ۔ اچھا، جاؤ کسی بہانے بلا لاؤ۔

(ساتھی خبابؓ کو لے کر آتا ہے)

اُمیّہ۔ بچ کر کہاں جاؤ گے؟

ابوالاسود۔ آگ کا الاؤ روشن کرو... پھر اس کے بال پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ اور انگاروں پر لٹا دو۔

خبابؓ۔ (یہ سفاکانہ سزا سن کر بھی) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

ابوالاسود۔ ہاں، ہاں، ابھی اس کا لطف آتے گا تمھیں۔

اُمیّہ۔ لبینہؓ، نہدیہؓ، ام عبیسؓ، زنیرہؓ، یہ سب لونڈیاں بھی تو بے دین ہو گئی ہیں۔ ان کے آقاؤں کو چاہیے کہ انھیں بھی ایسی ہی سزائیں دیں۔

عم عثمانؓ۔ میرا خیال ہے کہ عثمانؓ بن عفان کو کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر لٹکا دیا جاتے اور نیچے سے دھواں کر دیا جاتے۔

اُمیّہ۔ اور بھی کوئی ہاتھ آجاتے تو اسے اونٹ، بکری وغیرہ کے کچے چمڑے میں لپیٹ کر دھوپ میں ڈال دوں گا۔

"صحابہ کرام ان صبر آزما سزاؤں میں گرفتار ہیں کہ حضور اقدسؐ ان مظلوموں کی طرف سے گزرتے ہیں۔"

محمدؐ۔ دل آبدیدہ ہیں، صبر کرو فرزندانِ توحید! صبر کرو۔ اسلام کے مایۂ ناز جانبازو! خدا تمھارا حامی و ناصر ہو۔

ایک مظلوم (کراہ کر) حضورؐ! یا رسول اللہ! کیا ہم ان سے جنگ نہیں کریں
محمدؐ۔ نہیں، میرے جانباز ساتھی! ابھی ہمیں جنگ کا حکم نہیں ملا۔
ایک صحابیؓ۔ یا رسولؐ اللہ! یاسرؓ، عمارؓ بن یاسر، ام یاسرؓ کی داستان جاں گداز ہے۔

محمدؐ۔ اصبروا یا آل یاسر! فان موعدکم الجنۃ۔

ابن عمرو بن العاص۔ ساتھیو! تمھیں نہیں ہو ——— ان بدبختوں نے ذات مقدسؐ کو بھی نہیں بخشا۔ میرا چشم دید واقعہ ہے کہ حضورؐ نماز میں مصروف تھے کہ عقبہ بن معیط نے چادر کو رسی کی طرح لپیٹ کر حضورؐ کی گردن میں ڈالا پھر اس شدت سے کھینچا کہ گردن پر نشان پڑ گئے اور دم گھٹنے لگا۔

صحابیؓ۔ یہی کیا ہے۔ اب تو یہ ظالم حضورؐ کی راہوں میں واقعی کانٹے بچھاتے ہیں اور طرح طرح سے گستاخی و اذیت رسانی کرتے رہتے ہیں۔
مظلوم۔ لیکن حضور! ہم آخر کب تک یہ مصیبتیں اور عذاب اٹھاتے رہیں اور خود آپ کے لیے بھی بڑی آزمائش کا سامنا ہے۔

محمدؐ۔ دوستو! اگر یہی حال ہے تو میں تمھیں مشورہ دوں گا کہ تم میں سے جو چاہے، ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر جائے۔ وہاں کا بادشاہ نہایت رحمدل ہے۔ اس کی حکومت میں ظلم نہیں ہوتا بلکہ میرے

خیال میں اس وقت صرف وہی زمین حق پرستوں کی آماجگاہ بن سکتی ہے۔ حالات سازگار ہو جائیں اور خدا کوئی بہتر صورت کر دے تو واپس آ جانا۔

صحابیؓ۔ اور آپ یا رسول اللہ!

حضورؐ۔ مجھے خدا کے حکم کا انتظار کرنا ہوگا۔ میری ذمہ داری تم سب سے زیادہ ہے۔

سیرت ابن ہشام، جلد اوّل صفحہ ۱۰۹

مع اضافۂ جدید (خطیبہ)

اٹھارھواں منظر

"قریش کے معزز افراد عمر بن الخطاب، عقبہ، ولید، عتبہ، شیبہ، ابومسعود، ابن مظعون، ابوسفیان وغیرہ اور عرب کا مشہور شعلہ بیان شاعر[1] لبید بن ربیعہ سب ایک جگہ جمع ہیں شعر و شاعری کے ساتھ ساتھ شراب کا دَور بھی چل رہا ہے۔ ان کا ساقی اسحٰق ہے۔

عقبہ۔ اور بھی کچھ سنا؟ محمدؐ کے ساتھی خاصی تعداد میں یہاں حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے

ابوسفیان۔ ہاں۔ دراصل وہ ہمارے ظلم و ستم سے تنگ آکر پناہ لینے گئے ہیں

عمر۔ یہ ہم بھی جانتے ہیں لیکن وہ ہم سے بچ کر آخر جائیں گے کہاں؟ ہم بھی ان کے تعاقب میں اپنے آدمیوں کو بھیجیں گے کہ نجاشی ہمارے ان پناہ گزینوں کو ان کے حوالے کر دے۔

عقبہ۔ اس ہجرت کا مطلب تو یہ ہے کہ محمدؐ اپنے ساتھیوں کو بچا نہیں سکے۔

ابن مظعون۔ کیا بک رہے ہو ـــــ تم کیا جانو؟

ابن ہشام۔ (غصے میں طنز کرتے ہوئے) تعجب ہے ابن مظعون! تم ابھی تک یہاں موجود ہو۔ کیوں نہ انھیں کے ساتھ چلے گئے؟

ولید۔ ابن مظعون میری پناہ اور میری حفاظت میں ہے۔

عقبہ۔ واقعی یہ تمھاری ہی بدولت زندہ سلامت نظر آرہا ہے ورنہ ...

عمر۔ اچھا بس، یہ بحث ختم کرو۔ ہاں، لبید! اپنا کلام سناؤ۔

---

[1] لبید بن ربیعہ اسلام لے آئے تھے اور قرآن کے اعجاز بیان سے متاثر ہو کر انھوں نے

لبید ۔ لبید ہمارا انقلابی شاعر ہے ۔

بوسفیان ۔ بے شک یہ عرب کے لیے مایۂ ناز ہے ۔

عمر ۔ اسحٰق ! ارے بھائی ! کہاں ہو ۔۔۔ ؟ لاؤ ذرا آبِ حیات پلاؤ ، پھر شاعری کا بھی لطف آئے گا ۔

بن مظعون ۔ (تاریکی میں دُور سے چند سایے نظر آتے ہیں) ٹھہرنا ذرا ، یہ سایے کیسے نظر آ رہے ہیں ؟

نقبیہ ۔ (غور سے دیکھ کر) ایک عورت اور ایک مرد سواری سے کہیں جا رہے ہیں ۔ یقیناً یہ بھی انھیں مہاجرین میں سے ہیں ۔

عمر ۔ (اٹھ کر جاتے ہیں) ۔۔۔۔ ارے ۔۔۔ یہ تو عامر اور ام عبداللہ ہیں ۔ ۔۔۔۔ (بڑھتے ہوئے سایے کی طرف جا رہے ہیں)

عامر ۔ (عمر کو آتا دیکھ کر) ام عبداللہ ! یہ عمر بن الخطاب ہیں ۔

عمر ۔ (قریب آکر) ام عبداللہ ! تم تو پا بہ رکاب ہو ؟

ام عبداللہ ۔ ہاں ، عمر ! واللہ تمھارے مظالم نے ہم پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے اور اب ہم وطن چھوڑنے پر مجبور ہیں اللہ کی زمین کشادہ ہے کہیں تو پناہ ملیگی ۔

عمر ۔ (دل گرفتہ و گلو گیر ہو کر) جاؤ ، خدا حافظ ـــــ !

" تھوڑی دیر سر جھکائے کھڑے رہتے ہیں ۔ پھر الوداعی نظر ڈال کر واپس آ جاتے ہیں "

ام عبداللہ ۔ دیکھا تم نے ابو عبداللہ ! عمر کو ہماری روانگی کا کس قدر ملال ہے ؟

عامر ۔ ہاں ، جانتا ہوں ۔ لیکن اس سے تم شاید اس خیال میں ہو کہ وہ اسلام

شاعری ترک کر دی تھی ۔ ان کا شمار عربی زبان کے عظیم شاعروں میں ہوتا ہے ۔۔ (عنایت)

لے آئے گا؟

امّ عبداللہ۔ کیا عجب ہے؟

عامر۔ تم بھی کیا باتیں کرتی ہو؟ میں تو کہتا ہوں، خطاب کا گدھا ایمان لا سکتا ہے۔ لیکن جس سے تمھیں امید ہے وہ ہٹ دھرم شخص ہرگز اسلام قبول کرے گا۔

امّ عبداللہ۔ یوں نہ کہو۔ خدا جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے۔

(دونوں جا رہے ہیں)

(عمر بن الخطاب اسی عالم اندوہ میں اپنے ہم نشینوں کے پاس آکر بیٹھ جاتے ہیں۔)

عقبہ۔ (عمر کو دیکھ کر) کہاں چلے گئے تھے عمر! تمھارے جانے سے محفل بے رنگ ہوگئی تھی۔ آؤ ذرا لبید کے اشعار سے محظوظ ہوں۔ ہاں وہ سامنے کے سنتے ہو؟

عمر۔ (کھوئے ہوتے انداز میں) امّ عبداللہ اور عامر بھی چلے گئے۔

عقبہ۔ (بے پروائی سے) خیر، ہوگا۔ لو سنو وہ لبید گلا صاف کر رہے ہیں۔ غضب کی آواز ہے اور قیامت کا کلام . . . .

عمر۔ (بے نیازی سے) ہاں، ہاں، سن رہا ہوں۔

لبید بن ربیعہ۔ "الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطل"

ابن مظعون۔ (لطف اندوز ہو کر دادِ سخن دیتے ہیں۔) واہ۔ واہ بہت خوب ــــ خدا کی قسم جواب نہیں۔ تم نے بالکل سچ کہا لبید! واقعی

خدا کے سوا ہر شے کے لیے فنا مقدّر ہے اور ہر شے باطل ہے۔"

حاضرین۔ (خاموش ہیں)

لبید۔ (دوسرا مصرع پڑھتا ہے) "وکل نعیم لامحالۃ زائل"

ابن مظعون۔ غلط کہتے ہو۔ واللہ جنت کی نعمتیں لازوال ہیں۔

لبید۔ (رُک کر) فرزندانِ قریش! آج سے پہلے تو تمھارے ہم نشیں کو کبھی ذلیل نہیں کیا گیا — یہ نیا اندازِ قدر افزائی کیسا؟

بُوسفیان۔ بُرا نہ مانو لبید! یہ بھی انھیں بیوقوفوں سے تعلق رکھتا ہے جو ہمارا دین چھوڑ بیٹھے ہیں۔

بن مظعون۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ بے وقوف کون ہے!

عقبہ۔ (غصّے میں بے تاب ہو کر) جہنم میں جاؤ تم اور تمھارا دین، لات کی قسم اگر تم ولید جیسی با اثر شخصیت کی پناہ میں نہ ہوتے تو اس وقت تمھارے منہ پر وہ تھپڑ مارتا کہ دماغ درست ہو جاتا۔ حد سے گزرتے جا رہے ہو۔

ابن مظعون۔ (جوشِ حمیّت میں آکر) ولید —! بولو اپنا وعدہ واپس لیتے ہو؟

ولید۔ کیسا وعدہ؟

بن مظعون۔ پناہ دینے کا۔ جلد بتاؤ۔

ولید۔ کیوں؟ یہ کیا سوجھی؟

ابن مظعون۔ (اعتماد و خودداری سے) میں صرف خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔

اس کے سوا مجھے کسی کی حمایت نہیں چاہیے۔

عقبہ۔ (مشتعل ہو کر) اچھا تو۔۔۔ یہ تو۔۔۔۔۔ اب بتاؤ، تمہارا خدا تمہیں کیونکر بچاتا ہے؟ (ابن مظعون کے گال پر ایک زوردار طمانچہ مارتا ہے۔)

ابن مظعون (تاب لانے کی کوشش کرتے ہوئے آنکھ پر ہاتھ پھیرتے ہیں) آہ۔۔۔! اُف۔۔۔!

ولید۔ دیکھ لیا۔۔۔۔؟ اگر تم میری پناہ میں ہوتے تو اس کی مجال نہ تھی ہاتھ اٹھانے کی۔ اب آنکھ کا کیا کرو گے؟

ابن مظعون۔ (ہمت سے سر اٹھا کر) کیا مطلب ہے تمہارا۔۔؟ میری آنکھ میں کوئی تکلیف نہیں بلکہ یہ دوسری آنکھ بھی اللہ کی راہ میں اسی کی منتظر ہے ہمارے حق میں یہی عذاب راحت بن جاتا ہے اور اب تو میں اس کی پناہ میں ہوں جو تم سے بڑا نگہبان و باعظمت

لبید۔ اٹھو دوستو۔۔! چلو کہیں اور محفل جمائیں۔ ان لوگوں نے تو رنگ بھنگ کر دیا۔

(سب اٹھ کر چلے جاتے ہیں اور ابن مظعون تنہا اپنی آنکھ مل رہے ہیں کہ اتفاقاً ادھر ہی سے ابوبکر صدیقؓ پا بہ رکاب، گزرتے ہیں)

ابن مظعون۔ ابوبکرؓ۔۔۔! (زور سے) ارے ابوبکرؓ! سنو تو بھائی

ابوبکرؓ۔ (پلٹ کر) کون۔۔۔۔ ابن مظعون! تم؟ ابھی آیا۔۔۔۔

(قریب آکر) کیوں، کیا بات ہے؟

ابن مظعون ۔ تم بھی چلے ۔۔؟

ابو بکرؓ ۔ ہاں، اس کے سوا چارہ کار ہی کیا ہے؟ مکہ کی سرزمین ان ظالموں نے ہمارے لیے تنگ کر دی ہے۔ سب کچھ گوارا ہے لیکن ذات اقدس محمد (صلعم) کی شان میں ان کی گستاخیاں اور حد سے زیادہ مظالم میرے لیے ناقابل برداشت ہیں۔ مجھ سے نہیں دیکھا جاتا ۔۔۔۔ (فرط غم میں آنکھیں اشک بار اور آواز گلوگیر ہے۔)

ابن مظعونؓ ۔ ٹھیک کہتے ہو۔ اور لوگ بھی تو ہجرت کر گئے ۔۔۔ کیا تم نے بھی اجازت لے لی ہے؟

ابو بکرؓ ۔ ہاں، حضورؐ کی اجازت کے بغیر تو میں قدم بھی نہیں اٹھا سکتا تھا

ابن مظعونؓ ۔ (آنکھ پہ ہاتھ رکھے ہیں) اچھا، جاؤ، خدا حافظ ۔۔

ابو بکرؓ ۔ (آنکھ پر نظر پڑتی ہے) یہ ۔۔۔ تمہاری آنکھ میں کیا ہو گیا؟

ابن مظعونؓ ۔ کوئی نئی بات نہیں ۔۔ ایک ہی جرم تو ہے جس کی پاداش میں یہ ستم آزمائے جا رہے ہیں۔ یہ آنکھ بھی انہیں میں شامل ہے۔

ابو بکرؓ ۔ (ہمدردانہ لہجے میں) یہ حرکت کس بدبخت کی ہے؟

ابن مظعونؓ ۔ وہی عقبہ بن معیط اور کون ۔۔۔ یہاں تو اب میرا کوئی بھی حامی نہیں رہا۔ بس ایک خدا کی ذات ہے اور وہی کافی ہے۔

ابو بکرؓ ۔ (اٹھ کر) نہیں بھیا! تم میرے ساتھ چلو ۔۔ وہاں تمہیں خدا امن دیگا۔

ابن مظعونؓ۔ (سوچ کر) اچھا۔۔۔ مَیں ذرا اپنا سامان لے لوں۔

(دونوں روانہ ہو جاتے ہیں۔ راستے میں ابن دغنہ (حبشیوں[1] کا سردار) ملتا ہے)۔

ابن دغنہ۔ ارے ابوبکرؓ ۔۔! کدھر کا قصد ہے؟

ابوبکرؓ۔ حبشہ جا رہا ہوں۔ کیا کروں میری اپنی قوم نے مجھے ترک وطن پر مجبور کر دیا اور ہم پرستاران حق پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے طرح طرح سے ستاتے ہیں اور ایذائیں پہنچاتے ہیں۔

ابن دغنہ۔ بُرا کرتے ہیں بدبخت۔ واللہ ابوبکرؓ! تم تو نہ صرف اپنے خاندان بلکہ ساری قوم کے لیے مایۂ فخر ہو۔ مصیبت زدہ لوگوں سے ہمدردی اور ہر شخص سے حسنِ سلوک و رواداری تمہارا شیوہ ہے۔ محتاجوں کی خبر گیری اور ناداروں کی دستگیری کرتے ہو۔ چلو، تم ۔۔ میری امان میں ہو ۔۔ میرے ساتھ واپس چلو۔ میں تمہاری پشت پناہی کا وعدہ کرتا ہوں۔

ابوبکرؓ۔ (غور کرنے کے بعد) چلتا تو ہوں۔ لیکن ۔۔ پھر تم جانو۔۔۔!

ابن دغنہ۔ ہاں، ہاں، میں ذمہ دار ہوں۔۔۔۔

(ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر جاتا ہے اور پکارتا ہے) لوگو!۔۔۔ اے

---

[1] حبشی سے مراد حبشی قوم نہیں بلکہ اصل میں یہ اُن مختلف قبائل کے افراد کا سردار تھا جنہوں نے حبش نامی پہاڑ کے دامن میں قریش سے معاہدہ کیا تھا۔ پھر یہ بنی لیث میں شامل ہو گئے (طبقات وغیرہ)

فرزندانِ قریش! سنو ـــــــ کان کھول کر سُن لو۔ ابوبکرؓ کو ستانے کی جرأت نہ کرنا ـــــــ بلکہ تمھیں اس سے حسین سلوک کرنا ہوگا... یہ میری پناہ میں ہے... جانتے ہو...؟ میں ابن دغنہ... حبشیوں کا سردار ہوں۔

رئیس۔ (سردار کی آواز پہ دوڑ کر آتے ہیں) ارے ابن دغنہ! تم یہ کیا غضب کر رہے ہو ـــ تم نے اسے پناہ دی ہے؟

ابن دغنہ۔ ہاں، یہ میری پناہ میں ہے۔ اسے کوئی نہیں ستا سکتا۔

عقبہ۔ (آگے بڑھ کر) بُرا کر رہے ہو ابن دغنہ! تم نے اسے پناہ دے رکھی ہے تم کیا جانو، یہ شخص ہمیں بہت پریشان کرتا ہے۔ یہ وہ ہے جو علی الاعلان نماز پڑھتا ہے اور اپنے رسولؐ کے لائے ہوئے پیغام کی اس انداز سے تلاوت کرتا، سر دھنتا اور روتا ہے کہ ہم تاب نہیں لاسکتے۔ ہمیں خوف یہ ہے کہ یہ ہمارے بچوں، عورتوں اور کمزور دل والے بوڑھوں کو بہکا لے گا۔ یہ لوگ اس کی آواز سن کر اس کے گھر کے پاس جمع ہو جاتے ہیں۔ غضب کا سوز و تاثیر ہے اس کی آواز میں ـــ ہمارے نادان بھی اس سے متاثر ہو جاتے ہیں۔

ابن دغنہ۔ (تذبذب کے عالم میں غور سے سُن رہا ہے۔)

عقبہ۔ بہرحال اگر تم اپنی ضد پہ قائم رہنا چاہتے ہو تو اس شرط پر کہ یہ اپنے گھر میں خاموشی سے جو چاہے کرے مگر آواز بلند نہ کرے گا۔

ابن دغنہ ۔ ابوبکرؓ! ـــــ یہ کیا کہ رہا ہے ـــ ؟ بتاؤ تمھیں یہ شرط منظور ہے ـــ ؟

ابوبکرؓ ۔ کیوں نہ تم اپنی امان واپس لے لو ـــ ؟

ابن دغنہ ۔ پناہ واپس لے لوں ؟ ... (سوچتا ہے) .... ہاں اب میں تمھارا ذمہ دار نہیں ۔

ابوبکرؓ ۔ مجھے کوئی پروا بھی نہیں ۔ خدا کی حفاظت سے بڑھ کر تمھاری پناہ نہیں ہو سکتی ۔ وہ سب سے بڑا نگہبان ہے ۔

ابن دغنہ ۔ (اعلان کرتا ہے) فرزندانِ قریش! اب میں اس کا ذمہ دار نہیں ۔ میں اس سے دست بردار ہوتا ہوں ۔ اب تم جانو اور یہ ۔

قریش ۔ (بھوکے بھیڑیوں کی طرح ابوبکرؓ پر جھپٹ پڑتے ہیں) ۔ پکڑو .... پکڑو ... قید کر لو ... جانے نہ دینا ۔ اس کی سواری چھین لو ۔ سامان لوٹ لو ۔

ابوبکرؓ ۔ (ولید پر نظر پڑتی ہے) تمھیں نظر نہیں آتا ... یہ ناعاقبت اندیش مجھ سے کیا سلوک کر رہے ہیں ؟

ولید ۔ (بے اعتنائی سے) تم نے اپنے پاؤں پر آپ کلھاڑی ماری ۔ اب میں کیا کر سکتا ہوں ؟ یہ آفت تمھاری اپنی مول لی ہوئی ۔

ابوبکرؓ ۔ (آسمان کی طرف فریادی نظروں سے دیکھ کر) الٰہ العالمین! تو کس قدر حلیم ہے .... خداوندا! تو کس درجہ بردبار ہے ...... پروردگار! .... تو نہایت

تحمّل والا ہے۔

سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۲۸ - ۱۳۰
کذافی تجرید البخاری، جلد دوم، صفحہ ۶۸
تاریخ طبری کذالک
زادالمعاد "

بیسواں منظر

"سرزمین حبشہ —— نجاشی (شاہ حبش) کا دربار خاص"

"نجاشی اپنے تخت شاہی پر جلوہ افروز ہے۔ صرف سپہ سالار اعظم اس کے قریب ہے باقی سب اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے ہیں۔ چاروں طرف محافظ عسکری دستے برہنہ شمشیروں سے سایہ کیے ہیں"

سپہ سالار اعظم۔ (باادب آگے بڑھتا ہے) جہاں پناہ! مکہ سے آئے ہوئے دو قاصد شرف باریابی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

نجاشی۔ انھیں حاضر کیا جائے۔

"مشرکین مکہ کے قاصد عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ اندر آتے ہیں"

عبداللہ۔ (آہستہ سے) عمرو! تم نے فوجی افسروں کو تحائف دے دیئے تھے

عمرو۔ (اسی لہجے میں) ہاں، اسی وقت، ورنہ بغیر اس کے کام کیسے چلتا اب یہ لوگ ہماری مرضی کے مطابق کارروائی کریں گے۔

سپہ سالار اعظم۔ (ان سے قبل آگے بڑھ کر) تاجدار عالی وقار! یہ قاصد آپ کی خدمت میں بیش قیمت تحائف لاتے ہیں۔

نجاشی۔ آگے بڑھو اے مقدس سرزمین کے قاصدو! کیا چاہتے ہو؟

عمرو۔ (سامنے جاکر تعظیماً جھکتے ہوئے) تاجدار! ہم ایک خاص مقصد سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

نجاشی۔ بتاؤ کیا مقصد ہے؟

عبداللہ۔ آپ کی سلطنت میں ہمارے چند سرپھرے اور بے وقوف نوجوان بھاگ کر آگئے ہیں۔ انھوں نے اپنا آبائی وطن اور دین چھوڑ دیا ہے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ آپ کا دین اختیار کرلیا ہو بلکہ ایک نیا ہی مذہب ایجاد کیا ہے۔ ان کی تحریک نرالی ہے ——— ہم نے کبھی ایسی باتیں سنیں نہ دیکھیں اور نہ آپ ہی ان سے آشنا ہوں گے۔ ہمیں ان کے سرپرستوں اور بزرگوں نے بھیجا ہے کہ ہم انھیں وطن واپس لے جائیں۔ آپ انھیں ہمارے سپرد کردیجیے۔ ان کے سرپرست بہرحال ان سے زیادہ دانش مند و تجربہ کار ہیں......

(آنکھ سے سپہ سالار کو اشارہ کرتا ہے)

سپہ سالارِ اعظم۔ (جھک کر) ذی شان بادشاہ! یہ سچ کہتے ہیں۔ واقعی ان پناہ گزینوں کے بزرگ اور ان کی قوم ان سے زیادہ ہوش مند اور زیرک ہوگی ——— ان کی گمراہی کا سبب بھی وہی لوگ خوب جانتے ہیں کہ آخر یہ لوگ ترکِ وطن کیوں کر بیٹھے ——— بہتر یہی ہے عالی جاہ! کہ آپ انھیں ان کے حوالے کردیں...... حضور والا! حاسدین فیصلے کے منتظر ہیں۔

نجاشی۔ (غصے میں بپھر کر) خاموش! واللہ میں ایسا ہرگز نہیں کرسکتا۔ یہ کبھی

نہیں ہوگا کہ میں صرف ان کے یک طرفہ بیان پر پناہ گزینوں کو ان کے حوالے کردوں۔ وہ ہمارے پڑوسی ملک کے باشندے ہیں اور ہماری سلطنت میں مہمان کی حیثیت سے آئے ہیں۔

بفرضِ محال اگر ان کا مقصد پناہ لینا ہی ہو تو نہ معلوم کس مصلحت سے اور کیا سوچ کر انھوں نے یہ اقدام کیا اور ہمیں دوسروں پر ترجیح دی . . . . . (آواز بلند کرتا جاتا ہے) میں جب تک انھیں بھی بلا کر ان کا بیان نہ لے لوں، یک طرفہ فیصلہ ہماری شان کے خلاف ہے اگر معاملہ ان قاصدوں کے خلاف ثابت ہوا تو بخدائے قدوس میں ان کی پوری پوری حفاظت کروں گا اور انھیں اپنی پناہ میں رکھ کر ان سے بہترین سلوک کروں گا —— ہمارے مذہبی پیشوا اور وہ پناہ گزین حاضر کیے جائیں۔

"مشرکین کے قاصدوں کا رنگ اڑنے لگتا ہے"

"حکم کی تعمیل ہوتی ہے۔ شمالی دروازے سے عیسائی مذہبی پیشوا اندر آتے ہیں اور نجاشی کے پاس اپنی مقدس کتابیں کھول کر بیٹھ جاتے ہیں۔

صدر دروازے سے رفقائے نبیؐ کریم ابن مظعون اور جعفر بن ابی طالب آپس میں سرگوشیاں کرتے ہوئے آرہے ہیں۔ مشرک قاصدوں سے نظریں چار ہوتی ہیں"

ابن مظعون۔ معلوم ہوتا ہے مکّہ میں ہمارے خلاف سازش کر کے انھیں

بھیجا گیا ہے۔

جعفرؓ۔ ہاں، بادشاہ کو ضرور ہمارے خلاف اُکسایا گیا ہوگا۔

ابن مظعون۔ (گھبرا کر) اب ہم کیا کریں گے۔

جعفرؓ۔ گھبرانے کی کیا بات ہے۔ ہمیں ڈر کس کا ہے؟ واللہ ہم اپنے رسولؐ کے حکم کے مطابق بات کریں گے، پھر جو ہونا ہے، ہو جائے۔

(دونوں نجاشی کے پاس آکر کھڑے ہو جاتے ہیں)

نجاشی۔ (مہاجرین کو دیکھتے ہوئے) اے مقدس سرزمین کے باشندو! آگے بڑھو۔

جعفر طیارؓ۔ (جرأت سے آگے بڑھ کر) اے بادشاہ!

نجاشی۔ آخر یہ کونسا دین ہے جس کی وجہ سے تم نے اپنے آبائی دین، عزیز وطن اور اپنی قوم کو چھوڑ دیا . . . . پھر نہ تم نے میرا ہی دین اختیار کیا اور نہ کسی دوسری معروف ملت کو اپنایا . . . ؟

جعفرؓ۔ اے رحم دل بادشاہ! اس سے قبل ہم بھی جہالت میں مبتلا تھے۔ پتھر کے بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ بے حیائیاں کرتے تھے۔ اخلاق سوز باتیں ہمارا خاص شیوہ تھا۔ ہم خونی رشتوں کو ادنیٰ سی بات پر منقطع کر دیا کرتے تھے۔ بات بات پر لڑائی، قتل و خون ہمارے نزدیک معمولی بات تھی۔ ہم پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے تھے طاقتور لوگ کمزوروں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیتے تھے ظلم و تشدد ہمارا محبوب کام تھا۔ غرض ہم انھیں انسانیت کُش حرکتوں میں شب و روز گزارتے

تھے کہ خدا نے ہمارے پاس اپنا ایک رسولؐ بھیجا۔ وہ کوئی اجنبی شخص نہیں بلکہ ہمارے ہی خاندان کا ایک فرد ہے۔ اس کے حسب و نسب، ذاتی خوبیوں، اس کی خدا پرستی، راست گوئی، پاکبازی، دیانت داری اور حُسنِ اخلاق کا چرچا عام ہے۔ اس نے ہمیں دینِ حق کی دعوت دی کہ ہم صرف ایک خدا کی عبادت کریں اور ان سب خود ساختہ خداؤں کو چھوڑ دیں جنھیں ہمارے باپ دادا خدا کی جگہ پوجتے رہے۔

"مجمع پر سکوت کا عالم طاری ہے۔ بادشاہ اور مذہبی پیشوا ہمہ تن گوش ہیں۔ جعفرؓ اپنا بیان جاری رکھتے ہیں"

ہمارا رسولؐ ہمیں سچائی، امانت داری، راست گوئی، پڑوسیوں سے نیک برتاؤ، آپس میں حسنِ سلوک اور رواداری، ہمدردی، خلوص اور محبت کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ ہمیں فحش گوئی، فسق و فجور، کفر و شرک، دشمنی، بغض و عناد، ڈکیتی، رہزنی اور قتل و خون کے ساتھ ساتھ یتیموں کا مال کھانے اور پاک باز عصمت مآب عورتوں پر تہمت جوڑنے سے روکتا ہے

عالی قدر تاجدار! ہمارا رسولؐ ہمیں نماز، اور نیکیوں کی تعلیم دیتا ہے۔ ہم نے اس کی تصدیق کی اور جان و دل سے اس پر ایمان لاکر فرماں برداری قبول کی۔ چنانچہ اب ہم صرف ایک خدا کو مانتے اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے کسی کو ہم اس کا ہمسر نہیں سمجھتے۔

بس، اسی جرم کی پاداش میں ساری قوم ہماری دشمن ہو گئی۔ سب نے

مل کر ہمارے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر لیا اور ہم لوگوں کو برابر سفاکانہ و ظالمانہ سزائیں دیتے رہے۔ طرح طرح سے صبر آزما عذاب دیئے کہ ہم پھر کفر کی تاریکیوں میں گھر جائیں اور انھیں خود ساختہ باطل خداؤں کی بندگی قبول کریں۔

جب ان کا ظلم و ستم اور سفاکانہ حرکتیں حد سے تجاوز کر گئیں تو ہم میں تاب نہ رہی اور ہم اپنے رسولؐ کے حکم سے آپ کی سلطنت میں پناہ ڈھونڈتے ہوتے آ گئے۔ ہمارے رسولؐ کو یقین تھا کہ آپ کی سلطنت حق پرستوں کی آخری آماجگاہ ہو گی۔ چنانچہ ہم اپنا گھر بار وطن، عزیز و اقارب سب کو چھوڑ کر نکل کھڑے ہوتے اور یہاں پناہ لی۔

ہمیں قوی امید ہے کہ آپ کی حکومت میں ہم پر ظلم یا ہمارے معاملے میں بے انصافی نہیں ہو گی۔

اے انصاف پسند تاجدار! اتنی ہی ہماری داستان ہے۔

نجاشی۔ (غور سے سننے کے بعد) تمہارا نبیؐ جو پیغام لایا ہے اس میں سے کچھ سنا سکتے ہو۔؟

جعفرؓ۔ جی ہاں، وہ ہمارے خدا کا کلام ہے۔

نجاشی۔ (مشتاقانہ لہجے میں) سناؤ۔

جعفرؓ۔ (تلاوت کرتے ہیں) واذکر فی الکتاب مریم اذ انتبذت من اھلھا مکانا شرقیا۔ فاتخذت من دونھم حجابا فارسلنا الیھا

روحنا فتمثل لها بشراً سویّاً الخ (از سورۂ مریم) تا ـــ والسلام
علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیّاً ـــ

" نجاشی اور اس کے مذہبی پیشوا کلام الٰہی سن کر اشکبار
ہیں "

نجاشی ۔ یہ تو وہی کلام ہے جو عیسیٰ کا پیغام تھا بلکہ ایک ہی شعل کی روشنی
معلوم ہوتی ہے (مذہبی پیشواؤں کی طرف جواب طلب نگاہوں سے
دیکھتا ہے۔)

مذہبی پیشوا ۔ خداوند قدوس کی قسم، یہ آیات اسی سرچشمۂ ہدایت سے نکلی ہیں
جس سے یسوع مسیحؑ کے کلمات حق پھوٹے تھے۔

عبداللہ ۔ (دہشت زدہ ہو کر سرگوشی میں) عمرو! سنا تم نے؟

نجاشی ۔ (مشرکین کے قاصدوں سے) جاؤ اپنا راستہ لو ـــ میں کسی بھی قیمت
یا کسی بھی ضمانت پر ان مقدس پناہ گزینوں کو تمھارے سپرد نہیں کر
سکتا ـــ اب مجھ پر حقیقت روشن ہو گئی ہے۔

عبداللہ ۔ (آپس میں سرگوشی سے) عمرو! میں ابھی ان کی وہ قلعی کھولتا ہوں
کہ یہ بھی یاد کریں گے ـــ نجاشی سے کہوں گا کہ ذرا ان سے یہ تو پوچھے
کہ . . . . ان کی ساری شان وشوکت خاک میں
مل جائے گی۔

عمرو ۔ (گھبرا کر) ارے عبداللہ . . . ایسا نہ کرو . . . تم کیا کہو گے
آخر؟ یہ ہمارے مخالف ضرور ہیں لیکن رشتہ دار بھی ہیں۔ یہ ت

بھولو . . . .

عبداللہ۔ (بے پروائی سے) لات کی قسم، میں ضرور کہوں گا کہ یہ لوگ عیسیٰ کو خدا کا بندہ مانتے ہیں۔

عمرو۔ مت کہو بھائی! خاموش رہنا بہتر ہے۔

عبداللہ۔ (سینہ پھیر آگے بڑھ جاتا ہے۔) ذی شان بادشاہ! یہ لوگ عیسیٰ مسیحؑ کے بارے میں بہت بُرا خیال رکھتے ہیں۔

(نجاشی اپنے پیشواؤں سے اور رفقائے محمدؐ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں۔)

ابن مرزوق۔ (چونک کر) سنا تم نے؟ اگر نجاشی ہم سے عیسیٰ بن مریمؑ کے متعلق پوچھ بیٹھا تو . . . . ؟

جعفرؓ۔ تو کیا۔ . . ؟ وہی کہیں گے جو قرآن کریم میں ہے۔

نجاشی۔ (بلند آواز سے) مقدس پناہ گزینو! عیسیٰ مسیحؑ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

جعفرؓ۔ وہی جو قرآن کریم میں ہے اور ہمارے رسولؐ نے ہمیں بتایا ہے۔

نجاشی۔ کیا؟

جعفرؓ (جرأت سے) یہی کہ عیسیٰ اللہ کے بندے، اس کے رسول اور اس کی روح اور کلمۃ اللہ ہیں جو خداوند قدوس نے عفت مآب مریمؑ بتول کی طرف القا فرمائی تھی۔

نجاشی۔ (فرش پر زور سے ہاتھ مار کر ایک تنکا اٹھاتا ہے) واللہ جو تم نے

کہا ہے عیسیٰ اس سے اس تنکے کے برابر بھی کم یا زیادہ نہیں۔

"وہ مشرکین کے قاصد اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے ہیں۔ فوجی افسر اور تمام درباری ناک بھوں چڑھاتے ہیں"

نجاشی۔ (حاضرین پر ایک گہری نظر ڈال کر تاثرات کا اندازہ کرتا ہے) ہاں — ہم خوب سمجھتے ہیں کہ تم لوگوں کو ناگوار گزر رہا ہے اور تم سب پیچ و تاب کھا رہے ہو ... لیکن انصاف و حق کا فیصلہ کرتے ہوئے ہمیں کسی کی پرواہ نہیں۔

(مہاجرین سے مخاطب ہے) رفقائے محمد (صلعم) ! جاؤ تم لوگ اطمینان و آزادی سے رہو۔ واللہ تم ہماری سلطنت اور ہماری پناہ میں ہو —— جو تمہیں بُرا کہے گا اسے سزا دی جائے گی۔ جو تمھیں ملامت کرے گا اسے سزا دی جائے گی۔ جو تم پر طعنہ زنی کرے گا یا گالی دے گا اسے سزا دی جائے گی اور وہ مجرم ہو گا۔

(مشرکین کے قاصدوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سپہ سالار اعظم کو آواز دیتا ہے۔) دیکھو — ان کے تحائف انھیں کو واپس کر دیئے جائیں۔ واللہ ہمیں ان تحفوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمیں سلطنت عطا کرتے وقت یا ہماری حکومت کے قیام میں خدا نے ہم سے کوئی رشوت نہیں لی ... پھر ہم اس کے معاملے میں کیوں کوئی نذرانہ قبول کریں ؟

"ہماری رعایا نے کوئی معاوضہ لے کر ہماری اطاعت و

فرماں روائی تسلیم نہیں کی، پھر ہم مشرکین کے تحائف لے کر ان کی اطاعت کیوں کریں؟

"دربار برخاست کیا جاتا ہے۔"

"دربار برخاست ہوتا ہے اور مشرکین کے قاصد ناکام و نامراد مکہ واپس آتے ہیں۔"

سیرت ابن ہشام، جلد اوّل، صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷

اکیسواں منظر

"مکہ معظمہ ——— رات کا وقت ہے۔ راستے میں نعیم بن عبداللہ اور عمر بن الخطاب ملتے ہیں"

نعیم۔ عمر! کہاں جا رہے ہو۔ کس کی تلاش ہے؟

عمرؓ۔ کہیں نہیں، ذرا اپنے ہم نشینوں کی فکر میں نکلا ہوں۔ نہ معلوم سب مر گئے؟ اسحٰق (ساقی) بھی نظر نہیں آتا ... اس کے پاس شراب ناب مل سکتی ہے .... ایک ہی جام میں تمام غم غلط ہو جاتے ہیں۔

نعیم۔ مے خواری اور بادہ نوشی کا زمانہ گزر گیا عمر! ... (پڑھتے ہیں) انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ ... "بلاشبہ شراب، جوا (قمار بازی) بت اور فال کے تیر یہ سب گندے (ناپاک) شیطانی کام ہیں، ان سے بچتے رہو"

عمرؓ۔ یہ تو ہو نہ ہو محمدؐ کا لایا ہوا پیغام ہے ... لات کی قسم وہ گمراہ ہو گیا ہے۔ اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب ایجاد کر بیٹھا۔ اس نے

لے توفیق الحکیم نے منظر کی مناسبت سے یہ آیت درج کر دی ہے حالانکہ یہاں اس آیت کا حوالہ صحیح نہیں اس لیے کہ یہ بالاتفاق مدنی ہے اور واقعہ یہ کہ حضرت عمرؓ حرمت شراب سے بہت قبل اسلام لائے تھے۔ (عطیہ)

قریش کا اتحاد اور اجتماعی طاقت پارہ پارہ کرکے رکھ دی اور اب بھی اپنے باپ دادا کی بدنامی اور دین کی رسوائی پر کمر بستہ ہے۔ وہ تمام دانش مندوں کو بے وقوف بنا رہا ہے اس نے قریش کا خون پانی سے بھی زیادہ ارزاں سمجھ لیا ہے . . . . اب بھی اسے چین نہیں . .

نعیم۔ افسوس تو یہ ہے عمرؓ! کہ تم اس کی تعلیمات اور اس کا دین سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ نہ تم ایمان کی لذت سے آشنا ہو . . . کاش تم اس کلام الٰہی کی تاثیر سے واقف ہوتے!

عمرؓ۔ اچھا تو۔ معلوم ہوتا ہے تم بھی اسی کے ہمنوا ہو۔

نعیم۔ ہمنوا ہی نہیں جاں نثار ساتھی . . . تمہیں اب خبر ہوئی؟

عمرؓ۔ (غصے میں بے قابو ہو کر نعیم کے رخسار پر طمانچہ مارتے ہوئے) دھتکار ہو تم پر . . . . (تلوار اٹھا کر) لات کی قسم، محمدؐ کے خون سے اس تلوار کی تشنگی بجھے گی۔

نعیم۔ (رخسار سہلاتے ہوئے) عمرؓ! بخدا تمہاری یہ ہیکڑی اچھی نہیں . . . تمہارا نفس تمہیں دھوکا دے رہا ہے۔ شاید تم اس خیال میں ہو کہ محمدؐ کے جاں نثار ساتھی اور بنو عبد مناف تمہیں یعنی ان کے قاتل کو زندہ چھوڑ دیں گے اور تم اسی طرح اکڑتے نظر آؤ گے —— اپنے گھر کی بھی خبر ہے؟ پہلے ان سے تو نمٹ لو ——؟

عمرؓ۔ کیا کہا تم نے . . . . ؟ کون میرے گھر والے

نعیم۔ ہاں، تمہاری بہن فاطمہؓ اور ان کے شوہر سعیدؓ بن زید یعنی تمہارے

بہنوئی ۔ ۔ ۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور یہ بھی محمدؐ کے ساتھی ہیں

عمرؓ ۔ (سر جھکا کر سوچ میں) میرے گھر والے ۔ ۔ ۔ میری اپنی بہن ۔ ۔ ۔ میرا بہنوئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور محمدؐ کے ساتھی ۔ ۔ ۔ ۔ جاں نثار رفیق ۔ ۔ نہیں ہو سکتا ۔ ۔ ۔ کبھی نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ابھی جاتا ہوں ۔

"نعیم کو راستے ہی میں چھوڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے بہن کے گھر کی طرف جاتے ہیں"

سیرت ابن ہشام، صفحہ ۱۱۹
تاریخ طبری
زادالمعاد

بائیسواں منظر

• فاطمہ بنت خطاب کا گھر . . . خباب بن الارت (نو مسلم صحابی) قرآن کے اوراق سامنے رکھے ہوئے (قرآن اس وقت تک جمع نہیں ہوا تھا) فاطمہ اور ان کے شوہر سے پڑھ رہے ہیں۔

خبابؓ (بآواز بلند) طٰهٰ ؕ ما انزلنا علیك القرآن لتشقیٰ۔ الا تذکرۃ لمن یخشیٰ ــــ تنزیلا ممن خلق الارض والسموات العلیٰ۔ الرحمٰن علی العرش استویٰ . . . لهٗ ما فی السموات وما فی الارض وما بینهما وما تحت الثریٰ (آواز میں رقت اور سوز بڑھتا جا رہا ہے) وان تجهر بالقول فانه یعلم السر واخفیٰ ــــ اللّٰه لا اله الا هو له الاسماء الحسنیٰ۔

عمرؓ۔ (دور سے آواز پر کان لگاتے ہوئے تیز تیز آ رہے ہیں۔)

سعیدؓ۔ (دروازے کی طرف دیکھتے ہیں) خاموش . . . ! ذرا ٹھہرو، خباب! مجھے عمر کی آہٹ محسوس ہو رہی ہے۔

خبابؓ۔ (لرز کر اٹھتے ہوئے) کہیں انھوں نے میری آواز تو نہیں سن لی . . ؟

فاطمہؓ۔ یہ اوراق مجھے دے دو اور تم جا کر کوٹھڑی میں چھپ جاؤ۔

عمر۔ (بے دھڑک اندر آ کر) بتاؤ میں نے یہ کس کی آواز سنی تھی . . ؟ یہ کیا تھا . . . ؟

فاطمہؓ۔ (سہمی ہوئی بیٹھی ہیں۔)

سعیدؓ۔ کہاں ـــــ کیسی آواز ـــــ کچھ بھی تو نہیں ہوا۔

عمرؓ۔ (غصے میں) نہیں بتاتے . . . ؟ بولو، نہیں بتاؤ گے ـــ ؟ (آگے بڑھتے جا رہے ہیں) میں نے سُنا ہے تم لوگ بھی مسلمان ہو گئے ہو نادان ـــ بے وقوف ـــ بتاتے ہو یا نہیں . . . ؟

(بہنوئی کو پکڑ لیتے ہیں)

فاطمہ۔ (شوہر کو بچانے کے لیے اُٹھتی ہیں) بھیا ـــ! انھیں چھوڑ دو . . عمر! یہ کیا ستم ہے . . . ہم نے تمھارا کیا بگاڑا ہے . . ؟

عمرؓ۔ (بہن کی طرف جا کر) اچھا، تو یہ بات ہے۔ تم کہاں جاؤ گی . . . ؟ (پکڑ کر مارتے ہیں اور زخمی کر دیتے ہیں)

سعید و فاطمہ۔ (بہ یک آواز ہمت و جرأت سے) عمر، واللہ، تم نادان ہو۔ ہاں ہم دونوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آئے ہیں . . . . کرو، اب تم کیا کرتے ہو

عمر۔ (بہن کے سر سے خون بہتا دیکھ کر دل پر اثر ہوتا ہے، پھر نرمی سے) واقعی تم لوگ مسلمان ہو گئے ؟

فاطمہ۔ (قرآن کے اوراق اٹھا کر جاتے ہوئے) ہاں۔

عمرؓ۔ یہ اوراق کیسے ہیں . . . یہی پڑھ رہے تھے تم لوگ ؟

فاطمہ۔ (رُک کر) ہاں، یہی ـــ!

عمرؓ۔ ذرا مجھے دو بہنا، میں بھی تو دیکھوں محمدؐ کیا پیغام لایا ہے۔

فاطمہؓ۔ نہیں، نہیں تم سے خطرہ ہے کہیں تم ۔ ۔ ۔ اسے ۔ ۔ ۔ ؟

عمرؓ۔ ڈرو نہیں، لات کی قسم، میں دیکھ کر تمہیں اسی طرح واپس کر دونگا۔

فاطمہ۔ لیکن تم تو نجاست کفر میں آلودہ ہو۔ اس پاک کلام کو تو صرف پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ تمہیں دیکھنا ہی ہے تو نہا کر آجاؤ۔

عمر۔ یہ بھی سہی۔ (نہانے جاتے ہیں)

سعید۔ (بیوی سے) کیا تمہیں امید ہے کہ عمر اسلام قبول کر لیں گے ۔ ۔ ؟

فاطمہ۔ ہاں، کوئی تعجب نہیں کہ خدا اسے بھی ہدایت دے دے۔

خباب۔ (کوٹھڑی کے دروازے سے سر نکال کر) کیا تم لوگ مجھے باہر تک پہنچا دو گے؟

سعید۔ نہیں، ابھی ٹھہر جاؤ ۔ ۔ ذرا دیکھنا ہے عمر کا معاملہ کیا رنگ اختیار کرتا ہے۔ اس وقت اگر ہم نے تمہیں نکالا تو تم جانو، ہم تمہارے ذمہ دار نہیں ۔ ۔ ۔ کون جانے وہ تمہیں دیکھ کر بھی ہمارا سا حشر کرے۔

فاطمہ۔ (عمر کو واپس آتا دیکھ رہی ہیں، خاموش ہو جاتی ہیں۔ عمر واپس آتے ہیں)

عمرؓ۔ (اشتیاق سے) لاؤ فاطمہ! اب دو مجھے وہ اوراق کہاں ہیں؟

فاطمہ۔ پاک ہو گئے؟

عمرؓ۔ ابھی نہا کر تو آرہا ہوں۔

فاطمہ۔ (پڑھا کر) لو، پڑھو ۔ ۔ ۔

عمرؓ۔ (ورق اٹھاتے ہی ان آیات پر نظر پڑتی ہے پڑھتے ہیں) اللہ لا الٰہ الا ھو لہ الاسماء الحسنیٰ وھل اتاک حدیث موسیٰ اذ رأی

ناراً فقال لاھلہٖ امکثوا انی آنست ناراً لعلی اٰتیکم منھا بقبس او اجد علی النار ھدیٰ۔ فلما اتاھا نودی یا موسیٰ انی انا ربك الاعلیٰ۔ فاخلع نعلیك انك بالواد المقدس طوی ..... پرجوش لہجہ میں .... خوب .... بہت خوب ....

(فاطمہؓ اور سعیدؓ ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہیں۔ عمرؓ کی آواز میں رقت و سوز امید افزا معلوم ہوتا ہے۔)

خباب۔ (کوٹھڑی میں چھپے کھڑے تھے۔ عمر کی درد بھری آواز سن کر بے اختیار باہر نکل آتے ہیں۔) عمر! واللہ مجھے یقین ہے کہ اللہ نے اپنے نبی کریمؐ کی دعا سے تمھیں اسلام کی اشاعت کے لیے منتخب کر لیا ہے۔ کل ہی میں نے رسول اللہ (صلعم) کو یہ فرماتے سنا تھا کہ: اللھم اید الاسلام والمسلمین بابی الحکم بن ھشام او بعمر بن الخطاب۔

عمرؓ۔ (حیرت سے) واقعی ..... ؟

خبابؓ۔ ہاں، ہاں، عمر! واللہ میں سچ کہہ رہا ہوں۔

عمرؓ۔ (غیر معمولی طاقت سے سر اٹھاتے ہوتے) بتاؤ خباب! محمدؐ کہاں ملیں گے۔ میں ان کی خدمت میں جا کر اسلام لاؤں گا۔

خبابؓ۔ اس وقت تو وہ ..... غالباً صفا کے پاس اپنے رفقاء کے ساتھ تشریف فرما ہوں گے۔

عمرؓ۔ اسی بے نیازی سے تلوار گلے میں ڈالے ہوتے کلام الٰہی کی تاثیر اور رسولؐ اللہ کے تصور میں غرق چلے جا رہے ہیں۔"

سیرت ابن ہشام، جلد اوّل، صفحہ ۱۱۹، ۱۲۲

تیئسواں منظر

"کوہ صفا کے قریب محسن انسانیت رسول اللہ (صلعم) اپنے
اصحاب کے ساتھ مصروف گفتگو ہیں"
(دروازے پر دستک ہوتی ہے۔)

ابوبکرؓ۔ دستک کون دے رہا ہے؟
حمزہؓ۔ کوئی جاکر روزن میں سے دیکھ آئے۔
علیؓ۔ (دروازے تک جاکر دیکھتے ہیں اور سہمے ہوئے واپس آتے ہیں)
یارسول اللہ! عمر بن الخطاب ہے اور اس کے پہلو میں برہنہ تلوار بھی نظر آرہی ہے۔
ابوبکرؓ۔ (ڈرتے ہوئے) خدایا! ہمیں عمر کے شر سے محفوظ رکھنا۔
محمدؐ۔ (باوقار انداز میں سوچتے ہوئے) عمر ۔۔؟ ابن الخطاب ۔۔؟
حمزہؓ۔ یارسول اللہ! عمر کو اندر آنے کی اجازت مرحمت فرما دیجیے۔ اگر وہ
نیک ارادے سے آیا ہے تو خیر ورنہ ہم اسی کی تلوار سے اسی کا سر
قلم کر دیں گے۔
محمدؐ۔ اجازت ہے، کھول دو دروازہ ۔۔!
علیؓ۔ (علیؓ بن ابی طالب دروازہ کھولتے ہیں اور عمر ان کے ساتھ ہی اندر آکر
اور خاموشی سے سب کا جائزہ لیتے ہیں۔)
محمدؐ۔ (خود اٹھ کر عمر کے پاس جاتے ہیں اور ان کی چادر پکڑ کر اپنی طرف کرتے

ہوئے انھیں سینے سے لگا لیتے ہیں۔) عمر! سچ بتانا، کس مقصد سے آئے
میرا تو خیال تھا کہ تم پر جب تک خدا عذاب نہ نازل کرے گا تم اپنی
حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے۔

عمر - (پشیمان و آبدیدہ ہیں) یا رسول اللہ! میں اسلام لانا چاہتا ہوں۔

محمدؐ - (بہت خوش ہو کر) اللہ اکبر . . . اللہ اکبر

ابو بکرؓ - عمر اسلام لانا چاہتا ہے؟

عمرؓ - لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

علیؓ - (خوشی سے بے تاب ہو کر) بھائیو! خدا کا شکر ہے کہ عمرؓ نے اسلام
قبول کر لیا۔ ان کا اسلام پرچم توحید کی سربلندی و عظمت کی نشانی ہے

عثمانؓ - عمرؓ کا اسلام لانا مسلمانوں کے لیے باعث فخر و عزت افزائی ہے

ابو بکرؓ - اب تم رسول اللہ (حمزہؓ) اور یہ عمرؓ دونوں مل کر نبی کریم کی حمایت
کریں گے اور اپنے رب کا پورا پورا حق ادا کریں گے۔

علیؓ - عمرؓ کی بہادری، عمرؓ کا دبدبہ سب جانتے ہیں۔

محمدؐ - (عمرؓ کے سینے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے) خدا کا شکر ہے عمرؓ! کہ تم اسلام
لے آئے۔ کل ہی میں نے دعا کی تھی کہ:

"الہ العالمین! ابو الحکم ابن ہشام یا عمر بن الخطاب کو ہدایت دے کر
اسلام کی مدد اور اعلاء کلمۃ الحق کے لیے آمادہ کر دے"

میری دعا ہے کہ خدا تمھیں راہِ حق پر ثابت قدم رکھے

صحابہ کرام و عمرؓ - آمین ——— یا رب العالمین!

سیرت ابن ہشام، جلد اول، صفحہ ۱۲۰، ۲۱

۷

چھیالیسواں منظر

(چند مشرکین مکہ ابو جہل کے مکان کے سامنے جمع ہیں۔
عمرؓ بن الخطاب اپنی مخصوص شان سے تلوار گلے میں ڈالے
ہوئے وہاں پہنچتے ہیں۔)

عمرؓ۔ فرزندانِ قریش! تم میں سب سے زیادہ پروپیگنڈا کرنے والا کون ہے؟

قریش۔ (سامنے سے آنے والے شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہ شخص جو ادھر ہی آ رہا ہے۔

عمرؓ۔ (ادھر دیکھ رہے ہیں) کون ۔۔۔۔ یہ جمیل بن معمر ۔۔۔؟

قریش۔ ہاں۔

عمرؓ۔ جمیل! ادھر آؤ میری بات سنو ۔۔۔ تم نے کوئی نئی خبر ضرور سنی ہو گی؟

جمیل۔ (افسردہ لہجے میں) کیسی خبر؟ کیا ہو گیا ۔۔۔؟

عمرؓ۔ (متبسم اطمینان سے) یہی کہ میں نے بھی اسلام قبول کر لیا اور محمدؐ کا رفیق بن گیا ۔۔!

جمیل۔ پھر مجھے کیا ۔۔۔ (بے پروائی سے آگے بڑھ جاتا ہے۔)

قریش۔ (حیرت زدہ ہیں) عمر! کیا کر رہے ہو تم ۔۔۔ کیا تم بھی ۔۔۔؟

عمرؓ۔ تو کیا مذاق کر رہا ہوں ۔۔۔؟ فرزندانِ قریش! اگر اس محفل میں اس وقت تم میں سے کوئی میری بات کا جواب نہیں دے سکتا تو تم مجھے اپنے

کسی ایسے شخص کا نام اور پتا بتاؤ جو عرب بھر میں محمدؐ کا سب سے بڑا دشمن ہو۔ اسلام کا سخت ترین مخالف ہو۔ میں اسے بتانا چاہتا ہوں میں بھی مسلمان ہو گیا۔

قریش۔ ابوالحکم بن ہشام (ابوجہل)!

عمرؓ۔ "مجمع پر حقارت کی نظر ڈالتے ہوئے قریب ہی ابوجہل کے مکان پر جاتے ہیں اور دروازے پر دستک دیتے ہیں) ابوالحکم ۔۔۔! اے ابن ہشام! ... دروازہ کھولو ...!

ابوجہل۔ (دروازہ کھولتے ہوئے) خوش آمدید ... آؤ، آؤ، میرے بھتیجے عزیز من! کیونکر آنا ہوا؟

عمرؓ۔ (اطمینان سے) تمھیں ایک خوش خبری سنانے آیا ہوں۔

ابوجہل۔ (اشتیاق سے) کیا۔ کیا، جلد بتاؤ۔

عمرؓ۔ (جرأت سے) یہ کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آیا اور اللہ کے پیغام کی ...

ابوجہل۔ (غصے میں عمرؓ کو دہلیز ہی پر چھوڑ کر دروازہ بند کرتے ہوئے) تمھیں اور تمھارے ایمان کو غارت کرے

عمرؓ۔ "ہنستے ہوئے واپس چلے آتے ہیں۔ اچانک کعبے کی طرف سے ابن معمر کی آواز بلند ہوتی سنائی دیتی ہے جو کعبے کی چھت پر کھڑا اعلان کر رہا ہے"

جمیل۔ فرزندانِ قریش! ... ایک اہم خبر سنو ... سنو لوگو! عمر بن الخطاب

بھی گمراہ ہو گیا۔ بھائیو! عمر اپنے دین سے پھر گیا۔

عمرؓ۔ (یہ اعلان غور سے سنکر، لیتی ہیں ... میں گمراہ ہو گیا ... غلط ہے۔ واللہ بالکل جھوٹ ... بکواس کرتا ہے۔ ہونہہ! وہ جانے کیا، میں نے اسلام قبول کیا ہے اور ایمان کی حلاوت ....؟ میں نے یہ یقین کیا اور اس کی شہادت دی کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول برحق ہیں۔ بھلا یہ کونسی بری بات ہے .. لیکن ... یہ لوگ .... اس کی لذت سے نا آشنا ہیں ... بدنصیب ...!!

(آگے بڑھتے جا رہے ہیں)

قریش۔ (یکبارگی دوڑ کر) مار ڈالو عمرؓ کو، یہ گمراہ ہو گیا ہے۔

عمرؓ (تلوار سونت کر) خبردار! جو بھی آگے بڑھے گا یاد رکھو یہ تلوار اس کا سر قلم کر دے گی۔!

عقبہ اور ابوجہل۔ قریش کے بہادرو! اس کی دھمکیوں میں مت آؤ۔ مقابلہ کرو اور ختم کر دو۔

سارا مجمع بیک وقت حضرت عمرؓ پر ٹوٹ پڑتا ہے اور وہ بڑی ہمت و بہادری سے تنہا مقابلہ کرتے ہیں آخر تھک کر بیٹھ جاتے ہیں۔

لو، تمہارا جو جی چاہے کر لو۔ میں اس وقت تنہا ہوں لیکن واللہ اگر تمہارے ایک ہزار آدمیوں میں ہمارے تین سو مجاہد بھی ہوتے تو اسلام و کفر کی فتح و شکست کا نظارہ قابل دید ہوتا۔

عاص بن وائل۔ (اتفاقاً موقع واردات پر پہنچتے ہیں اور عمرؓ کو سب میں گھرا ہوا

دیکھ کر) کیا معاملہ ہے... آخر بتاؤ تو... یہ قصہ کیا ہے؟

عقبہ۔ (حیرت سے) تمھیں نہیں معلوم؟ عمر گمراہ ہو گیا۔ اس نے اپنا دین چھوڑ کر محمدؐ کا دین اختیار کر لیا ہے۔

عاص۔ تو پھر تمھیں کیا ــــ؟ ہر شخص اپنی مرضی کا مختار ہوتا ہے اس نے اس میں اپنی بہتری سمجھی ہوگی ــــ تم کو کیا غرض.. ؟

قریش۔ (ملامت بھیں کر) لات کی قسم ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

عاص۔ تو پھر سمجھتے ہو، بنی عدی بن کعب آسانی سے اپنے جگر گوشے کو تمھارے انتقام کی نذر کر دیں گے ــــ؟ چھوڑو اسے کیوں ستاتے ہو ــــ (عمرؓ کی طرف دیکھ کر) اٹھو عمرؓ! میرے ساتھ چلو۔ (دونوں جاتے ہیں۔ قریش وہیں جمع)

قریش۔ (سامنے آنے والے اجنبی کو غور سے دیکھتے ہوئے) دیکھنا۔ یہ کون ہے؟

ابو البختری۔ (غور سے دیکھ کر پہچان لیتا ہے) یہ... ایک پردیسی سوداگر ہے جو اپنا اونٹ لے کر مکہ آیا تھا، ابو جہل نے اس سے اونٹ تو لے لیا تھا لیکن قیمت اب تک نہیں دی۔

سوداگر۔ (قریب آ کر) فرزندانِ قریش! تم میں سے کون مجھے ابو الحکم تک پہنچا سکتا ہے؟ میں ایک پردیسی مسافر ہوں۔ ابو الحکم سے خیرات نہیں اپنا حق لینا چاہتا ہوں۔

قریش۔ (خاموشی سے دیکھتے ہوئے) خاموش رہو۔ ٹھہر جاؤ... محمدؐ آ رہا ہے وہ دیکھو... !

اُمیّہ۔ (کچھ سوچ کر) سوداگر! تمھیں کسی ایسے شخص کی تلاش ہے تا جو ابو جہل کی ذمہ داری سے تمھارا حق تمھیں دلوا دے؟

سوداگر ۔ سر کھجاتے ہوئے ، ہاں ۔۔۔ ہاں خدا تمھارا بھلا کرے !

ابوالحکم اندر جاتا ہے اور رسول اللہؐ واپس تشریف لے جاتے ہیں ۔"

سوداگر ۔ (خوش خوش اسی جگہ واپس آتا ہے جہاں وہ قریش سے ملا تھا) خدا اس شخص کا بھلا کرے ۔ اس نے مجھے میرا حق دلوا دیا ۔ (واپس چلا جاتا ہے)

رئیش ۔ (حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں گویا ان کا خون خشک ہوگیا یا ان پر اوس پڑ گئی ہے) دیکھا تم نے ؟

لبیہ ۔ یہ تو معجزہ ہوا ۔ کمال ہے ابوالحکم کے دروازے سے اور محمدؐ زندہ سلامت واپس آجاتے ۔۔۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس کے دستک دیتے ہی ابوالحکم باہر نکلتا اور ۔۔۔ محمدؐ کی روح پرواز کر جاتی ۔

ابوالحکم ۔ (ڈرتا ، لرزتا ، سہما ہوا مجمع کی طرف آتا ہے)

قریش ۔ ارے تجھ پر خدا کی مار ، ہمارے سامنے مت آ ۔۔۔ تجھے کیا ہوا تھا ۔۔۔ لات کی قسم ، ہمیں تجھ سے ایسی امید نہ تھی ۔۔۔ یہ کیا غضب کیا بد بخت !

ابوالحکم ۔ (رک رک کر) ارے میری بھی تو سنو ۔ تمھارا برا ہو ، اپنی ہی کہے جاتے ہو ۔ لات کی قسم ہوا یہ کہ محمدؐ نے میرے دروازے پر جونہی دستک دی اور میں نے پوچھا ، کون ہے ؟ جواب دیا "محمدؐ" میرے تو اس کی آواز ہی سنتے اوسان خطا ہو گئے ۔ اور جب میں نے دروازہ کھولا تو وہ سوداگر کے ساتھ میرے سامنے کھڑا تھا ۔۔۔ مجھ پر عجیب خوف طاری تھا ۔۔۔ تمھیں یقین نہیں آئے گا مگر لات کی قسم ، میں سچ کہہ رہا ہوں کہ کسی غیر مرئی قوت کی ہیبت نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں سوداگر کو اس کی قیمت ادا کر دوں ۔

سیرت ابن ہشام ، جلد ا ، ص ۲۰،۲۱ ، ۲۵

پچیسواں منظر

"محمد رسول اللہ (صلعم) کی تبلیغی سرگرمیاں روز افزوں ہیں۔ معزز افراد میں عمرؓ بن الخطاب کی با اثر شخصیت ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ اب یہ بھی اسلام لے آئے تو مشرکینِ مکہ کی آتشِ غیظ و غضب اور بھی بھڑک اٹھی۔ انھیں اس بات کا بھی علم ہے کہ ابوطالب صاحبِ فراش ہیں۔ مشرکین بہر حال ان کی بزرگی کا پاس کرتے تھے، چنانچہ تیسری بار پھر قریش کے "ذی مرتبت افراد پر مشتمل کمیٹی ابوطالب کے پاس جانے کا ارادہ کرتی ہے"

اُمیّہ۔ سُنا ہے ابوطالب بیمار ہیں۔

ابوسفیان۔ ہاں پلنگ سے لگ گئے ہیں۔

ابن ہشام۔ عمر کا تقاضا یہی ہے۔

ابوسفیان۔ کاش! یہ اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیتے ... کیا اچھا ہوتا۔

ولید۔ ہمیں یہی تو خوف ہے کہ اس ضعیف العمر بزرگ کے بعد اگر ہم محمدؐ کا ... فیصلہ کیا تو لوگ ہمیں طعنہ دیں گے کہ سردارانِ قریش اس کے چچا کی زندگی میں تو اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے لیکن ان کی آنکھ ہوتے ہی محمدؐ کو تنہا پاکر ستا رہے ہیں۔

اَبُوسفیان ۔ ہاں، اس وقت کو غنیمت جان کر ابوطالب کے پاس جانا
چاہیے ۔ اور یہ ہماری ان سے آخری گفتگو ہوگی ۔

اُمیّہ ۔ کہنا کیا ہے؟

ابن ہشام ۔ یہی کہ اپنے لختِ جگر کو سمجھا دو کہ وہ ہمارے معبودوں کو
باطل قرار دینا چھوڑ دے ۔ اور اپنی جگہ بیٹھ کر وہ اپنے رب
کی عبادت کرتا رہے ۔ ہم بھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے ۔
وہ ہمارے دینی معاملات میں دخل اندازی نہ کرے ۔

اُمیّہ ۔ خیر، یہ تو ہوتا رہے گا ۔ پہلے مطلب کو بھیج کر ابو طالب کو مطلع کر دو ۔

اَبُوسفیان ۔ ہاں، اٹھو ۔

(سب مل کر باقاعدہ وفد کی شکل میں روانہ ہو جاتے ہیں ۔)

سیرت ابن ہشام، جلد اوّل، صفحہ ۱۴۵
تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۶۷، ۶۸

اضافۂ جدید از :۔ عطیہ

چھبیسواں منظر

"ابو طالب بستر مرگ پر"

ابو طالب۔ (نحیف آواز میں) آہ ... ! پانی ... پانی ... !

عباس بن عبدالمطلب۔ (فوراً پانی پلاتے ہیں اور سامنے نظر ڈالتے ہیں) کچھ لوگ ادھر آ رہے ہیں۔

ابو طالب۔ کون ہیں؟

عباس۔ (مطلب سامنے آ جاتا ہے) کیوں مطلب! کس طرح آئے؟

مطلب۔ (قریب آ کر آہستہ سے) سرداران قریش شیخ (ابو طالب) سے ملنا چاہتے ہیں۔

ابو طالب۔ اچھا ہے .. آنے دو انھیں۔

عباس۔ جاؤ، اندر بلا لاؤ۔ (بھائی سے) بھیا! کیا چاہتے ہیں لوگ؟

ابو طالب۔ وہی محمدؐ کا مسئلہ ہوگا اور کیا؟

عباس۔ لیکن آپ کو تو اتنی باتیں نہیں کرنی چاہییں۔

ابو طالب۔ (ہمت سے کام لے کر) جب تک زندہ ہوں، محمدؐ کی حمایت کرتا رہونگا۔۔ (آبدیدہ ہو کر) زندگی کی آخری رمق تک اپنے لختِ جگر کی مدد کروں گا۔

ابوجہل۔ (سب کی قیادت کرتا ہوا اندر آتا ہے) کہو عباس! کیا حال ہے؟

عباس۔ (اشارے سے) نرمی سے بات کرنا ... حالت خراب ہے۔

ابوجہل۔ (بستر کے پاس جا کر ادب سے دو زانو ہو کر بیٹھ جاتا ہے) بھیا .. ساری قوم تمھیں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے ... ہر چھوٹا بڑا

تمہارا احترام کرتا ہے... ہمیں جو اندیشہ تھا وہ وقت... قریب آپہنچا... اور تم نے اپنے بھتیجے کا کوئی فیصلہ نہیں کیا.. تم اپنی زندگی میں اس کا فیصلہ کر دو تو اچھا ہے تاکہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ ہو اور سب اطمینان سے زندگی بسر کریں۔

ابوطالب۔ اب مطلب کیا ہے تمہارا...؟

ابوجہل۔ ہم تم سے انصاف چاہتے ہیں... تم محمدؐ کو سمجھا دو کہ وہ اب بھی اپنی سرگرمیوں سے باز آجائے اور ہمارے مقدس معبودوں کی توہین کرنا چھوڑ دے۔ ہم بھی پھر اسے نہیں چھیڑیں گے... وہ جانے اور اس کا خدا جانے۔

عباس۔ ٹھہرو، میں محمدؐ کو بلواتا ہوں۔

ابوجہل۔ ہاں، یہ مناسب ہے۔

(محمد (صلعم) باوقار انداز میں تشریف لاتے ہیں)

ابوطالب۔ (محبت اور شفقت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے) جانِ عم!... یہ تمہاری قوم کے معزز افراد تم سے انصاف کے خواہاں ہیں۔

محمدؐ۔ کیا مطالبہ ہے ان کا؟

عباس۔ یہ چاہتے ہیں کہ تم ان کے معبودوں کو باطل قرار دینا اور ان کی توہین و تذلیل کرنا چھوڑ دو تو یہ بھی تم سے کچھ نہیں کہیں گے... پھر تم جس طرح چاہنا، اپنے رب کی عبادت کرتے رہنا...

محمدؐ۔ (ابوطالب سے) چچا جان . . . ! میں انھیں اس سے اچھی بات نہ بتا دوں ؟

ابوطالب۔ کیا ۔ ؟

محمدؐ۔ یہ مجھے صرف ایک کلمہ دے دیں کلمۃ تعطونیھا تملکون بھا العرب وتدین بھا العجم ۔ !

ابوجہل۔ (اچھل کر) . . . ارے ایک نہیں دس کلمے لے لو، تمھاری جان کی قسم

محمدؐ۔ تقولون لا الٰہ الا اللہ وتخلعون من دونہ (صحیح مسلم) تم ایک کلمہ مجھے دے دو (اقرار کر لو) تو اس کے بعد عرب تمھارے زیر فرمان اور عجم تمھارے زیر نگین ہو جائے گا۔ وہ یہ کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے سوا تمام بتوں کی بندگی اور غلامی کا طوق گردنوں سے اتار پھینکو . . .

ابوجہل۔ (غصے میں) کیا خوب . . . یہ تو کبھی نہیں ہو گا . . . ہرگز نہیں۔

ابوسفیان۔ قیامت تک نہیں۔

اُمیّہ۔ یہی نہیں ہو گا، اس کے سوا تم جو کہو، ہم مان لیں گے۔

محمدؐ۔ اگر تم لوگ آفتاب اور ماہتاب لا کر بھی میرے ہاتھوں میں رکھ دو تو بھی میں اس کے سوا کچھ نہیں کہوں گا۔ واللہ سب سے بڑی بات ہے اور میرا تم سے یہی ایک سوال ہے۔

"سب غصے اور جوش میں کھڑے ہو جاتے ہیں"

اجعل الآلھۃ الٰھا واحدا ان ھذا لشیء عجاب۔ وانطلق

منهم ان امشوا واصبروا علیٰ الهتكم ان هٰذا لشيٌ يراد -
ما سمعنا بهٰذا فی الملة الاخرة ان هٰذا الا اختلاق (سورہ ص
پارہ ۲۳- قرآن)، اس نے تمام خداؤں (معبودوں) کا ایک معبود
بنایا ہے۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہوئی اور ان کے سردار یہ کہتے ہوئے
اٹھ کھڑے ہوتے کہ چلو، اپنے معبودوں پر جمے رہو۔ بے شک اسی
میں کوئی غرض ہے۔ اس سے پہلے تو (پچھلے دین میں) یہ بات ہم نے
نہیں سنی تھی۔۔ سراسر یہ اپنی طرف سے بنائی ہوئی بات ہے۔

بل هم فی شك من ذكری بل لما یذوقوا العذاب، بلکہ انھیں
تو میری نصیحت میں بھی شک ہے۔ بلکہ ابھی انھوں نے میرا عذاب
نہیں دیکھا (چکھا) ہے۔" (القرآن)

اُمیّہ - محمدؐ -! تمھاری تمام باتیں نرالی ہوتی ہیں، گویا تم تمام معبودوں کا
ایک (الٰہ) بنانا چاہتے ہو؟ (اس زمانے میں کعبہ تین سو ساٹھ بتوں
کا مسکن تھا۔)

ابوسفیان (صبر کا دامن چھوٹ جاتا ہے) ساتھیو! اٹھو... لات کی قسم،
یہ اس کے سوا کچھ نہیں کرے گا۔

عُتبہ - ہاں، چلو، چلو۔ اسے تو بس یہی باتیں بنانی آتی ہیں ... ہمیں اپنے
ہی معبودوں سے وابستہ رہنا چاہیے۔

(سب اٹھ کر غصے میں واپس جاتے ہیں۔ ابوجہل اور عبداللہ ابن
مغیرہ بیٹھے ہیں)۔

ابُوطالب۔ (نحیف آواز میں) لختِ جگر! تم نے ... ان سے ... کوئی بڑی بات نہیں ... کہی ... آہ ... ! ... آہ ... !

محمدؐ۔ (پُرامید ہو کر) چچا جان! آپ اس کلمۂ توحید کا اقرار کر لیجیے تو قیامت کے دن آپ کی شفاعت کا حق ہو جائے گا۔

ابوجہل۔ ابُوطالب! کیا تم اس عالم ... میں اپنے آبائی دین سے پھر جاؤ گے

عبداللہ۔ یا ابا طالب! اترغب عن ملة عبد المطلب ... ؟

ابُوطالب۔ جانِ عم! اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میرے اس وقت ... اقرارِ توحید ... کو قریش موت کا ڈر ... سمجھیں گے۔ اور مجھے طعنہ دیں گے ... تو میں ضرور ایمان لے آتا ... اب کیا محض تمہیں ... خوش کرنے کے لیے کہوں ... ؟

وحی۔ انّك لا تهدی من احببت ولكن الله يهدی من يشاء۔[1]

(سورۂ قصص۔ القرآن)

محمدؐ۔ (مایوس و غمگین ہیں)۔

ابُوطالب۔ (سانس اکھڑنے لگتی ہے اور موت قریب تر) علی ... مد

---

[1] اس آیت کی تفسیر میں جو ابن کثیر (مطبوعہ مصر) میں مرقوم ہے۔ ہم اختصار سے لکھتے ہیں۔ وقد ثبت فی الصحیحین انها نزلت فی ابی طالب عم رسول الله صلی الله علیه وسلم وقد کان یحوطه وینصره ویحبه حبًّا شدیدًا لا شرعیًّا بل طبعیًّا فلما حضرته الوفاة وحان اجله

(باقی ص ۱۶۹ پر)

... عبد المطلب ....."

عباس - (ہونٹ ہلتے ہوتے دیکھ کر کان لگاتے ہیں) محمدؐ - ! بھائی کے آخری الفاظ وہی معلوم ہوتے ہیں جو تم چاہ رہے تھے - !

محمدؐ - لیکن میں نے تو نہیں سنے -

ابو طالب - (آنکھیں پتھرا جاتی ہیں اور روح پرواز کر جاتی ہے -)

عباس - ہائے ! بھائی چل بسے - آہ - بھیا - !

ابوجہل - آہ ! بھائی ..... رخصت ہو گئے -

محمدؐ - آہ - ! چچا جان ! میرے مشفق بزرگ ! آپ میرے حمایتی اور مربّی و محسن تھے - جب تک مجھے منع نہ کیا جائے ، مَیں آپ کے لیے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا - واللہ لاستغفرن لك ما لم انه عنك - (حدیث)

وحی - ما كان للنبي والذين امنوا ان يستغفروا للمشركين و لو كانوا اولى قربى - القرآن

(بقیہ حاشیہ ص۱۶۸) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أي عم ! قل لا اله الا الله اشهد لك بها يوم القيامة وقال ابوجهل وامية اترغب عن ملة عبد المطلب - يا ابا طالب ; فلم يزل رسول الله صلى الله عليه وسلم يعرضها عليه ويعودان له تلك المقالة حتى كان آخر ما قال على ملة عبد المطلب - يعني ابى ان يقول لا اله الا الله .. الخ - (حطبیہ)

دست اشک بار ہیں۔ حضورِ اقدس بے حد غمگین و افسردہ ہیں
ابوطالب کی وفات کی خبر آناً فاناً بجلی کی طرح عرب بھر میں پھیل
جاتی ہے ؎۔

؎ سیرت ابن ہشام، جلد اوّل، صفحہ ۴۵، ۴۶
تاریخ طبری " "

ستائیسواں منظر

"مکہ میں ـــــ کاشانۂ نبوی"

(ہجرت سے تین سال قبل)

بلالؓ۔ (بہت غمگین اندر آتے ہوئے) افسوس۔ افسوس ... ہم تباہ ہو گئے۔

لونڈی۔ کیوں بلالؓ! خدا خیر کرے، کیا ہوا؟

بلالؓ۔ ان ظالموں سے خدا سمجھے ـــ!

لونڈی۔ آخر کچھ بتاؤ بھی تو ...؟

بلالؓ۔ ان بدبختوں نے کسی بے وقوف آدمی کو ورغلا کر رسول اللہؐ کے سر مبارک پر مٹی ڈالنے کے لیے تیار کر لیا اور اس نے حضورؐ کی شان میں یہ گستاخی کر ڈالی۔

لونڈی۔ افسوس ـــ آہ! ابوطالب ... تم نہ ہوتے ....

بلالؓ۔ ہائے ابوطالب! اب کون رسولؐ اللہ کی حمایت کرے گا؟ آہ! تمھاری آنکھیں کیا بند ہوئیں کہ قریش کے لیے راستہ صاف ہو گیا ....

لونڈی۔ خاموش رہو بلالؓ! اب یہ آہ و زاری بند کرو، کہیں امّ المومنین نہ سُن لیں۔ آج ان کی طبیعت ناساز ہے۔

بلالؓ: بیمار ہیں . . . . ام المومنین . . . !

لونڈی ۔ (فاطمہؓ بنت رسولؐ اللہ کو اندر آتے دیکھ کر) خاموش ہوجہ

بلالؓ!

محمدؐ ۔ (تشریف لاتے ہیں۔ سرِ اقدس پر اب بھی مٹی نظر آ رہی ہے۔)

فاطمہؓ ۔ ابا جان! یہ کس بدبخت کی حرکت ہے؟

محمدؐ ۔ خاموش رہو بیٹی . . . . تم فکر نہ کرو۔

فاطمہؓ ۔ قریش ہی کی گستاخی ہے۔

محمدؐ ۔ واللہ، چچا جان کی زندگی میں ان کی اتنی مجال نہ ہوتی!

فاطمہؓ ۔ ہائے ابّا جان . . . . (روتی ہیں)

محمدؐ ۔ نہیں، صبر کرو بیٹی! خدا تمھارے باپ کی مدد کرے گا۔

فاطمہؓ ۔ (پانی لاکر سرِ اقدس کو دھو کر صاف کرتی ہیں۔)

ابن ہشام صفحہ ۱۴۵ ۔ ماجری بعد وفاۃ ابی طالب

اٹھائیسواں منظر

"مکہ کے راستے میں ـــــ ابوسفیان ملتے ہیں"

ابوجہل۔ تمہیں کچھ خبر بھی ہے؟

بوسفیان۔ کیا ـ ؟

بوجہل۔ محمدؐ کی وفادار بیوی خدیجہؓ سخت بیمار ہے۔

بوسفیان۔ بنت خویلد؟

بوجہل۔ ہاں ـــ تھوڑی دیر کی مہمان معلوم ہوتی ہے۔ یہ بھی رخصت ہو جائے گی۔

بوسفیان۔ اور بہت جلد اس کے دوسرے حمایتی بھی خدیجہؓ سے جا ملیں گے۔ میری ایک رائے ہے۔

بوجہل۔ کیا، بتاؤ؟

بوسفیان۔ مکہ کے بازاروں میں جب یہ خرید و فروخت کے لیے آئیں تو میں بیچ بازار میں کھڑے ہو کر اعلان کر دوں کہ اُسے دکان دارو! محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کے لیے ہر چیز گراں کر دو.... انھیں بھیل کا دانہ بھی نہ ملنے پائے ـ تم لوگ میری وفاداری سے واقف ہو ـ میں ایک ذمہ دار و سرمایہ دار شخص ہوں ـ ضمانت دیتا ہوں کہ تمھیں کوئی نقصان نہیں اٹھانا پڑے گا" حتیٰ کہ ان کے

بچے اور یہ خود بھوک سے بلبلا اٹھیں گے اور انھیں خوراک کی جگہ پتھر ملیں گے۔

ابوجہل۔ تجویز تو خوب رہے گی۔

(مختلف سازشیں کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں)

اُنتیسواں منظر

(ام المومنین حضرت خدیجہؓ بستر مرگ پر ——— رسول اللہؐ
اور اہل بیت کرام موجود ہیں۔)

محمدؐ۔ بستر ہی پر تشریف فرما ہیں ——— وہی مانوس آواز آتی ہے۔ سر
اٹھا کر دیکھتے ہیں تو جبریلؑ امین نظر آتے ہیں۔

جبریلؑ۔

محمدؐ۔ خدیجہؓ! جبریلؑ تمہیں خداوند قدوس کا سلام پہنچانے آئے ہیں۔
خدیجہؓ۔ (آنکھیں کھولتے ہوتے نحیف آواز میں) جبریل ——— ؟ اچھا۔۔۔
سلام خدا ہی کے لیے ہے۔ اس پر سلام اور جبریلؑ امین پر سلام۔
محمدؐ۔ (ضبط و تحمل سے) خدیجہؓ! میری وفا شعار رفیقۂ حیات! میں تمہیں
جنت میں ایک بہترین مکان کی خوش خبری دیتا ہوں ——— جو موتیوں
کا بنا ہوا ہوگا ——— یہاں کوئی شور و غل نہیں ہوتا۔
ام المومنینؓ۔ کیسا مکان؟ جنت میں بھی۔۔۔۔ موتی ہوں گے؟
محمدؐ۔ ہاں، لیکن وہ یہاں سے مختلف ایک خاص قسم کے ہوں گے۔
امّ المومنین۔ آہ۔۔۔۔ یا رسولؐ اللہ۔۔۔!
محمدؐ۔ کیا ہے خدیجہؓ؟
امّ المومنین۔ تکلیف۔۔۔ کرب۔۔۔ آہ۔۔۔!

محمدؐ ۔ میری محسن! تم اس عارضی تکلیف سے ہراساں ہو؟ تم جانتی ہو
کہ اللہ ہر تکلیف کا بدلہ دائمی راحت سے دیتا ہے!

ام المومنینؓ ۔ جی ہاں ... اللہ سے .... اچھی ہی امید ہے ۔ آپ
یا رسولؐ ... اللہ ... اللہ .... لا الٰہ .... الا اللہ ..
(نزع کا عالم ہے ۔)

محمدؐ ۔ (بے تابانہ ان پر جھک کر) خدیجہؓ! میری مونس —— ! خدیجہؓ! ..
میری رفیقہ حیات! .... تم بھی ....

ام المومنینؓ ۔ (حضور اقدسؐ پر حسرت بھری نگاہیں ڈالتی ہیں اور روح پرواز
کر جاتی ہے ۔)

محمدؐ ۔ آہ! میری مونس و غمگسار! تم بھی مجھے چھوڑ گئیں؟ رب لا تذرنی
فرداً وانت خیر الوارثین ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

فاطمہؓ ۔ آہ! اماں جان ....

لونڈی ۔ ہائے ۔ سرکار! ...

فاطمہؓ ۔ (رو کر) یا رسول اللہ ... ! اماں جان ...؟

محمدؐ ۔ نہیں بیٹی ... ایسا نہیں کرتے ... صبر کرو ... اللہ تعالیٰ صبر کرنے
والوں کو پسند کرتا ہے اور اجر دیتا ہے ۔

(سر پر دست شفقت پھیرتے ہیں اور خود بھی آبدیدہ ہیں)

سیرت ابن ہشام
آخر مشکوٰۃ المصابیح ۔
مع اضافۂ جدید از عطیہ

دُوسرا باب

پہلا منظر

"طائف میں ——— محمد (صلعم)، سردارانِ ثقیف عبد یالیل، مسعود، حبیب کے ساتھ ——— عتبہ اور شیبہ (ابناء ربیعہ) دونوں بھائی آپس میں باتیں کر رہے ہیں"

عتبہ۔ (حضورؐ کو دیکھ کر) یہ طائف کس مقصد سے آتے ہیں؟

شیبہ۔ سردارانِ ثقیف سے مدد لینے کے لیے۔

عتبہ۔ قریش کے مقابلے میں ——؟

شیبہ۔ ہاں، ابوطالب اور خدیجہؓ کے بعد اب مکہ میں ان کا کوئی مددگار نہیں رہا۔ ان دونوں کا اہلِ مکہ پر اتنا اثر تھا کہ ان کی زندگی میں تو قریش کی اتنی مجال نہ تھی لیکن اب مشرکین انھیں تنہا پاکر بہت ستاتے ہیں۔

عتبہ۔ کیا خیال ہے؟ کیا سردارانِ ثقیف ان کی پشت پناہی پر آمادہ ہو جائیں گے؟

شیبہ۔ ممکن تو ہے لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو پھر انھیں بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا۔

عتبہ۔ شیبہ! دیکھو ۔۔۔ وہ اب اپنا تبلیغی کام شروع کر رہے ہیں۔
شیبہ۔ تنہا ہیں۔ کوئی ان کے ساتھ نہیں آیا۔
محمدؐ۔ (خطبۂ مسنونہ پڑھتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں) سرداران ثقیف! میں
اللہ کا رسولؐ ہوں۔ اس نے مجھے تمہاری رہبری کے لیے بھیجا ہے۔
عتبہ۔ دیکھنا۔ دیکھنا! یہ مسعود بن عمرو ان کی طرف بڑھ رہا ہے۔ سنو تو
کیا کہتا ہے؟
مسعود۔ محمدؐ! میں کعبے کے سامنے اپنی ڈاڑھی منڈانے پر تیار ہوں اگر
تمہیں واقعی خدا نے رسولؐ بنایا ہے۔
شیبہ۔ سنا تم نے؟
عتبہ۔ سنتے جاؤ، دیکھو عبد یالیل کیا جواب دے رہا ہے؟
عبد یالیل۔ خدا کو تمہارے سوا کوئی اور نہ ملا پیغمبری کے لیے ۔۔۔؟ تمہیں تو
سفر کے لیے سواری بھی میسر نہیں ۔۔۔۔۔ اگر اسے بھیجنا ہی تھا تو کسی
سردار یا حاکم کو بنایا ہوتا۔
شیبہ۔ اب یہ لوگ سخت کلامی پر اتر آتے ہیں۔
عتبہ۔ خاموشی سے سنو۔ اب حبیب آگے بڑھا ۔۔۔ یہ تینوں سردار حقیقی
بھائی ہیں۔
حبیب۔ اگر تم خدا کے رسولؐ برحق ہو تو میں تم سے بات کرنے کی
جرأت بھی نہیں کر سکتا اور نہ ایک جھوٹے مدعی نبوت سے مخاطب
ہوتا میں اپنی توہین سمجھتا ہوں۔

محمدؐ - (مایوس ہوکر) بہتر ہوگا کہ تم لوگ اپنی یہ باتیں یہیں ختم کر دو۔
عتبہ - اس کا کیا مطلب ۔۔ ؟
شیبہ - سنو تو سہی ۔۔ !
محمدؐ - ایسا نہ ہو کہ تمھاری یہ درشت کلامی دوسروں کی بھی گمراہی کا باعث
بن جائے۔
عتبہ - دیکھا تم نے ۔۔ ؟ یہ نہیں چاہتے کہ اس ناکامی کی سرگزشت کا ساری
قوم کو علم ہو کیونکہ وہ اور بھی شیر ہو جائیں گے۔
(محمد (صلعم) خراماں خراماں اس طرف تشریف لا رہے ہیں۔)
عتبہ - سنو، سنو، یہ شور و شغب کیسا ہے ؟
شیبہ - دیکھ نہیں رہے ہو ؟ ان کے پیچھے پیچھے ثقیف کے کم سن لڑکے آوازے
کستے ہوئے آرہے ہیں اور پتھر مار رہے ہیں . . . اف گستاخی کی
حد ہے . . . .
عتبہ - ان کا تحمل دیکھو . . . لہولہان ہیں مگر اُف نہیں کرتے . . .
شیبہ - معلوم ہوتا ہے قریش نے ان شریر لڑکوں کو بھڑکا کر بھیجا ہے۔
عتبہ - دیکھنا اب تو ان لوگوں نے انھیں کس بُری طرح گھیرا ہے کہ نکلنا دشوار
ہوگیا۔
شیبہ - معلوم ہوتا ہے وہ ہماری ہی طرف آرہے ہیں۔
عتبہ - اہلِ طائف نے ان سے بہت بُرا سلوک کیا۔
شیبہ - اچھا، تو تمھیں ان سے ہمدردی ہے ؟

عتبہ۔ (سنی اَن سنی کرتے ہوئے) دیکھو تنہائی میں کیا کر رہے ہیں؟
محمدؐ۔ (آسمان کی طرف ملتجیانہ فریادی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے دستِ دُعا اٹھاتے ہیں۔) الیك اشکوا ضعف قوتی وقلة حیلتی و هوانی علی الناس انت ارحم الراحمین ...... انت رب المستضعفین ..... وانت ربی ... الی من تکلنی ....؟ الی بعید یجهمنی ... اوالی عدو ملکته امری؟؟ ان لم یکن غضب فلا اُبالی ولکن عافیتك اوسع لی .... اعوذ بنور وجهك الذی اشرقت له الظلمت ... وصلح علیه امرالدنیا والاخرة من ان ینزل بی غضبك او یحل علی سخطك ــ لك العتبٰی حتی ترضٰی ولاحول ولا قوة الا بك الٰہی ....!

اللہ العالمین! اپنی کمزوری، بے بسی، لوگوں کو تحقیر و ذلت آمیز سلوک کا شکوہ ۔۔ صرف تجھی سے کرتا ہوں۔ تو سب سے بڑا رحم کرنے والا، درماندہ ناتوانوں کا .... سہارا تو ہی ہے ..... تو ہی میرا رب ہے .... مجھے کس کے حوالے کر دیا ہے ....؟ سنگدل .... تندخو (قوم) کے؟ یا دشمن کے اختیار میں تو نے میرا معاملہ دیا ہے؟

. اگر تیرا غضب و عتاب مجھ پر نازل نہ ہو تو مجھے کسی کی پروا نہیں .... تیرا دامانِ عافیت بڑا وسیع ہے۔ اس کی کشادگی ... مجھے پناہ دیگی .... میں تیری باعظمت و پُر جلال ہستی کے نور کی پناہ چاہتا ہوں

وہ نور جس سے تمام تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں . . . اور آخرت کے کام بنتے ہیں ۔ تیری پناہ! کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو یا تیری خفگی . . . ناراضگی مجھ پر وارد ہو . . . مجھے صرف تیری خوشنودی مطلوب ہے ۔ انجام کار . . . بھی تیرے ہی اختیار میں ۔ تیرے سوا کسی کی طاقت و مجال نہیں . . . تیرا ہی چارۂ کار ہے میرے پروردگار . . . میرے معبود! (اشک بار و غم ناک ہیں ۔ اسی عالمِ اندوہ و کرب میں سرِ اقدس اٹھاتے ہیں تو یکایک آسمان و زمین کے درمیان ایک بدلی نظر آتی ہے جو آپ پر سایہ فگن ہے) ۔۔ (اور آپ عتبہ و شیبہ کی دیوار کے پاس ہیں ۔)

جبریلؑ ۔ (نمودار ہو کر) یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ خداوند قدوس نے آپ کی قوم کا دل شکن جواب اور دل آزار رویّہ دیکھا ۔ اسے ان کے جواب کا علم ہے ۔ اس نے آپ کا شکوہ اور آہ و زاری بھی سنی . . . . اور ملک الجبال (پہاڑوں پر مامور فرشتہ) آپ کے پاس بھیجا ہے ۔ آپ اسے جو حکم دیں ، یہ تعمیل کرے گا ۔[1]

ملک الجبال ۔ السلام علیک یا رسول اللہ! اگر آپ حکم دیں تو میں اس ظالم قوم کو دو پہاڑوں کے بیچ میں پیس کر رکھ دوں ۔[2]

محمدؐ ۔ (بکمال شفقت و رحمت کے جذبات میں سرشار ہو کر) نہیں . . . نہیں . . . میں ان کے لیے بددعا بھی نہیں کرنی چاہتا . . . . مجھے امید ہے کہ یہ نہ سہی ان کی آئندہ نسلوں میں ۔۔ کوئی تو ایسا

---

[1] . . . مجمہ . . . ۱۸۲

ہوگا جو خدا پر ایمان لے آئے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائے۔

عتبہ۔ دیکھو، یہ دعا کے بعد... کیا فرما رہے ہیں... اس زیادتی او گستاخی کے بعد بھی بد دعا نہیں کرتے ان کے لیے دکھیں ایسا شخص بھی جھوٹا ہو سکتا ہے۔

شیبہ۔ عتبہ! خدا تمھارا بھلا کرے۔ تم تو اسی کے ہو رہے۔

عتبہ۔ (بے پروائی سے) عداس! ارے عداس! کہاں گئے... اِدِ آؤ۔

عداس۔ غلام حاضر ہے سرکار!

عتبہ۔ دیکھو... طباق میں تھوڑے سے انگور رکھو اور یہ جو سامنے ایک شخص بیٹھا ہے نا، اسے دے آؤ۔

عداس۔ (جھک کر) بہتر ہے۔

شیبہ۔ (حیرت سے بھائی کی صورت دیکھتے ہوئے) یہ تم سے کس نے کو

---

[1] تجرید البخاری (جلد دوم صفحہ ۴۳) میں حضرت عائشہؓ سے یہ روایت ہے ھل أتی علیك یومٌ یا رسول اللہ اشد من یوم اُحُدٍ ؟ اس کے جواب میں رسول اللہؐ نے اُ روز کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ دن مجھ پر یوم احد سے زیادہ سخت شاق گزرا ہے۔

[2] الاخشبین سے مراد دونوں پہاڑ جبل ابوقبیس و قیقعان ہیں۔ (عطیہ)

تھا ۔۔۔۔ آخر تھیں ہُوا کیا ہے ؟

عتبہ ۔ (سُنی اَن سُنی کرتے ہوئے) اِدھر دیکھو۔۔ عداس انگور دے کر گیا ہے۔

عداس ۔ (طباق پیش کرتے ہوئے) میرے آقا نے آپ کو یہ انگور بھیجے ہیں ۔۔۔

محمدؐ ۔ (طباق لیتے ہوئے) شکریہ ادا کرنا میری طرف سے ۔۔۔۔

عداس ۔ (غور سے دیکھ رہا ہے ۔)

محمدؐ ۔ (طباق سامنے رکھ کر ہاتھ بڑھاتے ہوئے) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

عداس ۔ (حیران ہو کر) یہ ۔۔۔ یہ آپ نے کیا کہا ۔۔۔۔ یہ کلمات تو یہاں والے جانتے بھی نہیں ہوں گے ۔

محمدؐ ۔ (تبسّم فرماتے ہوئے) تھیں تعجب ہوا سُن کر ؟ کون ہو تم ، کہاں کے رہنے والے ہو اور تمھارا مذہب ۔۔۔ کیا ہے ؟

عداس ۔ میں نینوا کا باشندہ ہوں اور مذہباً عیسائی ۔۔۔۔

محمدؐ ۔ یعنی مردِ صالح یونس بن متی کے ہم وطن اور عیسیٰ بن مریمؑ کے پیروکار ؟

عداس ۔ (حیرت بڑھ جاتی ہے) لیکن آپ کیا جانیں یہ لوگ کون تھے اور کیا تھے ؟

محمدؐ ۔ (اسی انداز میں) وہ میرے بھائی تھے اس لیے کہ میں نبی ہوں اور وہ بھی نبی تھے ۔

عداس ۔ (بے اختیار جھک کر بوسہ لیتے ہوئے) آپ ۔۔۔ آپ بھی نبی ہیں ؟ ــــ اللہ کے رسول ۔۔۔ ؟ (پائے مبارک پکڑ کر قدم بوسی کرتا ہے ۔)

محمدؐ۔ ہاں میں بھی اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

شیبہ۔ (غصے میں بھنّا کر) عتبہ! دیکھی تم نے عداس کی حرکت؟

عتبہ۔ کہنا کیا چاہتے ہو؟

شیبہ۔ تمہارا غلام اب تمہارے ہاتھ سے گیا۔ (عداس کو آتا ہوا دیکھ رہا ہے۔)...... (عداس واپس آتا ہے۔) عداس!...... ارے بدبخت! تجھے کیا پڑی تھی تو نے آخر اسے پیار کیوں کیا، پھر قدم بوسی بھی......؟

عداس۔ سرکار! کیا عرض کروں، آج اس سرزمین پر اس سے بہتر کوئی انسان نہیں۔ اس نے مجھے وہ باتیں بتائیں جو یونس بن متّی کے سوا کوئی نہ بتا سکتا تھا......

شیبہ۔ (ڈانٹ کر) خبردار! اپنا دین نہ چھوڑ بیٹھنا... تمہارا دین اس سے کہیں بہتر ہوگا۔

عداس۔ یقین فرمائیے۔ راہ حق کے سوا ناممکن ہے کہ کوئی شخص اور کسی لالچ میں اتنی سختیاں جھیلے اور اس درجہ صبر آزما اذیتیں برداشت کرتا رہے۔ یہ صرف دین کی صداقت و حقانیت ہی ہے جو انہیں ثابت قدم رکھے ہوئے ہے۔

سیرت ابن ہشام، جلد دوم، صفحہ ۱۲۸
تاریخ طبری، جلد دوم
تجرید البخاری، جلد دوم، صفحہ ۳۴

مع اضافۂ جدید از:۔ عطیہ

دوسرا منظر

"ایامِ حج . . . . محمد رسول اللہ (صلعم) بنی عامر کی قیام گاہ کے پاس"

محمدؐ۔ یا بنی عامر — ! یا بنی فلاں وفلاں ! — یا عباد اللہ — ! انی رسول اللہ : الیکم یامرکم ان تعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً وان تخلعوا ما تعبدون من دونہ من ھذہ الانداد — وان تومنوا بی وتصدقونی وتمنعونی حتیٰ ابین عن اللہ ما بعثنی بہ

— اے بنی عامر! اے بنی فلاں وفلاں! اے اللہ کے بندو! میں تم سب کے پاس خدا کے فرستادہ (رسول) کی حیثیت سے آیا ہوں اور خدا ہی کے حکم کے مطابق اسی کے ارشاد کی تعمیل میں تم سے کہتا ہوں کہ تم صرف ایک خدا کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہراؤ بلکہ اس کے سوا ہر ہستی، ہر طاقت اور ہر شے سے بغاوت و بیزاری کا اعلان کر دو جن کی تم اب تک اس ذات پاک کے سوا پرستش کرتے رہے ہو۔ تم میری رسالت پر ایمان لاؤ۔ مجھے خدا کا نبی برحق تسلیم کر لو۔ میری حمایت کرو میرا ساتھ دو تاکہ میں اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا دوں کہ اسی کے لیے مجھے مامور کیا گیا ہے۔

ابولہبؓ ۔ (آپ کے پیچھے سے آکر مجمع کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے) بنو عامر! یہ شخص چاہتا ہے کہ تم سب لات و عزیٰ کی بندگی کا طوق گردنوں سے اتار پھینکو اور وہ نیا دین اختیار کرلو جو اس نے جنوں اور بھوتوں کی مدد سے ایجاد کیا ہے۔ لوگو! یہ سراسر گمراہی اور بدعت و افترا ہے۔ تم لوگ اس کی بات پر کان نہ دھرنا اور ہرگز اس کی اطاعت نہ کرنا۔

نوجوان ۔ (آگے بڑھ کر باپ سے پوچھتا ہے۔) ابا جان! یہ کون شخص ہے؟

باپ ۔ یہ جو ابھی تقریر کر رہے تھے نا؟ ان کا چچا عبدالعزیٰ (ابولہب) ہے

نوجوان ۔ لیکن یہ تو اپنے بھتیجے کے خلاف ہے۔ اس کی تردید کر رہا ہے

باپ ۔ ہاں ...

ابن فراسؓ ۔ سامعین میں سے اپنے ساتھی کو مخاطب کرتا ہے) دوست یہ قریشی بات ٹھیک ہی تو کہتا ہے۔

ساتھی ۔ دراصل یہ ایک نیا انقلاب لانا چاہتا ہے۔

ابن فراس ۔ (حضورؐ کو پسندیدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے) واقعی یہ شخص مرد معلوم ہوتا ہے۔

لہ اس کا نام عبدالعزیٰ ہے لیکن اس کے شعلہ رو ہونے کی وجہ سے اس کا لقب ابولہب پڑ گیا تھا۔

لہ اس کا اصل نام بیحرہ ہے۔ (عطیہ)

ساتھی۔ اس کی آنکھیں دیکھ رہے ہو؟ کس درجہ عزم و استقلال جھلکتا ہے اور کس قدر قوت و جوشِ عمل کی چمک نظر آتی ہے!

ابن فراس۔ بات بھی بڑی خود اعتمادی سے کرتا ہے (للچائی ہوئی نظروں سے آپؐ کو دیکھتے ہوتے) لات کی قسم، اگر میں اس شخص کو قریش سے لے کر اپنا لوں تو سارے عرب کی باگ ڈور میرے ہاتھ میں آجائیگی۔ (بے اختیار بڑھ کر آپ کی طرف جاتا ہے)

ساتھی۔ ارے ابن فراس ... کہاں ... تم اس کے پاس جا رہے ہو؟

ابن فراس۔ (بے پروائی سے آگے بڑھتا جاتا ہے) محمدؐ! کیا خیال ہے تمہارا۔ اگر ہم تمہاری بات مان لیں اور تمہاری مدد کریں اور تم کامیاب ہو جاؤ، تمہیں اپنے مخالفین پر فتح حاصل ہو جائے تو کیا پھر تمہارے بعد ہماری حکومت ہو جائے گی۔

محمدؐ۔ حکومت ــ؟ حکومت تو میری نہ تمہاری۔ الملک للہ ــ اللہ کی حکومت ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اپنے دین کو سربلند کرتا ہے۔

ابن فراس۔ (مایوسی میں جل کر) خوب .. یہ خوب رہی ... گویا ہم تو اپنے سینوں کو سارے عرب کے تیروں کا نشانہ بنائیں، تمہاری مدد کریں، تمہیں بچائیں اور جب تم ظفریاب ہو جاؤ، غالب آجاؤ تو حکومت خدا کی ہوگی اور وہ جسے چاہے دے ... یہ بھی عجیب

فلسفہ ہے تمہارا . . . ہرگز نہیں . . . ہمیں تمہاری دعوت نہیں چاہیے
نہ ہم تمہارے محتاج ہیں . . . چلو لوگو! اٹھو یہاں سے . . . !!
مجمع منتشر ہو جاتا ہے . . . نبی کریم (صلعم)، غمگین و افسردہ
خاطر تنہا رہ جاتے ہیں۔

سیرت ابن ہشام، جلد اوّل، صفحہ ۱۴۸
تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۸۲، ۸۴

اضافۂ جدید از:۔ عطیہ

تیسرا منظر

مکہ میں . . . . حج کا زمانہ

"سوید بن صامت عرب کا مشہور شاعر ہے جس کی آتش نوائی ہمہ دانی، فصاحت بیان و طلاقت لسان کے ساتھ ساتھ حسب و نسب اور ___ شرافت و نجابت کے لحاظ سے اس کی قوم نے اسے "الکامل" کا لقب دے رکھا ہے۔ خود اسے بھی اپنی قابلیت اور اپنی خوبیوں پر بڑا ناز ہے یہاں آکر وہ بھی رسول اللہ (صلعم) کا چرچا سنتا ہے تو آپؐ سے ملتا ہے"

سوید۔ محمدؐ! تمھارا بہت شہرہ سنا تھا . . . ملاقات کا شوق اس وقت کھینچ لایا۔

محمدؐ۔ اچھا کیا، آ گئے . . . کیوں نہ تم بھی اسلام قبول کر لو؟

سوید۔ معلوم ہوتا ہے آپ کے پاس بھی وہی کچھ ہے جو میں جانتا ہوں۔

محمدؐ۔ کیا مطلب؟ تم کیا جانتے ہو؟

سوید۔ حکمت لقمان، فصاحت بیان، طلاقت لسان۔

محمدؐ۔ کچھ سناؤ تو سہی۔

سوید۔ (اپنا کلام سناتا ہے)

الا رب من تدعوا صديقا فلو ترى

مقالته بالغيب ساءك ما يفري

مقالته كالشهد ما كان شاهداً

وبالغيب ماثور أعلى ثغرة النحر

ترجمہ:- بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ تو جس شخص کو اپنا مخلص دوست سمجھتا اور مانتا ہے اس شخص (دوست) کی باتیں اگر تو اپنی غیبت میں سنے تو تجھے اس کی بہتان طرازی ناگوار گزرے گی۔

وہ جب تک تیرے سامنے رہتا ہے اس وقت تک اس کی باتیں (منہ دیکھی) بڑی شیریں اور پُر لطف ہوتی ہیں اور وہی پیٹھ پیچھے وہ باتیں کرتا ہے جو سینے میں داغ بن کر رہ جائیں۔

محمدؐ- (دادِ تحسین دیتے ہوتے) خوب، بہت خوب ... تمہارا کلام اچھا ہے لیکن میرے پاس قرآن ہے جو بہر کیف اس سے افضل ہے ...... (قرآنِ کریم کی چند آیتیں تلاوت فرما کر) سوید! سنا تم نے؟ یہ ہے نورِ ہدایت!

سوید- (بے اختیار اٹھ کر) یا رسول اللہ! میں اسی وقت اسلام قبول کرتا ہوں- اب مجھے کوئی تامل نہیں ... لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ-

---

؎ متعدد اشعار ہیں مگر ہم نے اختصار ہی سے کام لیا ہے۔ عطیہ

محمدؐ- الحمد للہ الذی ھداک۔

"افسوس ہے کہ اسلام لانے کے بعد سوید جب اپنے وطن گئے تو ان کی قوم نے انھیں ہلاک کر دیا۔" (عطیہ)

سیرت ابن ہشام، جلد دوم صفحہ ۱۴۸
تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۸۵

"انھیں دنوں ضماد الازدی مکّہ آیا ہوا تھا۔ یہ یمن کا باشندہ تھا اور عرب کا مشہور افسوں گر۔ قریش نے اسے آلۂ کار بنانے کے لیے بلایا اور حسب ذیل گفتگو ہوئی:"

قریش- ضماد! تم تو بڑے ماننے ہوتے افسوں گر ہو۔ تمھیں نہیں معلوم یہاں بھی ایک شخص ہے جو یا تو ساحر ہے یا مسحور یا پھر اس پہ آسیب کا اثر ہوگا۔

ضماد- کون ہے وہ ..... (تیوری چڑھی ہوئی ہے)

قریش- ہمارے ہی قبیلے کا فرد، محمدؐ ہے اس کا نام۔

ضماد- اچھا... میں خود اس سے ملوں گا اور ایک ہی منتر میں اسے ٹھیک کر دوں گا .... (اسی وقت اٹھ کر آپ کے پاس جاتا ہے)

محمدؐ- کیوں ضماد! کیسے آتے ؟

ضماد۔ تم پر منتر پڑھنے کے لیے۔
محمدؐ۔ پہلے مجھ سے سن لو ...
ضماد۔ سناؤ، کیا سناتے ہو؟
محمدؐ۔ الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ، من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ ونشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ اما بعد۔ عباد اللہ!
ضماد۔ (اتنا ہی سن کر مسحور و متاثر ہوتے ہوئے) پھر یہی سنا دو۔ بار بار سننے کو جی چاہتا ہے!
محمدؐ۔ (دوبارہ سہ بارہ یہی سناتے ہیں۔)
ضماد۔ (بے اختیار ہو کر) میں نے بہتیرے کاہن دیکھے۔ بڑے بڑے زبردست ساحروں سے ملا اور انتہائی نازک خیال شعراء کا کلام سنا، لیکن اس کلام کا سا اعجاز، جاذبیت کشش اور کہیں نہیں ملی، میں نے کسی میں نہیں پائی۔ محمدؐ! خدا را جلد اپنا ہاتھ بڑھاؤ میں اسلام پر بیعت کرتا ہوں۔
محمدؐ۔ (خوش ہو کر دستِ مبارک بڑھاتے ہیں۔) کہو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
ضماد۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

(اضافۂ جدید از عطیہ) از صحیح مسلم
سیرت ابن ہشام، جلد اول، صفحہ ۱۸

چوتھا منظر

"مقام عقبہ[1] . . . . . رات کی تاریکی اور سکوت میں رسول اللہ (صلعم) کو چند آدمیوں کی آواز آتی ہے . . . . آپ اس سمت تشریف لے جاتے ہیں۔ یہ دراصل ان افراد پر مشتمل خزرجی گروہ ہے ابو اُمامہ، اسعدؓ بن زرارہ، عوفؓ بن الحارث، رافعؓ بن مالک قطبہؓ بن عامر، عتبہؓ بن عامر، سعدؓ بن ربیع، ذکوانؓ بن قیس، خالدؓ بن مخلد، عبادہؓ بن صامت، عباسؓ بن عبادہ، ابو الہیثمؓ، عویمؓ بن ساعدہ۔

محمدؐ۔ تم لوگ کون ہو۔ ؟

خزرجی۔ خزرجی۔

محمدؐ۔ یہود کے حلیف ؟

خزرجی۔ جی ہاں۔

محمدؐ۔ تم لوگ تھوڑی دیر بیٹھ کر میری ایک بات سن سکتے ہو ؟

خزرجی۔ (مشتاقانہ لہجے میں) جی ہاں، ضرور، فرمائیے۔

محمدؐ۔ عباد اللہ! میں اللہ کا رسول ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں

---

[1] عقبہ کے معنی گھاٹی ہیں اور یہ جگہ حرا اور منیٰ کے درمیان واقع ہے۔

کی ہدایت کے لیئے بھیجا ہے تاکہ میں بندوں کو ان کے رب کی
بلاؤں کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے سا
کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنی کتاب نازل فر
اسعد بن زرارہ دبے اختیار اٹھ کر کہا ہوا! واللہ یہ وہی نبی برحق ہ
کے بارے میں ہم علماءِ یہود سے سنتے رہتے ہیں۔ ایسا نہ ہو
تم پر سبقت لیے جائیں۔

سعد بن رافع۔ علماءِ یہود کا دعویٰ یہ ہے کہ اس نبی موعودؑ کا زما
ہے اور اب ہم اس سے مل کر تم سے لڑیں گے اور تمھیں ما

اسعد۔ تو یہود کو ہم سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔

محمدؐ۔ (پُرامید ہو کر) اچھا، تو تم لوگ مجھ سے بیعت کرو۔ ۔ ۔ کہ

۱۔ اللہ کے ساتھ کسی ہستی یا کسی شے کو شریک نہ ٹھہراؤ گے۔

۲۔ اپنی اولاد (لڑکیوں) کو قتل نہ کرو گے۔

۳۔ بدکاری سے پرہیز کرو گے۔

۴۔ چوری، رہزنی، قتل و غارت گری، قزاقی سے اجتناب کرو

اگر تم سب ان شرائط کو قبول کر کے وفاداری کا عہد کرو تو
اجر دارین میں تمھیں ملے گا۔ دھوکا دو گے تو بدعہدی کے جر
تم پر حد قائم کی جائے گی اور یہ شرعی حد تمھارے گناہوں کا
ہو گی۔ بصورتِ دیگر اگر تم نے اپنے گناہوں کو پوشیدہ رکھا
معاملہ براہِ راست خدا سے ہو گا۔ وہ چاہے بخش دے او

تو سزا دے جو اس کی مرضی۔

سعد۔ یا رسول اللہ! ہم ان شرائط کو جان و دل سے قبول کر کے وفاداری اور ایمان داری کا عہد کرتے ہیں۔

زرجی۔ ہم سب آپ کی رسالت پر صدق دل سے ایمان لا کر آپ کے دین کو دین حق تسلیم کرتے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

سعد۔ ایک عرض ہے یا رسولؐ اللہ!

محمدؐ۔ کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟

سعد۔ حضورؐ! اس بیعت کا مطلب تو یہ ہے کہ ہم نے اپنی قوم کو چھوڑ کر آپؐ کا ساتھ دینا منظور کیا اور وفاداری کا عہد بھی کر لیا ہے۔ لاریب جو باہمی نفاق، بغض و عناد اور دشمنی ہماری قوم میں ہے وہ کسی اور قوم میں نہیں پائی جاتی، اس لیے کیوں نہ ہم وطن جا کر اپنی قوم کے سامنے بھی یہی شرائط پیش کریں اور اسے دین حق کی دعوت دیں۔ کیا عجب ہے کہ وہ اسے قبول کر لے تو پھر بخدائے لم یزل ولا یزال ہمارے نزدیک آپ سے بڑھ کر کوئی عزیز از جان اور قابلِ احترام نہ ہو گا۔

محمدؐ۔ اسعد! اشاعت دین کا طریقہ یہی ہے۔ میں تمہارے ساتھ مصعب بن عمیر کو بھیجتا ہوں، یہ تمھیں دینی تعلیم دیں گے۔

پانچواں منظر

"مصعبؓ[1] بن عمیر اسعد بن زرارہ کے مکان پر فروکش ہیں. اہلِ مدینہ انھیں المقری (استاد) کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ مدینہ میں تبلیغی کام بڑی برق رفتاری سے ہو رہا ہے"۔

اسعدؓ۔ بھائی! مدینہ میں تو اللہ کا شکر ہے، ہر جگہ شاندار کامیابی ہو

مصعبؓ۔ ہاں، خدا کا شکر ہے، اب یہ بتاؤ کہ بنی ظفر اور بنی عبدا... میں کیونکر دعوتِ دین دی جاسکتی ہے؟

اسعدؓ۔ سعد بن معاذ، اور اُسید بن حضیر ان دونوں قبائل کے سردار... انھیں سے ملنا چاہیے۔

"چند فرلانگ پر اُسید بن حضیر اور سعد بن معاذ میں بھی اسی پر گفتگو ہو رہی ہے لیکن نوعیت جُداگانہ ہے"۔

سعد۔ اُسید! تم بڑی غفلت شعاری سے کام لے رہے ہو۔ د... نہیں یہ دونوں (مصعب اور اسعد) کس تیز رفتاری سے پھیلا... پھیلا رہے ہیں اور ہمارے ناعاقبت اندیشوں کو بیوقوف... میں کامیاب ہوتے جا رہے ہیں۔

---

[1] مصعب بن عمیر امیر گھرانے کے ناز و نعم میں پروردہ لاڈلے بیٹے تھے (باقی...

ید۔ میں غافل نہیں مگر سوچتا ہوں کروں کیا؟

ید۔ تم جاکر اچھی طرح ان کی خبر لو اور ان سے کہنا کہ کبھی اِدھر کا رُخ نہ کریں اور ہمارے محلّے میں قدم بھی نہ رکھیں۔ میں تو خود ہی چلا جاتا لیکن اسعد بن زرارہ میرا خالہ زاد بھائی ہے۔ اور جاؤ تو خالی ہاتھ (ہنستے) نہ چلے جانا، مسلّح ہو کر جانا چاہیے ان کے پاس۔

(ابھی مصعبؓ اور اسعد بن زرارہ مشورہ ہی کر رہے تھے کہ اُسید روانہ ہو گیا۔)

سعد۔ (دُور سے اُسید کو دیکھتے ہوئے) لو وہ... اُسید خود ہی آ رہا ہے۔

مصعبؓ۔ ہاں۔ مگر شمشیر بکف ہے۔

سعد۔ خیر یہ تو ہم عربوں کی شان ہے۔ خدا کرے وہ تمھاری بات

(بقیہ صفحہ ۱۹۶) سے قبل جب گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے تھے تو آگے پیچھے غلام چلتے تھے اور جسم پر دو سو کی مالیت سے کم کی پوشاک نہ ہوتی تھی۔ حلاوتِ ایمان اور اسلام کی لذت میں ایسے کھو گئے کہ ساری ظاہری آسائش و زیبائش بھول گئے۔ آج وہ معلّم اسلام کی حیثیت سے آپؐ کے حکم کی تعمیل میں خزرجیوں کے ساتھ رہتے ہیں اور مدینہ کی گلیوں میں اس شان سے تبلیغ اسلام کرتے پھرتے ہیں کہ معمولی پوشاک ہے اور شانوں پر کمبل کا چھوٹا سا ٹکڑا پڑا ہے۔ سچ ہے روحانی سکون و طمانیت نے جسمانی آرام و تعیش کو بھلا دیا تھا۔ (عقلیہ) (سیرت ابن ہشام، جلد اوّل صفحہ ۱۵۰۔ زاد المعاد، جلد دوم، صفحہ ۱۷۰۔ تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۸۶ تا ۸۷۔

مان جائیے۔

مصعبؓ۔ ہاں، خدا ہماری مدد کرے۔ بس اس کا آ کر بیٹھنا شرط ہے۔

اُسید۔ (مسلح، غصّے میں) مصعب! تم ہمارے نادان و احمق لوگوں کو بہکا
آتے ہو۔ اسی میں خیر ہے کہ سیدھی طرح تم واپس چلے جاؤ۔
تم جانو۔۔۔ میں معمولی آدمی نہیں۔

مصعبؓ۔ (صبر و ضبط سے) کاش آپ چند لمحے بیٹھ جاتے۔

اُسید۔ کیوں۔۔۔؟

مُصعبؓ۔ میری ایک بات سُن لیجیے، اس کے بعد ماننا نہ ماننا آپ کا
ہو گا۔ جبر و اصرار تو نہیں کیا جا سکتا۔

اُسید۔ (بیٹھتے ہوئے بے پروائی سے) کوئی مضایقہ نہیں۔ کہو، کیا کہتے

مصعبؓ۔ اسلام صلح و آشتی کا مذہب ہے۔ وہ خالق و مخلوق کے د
کفر کا پردہ حائل نہیں دیکھ سکتا۔ خود ساختہ لاتعداد خداؤں کی بن
سے ایک خدائے ذوالجلال کی پرستش میں بہرحال فائدہ ہے
محمد رسول اللہ (صلعم) اپنے ذاتی مفاد یا غرض کے لیے فرما
نہیں کراتے۔ وہ اپنا فرض منصبی انجام دیتے ہیں اور خدا کے رس
کی حیثیت سے اسلام کی خوبیاں اور کفر کی آلودگیاں اور خدا
سامنے رکھ دیتے ہیں۔ اب جو بھی برضا و رغبت ا
بات مان لے تو خیر ورنہ جبر و زبردستی نہیں کی جاتی۔ وہ تمام بر
سے روکتے اور ہر نیکی کی طرف رغبت دلاتے ہیں (قرآن کی

آیتیں پڑھتے ہیں۔)

اسید۔ (مصعبؓ کی تقریر اور قرآن کی آیات سُن کر) اچھا، اب یہ بتاؤ کہ اگر کوئی شخص تمہارا دین قبول کرنا چاہے یعنی حلقہ بگوشِ اسلام ہو تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

مصعبؓ۔ اوّل نہا کر پاک ہو پھر کلمۂ توحید و شہادت پڑھ کر دو رکعت نماز نفل ادا کرے۔

اسید۔ (اُٹھتے ہوئے) اچھا، تو میں ابھی نہا کر آتا ہوں۔

مصعبؓ و اسعدؓ۔ اللّٰھم لک الحمد۔ و من یھدہ اللہ فلا مضل لہ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ (نہا دھو کر واپس آتے ہیں) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد انّ محمداً عبدہٗ و رسولہٗ (دو رکعت نماز نفل ادا کرتے ہیں۔)

مصعبؓ۔ اسعد! تم نے خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھا۔ ؟

سعد۔ ہاں، بھائی! من یھدی اللہ فھو المھتد و من یضلل فلن تجد لہ ولیاً مرشدا۔

اسید۔ مصعبؓ! ایک شخص اور ہے۔ اگر وہ تمہاری بات مان لے تو پھر یہاں کوئی تمہارا مخالف نہ رہے گا۔

مصعبؓ۔ وہ کون ہے؟

اسید۔ سعد بن معاذ۔ میں ابھی جا کر اسے تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔

مصعبؓ - جاؤ، ابھی بھیج دو۔ (اُسید جاتے ہیں)

سعد بن معاذ - (اُسید کو آتا دیکھتے ہوئے) اُسید --! اس کا تو رنگ بدلا ہوا ہے۔

اُسید - (تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے آ رہے ہیں)

سعد - اُسید! جلد آؤ ... بتاؤ تو آخر بات کیا ہوئی؟

اُسید - (آ کر بیٹھتے ہوئے) میں نے مصعبؓ کو اچھی طرح سمجھا دیا۔ اب وہ ہمارے خلاف نہیں کر سکتا لیکن وہاں ایک بڑا غضب

سعد - (گھبرا کر) کیا ہو گیا؟

اُسید - حادثہ ... پیش آ گیا۔

سعد - بتاؤ تو آخر قصہ کیا ہے؟

اُسید - ہوا یہ کہ میری موجودگی ہی میں وہاں بنو حارثہ آ گئے اور وہ اسعد بن زرارہ یعنی تمہارے خالہ زاد بھائی کو محض اس جرم میں قتل کرنا چاہتے ہیں کہ وہ تمہارا بھائی ہے۔)

سعد - (فطرتاً غصے اور جوش میں بے تاب ہو کر اپنا خنجر سنبھالتے ہیں جاتے ہوئے) واہ! اُسید! تم سے کچھ نہ بن پڑا ...؟

"وہاں جاتے ہیں تو معاملہ برعکس نظر آتا ہے یعنی اسعدؓ اور مصعبؓ دونوں اطمینان سے محوِ گفتگو ہیں۔ خیال آتا ہے کہ یہ اُسید نے چال چلی ہے مجھ سے، بہر حال ان لوگوں کو بُرا بھلا کہتے رہتے ہیں۔"

سعد - اسعد! اگر میرے اور تمھارے درمیان قریبی رشتہ نہ ہوتا تو مجال تھی تم ہمارے محلہ میں قدم بھی رکھ لیتے !؟

اسعدؓ - (آہستہ سے) مصعبؓ! دیکھو، یہ سردار ہیں - انھیں سمجھا لو تو بڑا کام بن جائے گا۔

مصعبؓ - (نرمی سے) آپ بیٹھیے تو سہی ... گھڑی دو گھڑی اِدھر اُدھر کی باتیں ہو جائیں - اگر آپ کو کوئی بات پسند آجائے تو خیر ورنہ آپ کی مرضی۔

سعد - (خنجر رکھ کر بیٹھتے ہوئے) کہو کیا باتیں ہیں۔

مصعبؓ - (اپنے مخصوص دل نشیں انداز میں اسلام کی خوبیاں بیان کرتے اور تلاوتِ قرآن بھی کرتے ہیں۔)

سعد - (لہجہ بدل جاتا ہے) تمھارے اس دین کو قبول کرنے کے لیے شرائط کیا ہیں؟

مصعبؓ - طہارت و کلمۂ توحید و شہادتِ نبی - نہا کر کلمہ پڑھ لیا جائے اور دل و جان سے وفاداری کا عہد کیا جائے (اسی وقت نہا دھو کر اُسید کی طرح یہ بھی اسلام قبول کر لیتے ہیں - پھر اپنے قبیلے کا رُخ کرتے ہیں۔)

سعدؓ بن معاذ - بنی عبد الاشہل! میرے بارے میں تمھاری رائے کیا ہے؟

بنی عبد الاشہل - آپ ہمارے سردار ہیں اور آپ کی ہر بات ہمارے لیے قابلِ عمل ہوتی ہے۔

سعدؓ۔ اچھا تو سنو! خواہ کوئی عورت ہو یا مرد، بوڑھا ہو یا جوان، میں اس وقت تک اس سے بات کرنا بھی حرام سمجھتا ہوں جب تک وہ خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان نہ لے آئے۔

"سعدؓ بن معاذ کی تبلیغ سے اسی روز شام تک سارا قبیلہ حلقہ بگوش اسلام ہو جاتا ہے۔ اِدھر مصعبؓ کی اشاعت و تبلیغ سے اسلام کا چرچا تمام قبائل میں عام ہو گیا اور اگلے سال بحساب ۱۳ نبوت میں تہتّر مرد اور دو عورتیں یثرب سے قافلہ بنا کر حضور اقدسؐ کو مدینہ آنے کی دعوت دینے کے لیے مکہ جاتے ہیں۔"

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۸۷۔ ۹۰

سیرت ابن ہشام، جلد اوّل،

زاد المعاد، جلد دوم

اضافۂ جدید از عطیہ

چھٹا منظر

"اسی مقام عقبہ[1] کے قریب تمام خزرجی مسلمان آکر جمع ہو جاتے ہیں۔ اِدھر حضور اقدس محمد رسول اللہ (صلعم) بھی اپنے عم محترم عباس بن عبد المطلب کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ (یہ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے لیکن حضورؐ کی حمایت کرتے تھے۔) خزرجی مصلحتاً چھپ کر رات کی تاریکی میں آتے ہیں"

عبّاس۔ جانِ عم! تم ان لوگوں سے اسی مقام پر ملو گے؟

محمدؐ۔ جی ہاں، انھوں نے اسی جگہ ملنے کا وعدہ کیا ہے۔

عبّاس۔ (آگے بڑھتے جا رہے ہیں) لختِ جگر! اگر تم مناسب سمجھو تو میں بھی اس معاملے میں دخل دوں۔ تاکہ یہ لوگ تم کو لاوارث او بے یار و مددگار نہ سمجھیں اور معاہدہ پختہ ہو جائے۔ اگر مجھے یقین ہو گیا کہ یہ لوگ واقعی تمھارا ساتھ دیں گے اور تمھارے تحفّظ کی ذمّہ داری لیکر تمھیں جان و دل سے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں تو ان سے بڑھ کر کوئی متحد قبیلہ تمھارا مددگار نہیں، ورنہ جو مناسب ہو گا وہی

---

[1] تاریخ میں یہ بیعت، بیعت عقبہ ثانیہ کبیرہ کے نام سے مشہور ہے۔

تدبیر اختیار کی جائے گی۔

محمدؐ۔ بجا ارشاد ہے چچا جان! ... وہ دیکھیے، وہ لوگ وقت مقررہ پر آ گئے۔ ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے ... جلد چلیے۔

عباسؓ۔ ہاں، جلد چلو۔

(گھاٹی کے پچھلے حصے میں تمام خزرجی حسب وعدہ آ کر جمع ہو جاتے ہیں)

محمدؐ۔ میرے دوستو! السلام علیکم۔

خزرجی۔ (تعظیماً اُٹھتے ہوئے) وعلیکم السلام یا رسولؐ اللہ!

عباسؓ۔ معزز دوستو! تم لوگ بے خبر نہیں کہ مشرکین مکہ محمدؐ کے جانی دشمن ہیں اس لیے اگر تم ان سے کسی قسم کا بھی عہد و پیمان کرنا چاہتے ہو تو پہلے اچھی طرح سوچ سمجھ لینا کہ یہ معمولی بات نہیں۔ بڑا مشکل کام ہو گا۔ ساتھ ہی میں یہ بھی واضح کر دینا بہتر سمجھتا ہوں کہ قبائلی دشمنی اور بغض و عناد کے باوجود ہم محمدؐ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ یہاں صرف دشمن ہی نہیں، ان کے جاں نثار دوست بھی بہت ہیں جو حتی الامکان انھیں دشمنوں کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ وہ فی الحال تمھارے ساتھ جانے پر آمادہ نہیں اور میں انھیں مجبور بھی نہیں کر سکتا، جب تک تم لوگ پختہ طور پر یہ وعدہ نہ کر لو کہ تم ان کی عزت اور جان کی پوری پوری حفاظت کرو گے۔ مخالفین سے بچانے کی ذمہ داری تم پر ہو گی۔ اگر تم اپنے وعدے کو

پورا کرنے کی بھی ہمت رکھتے ہو تو خیر ورنہ اس کے برعکس یہ نہ ہونا چاہیے کہ انھیں تم اپنے ساتھ لے جا کر وعدہ خلافی یا نقض عہد کر بیٹھو... اگر اس کا امکان ہے تو بہتر ہوگا کہ تم ارادہ ترک کر دو۔ انھیں ساتھ نہ لے جاؤ۔ ہم ان کی حفاظت کے لیے زندہ اور کافی ہیں۔ وہ اپنے ملک میں بھی عزت و عافیت سے رہ سکتے ہیں۔

خزرجی۔ یا عم رسولؐ اللہ! ہم نے آپ کا فرمان سن لیا۔ اب ہماری درخواست ہے کہ خود رسولؐ اللہ اپنے اور اپنے رب کے معاملے میں جو معاہدہ چاہیں ہم سے لے لیں۔

محمدؐ۔ دوستو! تم مجھ سے وعدہ کرو کہ میری حفاظت اسی طرح کرو گے جس طرح اپنی پاک دامن عفت مآب عورتوں اور معصوم بچوں کی کرتے ہو؟

براء بن معرورؓ۔ (دستِ مبارک پکڑ کر) اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم، جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر گمراہوں کی رہبری کے لیے بھیجا ہے ہم اپنی جان اور اولاد سے زیادہ آپ کی حفاظت کریں گے۔ یا رسول اللہ! ہم آپ کی آنکھوں کے سامنے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کرتے ہیں کہ ہم واللہ انتہائی بہادر اور جنگجو قوم ہیں۔ ہمارے پاس اب تک وہ زرہیں محفوظ ہیں جو ہمیں اپنے بہادر بزرگوں سے ورثے میں ملی ہیں۔ ہماری کسی پشت میں کوئی بزدل، بدعہد اور فریبی دغا باز نہیں ہوا اور نہ ہے۔

ابوالہیثم۔ یا رسول اللہ! ایسا نہ ہو کہ ادھر تم آپ کے بھروسے پر یہود سے

اپنا معاہدہ توڑ دیں اور ادھر جب خدا آپ کو فتح و کامرانی سے
سرفراز فرماتے اور آپ غالب آجائیں تو اپنی قوم اور اپنے وطن
میں جا کر ہمیں فراموش کر دیں۔

محمدؐ۔ (تبسم فرماتے ہوئے) نہیں میرے دوستو! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ تم
اطمینان رکھو۔ خون واقعی خون ہے اور جان کی قربانی بڑی بات
ہوتی ہے۔ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ میں تمھارا ہوں اور تم میرے
ہو۔ میرا جینا مرنا تمھارے ساتھ ہوگا۔ جس سے تمھاری جنگ ہوگی
اس سے میں بھی لڑوں گا اور جسے تم امن دو گے اسے میں بھی پناہ دوں گا
براد، ابوالہیثم۔ (یہ سن کر ایک ساتھ اٹھتے ہیں) یارسول اللہ
ہمیں آپ سے یہی امید تھی (ان بزرگوں کے ساتھ سب اٹھتے ہیں
ایک معاہدہ ہو جاتا ہے)

ابن عبادہ۔ خزرجیو! جانتے ہو تم رسول اللہ سے کس بات پر بیعت کر رہے
خزرجی۔ ہاں، لیکن تم کیا کہنا چاہتے ہو؟

ابن عبادہ۔ یہ بیعت یا معاہدہ ———— سرخ و سیاہ جنگ کا
معاہدہ ہے۔ اس میں نہ صرف یہ کہ مال کی تباہی ہوگی بلکہ تمھاری
بعض قیمتی جانیں بھی جا سکتی ہیں۔ ممکن ہے تم عین وقت پر اپنی مال کی
تباہی یا دل جان کی محبت میں محمدؐ کو دشمن کے حوالے کر دو۔ اس سے
بہتر ہے کہ ابھی سے سوچ سمجھ کر اقدام کرو۔ اور یہ واللہ دونوں
جہان میں رسوائی اور تباہی کی بات ہوگی۔ بصورت دیگر اگر تم ہر

قیمت پر یعنی جانی اور مالی نقصان اٹھا کر بھی ان کا ساتھ نہ چھوڑو اور
انھیں اپنا لو تو یہ واللہ دنیا اور آخرت کی سب سے بڑی بھلائی ہوگی۔
خزرجی۔ نہیں، ہم اپنے جانی اور مالی نقصان کے باوجود اپنے معاہدے پر قائم
رہیں گے۔ خواہ ہم برباد ہو جائیں۔ ہمارے چوٹی کے بہادر اور جگر گوشے
کام آجائیں لیکن ہم انھیں نہیں چھوڑیں گے۔ ہم صرف انھیں چاہتے
ہیں۔ ہم ان کے ہیں، یہ بھی ہمارے ہو جائیں (نبی کریمؐ سے) فرمائیے
یا رسول اللہ! اگر ہم نے اپنا وعدہ پورا کیا تو ہمیں اس کا اجر کیا ملیگا؟
محمدؐ۔ دین و دنیا کی کامیابیاں۔ دنیا میں عافیت، آخرت میں جنت!
خزرجی۔ دست مبارک بڑھائیے ہم آپ سے اس معاہدے پر بیعت
کرتے ہیں اور خدا شاہد ہے کہ ہم اپنا وعدہ پورا کریں گے۔
محمدؐ۔ (بیعت لے کر) اب مجھے اپنے بارہ نقیب دے دو۔
(تین بنی اوس اور نو بنی خزرج کے دانش ور آتے ہیں)
خزرجی۔ حاضر ہیں یا رسول اللہ!
محمدؐ۔ تم پر تمھاری قوم کی ایسی ہی ذمہ داری عائد ہوتی ہے جس طرح عیسیٰ
بن مریمؑ کے حواریوں پر تھی اور میں تمام مسلمانوں کا ذمہ دار ہوں۔
آواز۔ (پہاڑ کی چوٹی سے بلند ہوتی ہے) اے اہلِ مکہ . . . ! اے
فرزندانِ قریش! ادھر آؤ، دیکھو . . . محمدؐ اور اس کے ساتھی تم
سے جنگ کی سازش کر رہے ہیں۔
محمدؐ۔ یہ شیطان لعین کی آواز ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

(آواز فضا میں تحلیل ہو جاتی ہے۔)

خزرجی - اس خدا کی قسم، جس نے آپ کو نبی برحق بنایا ہے۔ اگر آپ حکم دیں تو ہم صبح ہی منیٰ والوں پر اپنی خون آشام تلواروں سے حملہ کر دیں۔

محمدؐ - نہیں، ابھی مجھے جنگ کا حکم نہیں ملا ۔۔۔ تم لوگ اب اپنی اپنی سواری پر جاؤ اور آرام کرو۔

"سب اپنی اقامت گاہ پر جا کر سو جاتے ہیں اور رسولؐ اللہ اپنے عم محترم کے ساتھ واپس آجاتے ہیں"

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۹۳

سیرت ابن ہشام۔

ساتواں منظر

"قتل کی سازش"

دار الندوہ میں ——— مشرکین مکہ کا خفیہ اجلاس

(یہ دراصل قصی ابن کلاب کا گھر تھا جسے مشرکین نے محمدؐ رسول اللہؐ کے خلاف سازش کے لیے مخصوص ایوانِ شوریٰ بنا لیا تھا اور اسے دار الندوہ کہتے تھے۔ اس وقت یہاں معززو مقتدر قبائل کے افراد نمائندوں کی حیثیت سے موجود ہیں۔)

قبیلہ بنی عبد شمس — عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ابو سفیان بن حرب،

" بنو نوفل — طعیمہ بن عدی۔ جبیر بن مطعم۔ حارث بن عامر

" بنو اسد بن عزیٰ۔ ابو البختری بن ہشام، زمعہ بن اسود، حکیم بن حزام۔

" بنو مخزوم — ابو جہل بن ہشام۔ عقبہ بن معیط۔

" بنو سہم — نبیہ — منبہ (فرزندانِ حجاج)

" بنو جمح — امیہ بن خلف (ان کے علاوہ دیگر دشمنانِ دین بھی ہیں)

ابو سفیان۔ (دروازے کی طرف دیکھ رہا ہے) یہ کون کھڑا ہے؟

عقبہ۔ کوئی نجدی بوڑھا معلوم ہوتا ہے۔

ابلیس۔ (قریب آ کر) میں ایک نجدی عالم ہوں۔ میں نے سنا تھا کہ تم لوگ آج یہاں ایک اہم خفیہ اجلاس کر رہے ہو۔ میں بھی شرکت کے لیے

چلا آیا۔ ممکن ہے کوئی مفید مشورہ دے سکوں۔
ابوسفیان۔ اچھا کیا آپ نے۔ اطمینان سے تشریف رکھیں۔ اب کارروائی شروع ہونے والی ہے۔ اس مشاورتی کمیٹی کا آغاز ابوالحکم (ابوجہل) بن ہشام، کریں گے۔
ابوجہل۔ (کھڑا ہوتا ہے) حاضرین! آپ لوگ اچھی طرح واقف ہیں کہ اس شخص (محمدؐ) نے شروع سے اب تک کیا کیا اور اس کا مقصد کیا ہے آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ، جو ساری قوم میں غیرت، اثر، بہادری، مردانگی اور غرور انگی میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا، اسلام لے آیا اور اسی پر منحصر نہیں، حمزہؓ بھی، جو ہماری قوت بازو اور خاندان کے لیے مایۂ ناز تھا، اس کا دین قبول کر بیٹھا اور اسی کا ہو رہا۔
معزز حاضرین! محمدؐ حج کے زمانے میں اس عظیم عالمگیر اجتماع سے پورا پورا فائدہ اٹھا رہا ہے یعنی دور دور سے آنے والے ہر ملک و ملت کے لوگوں سے بلا امتیاز ملتا اور ان کے سامنے اپنا خود ساختہ دین کو بہت دل نشیں انداز میں پیش کرتا ہے، نتیجہ یہ ہے کہ رفتہ رفتہ اس کا اثر و رسوخ بڑھتا ہی جا رہا ہے۔
محترم سامعین! ہمیں اندیشہ ہے کہ دیکھتے دیکھتے یہ نہ صرف عرب بلکہ ساری دنیا پر چھا جائے گا ۔ ۔ ۔ لیکن لات کی قسم، جب تک ہم زندہ ہیں، اپنے دین کی بے حرمتی اور اس پر حملہ برداشت نہیں کر سکتے ہم اپنے معبودوں کی توہین اور ان کی شان میں گستاخ

کسی بھی قیمت پر گوارا نہیں کریں گے۔ محمدؐ کی زیادتیاں حد سے گزری جارہی ہیں اور ہم سے دیکھی نہیں جاتیں ——— اس وقت تمام عرب قبیلوں کے معزز و سرکردہ نمائندے اس اہم مسئلے پر غور و خوض کے لیے یک جا ہوتے ہیں۔ بہتر ہو گا کہ ہم اسی وقت کوئی اٹل فیصلہ کر لیں کہ اب محمدؐ کے خلاف کون سی موثر کارروائی کی جائے جو اس سے دائمی نجات دلا سکتی ہو۔ (بیٹھ جاتا ہے۔)

حزین (مشتعل و برافروختہ ہیں) ہر شخص اپنی تجویز پیش کرے۔ پھر جس پر سب اتفاق کریں وہی "قابلِ عمل تجویز قرار دی جائے۔

شیبہ۔ میری تو یہ رائے ہے کہ اسے لوہے کی زنجیروں سے باندھ کر کہیں بند کر دو۔ پھر دیکھو، اس کا کیا حشر ہوتا ہے۔ اس سے قبل جو شعرا سر اٹھاتے رہے ان کا یہی انجام ہوا۔ زہیر بن ابی سلمیٰ اور نابغہ ذبیانی کی موت بھی اسی طرح واقع ہوئی تھی۔ چنانچہ یہی تدبیر اسے بھی موت کی آغوش میں سلا سکتی ہے۔

ابلیس۔ (چلاکر) نہیں، لات کی قسم، یہ بالکل ٹھیک نہیں ——— بلکہ اگر تم نے یہ کیا تو یقین جانو اس کے اس طرح قید ہو جانے سے خود بخود اس کا دور دور چرچا ہو جائے گا اور اس کی مقبولیت و شہرت میں اضافہ ہوتے ہی عجب نہیں کہ طیش اور جوشِ انتقام میں اس کے جاں نثار ساتھی تم پر ٹوٹ پڑیں اور اسے تم سے حاصل کرنے کے بعد اور بھی سر پر چڑھ جائیں۔ پھر ان کا زور توڑے نہ ٹوٹے گا۔

یہ رائے مناسب نہیں، کوئی اور ہی تدبیر کرو۔

ابوسفیان ۔ (سوچ کر) کیوں نہ ہم اسے شہر بدر کردیں، اس کے لا
کی قسم، ہمیں کوئی فکر و پریشانی نہ رہے گی کہ وہ کہاں گیا
ٹھہرا اور اس کا حشر کیا ہوا ۔ اس طرح ہمارے کان ٹھنڈے
جائیں گے ۔ اور یہی ایک صورت اس سے نجات دلا سکتی
یہ تدبیر تو ہم سب قبائل کو متحد بھی کردے گی، پھر ہمارا کا
جاتے گا۔

ابلیس ۔ نہیں، لات کی قسم، یہ بھی بیکار ثابت ہوگی، سوچو تو سہی
طرح وہ بیرون نجات میں اپنے دل نشیں انداز بیان، شیر
اور پاکیزہ کردار سے خارجی طاقتوں کو اپنا ہم خیال بنا کر تمہ
بے بس اور مقید کردے گا۔ تمہیں نہیں معلوم کہ وہ انسانوں
کو نہیں، دلوں کو فتح کر لیتا ہے ۔ اور اس کا سحر طرازانہ کلام
والے اس کے دیوانے ہو جاتے ہیں . . . . .

لات کی قسم، تم جانو۔ اگر تم نے یہ غلطی کی تو وہ دن بھی
لینا کہ وہ کسی ایک ہی قبیلے کو اپنی ساحرانہ گفتگو سے متاثر
اپنا حامی و مددگار بنالے گا، پھر انھیں بھی تمھارے مقابلے میں کھڑا
تمھیں تمھارے ہی وطن میں کچل ڈالے گا۔ پھر وہ لوگ تمھاری جگہ لے
میرے خیال میں تو تم پھر غور کرو۔

ابوالحکم ۔ دیر سے خاموش و متفکر تھا، میرے ذہن میں ابھی ابھی

نئی بات آئی ہے۔ غالباً تمہارے ذہن اس سے خالی ہیں۔

ں۔ کہو، کہو ابوالحکم۔ کیا تدبیر ہے؟

کم۔ میری رائے یہ ہے کہ ہر قبیلے کا ایک ایک بہادر، مضبوط، نوجوان منتخب کیا جائے اور یہ سب نوجوان مل کر یہ یک وقت یعنی ایک ساتھ محمدؐ پر برہنہ تلواروں سے ٹوٹ پڑیں اور اس قاتلانہ حملے سے اس کا کام تمام کر دیں۔

اس انتخاب کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہو گا کہ قتل میں چونکہ ہر قبیلے کے نوجوان شریک ہوں گے تو آخر بنو عبد مناف کس کس سے اپنے خون کا بدلہ لیتے پھریں گے ... بصورت دیگر وہ ناچار ہو کر خون بہا طلب کریں گے تو وہ ہم پر بار نہ ہو گا اور ہم سب فوراً ادا کر کے پیچھا چھڑا لیں گے۔

ں۔ واہ! واہ، خوب ... بھئی واقعی لاکھ روپے کی بات ہے۔ تم واقعی ابوالحکم ہو (اس فیصلے پر سب متفق ہو جاتے ہیں)۔

تاریخ طبری (مطبوعہ مصر) جلد دوم صفحہ ۹۸

سیرت ابن ہشام، صفحہ ۱۶۹

زاد المعاد۔ جلد دوم۔ صفحہ ۴۲

آٹھواں منظر

ہجرت کی رات ۔ تاریخ سنہ کا تعین۔ محمدؐ کا شانہ نبوی میں
جبریل امینؑ۔ محمدؐ! آج کی رات تم حسب معمول اپنے بستر پر نہ گزارنا۔
(وحی ختم ہو جاتی ہے)

محمدؐ۔ علیؓ! وہ دیکھو، چند خوفناک سایے ہماری طرف بڑھتے نظر آ رہے
یہ مشرکین ہیں جو ایک متفقہ سازش کے تحت میری گھات میں
ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ جونہی میں بستر پر لیٹوں گا، یہ
یکبارگی مجھ پر قاتلانہ حملہ کر دیں گے۔

علیؓ ابن ابی طالب (گھبرا کر) فداک ابی و امی یا رسول اللہ! پھر کیا
چاہیے۔

محمدؐ۔ (تسلی آمیز لہجے میں) گھبراؤ نہیں۔ تم میری حضرمی چادر اوڑھ کر
سے میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔ ذرا فکر نہ کرنا۔ یہ لوگ تمہار
بیکا نہیں کر سکتے ——— اور ہاں . . . دیکھو، میں
رہا ہوں۔ ممکن ہے ابوبکرؓ آجائیں۔ اُن سے کہ دینا کہ میں

---

[1] عن ابن عباس قال کان التاریخ فی السنة التی قدم رسول ا
المدینة ۔ (تاریخ طبری مطبوعہ مصر (جدید)، جلد دوم ۔ صفحہ ۱۱۱

کی طرف جا رہا ہوں۔ وہ مجھ سے آکر ملیں اور کھانے کے ساتھ ساتھ کوئی ہوشیار رہبر بھی مزدوری پر لیتے آئیں۔ یہ اطمینان کر لیں کہ وہ مدینہ کے راستوں سے واقف ہو اور ہمیں امن و عافیت سے پہنچا دے۔

علیؓ۔ بہتر ہے یا رسول اللہ! اللہ آپ کا محافظ و نگہبان ہو۔

(رسول اللہ تشریف لے جاتے ہیں اور علیؓ آرام سے لیٹ جاتے ہیں۔)

(دشمن کا گروہ اپنی ناپاک سازش کے مطابق کاشانۂ نبوی کے قریب آ گیا ہے۔)

ابوجہل۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آج بھی میرے ہاتھ نہیں آئے گا۔

اُمیّہ۔ یہ کیوں؟

ابوجہل۔ تمھیں یاد نہیں، ایک مرتبہ اور بھی تو میں نے لات سے عہد کیا تھا، اور ایک وزنی پتھر اٹھا کر اس پر مارنا ہی چاہتا تھا کہ میرا جسم خوف و دہشت سے مٹی ہو گیا تھا، بالکل بے جان۔

اُمیّہ۔ میں تو جانتا ہوں اُس نے تم پر زبردست جادو چلایا ہے۔

ابوجہل۔ خیر، آج تو میں تنہا نہیں، تم سبھی ساتھ ہو۔

عقبہ۔ محمدؐ کہتا ہے کہ اگر تم یہ بات مان لو تو عرب و عجم پر حکمرانی کرو گے اور مرنے کے بعد دوبارہ جو زندگی ہو گی اس میں بھی تمھارے لیے سرسبز و شاداب باغات ہوں گے۔ اسی کو وہ "جنت" بتاتا ہے۔

یہی وہ جنت ہوگی جو ایمان والوں کے لیے ہے اور اس میں اردن جیسے ہرے بھرے باغات ہیں۔ اس کے برعکس اگر نہ مانتے تو تمھارا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

اُمیّہ۔ چھوڑو بھی، یہ ان باتوں کا وقت نہیں۔

ابوجہل۔ چلو، اندر چلیں۔

ابوسفیان۔ (دروازے سے جھانکتا ہے۔) دیکھنا وہ اپنی حضرمی چادر اوڑھے بے خبر سو رہا ہے۔

عقبہ۔ ہاں یہی چادر ہے اس کی وہ روز اسی کو اوڑھتا ہے۔

اُمیّہ۔ ابھی اندر نہ جانا، سب ایک ساتھ جائیں گے پیچھے والوں کو آنے دو۔

ابوسفیان۔ چلو انھیں جلدی سے آئیں۔ (سب واپس جاتے ہیں۔)

عتبہ۔ اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اگر تم سب نے اسلام قبول نہ کیا تو میں تمھارا ذمہ دار نہیں۔ تم دوزخ کا ایندھن بن جاؤ گے۔

ابوسفیان۔ تمھیں پھر وہی سوجھی۔

محمدؐ۔ (مٹھی میں مٹی لیے ہوئے قریب سے گزرتے ہیں) ہاں، میں یہی کہتا ہوں اور یہ بھی کہ تمھیں ان جہنمیوں میں سے ہو۔ سب کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے اور یٰس والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین۔ علی صراط مستقیم الآیہ ....

وجعلنا من بین ایدیھم سدًا ومن خلفھم

سدًا و اغشینا ھم فھم لا یبصرون - پڑھتے ہوئے بحفاظت گزر جاتے ہیں ۔"

راہ گیر۔ (یہ ثالث ہے) تم لوگ یہاں کیا دیکھ رہے ہو ؟ اب کیا رکھا ہے؟

قریش۔ (حواس باختہ ہیں۔) محمدؐ ۔ ۔ ۔ ۔ ! محمدؐ ! ۔ محمدؐ ! محمدؐ ! چاروں طرف تلاش کرتے ہیں، کچھ نظر نہیں آتا ۔

راہ گیر۔ خدا تمھیں نامراد کرے بدبختو ! محمدؐ تو لات کی قسم، ابھی تمھارے سروں پر مٹی ڈالتا اور کچھ پڑھتا ہوا گزر گیا۔ اور تم کو سوجھتا ہی نہیں کیا تمھیں خود نظر نہیں آیا ؟

قریش۔ (دم بخود رہ جاتے ہیں اور اپنے سروں پر ہاتھ پھیر کر) ہاں ۔ ۔ ۔ واقعی ۔ ۔ ۔ یہ دیکھو ۔ ۔ ۔ مٹی ۔ ۔ ۔ ؟ مٹی ! مگر محمدؐ ۔ ۔ ۔ ! کہاں گیا ؟ (تلاش کرتے ہیں۔) ہو گا ضرور ادھر ہی کہیں تلاش کرنا چاہیے ۔ (بھیڑ کا نشانہ نبوی کی طرف جاتے ہیں ۔)

ابو جہل۔ (علیؓ کو تلواروں کے سایے میں بے خبر سوتا ہوا پاکر) لات کی قسم محمدؐ ہی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ دیکھو کیسا سو رہا ہے ۔ ۔ ۔ (چادر ہٹا کر) علیؓ ! ۔ ۔ ۔ ارے یہ تو علیؓ ہیں ۔ ۔ ۔ علیؓ بتاؤ، تمھارا ساتھی کہاں ہے

مدرتہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

علیؓ۔ (نہایت اطمینان سے کروٹ بدلتے ہوئے) میں کیا جانوں یقین

لہ اور ہم نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے کہ انھیں کچھ سوجھتا نہیں۔ (القرآن)

ان کا نگران تھوڑا ہی ہوں . . . تم ہی نے ان سے کہا تھا جاؤ وہ کہیں چلے گئے ہوں گے۔

ابُو سفیان۔ واقعی اس راہ گیر نے سچ ہی تو کہا تھا۔

اُمیّہ۔ ہاں، وہ شخص جھوٹا نہ تھا۔

"انسانی سازش کے مقابلے میں الٰہی تدبیر کامیاب ہوتی ہے اور دشمن ناپاک ارادے سمیت ناکام واپس جاتے ہیں"

تاریخ طبری صفحہ ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱

زاد المعاد، جلد دوم، صفحہ ۷۳

سیرت ابن ہشام

نواں منظر

(محمدؐ رسول اللہ، ابوبکر صدیقؓ کے گھر میں)

ابوبکر صدیقؓ۔ (حیرت سے) فداک ابی وامی یا رسول اللہ! یہ خلاف وقت کیونکر تشریف لے آئے ۔ ۔ ۔ ضرور کوئی خاص بات ہے؟

محمدؐ۔ تمہارے پاس جو کچھ بھی ہو، ساتھ لے لو۔

ابوبکرؓ۔ یہ دو لڑکیاں عائشہؓ اور اسماءؓ ہیں یا رسول اللہؐ!

محمدؐ۔ یہ نہیں ۔ سامان درست کر لو ۔ مجھے ہجرت کا حکم مل گیا ہے۔

ابوبکرؓ۔ (فرطِ مسرت سے آنکھیں پُرنم ہیں) یا رسول اللہؐ! ۔ ۔ ہجرت! کیا میں ساتھ نہیں چلوں گا؟

محمدؐ۔ ہاں، بھائی! جلدی کرو۔

اسماء بنت ابی بکرؓ جلدی میں اپنا نطاق پھاڑ کر ستّو کی تھیلی کا مُنہ بند کر کے باندھ دیتی ہیں۔

محمدؐ۔ (اسماء کی کارگزاری دیکھتے ہوئے مُسکرا کر) خوب، آج سے اسماءؓ ذات النطاقین ہے۔

ابوبکرؓ۔ (سامان درست کرتے جا رہے ہیں۔) اس وقت سیدھے کہاں چلنا ہے یا رسول اللہؐ!

محمدؐ۔ غارِ ثور کی طرف۔

ابوبکرؓ۔ ملاحظہ فرمائیے حضورؐ! میں نے یہ دو اونٹنیاں اسی مقصد سے خوب کھلا پلا کر فربہ کر رکھی تھیں۔ ان میں سے ایک آپ کی نذر ہے۔

محمدؐ۔ مگر میں قیمتاً لے سکتا ہوں۔

ابوبکرؓ۔ یا رسولؐ اللہ! میری دل شکنی نہ کیجیے۔ ایک آپ ہی کی ہے۔ حضورؐ قبول فرمالیں۔

محمدؐ۔ ہمیں راستہ بتانے کے لیے کسی رہبر کی بھی ضرورت پڑے گی۔

ابوبکرؓ۔ عبداللہ بن اُرَیقط کو اُجرت پر ساتھ لے لیں اور عامر بن فُہیرہ کو بھی۔ یہ عائشہ کے بھائی کا غلام ہے اور گو ابھی مشرک ہے لیکن اسے ساتھ رکھنے میں کوئی نقصان نہیں۔ بلکہ اس کے ذریعے سے ہم مشرکین کی خبریں معلوم کرتے رہیں گے۔

محمدؐ۔ ہاں، ٹھیک ہے اسے بھی ساتھ لینا چاہیے۔

"ایک اونٹنی پر رسولؐ اللہ اور ان کے رفیق صدیق حضرت ابوبکرؓ سوار ہوتے ہیں اور دوسری پر عامر اور ابن اریقط بیٹھ کر رہنمائی کرتے ہوئے آگے آگے جا رہے ہیں۔

یہ قافلہ غارِ ثور پہنچتا ہے اور یہاں تین روز قیام فرما ہوتے ہیں۔ اس عرصے میں صبح و شام ابوبکرؓ کی بھیڑ بکریاں چرانے کے لیے عامر شہر کی طرف جاتا آتا ہے۔ اس کا کام مشرکین مکہ کی خبر رسانی بھی ہے۔ وہ راستے میں غارِ ثور تک آمد و رفت کے نقشِ قدم بھی ریوڑ سے مٹاتا رہتا ہے۔"

ابوبکرؓ۔ یا رسول اللہؐ! آپ ذرا تشریف رکھیں۔ میں ابھی آپ کے لیے یہاں آرام فرمانے کی جگہ بنا دیتا ہوں۔ (غارِ ثور کا ایک حصّہ اپنے ہاتھ سے صاف کرتے ہیں اور کپڑے پھاڑ کر تمام خطرناک سوراخ بند کر دیتے ہیں، پھر اپنی پوستین بچھا کر) فداک ابی و امّی یا رسول اللہؐ! یہاں اِس پر آرام فرمایئے۔

محمدؐ۔ (آرام فرما رہے ہیں۔)

عامر۔ (بکریاں لے کر آتا ہے۔) سرکار دودھ . . . ؟

ابوبکرؓ۔ ہاں تم دودھ دوہ کر رکھو۔ لیکن ذرا تھن خیال سے صاف کر لینا۔

عامر۔ (پیالے میں دودھ بھر کر لاتے ہوئے) یہ لیجیے۔

ابوبکرؓ۔ (دودھ کا پیالہ لیے ہوئے محمد رسول اللہؐ کے سرہانے کھڑے ہیں اور آپؐ محوِ خواب ہیں) عامر! آہستہ چلو، نبی کریمؐ محوِ خواب ہیں۔

محمدؐ۔ (خود ہی بیدار ہوتے ہیں۔) ارے ابوبکرؓ!

ابوبکرؓ۔ (آگے بڑھ کر) سرکار! یہ دودھ نوش فرمائیں۔

محمدؐ۔ (لیتے ہوئے) تم نے بھی پیا؟

ابوبکرؓ۔ جی ہاں، الحمدللہ۔

محمدؐ۔ ابن اریقط و عامر کہاں ہیں؟

ابوبکرؓ۔ باہر گئے ہیں۔ (اوپر سے قدموں کی دھمک اور آہٹ محسوس ہوتی ہے۔) یا رسول اللہؐ! اوپر سے قدموں کی آہٹ آ رہی ہے۔

محمدؐ۔ گھبراؤ نہیں، خدا ہمارے ساتھ ہے۔

ابو بکر۔ صرف ایک نظر میں وہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں۔ یا رسول اللہ! وہ ہمیں یہاں بھی آلیں گے۔

محمدؐ۔ (طمانیت و سکون سے) ما ظنک باثنین اللہ ثالثھما؟ ان دو کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا خدا ہو، ابو بکرؓ؟

قریش (غار تک آ پہنچے ہیں۔ ان کی آوازیں بلند اور قدم تیز تر ہیں)

عقبہ۔ (غار کے منہ پر آتا ہے اور جھانکنے کی کوشش کرتا ہے۔)

محمدؐ۔ (نظر اٹھا کر) اللہ الحق!

نضر بن حارث۔ (غار کے اندر جھانکنے کی کوشش کرتا ہے۔) اسے یہاں کیا رکھا ہے۔ دیکھتے نہیں، اس غار کے منہ پر تو مکڑی نے جالا تن رکھا ہے . . . جو محمدؐ کی پیدائش سے بھی قبل کا معلوم ہوتا ہے۔

محمدؐ۔ ابو بکرؓ! دیکھا تم نے؟ خدا نے دیکھنے کا بھی راستہ بند کر دیا ہے۔ اللہ اکبر! کیا شان ہے خدا کی!

قریش۔ بھائیو! ان وادیوں میں تو انسانی قدموں کا نشان بھی نہیں ملتا۔

حکم بن العاص۔ چلو، واپس چلیں۔ (سب ناکام واپس جاتے ہیں۔)

محمدؐ۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر (ابن اریقط آتا ہے)

ابو بکرؓ۔ ابن اریقط! کیا ابھی روانگی کا وقت نہیں آیا؟

ابن اریقط۔ جی! اب چلنا ہی چاہیے، سورج ڈھل گیا ہے۔

محمدؐ۔ ہاں، چلو۔

(قافلہ روانہ ہو جاتا ہے، رہبر ابن اریقط باتیں کرتا جا رہا ہے۔)

اس نے درمیانی عام گزرگاہ چھوڑ کر ساحلِ بحر کا راستہ اختیار کیا ہے۔)

زاد المعاد، جلد دوم، صفحہ ۴۷

سیرت ابن ہشام، جلد اول، صفحہ ۱۷۱-۱۷۶

دسواں منظر

"دشمنانِ دینِ اسلام مشرکینِ مکہ ایک جگہ جمع ہیں اور
موضوعِ بحث ہجرتِ نبویؐ ہے"

عتبہ۔ دیکھا تم نے؟ اس روز اس کی جگہ علیؓ سو رہا تھا۔

امیہ۔ ہاں یہ بھی اس کی مصلحت اندیشی تھی۔

نضر۔ مگر ابوبکرؓ نظر نہیں آتے۔

ابوجہل۔ میں تو خود اسی تلاش میں اس کے گھر تک گیا تھا۔ میں نے دستک
دی تو اس کی چھوٹی بیٹی اسماء باہر آئی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تیرا
باپ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا "واللہ مجھے نہیں معلوم" میں
بھی غصے میں آکر اس کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا اور آگیا۔

ابوسفیان۔ ہم سردارانِ قریش کی جانب سے اعلان کرتے ہیں کہ جو شخص
ابوبکرؓ اور محمدؐ کو قتل یا گرفتار کر کے لائے گا ہم اسے سو سو
اونٹ انعام دیں گے۔

قبطی۔ اِدھر سے گزرتا ہے، بھائیو! میں نے ساحلِ بحر پر چند سایے
گزرتے دیکھے تھے۔ میرے خیال میں وہ محمدؐ اور اس کے ساتھی
ہی ہوں گے۔

سراقہ۔ یقیناً وہی تھے۔ لیکن تم بتا سکتے ہو کہ اُن کا رُخ کس سمت تھا؟

نبطی - ہاں، ہاں، مدینہ کا۔

سراقہ - (عزم سے اُٹھتے ہوئے) سردارانِ قریش! یہ کارنامہ میں انجام دوں گا۔
(گھر جا کر) اے جاریہ! اری او جاریہ! اٹھ فوراً میرا گھوڑا سجا دے
اور تھوڑا سا سامان بھی ساتھ کر دے۔

"خود ہی اٹھ کر جاتا ہے اور اپنا چمکیلا خنجر نکال کر دیکھتا
ہے۔ پھر تیار ہو کر گھوڑے پر سوار ہوتا اور نکل جاتا ہے"
(اس کا گھوڑا ہوا سے باتیں کرتا چلا جا رہا ہے۔)

اضافۂ جدید از :۔ عطیہ

گیارھواں منظر

(رسول اللہ (صلعم) کا قافلہ راستے میں ام معبد کے خیمے پر رکتا ہے)

عامر۔ یہ مقام رابغ ہے۔

ابن اُرَیقط۔ ہاں، اسے یہی کہتے ہیں۔

ابو بکرؓ۔ (پیچھے دیکھ کر) ارے یہ تو کوئی سوار ہمارے پیچھے سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا آ رہا ہے۔ (گھبرا کر) حضورؐ وہ قریب تر آتا جا رہا ہے

یارسول اللہ!

محمدؐ۔ فکر نہ کرو۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔

ابن اریقط۔ یہ سوار مسلح معلوم ہوتا ہے۔ اس کی کمر میں آب دار خنجر چمک رہا ہے۔

سُراقہ۔ (خوش ہوتے ہوتے دل میں) بس اب کیا ہے ... یہ آ گیا میں

محمدؐ۔ (پلٹ کر ایک گہری نظر سُراقہ پر ڈالتے ہیں) الہٰی! ہمیں اس کے شر سے بچانا ....

ابن اریقط۔ حضورؐ! اس کا گھوڑا گر پڑا۔

عامر۔ نہیں، بلکہ گھوڑے کی اگلی ٹانگیں زمین میں دھنس گئی ہیں۔

سُراقہ۔ (چلا کر) میں سراقہ بن جعشم ہوں۔ مجھے اتنی مہلت دو محمدؐ! کہ بات کر لوں۔ میں سمجھ گیا تم نے میرے لیے بد دعا کی ہے اور

اب حفاظت الہی میں ہو۔ یقین جانو میں تمھیں دھوکا نہیں دوں گا۔

محمدؐ۔ اس سے پوچھو، کیا چاہتا ہے؟

ابوبکرؓ۔ سراقہ! تم چاہتے کیا ہو؟

سراقہ۔ جان کی امان ۔ ۔ ۔ ۔ واللہ میں تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ میرے لیے دعا کر دو۔ میں تمھارا پیچھا کرنے والوں کو اُدھر ہی سے لوٹا دوں گا۔

محمدؐ۔ (دعا فرماتے ہیں۔)

سراقہ۔ (اطمینان کا سانس لے کر) دراصل قریش نے یہ اعلان کیا ہے کہ جو شخص آپ کو اور آپ کے ساتھی ابوبکرؓ کو قتل یا گرفتار کر کے ان کے سپرد کر دے گا اسے وہ سو سرخ اونٹ بطور انعام دیں گے۔ مجھے یقین تھا کہ یہ گراں قدر انعام صرف میں ہی حاصل کر سکتا ہوں۔ چنانچہ ایک مخبر کی خبر رسانی پر آپ کا تعاقب کیا لیکن اب نادم ہوں اور مجھے ماننا پڑا کہ آپ لوگ زبردست حفاظت میں ہیں اور کوئی آپ کا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ ایک روز آپ غالب آ کر رہیں گے، اب آپ سے میری ایک گزارش اور ہے۔

محمدؐ۔ وہ بھی بتا دو۔

سراقہ۔ آپ مجھے تحریراً پروانہ خوشنودی و امان دے دیں تاکہ وقت ضرورت میرے کام آئے۔

محمدؐ۔ ابوبکرؓ! اسے پروانہ امن لکھ کر دے دو۔

ابوبکرؓ۔ امان لکھ کر سراقہ کی طرف پھینکتے ہیں۔

سُراقہ۔ (پروانۂ امن لے کر ترکش میں رکھتے ہوئے) مَیں اب واپس جاتا ہوں اور جو شخص بھی تمھاری تلاش میں اِدھر کا رُخ کرتا نظر آئے گا اسے وہیں سے لوٹا دوں گا۔

محمدؐ۔ سُراقہ! اس روز تیری کیا شان ہو گی جب کسریٰ (ایران) کے کنگن تیرے ہاتھوں میں پہنائے جائیں گے[1]۔

(سراقہ جدھر سے آیا تھا اُدھر ہی واپس چلا جاتا ہے۔)

---

[1] الاستیعاب میں ہے کہ سُراقہ کو واپس جاتا دیکھ کر حضورؐ نے یہی فرمایا تھا۔ سُراقہ اُحد کے بعد مسلمان ہوا اور عمر فاروقؓ کے عہدِ زریں میں جب مدائن فتح ہوا تو کسریٰ کا تاج شاہی اور مرصّع زیورات امیر المؤمنین کے سامنے پیش کیے گئے۔ آپ نے سراقہ کو بلوایا اور کسریٰ کے کنگن اس کے ہاتھوں میں ڈال کر فرمایا اللہ اکبر کیا شان ہے خدا کی کسریٰ ایران کے کنگن . . . سراقہ اعرابی (گنوار دیہاتی) کے ہاتھوں میں۔ یہی حضورؐ کی پیش گوئی تھی۔ عطیہ

تجرید البخاری، جلد دوم، صفحہ ۶۷-۶۹
سیرت ابن ہشام، جلد اوّل، صفحہ ۱۶۲-
تاریخ طبری، جلد دوم صفحہ ۷۳-۷۵-

بارہواں منظر

(مسافروں کی خبر گیری اور ضیافت میں مشہور خاتون ام معبد کے پاس)

ابن اریقط۔ یہی خاتون ام معبد ہیں۔

ابو بکرؓ۔ اس سے پوچھیں، اگر کچھ کھانے پینے کی چیز مل جاتے تو اچھا ہے۔

(سب سواریوں سے اتر کر امّ معبد کے پاس جاتے ہیں۔)

ابو بکرؓ۔ ام معبد! تمھارے پاس اگر کھانے کی کوئی چیز ہو تو لے آؤ۔

ام معبد۔ اگر کچھ ہوتا تو واللہ آپ کے کہنے سے پہلے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جاتا۔

محمدؐ۔ (خیمے کے گوشے میں بکری کھڑی دیکھ کر) ام معبد! یہ بکری کیسی کھڑی ہے؟

امّ معبد۔ ریوڑ کے ساتھ چل نہیں سکتی، کمزور ہے اس لیے گھر ہی میں رہتی ہے۔

محمدؐ۔ کیا یہ دودھ دیتی ہے؟

ام معبد۔ اگر آپ کو دودھ معلوم ہوتا ہے تو دوہ لیں۔

محمدؐ۔ (بکری کو پاس بلا کر اس کے تھنوں پر دستِ مبارک پھیرتے ہیں۔)

برتن ... ام معبد! برتن لاؤ۔ (بکری خوب دودھ دیتی ہے یہاں تک کہ زمین پر دودھ بہنے لگتا ہے) ام معبد! یہ تم پی لو ...

ام معبد۔ یہ کیا انہونی بات دیکھ رہی ہوں؟

ابوبکرؓ۔ تعجب نہ کرو، پی لو۔

محمدؐ۔ (دوسری بار دودھ کر) لو ابوبکرؓ! تم، ابن اریقط وغیرہ سب پی لو۔

ابوبکرؓ۔ اور آپ یا رسول اللہ؟

محمدؐ۔ پلانے والا آخر میں پیتا ہے۔ (آخر میں خود پی کر روانگی کا حکم دیتے ہیں اور جاتے ہوتے) خدا تمہارا بھلا کرے ام معبد! یہ باقی دودھ اس برتن میں رکھا ہے۔

ام معبد۔ حیران نظروں سے دیکھ رہی ہے اور حد نظر تک دیکھتی رہتی ہے یہاں تک کہ وہ لوگ نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔)

ابو معبد۔ (بکریاں چراتا ہوا گھر واپس آتا ہے۔ دودھ سے بھرا برتن دیکھ کر) ارے ام معبد! یہ دودھ کہاں سے آگیا؟

امّ معبد۔ یہ ایک مقدس شخص کے دست مبارک کی برکت ہے۔ اس نے پہلے سب کو پلایا، پھر آخر میں خود پیا اور باقی دودھ ہمارے لیے رکھ کر چلا گیا۔

ابو معبد۔ یہ تو مجھے وہی شخص معلوم ہوتا ہے جس کی مجھے تلاش تھی . . . ام معبد! ذرا اس کا حلیہ تو بیان کرو۔

امّ معبد۔ پاکیزہ رو . . . کشادہ چہرہ . . . پسندیدہ خو . . . . . . صاحب جمال . . . حسن مجسم . . . آنکھیں سیاہ . . . روشن اور فراخ . . . بال گھنے . . . سیاہ گھنگھریالے . . . آواز میں تمکنت . . . لمبی گردن . . . روشن مردمک، باریک و پیوستہ ابرو۔ خاموش ہو

باوقار... گفتگو دل پذیر، دل نشین، دلگداز... دور سے دیکھو تو ہمہ رعنائی و دلکشی... قریب سے نہایت دیدہ زیب... مکمل حسن... شیریں مقال... شگفتہ بیان... واضح کلام، کمی بیشی سے معرّا... باتیں گویا موتی کی لڑیاں پروئی ہوئی... میانہ قد، نہ پست نہ طویل... شاداب نہال... تازہ شاخ... پاک گہر، پاکباز... عالی مرتبت... رفیق ایسے کہ ہر لمحہ پروانہ صفت... جاں نثار ساتھی اس کی گفتگو کے وقت ہمہ تن گوش و سراپا سکوت ہو جاتے ہیں۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل میں ہر شخص سبقت لے جانا چاہتا ہے... مخدوم... مطاع... نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو... ایک کامل و اکمل انسان۔

ابو معبد۔ (محویت کے عالم میں سننے کے بعد) واللہ یہ تو وہی فرزند قریش ہے جس کی تلاش میں مدت سے کر رہا ہوں... اب اس سے ضرور ملوں گا۔

زاد المعاد، صفحہ ۷۶

تاریخ طبری، سیرت ابن ہشام

تیرھواں منظر

(اسماءؓ بنت ابی بکرؓ۔ عائشہ صدیقہؓ اور ان کے دادا ابو قحافہؓ ابوبکرؓ کے مکان میں)

اسماءؓ۔ خدا ہی جانے یہ لوگ کس طرف گئے اور کہاں اقامت پذیر ہوئے ہوں گے۔

(مکہ کے نشیبی حصے میں ایک آواز بلند ہوتی ہے اور کہنے والا نظر نہیں آتا۔)

آواز۔ جزی اللّٰہ ربّ العرش خیر جزائہٖ
رفیقین حلّا خیمتی اُمّ معبدٖ
ھُما نزلا بالبرّ وارتحلا بہٖ
وافلح من امسیٰ رفیق محمّدٖ
لیھن بنی کعب مقام فتاتھم
ومقعدھا للمؤمنین بمرصدٖ
سلوا اُختکم عن شاتھا وانائھا
فانّکم ان تسئلوا الشاۃ تشھدٖ

۱۔ خدا جزائے خیر دے ان دو رفیقوں کو (رسول اللہؐ اور ابوبکرؓ) جو اُمِ معبد کے یہاں اُترے وہ خیر و برکت لیے آئے بھی ا[illegible]

گئے بھی۔ جو محمدؐ کا ساتھی بنا وہ کامیاب و بامراد ہے۔

۲۔ مبارک ہو بنی کعب کو اپنی لڑکی کی یہ خوش نصیبی اور قدر و منزلت اور اس کا وہ خیمہ جہاں وہ ایمان والوں کی منتظر رہتی تھی۔

۳۔ تم اپنی بہن سے اس کی بکری اور دودھ کے برتن کے بارے میں دریافت کرو بلکہ اگر تم بکری سے پوچھو تو وہ بھی گواہی دیگی۔

عائشہ صدیقہؓ۔ اب معلوم ہوا کہ یہ لوگ کہاں مقیم ہیں۔

اسماءؓ۔ لیکن یہ آواز ہے کس کی۔ بولنے والا نظر نہیں آتا۔

عائشہؓ۔ ہوگا کوئی اللہ کا بندہ۔۔۔ زمین اور آسمان میں اس کی بے شمار مخلوق ہے۔

ابو قحافہؓ[1]۔ اسماءؓ۔۔۔ عائشہؓ۔۔۔ بیٹی! کہاں ہو؟ ادھر تو آؤ۔

اسماءؓ۔ جی دادا جان!

ابو قحافہؓ۔ معلوم ہوتا ہے ابو بکرؓ ہمیں دہری مشکل میں چھوڑ گیا۔ یعنی خود گیا تو گیا اپنا سارا اثاثہ بھی لے گیا۔

اسماءؓ۔ (زیر لب نہایت آہستہ) ٹھیک تو ہے ابا جان! پانچ چھ ہزار روپیہ تھا، سب لے گئے۔

---

[1] ابو قحافہؓ فتح مکہ کے دن مسلمان ہو گئے تھے۔ "یہ خصوصیت و شرف صرف ابو بکرؓ کے خاندان کو حاصل ہے کہ ان کی چاروں نسلیں صحابی رسول مقبول رہیں۔" تعلیقہ ابن ہشام، جلد اول صفحہ ۱۷۳

ابو قحافہؓ۔ جواب کیوں نہیں دیتی ؟

اسماءؓ۔ (ایک ترکیب سمجھ میں آتی ہے۔ دادا چونکہ نابینا ہیں اس لیے پتھر اٹھا کر کپڑے میں باندھیں اور جہاں مال و متاع دفن تھا وہاں رکھ آئیں۔ پھر دادا کو سہارا دے کر) نہیں دادا جان! وہ ہمارے لیے خاصا اثاثہ چھوڑ گئے ہیں۔ چلیے میں آپ کو دکھا دوں۔

ابو قحافہؓ۔ کہاں ہے؟ (ہاتھ پھیر کر دیکھیے، یہ سارا روپیہ موجود ہے) ہاں ہاں، اب ہمارے پاس خاصا سرمایہ ہے۔ ابوبکرؓ کے جانے سے کوئی کمی نہیں پڑے گی۔ یہ اس نے بہت اچھا کیا۔ میں سمجھتا ہوں یہ کئی دن کا انتظام ہو گیا۔

اسماءؓ۔ جی ہاں۔ یہی تو میں کہ رہی تھی۔

عائشہؓ۔ (کھڑی تماشا دیکھ رہی ہیں۔)

اسماءؓ۔ (آہستہ سے ان کے کان میں) دیکھا تم نے؟ میں نے تو دادا جان کے اطمینان کے لیے یہ بات بنا دی ورنہ ابا جان تو سب کچھ اپنے ساتھ لے گئے۔

اضافہ جدید

از: عطیہ

چودھواں منظر

"محمد رسول اللہ اور رفیق صدیق ابو بکر صدیق راستے میں"

محمدؐ۔ اب ہماری منزل کتنی دور ہو گی . . . ؟

ابن اریقط۔ مدینہ قریب ہی ہے۔ یا رسول اللہ!

ابو بکرؓ۔ کیا وہاں والوں کو ہماری روانگی کی اطلاع ہو گئی ہے ؟

محمدؐ۔ ہاں۔

ابو بکرؓ۔ مہاجرین و انصار بے چینی سے منتظر ہوں گے۔

ابن اریقط۔ (پیچھے مڑ کر دیکھتے ہوئے) یا رسول اللہ! دیکھیے . . ہمارے پیچھے کوئی پھر آ رہا ہے۔

محمدؐ۔ (پلٹ کر) ہاں . . . کوئی نظر تو آ رہا ہے مگر خیر . . . آنے دو۔

بریدہ اسلمی۔ میں بریدہ اسلمی اپنی قوم کا سردار ہوں۔ قریش نے جو انعام کا اعلان کیا ہے وہی سن کر تمھاری تلاش میں نکلا ہوں۔

محمدؐ۔ (بے پروائی سے) لیکن ہمارا محافظ و نگہبان تم سے کہیں زیادہ طاقت رکھتا ہے۔

بریدہ۔ (صرف یہی سن کر متاثر و پشیمان ہوتے ہوئے) یا رسول اللہ! میری گستاخی معاف کر دیجیے . . . . میں اپنی ساری قوم کے ساتھ، جو تعداد میں ستر افراد پر مشتمل ہے، اسلام قبول کرتا ہوں"

محمدؐ۔ خدا تمھیں معاف فرمائے۔

بریدہ۔ (اس وقت اپنی پگڑی اتار کر نیزے پر باندھتا اور پرچم کی طرح لہراتا ہوا اپنی قوم میں جا کر اعلان کرتا ہے۔) لوگو! ..... امن کا بادشاہ، صلح کا حامی، عدل و انصاف کا بول بالا کرنے والا انسانیت کا نجات دہندہ، حق کا پرستار تشریف لے آیا ہے۔ تم لوگ اس کی رسالت پر ایمان لاؤ اور خدا کی وحدانیت کا اقرار کر لو ... واللہ میں نے تو یہ دین قبول کر لیا۔

اس کی تبلیغ پر ساری قوم مسلمان ہو جاتی ہے۔

ابن ہشام

اضافہ جدید از عطیہ

پندرھواں منظر

"وادیٔ یثرب .... گرمی کا موسم ہے۔ سورج کی کرنیں گویا آتش باری کر رہی ہیں۔ لیکن حبِ رسول میں سرشار پرستارانِ حق اور فرزندانِ توحید بے چینی سے رسولؐ اللہ کی تشریف آوری کا انتظار کر رہے ہیں۔

انصاری۔ کیا پیغمبر انسانیت تشریف نہیں لاتے؟

مہاجر۔ آج ہی تشریف آوری کی امید ہے۔

یہودی۔ (قریب ہی کھڑا ہے) تم لوگ کئی دن سے روزیہاں آکر جمع ہو جاتے ہو ان کے انتظار میں؟

عبداللہ انصاریؓ۔ ہاں دیکھتے نہیں — آفتاب کی کرنیں کس درجہ شعلہ بار ہیں لیکن ہم رسول اللہ کی محبت میں اس قدر سرشار و مدہوش ہیں کہ ہمیں یہ انتظار کی شدت عین راحت معلوم ہوتی ہے۔ گو اب تک ہم ان کے دیدار کی حسرت لیے ناکام لوٹ جاتے ہیں .... لیکن ....

مہاجر۔ صبر کرو عبداللہ! وہ ضرور تشریف لائیں گے۔

انصاری۔ (آبدیدہ ہو کر) میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اور اب مجھے بالکل تاب انتظار نہیں رہی۔ نہ معلوم کب ہمیں دیدار نصیب ہو گا۔

ابو ایوب انصاری۔ الفاظ ہرگز میری بیقراری کے مظہر و ترجمان نہیں ہو سکتے

آخر میں کیونکر بتاؤں کہ اس مقدس ہستی کے لیے جس نے ہمارے دل کو شمع ایمان اور نور اسلام سے تابناک و منور کر دیا ہے، کس حد تک بیقرار ہوں۔

عبان انصاری۔ واللہ تم لوگ سچ کہتے ہو۔ ہم نے بجان و دل اسلام قبول کر ان کی رسالت پر ایمان لے آتے لیکن بدقسمتی دیکھو کہ ابھی تک زیارت سے محروم ہیں۔

انصاری۔ کیا وہ تنہا آرہے ہیں؟

مہاجر۔ نہیں . . . خبر یہ آئی ہے کہ آپ کے ساتھ جان نثار رفیق ابوبکر صدیقؓ بھی ہیں۔

انصاری۔ دیکھو، سورج تو اب غروب ہوا ہی چاہتا ہے . . . . . . کچھ دیر میں بالکل ہی ڈوب جائے گا . . . اس لیے میرا خیال ہے گھر لوٹ جائیں، کل پھر آجائیں گے۔

مہاجر۔ ہاں میری بھی یہی رائے ہے (سب اٹھ کر واپس جا رہے ہیں۔)

یہودی۔ (کسی کام سے ٹیلے پر چڑھتا ہے۔ اسے دور سے دو سوار آتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ڈوبتے سورج کی آخری کرنیں ان کے سایے اجاگر کر رہی ہیں۔ وہ پلٹ کر آواز دیتا ہے۔) اے بنی قیلہ! . . . واپس آجاؤ۔ وہ دیکھو . . . تمھیں جس کا انتظار تھا . . . وہ آگیا . .

مہاجرینؓ و انصارؓ۔ (یہودی کی آواز پر نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے دوڑتے واپس آرہے ہیں۔) اللہ اکبر . . . . اللہ اکبر . . . . (مدینہ کی

فضا پُرجوش تکبیروں سے گونج رہی ہے۔)

بچیاں۔ انصار کی معصوم بچیاں استقبالیہ ترانہ گاتی دف بجاتی معصومانہ انداز میں فرطِ مسرّت سے بے قابو ہو کر نکلتی ہیں۔)

اشرق البدر علینا   من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا   ما دعی للّٰہ داع

ایھا المبعوث فینا   جئت بالامر المطاع

رسول اللہ (صلعم) اور ابو بکرؓ سواریوں سے اتر کر ایک درخت کے سایے میں تشریف فرما ہیں۔ ان لوگوں میں جو ہنوز دیدارِ نبویؐ سے محروم تھے، چہ می گوئیاں ہو رہی ہیں۔ آخر ان دونوں میں رسولؐ اللہ کون ہیں۔ ابو بکرؓ اس جستجو کا اندازہ کر کے اٹھے اور آپؐ پر سایہ کر کے کھڑے ہو گئے۔

عبداللہ بن سلامؓ ۔(پُرجوش لہجے میں) اللہ اکبر ... اللہ اکبر

خالدہ ۔ان کی پھوپھی ہے۔ بگڑ کر) خدا تجھے نامراد کرے حصین! اگر تو موسیٰ بن عمران کو دیکھتا تو اس سے زیادہ خوش نہ ہوتا؟

ؔ اسلامی تاریخوں میں ان کا نام حصین عبداللہ بن سلام ہی ہے۔ یہ بہت بڑے عالم یہودی تھے۔ حضورؐ ہی اسلام لا کر نام بدل لیا تھا۔

عطیہ

عبداللہ۔ پھوپھی جان! یہ بھی موسیٰ بن عمران کے بھائی ہیں۔ انھیں کے دین پر ہیں اور ان کی بعثت کا مقصد بھی وہی ہے جو موسیٰ کی نبوت کا تھا۔

خالدہ۔ نرم پڑ کر، نورِ نظر! تو کیا یہ وہی نبی ہیں جن کا ذکر ہمارے احبار (علماء یہود) کرتے رہتے ہیں؟

عبداللہ بن سلام۔ جی ہاں، جی ہاں، وہی تو ہیں۔

خالدہ۔ (اٹھ کر) چلو تو قریب جا کر زیارت کریں۔ جاتی ہیں اور آگے بڑھ کر دونوں کو دیکھتے ہوئے) بیٹا! ان میں رسول اللہ کون ہیں؟

عبداللہ۔ (انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے) دیکھیے، وہ جو تشریف فرما ہیں وہی رسول اللہ ہیں اور جو ان پر سایہ کیے کھڑے ہیں یہ ان کے ساتھی اور جاں نثار رفیق ابوبکر صدیق ہیں، اس وقت رسول اللہ کا رُخ انور بالکل میرے سامنے ہے اور میں انھیں اچھی طرح دیکھ رہا ہوں۔ واللہ یہ شخص ہرگز دروغ گو نہیں ہو سکتا۔

(مہاجرین و انصار چاروں طرف سے السلام علیکم یا رسول اللہ کہتے ہوئے جوق در جوق آ رہے ہیں۔)

انصاری۔ یا رسول اللہ! ہمیں اسلامی تہذیب و تعلیم سے آراستہ کیجیے

محمدؐ۔ (کھڑے ہو کر) ایہا الناس! افشوا السلام واطعموا الطعام وصلوا الارحام۔ وصلوا باللیل والناس نیام۔ لوگو! سلام

پہل کیا کرو۔ آپس میں ایک دوسرے کو کھانا کھلایا کرو۔ اپنے رشتوں کو جوڑا کرو اور اس وقت خدا کی عبادت (نماز) کرو جب لوگ سوتے ہوں (تنہائی میں اسے یاد کرو)۔

(اپنی سواریوں کی طرف جاتے ہیں۔)

"عبداللہ بن سلام خود ہی عالم تھے۔ یہ دل نشین کلمات سن کر فوراً ذہن نشین کر لیتے ہیں۔ اب ان کا دل نور ایمانی سے اور بھی منور ہو گیا"

بنو حارث۔ (چاروں طرف سے آپ کو گھیر کر) یا رسول اللہؐ! ہمارے غریب خانے پر فروکش ہوں۔ حضورؐ! ہمارے گھر کو رونق بخشیں۔ .... یا رسول اللہ! ہم اسلحہ اور ساز و سامان سے آپ کی حفاظت کریں گے۔ ہماری تعداد کم نہیں۔ ہمیں ضیافت کا شرف عنایت کیجیے۔ (نکیل پکڑ لیتے ہیں)

محمدؐ۔ اس کی نکیل چھوڑ دو .... راستہ نہ روکو، یہ اونٹنی مامور ہے۔ خدا کے حکم سے خود ہی کہیں بیٹھ جائے گی۔

بنو عدی بیا رسول اللہ! ہم طاقت، دولت، حمایت، فیاضی اور بہادری میں مشہور ہیں۔ ہمیں ضیافت کا موقع عنایت فرمائیے۔

(نکیل پکڑ لیتے ہیں)

محمدؐ۔ چھوڑ دو دوستو! یہ مامور من اللہ ہے۔ جہاں بھی بیٹھ جائے وہی منزل ہے۔

بنو سالم۔ (تیزی سے آگے بڑھ کر) یا رسولؐ اللہ! ہمارے پاس قیام فرمائیں . . . ۔ ہماری تعداد بہت ہے اور ہم خاصا جنگی سامان رکھتے ہیں۔

محمدؐ۔ بھائیو! اس اونٹنی کو نہ پکڑو۔ یہ خود ہی کہیں بیٹھ جائے گی۔

(اونٹنی چلتے چلتے خود ہی ایک احاطے میں بیٹھ جاتی ہے)

انصار۔ ارے . . . ۔ اونٹنی یہاں خود بیٹھ گئی . . . ۔ پتا نہیں یہ کس خوش نصیب کی ملکیت ہے!

محمدؐ۔ (آس پاس والوں سے) یہ کس کی زمین ہے؟

معاذ بن عفراء (آگے بڑھ کر) حضورؐ! یہ جگہ دو یتیم لڑکوں سہل و سہیل بنی عمرو کی ہے۔

محمدؐ۔ (ابوبکرؓ سے آہستہ آہستہ کچھ فرماتے ہیں۔)

ابوبکرؓ۔ بھائیو! دراصل رسولؐ اللہ اس زمین پر مسجد نبوی تعمیر کرنا چاہتے ہیں اس لیے اس کی قیمت بتا دی جائے۔

بنی عمرو۔ نہیں یا رسول اللہ! ہم آپ سے ہرگز اس کی قیمت نہ لیں گے

انصار۔ حضورؐ! قیمت ہم ادا کر دیں؟

محمدؐ۔ اس کی قیمت ضرور دی جائے گی — ابوبکرؓ! تم معاملہ پختہ طور پر طے کر لو۔

بنی عمر۔ دس دینار۔

محمدؐ۔ دے دو۔

معاذ۔ یہ سو گز مربع زمین ہے۔

(ابو ایوبؓ انصاری ضیافت نبویؐ کا شرف حاصل کرتے ہیں۔)
مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہو گئی۔ رسول اللہ (صلعم) بھی تمام صحابۂ
کرام کے ساتھ اینٹیں اور پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے ہیں اور زبانِ
مبارک پر یہ کلمات ہیں:

اللّٰھم لا عیش الا عیش الآخرۃ فاغفر الانصار والمھاجرۃ

(زندگی ہے تو آخرت کی زندگی، تو یا مہاجرین و انصار کی مدد کر)

صحابۂ کرام۔ (تعمیر میں مصروف ہیں) ؎

لئن قعدنا والرسول یعمل لذاک العمل المضلل

(ہم بیٹھے رہیں اور رسول اللہ کام کریں؟ یہ تو بڑی گمراہی کی بات
ہو گی) حضورؐ! حکم ہو تو چھت بھی ڈال دی جاتے؟

محمد۔ نہیں، موسیٰؑ کی عرش کی سی عرش بہتر ہو گی۔ (آج بھی عرب کے اطراف و
اکناف میں بادیہ نشینوں میں عرش (SHED) بنانے کا دستور
ہے مسجد نبوی کی دیواریں کچی اینٹوں کی تین گز اونچی تھیں اور کھجور کے
تنے ستون کی جگہ نصب کیے گئے تھے۔)

سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۶۳-۱۶۶

مع اضافۂ جدید از:- عطیہ

سولھواں منظر

"یہودی کی کھجور کے سایے میں سلمان فارسی اور ایک غلام باتیں کر رہے ہیں"

غلام۔ لو سلمان! میں نے تو اپنا قصہ سُنا دیا۔ اب تم بھی اپنی داستان سناؤ

سلمان۔ (زیر لب) میرا قصہ تو عجیب ہے جو بہت حیرت انگیز داستان بن گیا ہے۔

غلام۔ تم اس یہودی کے ہاتھ فروخت ہونے سے قبل کہاں تھے اور کیا کرتے تھے؟

سلمان۔ دراصل میں ایرانی ہوں۔ میرا وطن اصفہان ہے۔ میرا باپ زراعت (کھیتی) کرتا تھا۔ اور مجھے بے حد چاہتا تھا۔ انتہا یہ ہے کہ وہ مجھے کنواری لڑکیوں کی طرح بند کر کے رکھتا تھا۔ میں ایک لمحہ بھی اس کی نظروں سے اوجھل نہ رہ سکتا تھا۔ مجوسیت (آتش پرستی) میں مَیں نے اس درجہ کمال حاصل کر لیا تھا کہ مجوسیت میرے رگ و پے میں سرایت کر چکی تھی جیسے روئی میں آگ دب کر یک جان ہو جاتی ہے۔ ایک دن اتفاق سے ابّا جان نے مجھے باہر کسی کام سے بھیج دیا۔ راستے میں میرا گزر ایک کلیسا کی طرف سے ہوا یہ نصاریٰ کا گرجا تھا۔ مَیں نے وہاں سے عجیب آوازیں بلند ہوتی سُنیں۔ میرے

باپ نے چونکہ ہمیشہ مجھے گھر کی چار دیواری میں ۔۔۔۔۔۔
۔۔۔ قید رکھا تھا اس لیے مجھے کیا معلوم تھا کہ باہر کی دنیا میں لوگ کیسے رہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔ ان کی آوازیں سُنکر بے اختیار میں اندر چلا گیا۔ وہاں دیکھا کہ نصاریٰ عبادت میں مصروف تھے۔ مجھے ان کو دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی اور ان کی عبادت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

میں خاصی دیر تک حیران و ششدر کھڑا ان کی حرکات و سکنات کا دلچسپی سے مطالعہ کرتا رہا۔ آخر میں نے دل میں سوچ لیا کہ واللہ یہ ہمارے دین (مجوسیت) سے کہیں بہتر ہے ۔۔۔۔ میں اسی خیال میں غلطاں اور اسی فکر میں غرق تھا کہ مغرب ہوگئی ۔۔۔ جب وہ لوگ فارغ ہو گئے تو میں نے بڑے اشتیاق سے آگے بڑھ کر ان سے دریافت کیا کہ اس دین کا مرکز کہاں ہے؟ انھوں نے بتایا کہ شام میں اس کے معلم رہتے ہیں اور وہیں ان کا دینی مرکز بھی ہے۔

میں تھوڑے سے بہت استفسارات کے بعد عجیب تبدیلی محسوس کرتا ہوا گھر واپس آگیا۔

میرے باپ نے جو سراپا فکر و تردّد بنا بیٹھا تھا، بے تابانہ مجھے دل سے لگا لیا اور پوچھا کہ کہاں رہ گئے تھے؟ میں نے تم سے کیا کہا تھا اور کہاں بھیجا تھا؟ تمھاری تلاش میں آدمی بھی

دوڑائے گئے تھے۔

میں نے سارا واقعہ سنا دیا۔ ۔ ۔ جواب میں کہا "نہیں ۔ ۔ تمہارے باپ دادا کا دین بہتر ہے ۔ یہ حماقت نہ کر بیٹھنا ۔ ۔ ۔" میں نے کہا "نہیں، ہرگز نہیں ۔ یہ دین ہمارے دین سے اچھا معلوم ہوتا ہے ابا جان کو میری ان باغیانہ باتوں نے خوف زدہ کر دیا ۔ پھر تو واقعی انھوں نے مجھے قید کر دیا یعنی پاؤں میں رسیاں باندھ کر کمرے میں بند کر دیا ۔ ۔ ۔ میں نے اس حالت میں بھی اپنے جذبات میں کوئی فرق نہ محسوس کیا ——— اور نصاریٰ کے پاس اپنے ایک آدمی کو بھیج کر دریافت کرایا "تمہارا قافلہ شام کب جا رہا ہے؟ مجھے روانگی سے ضرور مطلع کرنا ۔ ۔ ۔"

انھوں نے جواب دیا کہ بس جانے ہی والا ہے۔ میں نے خود ہی اپنی رسیاں توڑیں اور موقع پا کر بھاگ نکلا اور اسی وقت قافلے کے ساتھ روانہ ہو گیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

وہاں پہنچ کر میں نے معلوم کیا کہ اس دین کا سب سے بڑا عالم معلم کون ہے ۔ بتایا گیا کہ وہ اس کلیسا میں رہتا ہے ۔ ۔ ۔ میں اس کے پاس گیا اور با ادب درخواست کی کہ میں آپ کا مذہب اختیار کرنا چاہتا ہوں اور میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ آپ کے پاس رہ کر مذہبی تعلیم حاصل کروں، تاکہ آپ کی خدمت بھی کرتا رہوں اور آپ کی معیت میں تو عبادت بھی

افضل ہے۔

اس نے بلا تامّل کہا "آجاؤ، کوئی مضایقہ نہیں... کئی دن گزر گئے، میں اس کی خدمت کرتا اور اس سے تعلیم حاصل کرتا رہا لیکن رفتہ رفتہ مجھے علم ہوتا گیا کہ یہ شخص بہت خراب ہے۔ اپنے خادموں سے خیرات و صدقات کے نام سے رقم و اشیاء لیتا اور اپنے مصرف میں لاتا ہے حتیٰ کہ اس ذخیرہ اندوزی اور بے ایمانی سے اس نے سات مٹکے سونے اور چاندی سے بھر رکھے ہیں۔

اس کی یہ حرکات دیکھ کر میں اس کی طرف سے بدظن و بددل ہو گیا حتیٰ کہ مجھے اس سے سخت نفرت ہو گئی۔ اسی دوران میں وہ مر گیا تو تمام نصاریٰ جمع ہوتے اور اسے مذہبی عزت و تکریم سے دفن کرنے کے بارے میں غور کرنے لگے۔ میں نے سارا راز فاش کر دیا اور کہا کہ اگر تم لوگ دیکھنا چاہو تو میرے ساتھ چلو۔ میں تمھیں اس دفینے کی جگہ بھی بتا سکتا ہوں۔ یہ شخص تم سے لے کر اپنے لیے اندوختہ کرتا تھا۔ وہ لوگ میرے ساتھ گئے اور دفینہ نکال کر دیکھا تو سخت برہم ہو گئے۔ کہنے لگے مقدس معبود کی قسم ہم اسے ہرگز عزت و اعزاز سے دفن نہیں کریں گے۔ اسے پھانسی پر لٹکا کر سنگسار کیا۔ اس کے بعد ایک دوسرا شخص اس کا جانشین ہوا۔ یہ واقعی بڑا متقی و پرہیزگار تھا۔ میں نے دنیا میں ایسا بیگانۂ دنیا اور آخرت کا طلبگار، دن رات کا عبادت گزار آدمی کہیں نہیں دیکھا تھا۔ مجھے

اس سے بڑی محبت ہو گئی۔ ایک طویل عرصہ اس کے ساتھ گزرا۔ اس کی سچی مذہبیت اور خدا پرستی نے مجھے اس کا دیوانہ بنا دیا تھا۔ وہ بیمار ہوتا تو مجھے بڑا صدمہ ہوتا۔ کہ اگر یہ بھی گزر گیا تو کیا ہو گا۔۔۔ چنانچہ ایک روز میں نے اس سے پوچھا کہ مرشدِ محترم! اگر آپ کا بھی وقت آگیا تو میں کیا کروں گا۔۔۔؟ مجھے کسی کے سپرد کر دیجیے۔ اس نے کہا "بیٹا! مجھے علم نہیں کہ میرے بعد کوئی اور بھی دینِ مسیحی پر اس سختی سے کاربند ہو گا اس لیے کہ ایسے لوگ اٹھ گئے اور نئی نسلوں نے دین میں تحریف کی اور بہت کچھ چھوڑ دیا۔ البتہ ایک شخص ہے جو موصل میں رہتا ہے" غرض اس نے مجھے اس کا پتا بتایا اور یقین دلایا کہ وہ حق پرست ہے۔ پھر وہ مر گیا اور اسے مذہبی رسوم سے دفنا دیا گیا۔

اس کی وفات ہوتے ہی میں موصل گیا اور اپنے سرپرست پادری سے ملا۔ اسے سارا واقعہ بتایا۔ اس نے کہا "تم بخوشی میرے ساتھ رہو" میں نے اس کی نگرانی میں مزید تربیت و تعلیم حاصل کی۔ حقیقت میں وہ بھی نہایت پارسا اور پاک باز بزرگ تھا، لیکن بدقسمتی سے چند ہی روز بعد اس کا بھی وقت آگیا اور اس نے مجھے مرنے سے قبل وصیت کی، کہ "نصیبین" میں ایک بزرگ ملیں گے۔ تم میرے بعد ان کے پاس جانا اور ان سے استفادہ کرنا۔ اس کے بعد وہ مر گیا۔ میں اب اس کی وصیت کے مطابق نصیبین پہنچا لیکن جلد ہی وہ بھی گزر گیا۔ یہ پادری علالت کے دوران میں کہا کرتا تھا "تم تو ہونہار ہو۔ میں تم سے خوش ہوں اور

بہت محبت کرتا ہوں۔ میرا وقت آنے والا ہے۔ تم عموریہ کے نیک اور مقدس پادری سے ضرور ملنا اور اس کی خدمت کرنا۔ یہ روم میں رہتا ہے۔" یہ بھی انھیں دو لوگوں کی طرح تھا۔ میں نے اس کی صحبت سے بہت فیض پایا۔ نہ صرف مذہبی تعلیم بلکہ اس کی بدولت میرے پاس گائے، بکریاں بھی ہو گئی تھیں۔ تجربے کی بنا پر میں ہر وقت خوف زدہ رہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس سے اپنے مستقبل کے بارے میں استفسار کیا تو اس نے کہا "خدائے قدوس کی قسم، ہم چند ستیوں کے بعد صفحۂ ہستی پر کوئی عیسائیت کا سچا خدمت گار نہ رہے گا۔ البتہ بہت جلد دین براہیمی پر قائم ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے جو عرب سے دو پتھریلی زمینوں کے درمیان کھجور کے درختوں میں (نخلستانی علاقہ) کی طرف ہجرت کرے گا۔ اس کی علامات روشن ہوں گی چھپی نہیں رہ سکیں گی . . . وہ تحفہ قبول کرلے گا لیکن صدقہ نہیں کھا سکتا اور اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی۔ اگر تم عرب جا سکو تو ضرور جانا اور اس سے ملنا تمھاری خوش قسمتی ہوگی۔ پھر وہ بھی مر گیا۔ میں کچھ روز اور وہاں ٹھہرا۔ اس دوران میں مجھے معلوم ہوا کہ ایک تجارتی قافلہ "عموریہ" سے گزرنے والا ہے۔ میں نے ان قافلہ والوں سے درخواست کی کہ مجھے عرب تک پہنچا دیں، میں انھیں اپنا سارا سرمایہ اور بھیڑ بکریاں دے دوں گا۔ چنانچہ وہ راضی ہو گئے اور میں ان کے ساتھ روانہ ہو کر مکہ پہنچا۔ لیکن یہ لوگ وہاں پہنچ کر بدل گئے، مجھ پر بڑے ستم

ڈھاتے اور بہت زیادتیاں کیں، حتیٰ کہ ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

میں ایک غلام کی حیثیت سے ان کے پاس رہتا تھا۔ اس عرصے میں اس کا چچیرا بھائی آیا اور مجھے خرید کر اپنے ساتھ مدینہ لے گیا ۔۔۔ میں نے مدینہ جا کر کھجور کے درخت دیکھے تو میں سمجھ گیا کہ یہ وہی مقام ہے جس کا ذکر میرے مرشد مرحوم نے کیا تھا۔ میں یہاں اجنبی تھا۔ خاموش رہا کہ ابھی اور دیکھوں خدا کیا کرتا ہے۔ لیکن اس کے فوراً بعد ہی یہ شخص، جو اس کا عم زاد بھائی ہے، مجھے اپنے ساتھ یہاں لے آیا۔ واللہ یہاں مجھے وہی کچھ نظر آ رہا ہے جو مجھے میرے مرحوم مرشد نے کہا تھا۔

عاذر۔ سلمان! تمہیں آخر کیا ہو گیا ہے، جاؤ اپنا کام کیوں نہیں کرتے۔ (غلام سے) بتا یہ نصرانی (سلمان) ابھی تم سے کیا باتیں کر رہا تھا؟

غلام۔ (خاموش رہتا ہے)

عاذر۔ (ڈپٹ کر) میں نے تجھے اس لیے تو نہیں خریدا تھا کہ یہاں کھجور کے بیلے میں آرام سے بیٹھ کر باتیں بناتے۔ تجھے سخت سزا ملے گی نمک حرام

یہودی۔ (دور سے دوڑتا ہوا آتا ہے) عاذر! اے عاذر! ... کہاں ہو، ذرا سنو تو۔

عاذر۔ (دیکھتے ہوئے) کچھ کہو گے بھی یا یونہی چیختے رہو گے؟

یہودی۔ (قریب آ کر) ارے بھائی کیا کہوں، خدا ہی قبیلہ کو سمجھے۔ یہ سب کے

سب مکہ سے آئے ہوئے ایک شخص کو گھیرے بیٹھے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رسولؐ ہے۔

عاذر۔ رسول ....؟ نبی ...؟

سلمانؓ۔ (کھجور کی بلندی پر بیٹھے یہودی کی بات سُن کر لرز جاتے ہیں اور گرتے گرتے بچتے ہیں۔ بہر حال اپنے کو سنبھالتے ہوئے اتر کر آتے ہیں اور یہودی سے) آپ ابھی ... کیا کہہ رہے تھے ...؟

عاذر۔ (منہ پر طمانچہ مار کر) جا، تجھے اس سے کیا مطلب؟ اپنا کام کر...

سلمانؓ۔ (منہ بسورتے ہوئے گال سہلاتے ہیں۔) میں ان سے یقیناً پوری بات سننا چاہتا ہوں۔

عاذر۔ کیا کرے گا سنکر؟ جا یہاں سے۔

سلمانؓ۔ (دوسرے دن سامان باندھ کر نبی کریم (صلعم) کی تلاش میں نکلتے ہیں۔)

حدیث اسلام سلمانؓ الفارسی

سیرت ابن ہشام، جلد اول، صفحہ ۷۲

ستر ھواں منظر

"۱۲- ربیع الاوّل سلہ، نبی کریم (صلعم) بنو سالم میں سو فرزندان توحید کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرتے ہیں۔ یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا۔ اور ابن ہشام نے اس خطبے کو پہلا خطبہ قرار دیا ہے۔"

محمدؐ۔ (منبر خطابت پر) حمد اللہ واثنیٰ علیہ بما ھو اھلہ ثم قال — ایھا الناس! فقدموا لانفسکم لتعلمن واللہ لیصعقن احدکم ثم لیدعن غنمہ، لیس لہا راع ثم لیقولن لہ ربہ، ولیس لہ ترجمان ولا حاجب یحجبہ دونہ، الم یاتک رسولی فبلغک؛ واتیتک مالا وافضلت علیک فما قدمت لنفسک؟؟ فلینظرن یمینا و شمالا فلا یری شیئاً ثم لینظرن قدامہ فلا یری غیر جھنم فمن استطاع ان یقی وجھہ من النار ولو بشق من تمرۃ فلیفعل — فمن لم یجدہ فبکلمۃ طیبۃ فان بہا تجزی الحسنۃ عشر امثالہا الی سبع مائۃ ضعف — والسلام علیکم وعلی رسول اللہ ورحمۃ،

حصین بن سلام۔ (آہستہ آہستہ رسولؐ اللہ کے قریب آکر رازدارانہ لہجے میں) یا رسولؐ اللہ! آپ جانتے ہیں کہ میں یہودی عالم تھا لیکن اب مسلمان ہو گیا ہوں۔ یہودی قوم بڑی بہتان طراز، عیب جُو اور فتنہ پرداز ہوتی

ہے۔ میری عرض یہ ہے کہ اس وقت اس مجمع میں میری قوم کے افراد بھی موجود ہیں۔ آپ ان سے میرے بارے میں دریافت کیجیے کہ میں ان میں کیا حیثیت رکھتا ہوں۔ قبل اس کے کہ انھیں میرے اسلام لانے کی خبر ہو۔ یہ دریافت کرنا نہایت ضروری ہے ورنہ بعد میں یہی لوگ مجھے سب سے زیادہ مطعون و بدنام کریں گے اور مجھ پر جھوٹے الزام لگانے سے بھی گریز نہیں کریں گے (دبے پاؤں واپس جاتے ہیں)

محمدؐ۔ یہودیو! حصین بن سلام تم میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟

یہودی۔ وہ ہمارا خاندانی آقا اور مقتدر مذہبی پیشوا ہے۔

حصین۔ (کلمۂ توحید پڑھتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں۔) میرے یہودی بھائیو! خدا سے ڈرو اور محمدؐ کا پیغام قبول کرلو۔ تمھیں خود ہی معلوم ہوجائیگا اور تم بہت جلد جان لوگے کہ یہ وہی مقدس رسول ہے جس کی بشارت ہماری مقدس آسمانی کتابوں میں ملتی ہے۔

یہودی۔ (تعجب سے) تم مسلمان ہوگئے حصین؟

حصین۔ (بآواز بلند) اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ۔

اشیع۔ حصین اپنی قوم میں فتنہ کھڑا کررہا ہے۔ تو جھوٹا ہے، یہ وہ نبی نہیں۔

فنحاص۔ حصین ذلیل بن ذلیل اور جاہل بن جاہل ہے۔

حصین۔ یارسول اللہ! ملاحظہ فرمایا آپ نے؟ میں نے آپ سے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ یہ یہود کس قدر دروغ گو، بہتان طراز اور چرب زبان قوم ہے!

فنحاص۔ حسین! تم چاہتے ہو کہ ہم ان کی اسی طرح پرستش کریں جس طرح عیسائی عیسیٰ کی پوجا کرتے ہیں؟ گوتم بڑے اچھے تھے لیکن اب سب سے بدتر ہو گئے۔

نصرانی۔ (نجران کا) کیا تم ہم سے یہی چاہتے ہو محمدؐ! اور تمہاری دعوت تبلیغ کا مقصد یہی ہے؟

محمدؐ۔ اعوذ باللہ، استغفر اللہ، میں خود خدا کے سوا کسی اور کی عبادت کروں یا دوسروں کو اس کا حکم دوں؟ نہ میری دعوت و تبلیغ کا یہ مقصد ہے اور نہ مجھے خدا نے اس کا حکم ہی دیا[1]۔ ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب والحکم الخ

ابوبکرؓ۔ فنحاص! خدا تیرا بھلا کرے۔ تو خدا سے ڈر۔ واللہ تو خوب جانتا ہے کہ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔

فنحاص۔ کیا ابھی اپنے خطبے میں انھوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ اللہ ایک نیکی کا بدلہ دس سے سات سو تک دیگا؟

ابوبکرؓ۔ ہاں، اللہ ہر نیکی کا عوض دس گنا زیادہ دیگا تو یہ اس کی مہربانی ہے اپنے بندوں پر۔

---

[1] ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون اللہ الآیہ (آل عمران)۔ اس آیت کی شانِ نزول یہی ہے۔ مفسرین میں ابن جریر، ابو حاتم، ابن کثیر سب اس پر متفق ہیں۔ عطیہ

فنحاص۔ پھر تمھیں کہو ۔۔! واللہ ہم تمھارے خدا کے محتاج نہیں بلکہ وہی ہم سے
قرض چاہتا ہے اور ہمارا محتاج ہے ہم اس سے بے نیاز ہیں لیکن وہ
ہم سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ ایک نیکی کا دس نیکیوں کے برابر اجر دے کر
کیا وہ سُود نہیں دیتا ؟ وہ ہم سے قرض بھی مانگتا ہے۔
ابوبکرؓ۔ (غصّے میں بے تاب ہو کر فنحاص کے منہ پر تھپڑ مارتے ہوئے)
واللہ اگر ہمارے درمیان معاہدہ نہ ہوا ہوتا تو میں اس وقت
تیری گردن مار دیتا ۔۔!
فنحاص۔ (چلا کر) دیکھ رہے ہو محمدؐ ! تمھارے ساتھی نے مجھ سے کتنی
گستاخی کی ۔ ۔ ۔ ۔ ؟
محمدؐ۔ ابوبکرؓ! یہ کیا کیا ؟ تم سے یہ کس نے کہا تھا ۔ ۔ ۔ ؟
ابوبکرؓ۔ یا رسول اللہؐ! یہ خدا کا دشمن ہے۔ شانِ خداوندی میں گستاخی
کر رہا تھا۔ یہ کہتا ہے ، اللہ فقیر ہے اور ہم توانگر و بے نیاز ہیں۔
مجھے یہ سن کر طیش آگیا اور مَیں نے اُسے تھپڑ مارا۔
فنحاص (بات بدل کر) نہیں، نہیں، میں نے یہ نہیں کہا تھا ۔ ۔ ۔
محمدؐ۔ (وحی نازل ہوتی ہے۔) لقد سمع اللہ قول الذین قالوا ان اللہ
فقیر ونحن اغنیاء سنکتب ما قالوا الآیہ۔ ولتسمعن من الذین
اوتوا الکتب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذیً کثیرا وان تصبروا
وتتقوا فان ذالک من عزم الامور۔ القرآن
الشیخ۔ تم کہتے ہو ساری کائنات کا خالق خدا ہے تو بھلا یہ بھی تو بتاؤ کہ

خدا کو پیدا کرنے والا کون ہے؟

محمدؐ۔ (غصے میں چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے۔ جبریلؑ کی آواز۔۔۔)

جبریلؑ۔ خاطر جمع رکھو۔ محمدؐ! گھبراؤ نہیں۔۔۔ وحی نازل ہوتی ہے

محمدؐ۔ (لوگوں سے) قل ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد لم یلد ولم یولد

ولم یکن لہٗ کفواً احد۔

شموئیل۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تمھارے اللہ کی شکل کیسی ہے؟ یعنی ہاتھ پاؤں

کس قسم کے ہیں؟

محمدؐ۔ (پہلے سے زیادہ غضب ناک اور لرزہ براندام ہیں۔)

جبریلؑ۔ محمدؐ! گھبراؤ نہیں غصہ نہ کرو۔۔۔ اطمینان رکھو، یہ خدا کی طرف سے

ان کے سوالات کا جواب آ گیا۔

محمدؐ۔ (دل میں) کیا؟

جبریلؑ۔ (وحی نازل ہوتی ہے) وما قدروا اللہ حق قدرہٖ والارض

جمیعاً قبضتہٗ یوم القیامۃ والسموات مطویات بیمینہٖ

سبحٰنہٗ وتعالیٰ عما یشرکون۔ (القرآن)

اشیع۔ محمدؐ! تم کتنے رسولوں کو مانتے ہو؟

محمدؐ۔ نؤمن باللہ وما انزل الینا وما انزل الیٰ ابراھیم واسمٰعیل

لا نفرق بین احد من رسلہٖ ونحن لہٗ مسلمون۔"

نصرانی۔ کیا تم عیسیٰؑ کو نبی مانتے ہو؟

یہودی۔ ہم عیسیٰؑ کو نبی نہیں مانتے بلکہ ان پر ایمان لانے والوں کو مومن ہی

سمجھتے۔

نصرانی - ہم بھی موسیٰ کو نبی نہیں سمجھتے، نہ ان کے ماننے والوں کو مومن تسلیم کرتے ہیں۔

یہودی - (اٹھتے ہیں) موسیٰ کے بعد خدا نے کسی پر کتاب نہیں نازل کی، نہ ان کے سوا کسی کو نبی اور رسول بنایا۔

نصرانی - تم لوگ جھوٹے ہو جو یہ سمجھتے ہو کہ عیسیٰ کو سولی دی گئی۔ اللہ نے صرف انجیل اتاری ہے توریت آسمانی کتاب نہیں۔

محمدؐ - (دونوں سے) قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا الله ولا نشرك به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون۔

نصاریٰ - محمدؐ! تمہارا دین [illegible] اے محمد! تم بھی تو اپنے دین پر بہت مغرور ہو

یہودی - تمہیں اپنی یہ بات یاد ہے۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ اس سے تمہارے خدا کی مراد تم ہو یا ہم؟

محمدؐ - دونوں ہیں۔

سموئیل - تم پڑھتے رہتے ہو کہ ہمیں (یہودیوں) توریت دی گئی اور اس میں ہر چیز کا ذکر ہے۔

محمدؐ - ہاں، لیکن اللہ کا علم اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔

یہودی عالم - کتنا ہوگا تمہارے خدا کا علم؟

محمدؐ - (تلاوت فرماتے ہیں) ولو ان ما فی الارض من شجرة اقلام والبحر یمده من بعده سبعة ابحر ما نفدت کلمات اللہ ان اللہ عزیز حکیم۔

شموئیل - اچھا یہی بتا دو کہ دنیا کی عمر کیا ہے ؟

انشیلیج - ہمارا تو خیال ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔

عالم یہود - بتاؤ، قیامت کب آئے گی۔ اگر تم واقعی نبی ہو تو بتا دو گے۔

محمدؐ - یسئلونک عن الساعة ایان مرسٰها۔ قل انما علمها عند ربی لا یجلیها لوقتها الا ھو۔ ثقلت فی السموات والارض لا تاتیکم الا بغتة یسئلونک کانک حفی عنها قل انما علمها عند اللہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔

یہود و نصاریٰ - تمہیں تو کچھ بھی نہیں معلوم۔ سب تمہارا خدا ہی جانتا ہے۔

محمدؐ - بالکل خدا کا علم بے پناہ اور لا انتہا ہے۔ پھر اس لاحاصل بحث سے کیا فائدہ ایک بات پر جھگڑا ختم کر دو کہ ہم تم مل کر ایک ہی خدا کو مانیں اور بلا شرکت غیرے اس کی خدائی اور وحدانیت تسلیم کریں۔

(یہود و نصاریٰ دونوں بغیر جواب دیئے اُٹھ جاتے ہیں)

سلمان فارسی - (ڈری سی ڈلیا ہاتھ میں لیے ہوئے اندر آتے ہیں) یارسول اللہ! میں نے سنا ہے کہ آپ بہت نیک آدمی ہیں اور آپ کے ساتھی بڑے غریب و حاجت مند ہیں۔ اس ٹوکری میں کچھ کھانے

کی چیزیں لایا ہوں۔ مجھے آپ سب سے زیادہ مستحق نظر آتے ہیں۔

محمدؐ ۔ ہدیہ ہے یا خیرات و صدقہ؟

سلمانؓ ۔ (ڈلیا میں سے چیزیں نکال کر بڑھاتے ہوئے) صدقہ اور خیرات ہے ہدیہ نہیں

محمدؐ ۔ (مستحق ساتھیوں سے) تم لوگ کھاؤ۔

ابوبکرؓ ۔ (آس پاس نظر ڈال کر) عمرؓ کہاں گئے؟

حمزہؓ ۔ کون ابن الخطابؓ؟ وہ تو ناقوس لینے گئے ہیں۔ لکڑیاں لاکر اس کا سنکھ بنالیں گے۔

سلمانؓ ۔ (آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) لوگو! یہ خود نہیں کھائیں گے؟

حمزہؓ ۔ نہیں سلمان! رسول اللہ صدقہ نہیں کھاتے۔

سلمانؓ ۔ (خوش ہوکر دل ہی میں) یہ پہلی علامت ہے (ڈلیا میں سے علیحدہ رکھی ہوئی چیزیں نکال کر) یا رسول اللہ! یہ ہدیہ پیش کرتا ہوں۔

محمدؐ ۔ لاؤ۔ شکریہ! بسم اللہ

سلمانؓ ۔ (بے اختیار جھک کر بوسہ لیتے ہوئے) اللہ! تیرا شکر ہے۔ خداوندا! تیرا احسان ہے۔

محمدؐ ۔ (حیرت سے) یہ کیا ... سلمان! کیا ہوگیا تمہیں ....؟

سلمانؓ ۔ (فرطِ مسرت سے آنسو بھر آتے ہیں) جس کے بارے میں مدت سے سُن چکا تھا اور جس کے لیے ماہی بے آب رہا آج اسے پالیا آج اس ذاتِ اقدس کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوگیا۔ (دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت دیکھ کر بوسہ لیتے ہیں)۔ یا رسول اللہ!

دراصل میں ایرانی ہوں اس لیے میرا نام سلمان فارسی ہے میں ع
طفلی ہی سے حق کا جویا ہوں اور اسی تلاش میں سرگرداں
در در کی ٹھوکریں کھائیں۔ آج خدا کا شکر ہے کہ خوش قسمتی سے
دیرینہ آرزو بر آئی لیکن (آبدیدہ ہیں) افسوس کہ غلامی کا
... میری گردن میں پڑا ہے ... یہ میری راہ میں ضرور
ہوگا۔

محمدؐ۔ غلامی!

سلمانؓ۔ جی ہاں سرکار! غلامی ...!

محمدؐ۔ کیوں نہ مکاتبت کر لو، یعنی اپنے آقا کو اپنی قیمت یا اس سے
کچھ زائد دے دو اور نجات حاصل کر لو۔

سلمانؓ۔ ارشاد کی تعمیل ضرور کروں گا لیکن اس طرح کہ اپنے یہودی آقا کی کھجور
کو سیراب کر دوں ورنہ میرے پاس اور تو کوئی اثاثہ نہیں کہ مجھے اس
سے گلو خلاصی مل جائے۔

محمدؐ۔ (صحابہ کرامؓ سے) دوستو! اپنے بھائی کی مدد کرو...

صحابہ کرامؓ۔ بسر و چشم یا رسول اللہ! ہم سب مل کر ان کی مدد کریں گے... سلمان
تم اطمینان رکھو ہم تمھیں کھجور کے پودے دیں گے اور تمھاری زمین
کاشت بنا دیں گے۔

محمدؐ۔ جاؤ سلمان! زمین کھود کر ہموار کر لو، پھر مجھے آکر بتانا تو میں اس پر
ہاتھ سے ایک پودا لگا دوں گا (سلمانؓ دست مبارک پر بوسہ دیتے ہیں)

جاتے ہیں)۔

ابوبکرؓ۔ (عمر بن الخطابؓ کو اندر آتا دیکھ کر) عمرؓ! کیوں، لے آئے لکڑیاں ناقوس کے لیے؟

عمرؓ۔ (اندر آ کر چاروں طرف نظر دوڑاتے ہوئے) نہیں . . . .

محمدؐ۔ یہ کیوں؟

عمرؓ۔ یا رسول اللہ! میں نے عجیب خواب دیکھا ہے۔ کیا عرض کروں، نہیں بتا سکتا کہ وہ عالم خواب تھا یا بیداری؟ مجھے ایک سبز پوش نظر آیا۔ اس کے ہاتھ میں سنکھ (ناقوس) تھا۔ میں نے کہا لاؤ یہ سنکھ مجھے دے دو۔ کہنے لگا تم اسے لے کر کیا کرو گے؟ میں نے جواب دیا ہم نماز کے لیے لوگوں کو جمع کرنے کا کام لیں گے۔ اس نے کہا نہیں اس سے اچھی ترکیب نہ بتا دوں۔ میں نے کہا بتاؤ تو۔ اس نے کھڑے ہو کر کہا یوں کہا کرو:

اللہ اکبر۔ اللہ اکبر . . . الخ

بلالؓ۔ (باہر اذان کی آواز بلند ہوتی ہے۔) اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر

عمرؓ۔ (حیرت سے) یہ پرسوز و مؤثر آواز بلالؓ کی ہے؟

محمدؐ۔ (مسکراتے ہوئے) عمرؓ! بلالؓ تم سے بازی لے گیا۔

عمرؓ۔ واللہ! مجھے یہود کے ناقوس سے ازلی بیر ہے۔ یہ اپنے عبادت خانوں میں اس سے کام لیتے ہیں۔

بلالؓ۔ (آگے اذان دے رہے ہیں) اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔

اٹھارھواں منظر

(کاشانۂ نبوی کے قریب ایک انصاری اور مہاجر میں گفتگو ہو رہی ہے)

انصاری۔ کیوں، یہ کاشانۂ نبویؐ پر لوگ جمع کیوں ہیں؟

مہاجر۔ رسولؐ اللہ شادی فرما رہے ہیں۔

انصاری۔ کس خوش نصیب سے؟

مہاجر۔ عائشہ بنت ابی بکر صدیقؓ سے۔ ابتدائی بات چیت مکہ ہی میں ہو گئی تھی۔

انصاری۔ لیکن یہ تو جبیر بن مطعم کے لڑکے سے منسوب تھیں۔

مہاجر۔ ہاں۔ مگر بات یہ ہوئی کہ جبیر اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے اس لیے انھوں نے سوچا کہ اگر عائشہؓ سے شادی ہوتی ہے تو اسلام خود بخود ان کے گھر میں آ جائے گا اور یوں بھی مسلمان اور کافر میں نکاح جائز نہیں۔

انصاری۔ ابو بکر صدیقؓ کی مرضی ہو گی؟

مہاجر۔ ہاں، کیوں نہیں، مگر یہ دراصل خولہ بنت حکیم کی تحریک ہے۔ انھوں نے تو یہ جواب دیا تھا کہ میں نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی، میں جبیر کو زبان دے چکا ہوں لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ جبیر بن مطعم خود اب دامن کشاں ہیں تو اس سے بڑی خوش نصیبی کیا ہو سکتی تھی کہ

رسول اللہ کے عقد میں آجائیں۔ چنانچہ ام رومان (عائشہؓ کی والدہ) اور ابوبکرؓ نے باہم مشورے سے یہ پیغام منظور کر لیا۔

انصاری۔ خدا کی شان ہے پہلے اس کی مرضی تھی کہ حضورؐ ایک چہل سالہ بیوہ سے عقد فرمائیں اور اب حکم ہے کہ ایک دو سالہ معصوم بچی سے شادی کریں۔

مہاجر۔ یہ سب خدائی مصلحتیں ہیں، وہی جانے اور مبارک کرے۔

انصاری۔ (آمین)، چلو، ہم بھی چلیں۔

(دونوں جاتے ہیں)

اُنّیسواں منظر

(مسجد نبویؐ کے پاس ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ اور دوسرے مہاجرین گفتگو کر رہے ہیں۔)

عمرؓ۔ رسول اللہؐ نے ہمارے اور انصار کے دلوں میں مؤاخاۃ (بھائی چارا) کا ایسا بیج بو دیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے یہ انصار بھائی ہمیں اپنے ترکے (ورثے) کا وارث قرار دے دیں گے۔

عثمانؓ۔ واقعہ یہ ہے کہ ابوایوبؓ انصاری اور سب ایک سے ایک بڑھ کر اخلاص ومحبت کا ثبوت دیتے ہیں۔

ابن عمیرؓ۔ لیکن ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم ان کا خود خیال کریں اور ایسا موقع نہ آنے دیں کہ وہ ہم سے عاجز ہو جائیں۔ مکہ میں ہم اپنا سارا اثاثہ چھوڑ آئے یہاں ساتھ نہ لا سکے۔

بلالؓ۔ (تیز تیز قدم اٹھاتے آرہے ہیں۔) بھائیو! سنا تم نے؟

مصعبؓ۔ کیا، خیر تو ہے؟

بلالؓ۔ ابوسفیان بن حرب شام سے تجارتی قافلہ لا رہا ہے۔ قریش کا اس میں خاصا مال ہے۔

عمرؓ۔ (ذہن میں کوئی تدبیر آئی ہے۔) اس میں آدمی کتنے ہوں گے؟

بلالؓ۔ تیس چالیس سے تو کسی طرح کم نہیں۔

عمرؓ۔ (سوچ کر) ایک تجویز ہے۔

بلالؓ وغیرہ۔ بتاؤ۔ عمرؓ! ہم بھی سنیں۔

عمرؓ۔ میرا خیال ہے کہ ہم ان سے اپنے اس مال کا مطالبہ کریں جو انھوں نے ہماری ہجرت کے وقت لوٹا تھا... آخر انھیں کے ظلم و ستم سے عاجز آکر ہم ہجرت یا ترکِ وطن پر مجبور ہوئے تھے۔ ہمارا مال و متاع سب انھیں کی بدولت تباہ ہوا اور ہم گھر سے بے گھر ہو گئے۔ اگر وہ سیدھی طرح ہمارا مطالبہ منظور کر لیں تو اچھا ہے، ہم آپس میں تقسیم کر لیں گے۔

بلالؓ۔ کیوں نہ رسول اللہ سے اجازت لے لیں۔

عبداللہ۔ ہاں، بالکل ٹھیک ہے، ابھی چلو۔

بلالؓ۔ ممکن ہے حضورؐ اجازت دے دیں۔

عمرؓ۔ انشاء اللہ ضرور اجازت مل جائے گی۔ ہم مہاجر سہی لیکن نہیں چاہتے کہ انصار کے کاندھوں پر مزید بار ڈالیں۔ انھوں نے واقعی انصار کا حق ادا کر دیا۔ اب ضرورت ہے کہ ہم خود اپنی کفالت کریں۔

عبداللہ۔ دیکھو، دیکھو! رسول اللہ خود ہی تشریف لا رہے ہیں۔

عمرؓ۔ واللہ مجھے چہرۂ انور پر اطمینان و سکون کے آثار نظر آ رہے ہیں۔

صحابہؓ کرام۔ (تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں)

رسول اللہ۔ (قریب آکر) بیٹھ جاؤ دوستو! بیٹھ جاؤ...

ابوبکرؓ۔ مسلمانو! مہاجرو!

حاضرین۔ ہمہ تن گوش ہیں۔

محمدؐ۔ ہمیں معتبر ذریعے سے خبر ملی ہے کہ قریش کا تجارتی قافلہ آ رہا ہے تم لوگ اس سے اپنا تباہ شدہ مال طلب کرو۔ ممکن ہے خدا اسی طرح تمہیں خود کفیل کر دے۔ غالباً یہ اطلاع تم سے بھی پوشیدہ نہ ہو گی۔

حاضرین۔ جی ہاں، یا رسولؐ اللہ! ہمارا بھی یہی ارادہ تھا۔ اب حکم کی تعمیل ہو گی۔

سیرت ابن ہشام، جلد دوم، صفحہ ۹

بیسواں منظر

"مکہ میں ——— کعبے کے قریب عاتکہ بنت عبدالمطلب
اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلب سے باتیں کر رہی ہیں۔"

عاتکہ۔ بھائی جان! رات میں نے عجیب خوفناک خواب دیکھا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ ساری قوم کو کسی بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ممکن ہے کوئی جنگ چھڑ جائے۔ خیر، میں تمھیں تو بتائے دیتی ہوں لیکن تم کسی سے نہ کہنا . . .

عباسؓ۔ کیسا خواب ہے سناؤ۔

عاتکہؓ۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک شتر سوار آیا اور اس کنکریلی زمین پر رک کر کھڑا ہو گیا اور زور سے چیخا "اے آل غدر! اپنی اپنی قربان گاہ پر آجاؤ۔" لوگ اس کے اردگرد جمع ہو گئے۔ پھر وہ آگے بڑھا اور کعبے میں آگیا۔ سارا مجمع اس کے پیچھے یہاں بھی آپہنچا یہاں بھی اس پُراسرار شخص نے اسی طرح بلند آواز میں اپنے الفاظ دہرائے کہ "اے آلِ غدر! تین دن کے اندر اپنی قربان گاہ پہ آجاؤ . . . ." پھر گویا اس کا اونٹ کوہ ابو قبیس پر نظر آیا اور اس نے ایک بڑی سی وزنی چٹان اٹھا کر نیچے پھینکی جو پہاڑ پر سے لڑھکتی ہوئی پاش پاش ہو کر مکہ کے ہر گھر کو ڈھاتی، منہدم کرتی چلی

گئی۔ کوئی مکان ایسا نہ تھا جو اس کی تباہ کاری سے بچ رہا ہو۔

عباسؓ۔ (غور سے سُن کر) واقعی تمھارا خواب ہے تو بڑا وحشتناک و خوفناک۔ خیر ...... تم کسی اور سے نہ کہنا . . . (باہر جاتے ہیں تو ولید بن عتبہ ملتا ہے۔ یہ ان کا بڑا گہرا دوست ہے۔)

ولید۔ آبوالفضل! بڑے فکر مند نظر آرہے ہو۔ کوئی خاص بات ہے کیا؟

عباسؓ۔ کچھ نہیں یوں ہی ذرا کعبے کا طواف کرنے آیا تھا۔

ولید۔ (مُصر ہو کر) نہیں، تم ضرور مجھ سے چھپا رہے ہو۔ میں نے اس سے قبل کبھی تمھیں اس درجہ پریشاں خاطر نہ دیکھا تھا۔ تمھاری آشفتگی معنی خیز اور تشویش انگیز ہے۔

عباسؓ۔ (مجبور ہو کر آس پاس دیکھتے ہوئے) اچھا، میں تمھیں بتا تو دوں لیکن پہلے وعدہ کرو کہ راز ہی رکھو گے . . . .

ولید۔ ہاں وعدہ کرتا ہوں۔

عباسؓ۔ میری بہن عاتکہؓ نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے وہی سُن کر میں واقعی خوفزدہ ہوں۔ اندیشہ ہے کہ اس کی تعبیر مکہ پر تباہی لائے گی۔

ولید۔ آخر کہو بھی تو . . . جلد بتاؤ، مجھے الجھن ہو رہی ہے۔

عباسؓ۔ اس نے دیکھا ہے کہ ایک شتر سوار اس کنکریلی زمین پر آکر کھڑا ہو گیا پھر بڑی بلند آواز سے چلّایا " الا یا آل غدر لمصارعکم فی ثلاث " پھر گویا اس کا اونٹ کوہ ابوقبیس کی چوٹی پر پہنچ گیا اور اس شخص نے وہاں سے ایک بڑی سی وزنی چٹان اٹھا کر پوری طاقت سے نیچے

پھینکی جو مکہ کی نشیبی زمین پر آ رہی اور اس کے ٹکڑوں سے مکہ کا ہر گھر
منہدم ہو گیا۔ اس کی تباہ کاری سے کچھ بھی محفوظ نہ رہ سکا۔

ولید۔ (حیران و ششدر سن رہا تھا) لات کی قسم واقعی بڑا خطرناک خواب ہے۔

عباسؓ۔ ہاں، مگر تم کسی کو بتا نہ دینا۔

ولید۔ نہیں، تم اطمینان رکھو، میں وعدہ کر چکا ہوں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔

عباسؓ۔ اچھا، ذرا میں کعبے تک جا رہا ہوں۔

عتبہ۔ (ادھر ہی آ رہا ہے) بیٹے ولید! یہاں تنہا کیا کر رہے ہو؟

ولید۔ ابھی عباسؓ میرے ساتھ تھے ابا جان!

عتبہ۔ پھر وہ کدھر چلے گئے؟

ولید۔ وہ خود تو طواف کرنے چلے گئے اور مجھے عجیب الجھن میں ڈال گئے۔

عتبہ۔ کیا چیز؟ کیا کوئی ایسی بات ہے؟

ولید۔ ابا جان! [illegible] آپ کو بتا تو دیتا ہوں لیکن آپ خبردار کسی سے نہ کہیے گا!
اس نے مجھ سے نہ بتانے کا وعدہ لے لیا تھا۔

عتبہ۔ [illegible] وعدہ کرتا ہوں۔ بتاؤ تو — کیا ...؟

ولید۔ [illegible] عجیب خواب دیکھا ہے۔

عتبہ۔ خواب؟ کیسا خواب؟ کیا دیکھا اس نے؟

ولید۔ [illegible] کہہ رہی ہیں) اس نے ایک شتر سوار دیکھا جو اسی [illegible]
زمین پر آ کر رک گیا اور زور سے چلایا "الا یا آل غدر انفروا لمصارعکم
في ثلاث"

"راستے میں امیّہ بن خلف، عقبہ بن معیط اور نضر بن حارث ملتے ہیں"

امیّہ - کیا اب تک ابو سفیان نے کوئی اطلاع نہیں دی ؟

عقبہ - ہاں وہ شام سے تو روانہ ہو گیا ہے۔

امیّہ - مکہ کے لیے ؟

عقبہ - ہاں۔

نضر - ہماری تجارت میں خلافِ امید بڑا نفع ہوا ہے۔

امیّہ - ابن ربیعہ ! کیا اس میں تمہارا بھی مال ہے ؟

عقبہ - ہاں، اور تم ؟

امیّہ - میرا بھی ہے۔

نضر - میرا خیال ہے کہ اس دفعہ سبھی کا مال ہے اور نفع میں سب کی شرکت ہو گی۔

"اس راستے سے گزرتے ہیں جہاں سے ابھی ولید اور عتبہ گزرے تھے"

عقبہ - (ایک سمت دیکھتے ہوئے) دیکھو تو، یہ ابو الحکم کو کیا ہو گیا ؟ تنہا کھڑا ہنس رہا ہے۔

ابو جہل - (ادھر ہی آ رہا ہے۔) فرزندانِ قریش ! کچھ اور بھی سنا تم نے ؟

اُمیّہ - نہیں۔ کیا ہوا ؟

ابو جہل - (تمسخر کے انداز میں) عاتکہ بنت عبدالمطلب کا خواب ....!

نضر۔ (حیرت سے) نہیں، نہیں، ہمیں نہیں معلوم کیسا خواب، کس کا خواب؟

ابوالحکم۔ (اوّل سے آخر تک ان کا خواب بیان کرتا ہے۔)

امیّہ۔ (حیران ہو کر) لیکن تمہیں کیونکر معلوم ہو گیا؟

ابوجہل۔ یہ تو اب زبان زدِ عام ہے۔

عقبہ۔ دیکھنا، یہ عاتکہؓ کا بھائی کعبے سے نکل رہا ہے۔

ابوجہل۔ ابوالفضل! . . . اے ابوالفضل! طواف کر کے ادھر ہی آ جانا۔

عباسؓ۔ (قریب آتے ہوئے) آ رہا ہوں۔ کیوں کیا کام ہے؟

ابوجہل۔ ذرا بات سنو۔

عباسؓ۔ کچھ کہو بھی تو . . .؟

قریش۔ (بلند آواز سے ہنستے ہیں۔)

ابوجہل۔ (طنز کرتا ہے) بنو عبدالمطلب! یہ تم میں نبی عورت کب سے پیدا ہو گئی؟

عباسؓ۔ (تجاہل عارفانہ سے انجان بن کر) کیا ہوا؟

ابوجہل۔ وہی عاتکہؓ کا خواب . . . کیا مردوں کی نبوت تمہارے لیے کافی نہ تھی جواب تمہاری عورتیں بھی نبوت کا دعویٰ کر رہی ہیں؟

عباسؓ۔ آخر اپنا مطلب بھی بتاؤ گے یا یونہی پہیلیاں بجھاتے رہو گے؟

ابوجہل۔ ارے بھائی! تمہاری بہن عاتکہؓ نے خواب دیکھا ہے کہ ایک شتر سوار کہنے لگا "الا یا آل غدر! لمصارعکم فی ثلاث" اگر اس کا بیان صحیح ہے تو اس کی تعبیر ہو کر رہے گی ورنہ ہم بھی تمہارے

ساتھ انتظار کر رہے ہیں۔ تم جانو، لات کی قسم اگر تین دن بعد اس خواب کی تعبیر سامنے نہ آئی تو ہم کعبے میں لکھ کر لٹکا دیں گے کہ عرب بھر میں قبیلۂ قریش کا یہ طبقہ سب سے بڑا دروغ گو اور جھوٹا ہے۔

عباس۔ (سوچ کر) میرے خیال میں تو اس نے کچھ نہیں کہا نہ اس نے کوئی خواب دیکھا ہوگا۔ یہ صرف افواہ ہے۔

قریش۔ خیر، جلدی کیا ہے، تین دن بعد ہی معلوم ہو جائے گا۔

(تین دن بعد)

"سبھی افراد مکہ میں کعبے کے قریب جمع ہیں"

عقبہ۔ (دور سے کسی کو دیکھ کر) دیکھنا، یہ کون آ رہا ہے؟

ضمضم غفاری۔ (تیزی سے بڑھتا چلا آ رہا ہے)

اُمیّہ۔ (ادھر متوجہ ہو کر) کہاں، کدھر۔۔۔؟

نضر۔ لات کی قسم! یہ تو کوئی شتر سوار ہے۔

ابوجہل۔ اس نے اپنے اونٹ کی ناک کاٹ لی اور اپنے کپڑے بھی پھاڑ ڈالے ہیں، سنو تو ذرا کہتا کیا ہے!

اُمیّہ۔ (زور سے) ایلچی، ذرا قریب آنے دو۔

مجمع۔ ارے ضمضم غفاری۔۔۔!

عقبہ۔ ہاں، ضمضم غفاری ہے۔

ضمضم غفاری۔ فرزندانِ قریش۔۔۔! تباہی۔۔۔ ہلاکت۔۔۔ تباہی۔۔۔ بربادی۔۔۔ ارے ہم لٹ گئے۔۔۔ برباد ہو گئے

جو مال ابو سفیان شام سے لا رہا تھا۔ پانچ لاکھ درہم کا سارا مال محمدؐ نے لوٹ کر اپنے رفقاء میں تقسیم کر دیا۔ ۔ ۔ اب تم اسے کبھی حاصل نہیں کر سکتے ۔۔۔ مدد! مدد! مدد!

امیہ۔ ہمارا مال ۔ ۔ ۔ ۔!

عقبہ۔ ہمارا مال ۔ ۔ ۔ ۔!!

ابو جہل۔ (طیش میں آکر) محمدؐ ۔۔۔ محمدؐ! وہ سمجھتا ہے کہ ہم بھی حضرمی قافلہ والوں کی طرح ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور وہ آسانی سے ہمارا مال ہضم کر سکتا ہے! لات کی قسم آج ہی اسے معلوم ہو جائے گا۔

عقبہ۔ لات کی قسم یہی ہمارے اور ان کے درمیان جنگ کا شاخسانہ ہوگا۔

ابو جہل۔ لوگو! تیاری کر لو ۔ ۔ ۔ یہ میرا پیغام جنگ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ جنگ ہے۔

مجمع۔ (زیر لب) عاتکہؓ ۔ ۔ ۔ کا خواب ۔ ۔ ۔ ۔ خواب!

سیرت ابن ہشام، جلد دوم، صفحہ ۱۰۲۹

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۱۳۶

اکیسواں منظر

"مدینہ ـــــ وادیٔ ذفران ... رسول اللہ فرزندانِ اسلام
مہاجرین و انصار کے ساتھ "

ابوبکرؓ۔ معتبر ذریعے سے معلوم ہوا ہے کہ قریش اپنے تجارتی قافلے کی حفاظت
و حمایت کے لیے کثیر تعداد میں روانہ ہو گئے ہیں۔

عمرؓ۔ یہ تو واللہ ان کی جانب سے اچھا خاصا جنگ کا چیلنج ہے۔

محمدؐ۔ دوستو! مشورہ دو کیا کرنا چاہیے؟

مقداد۔ (اٹھ کر) یا رسول اللہ! خدا آپ کو جو بھی حکم دے اس کی تعمیل میں
ہم آپ کے ساتھ ہیں ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ اذھب
انت وربك فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون (اے موسیٰ! تم اپنے رب
کے ساتھ جاؤ اور جنگ کرو، ہم یہاں بیٹھے ہیں۔) بلکہ ہمارا فیصلہ ہے
کہ آپ کے دوش بدوش جنگ و جہاد میں حصہ لیں گے۔ خدا ہمارا حامی
و ناصر ہو۔

(بیٹھ جاتے ہیں)

محمدؐ۔ (انصار سے) بھائیو! اب تم لوگ مشورہ دو تمہاری رائے میں جنگ
چھیڑی جانی چاہیے یا نہیں؟

سعدؓ بن معاذ۔ واللہ، یا رسول اللہ! آپ ہم سے پوچھ رہے ہیں؟

محمدؐ۔ ہاں مشورہ لینا چاہیے مجھے بھی۔

سعد۔ آپ کے حکم کے غلام ہیں ہم تو۔۔۔۔ ہم بصدق دل آپ پر ایمان لائے اور آپ کے پیغام کو حق مان کر فرماں برداری کا تادمِ مرگ عہد کر لیا، چنانچہ ہم تازیست اپنے عہد پر قائم رہیں گے۔

ابوبکرؓ۔ تمھاری مراد بیعت عقبہ ہے؟

سعدؓ۔ جی ہاں،

عمرؓ۔ دراصل رسول اللہ کو یہ خوف دامنگیر ہے کہ انصار بھائی صرف مدینہ کی حدود میں رہ کر دشمن سے مقابلہ اور آپ کی مدافعت کریں گے اور اپنے وطن سے بے وطن ہو کر پردیس میں جنگ کے لیے نہیں جا سکتے۔

محمدؐ۔ ہاں، میں ایک بار پھر تم لوگوں کو غور کرنے کا موقع دیتا ہوں!۔۔۔

سعدؓ۔ یا رسول اللہ! اس ذات پاک کی قسم، جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے، اگر آپ کسی سمندر کو عبور کرنا چاہیں تو ہم بلا تامل اس میں کود پڑیں گے۔ جس سے چاہیں معاہدہ کریں اور ہمارے مال و زر میں بھی جس قدر مطلوب ہو قبول فرمائیں اور جو ہمیں دینا چاہیں دیں۔ ابھی آپ ہمیں دشمن کے سامنے کھڑا کر دیں پھر دیکھیں کہ ہم کس درجہ جنگ جو اور بہادر ہیں۔ غرض آپ کا جو حکم ہو ہم بسروچشم اطاعت کے لیے حاضر ہیں۔ ممکن ہے خدا ہم سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرے۔ آپ تو اللہ کا نام لے کر اٹھ کھڑے ہوں۔

اسعدؓ۔ یارسولؐ اللہ! ہم آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرف سے جنگ کرنے کو تیار ہیں۔ آپ چل کر دیکھئے تو سہی . . . . !

محمدؐ۔ (انصار کی ان سرفروشانہ، مخلصانہ باتوں اور عزائم سے آپ بہت مسرور خاطر ہیں۔) مسلمانو! خوش خبری سنو کہ خدا نے مجھ سے ایک جماعت کو ظفریاب کرنے کا وعدہ فرمایا ہے . . . . واللہ! جنگ کا میدان گویا میری آنکھوں کے سامنے ہے اور میں ان کے مقتل دیکھ رہا ہوں۔

زبیرؓ بن عوام۔ (ایک بوڑھے بزرگ کو لے کر آتے ہیں۔)

ابوبکرؓ۔ زبیرؓ! یہ کون ہیں؟

زبیرؓ۔ یہ ایک عرب بزرگ ہیں۔ میں انھیں راستے میں روک کر ساتھ لے آیا کہ ذرا اُدھر کی خبریں مل جائیں گی۔

عمرؓ۔ محترم بزرگ! کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ قریش میں محمدؐ اور رفقاء محمدؐ کے متعلق کیا خبریں پھیل رہی ہیں؟

بزرگ۔ جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہو کہ تم لوگ کون ہو، میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔

محمدؐ۔ اگر آپ بتا دیں تو ہم بھی بتا دیں گے۔

بزرگ۔ یعنی یہ تمہاری شرط ہے۔

محمدؐ۔ جی ہاں۔

بزرگ۔ میں نے سنا ہے کہ محمدؐ و رفقاء محمدؐ پیر کے روز ۸ رمضان کو مدینہ سے نکلے ہیں۔ اگر مخبر سچا ہے تو وہ اب وادیٔ ذفران میں ہوں گے۔

ابوبکرؓ۔ اور قریش؟

بزرگ ۔ وہ لوگ اٹھائیس شعبان جمعہ کو مکہ سے روانہ ہوئے تھے۔ اگر کہنے والے نے صحیح کہا ہے تو انھیں اب اس ٹیلے کے پیچھے ہونا چاہیے۔

زبیرؓ۔ (بوڑھے کو اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے) چلیے، اللہ آپ کا بھلا کرے

بزرگ۔ اب بتاؤ، تم لوگ کون ہو؟

محمدؐ۔ پانی والے . . . . (مصلحتاً مبہم الفاظ ہیں) (اٹھ کر نماز پڑھتے ہیں)

بزرگ ۔ عراق کے پانی والے!

زبیرؓ۔ (خاموشی سے انھیں اٹھا کر روانہ ہو جاتے ہیں۔)

ابوبکرؓ۔ علیؓ ابھی تک واپس نہیں آتے!

سعدؓ۔ گئے کہاں ہیں؟

عمرؓ۔ رسول اللہ نے انھیں بدر کی تازہ خبریں لانے کے لیے بھیجا ہے۔

سعدؓ۔ (سامنے دیکھتے ہوئے) دیکھنا، یہ علیؓ ہیں جو دو لڑکوں کے ساتھ آرہے ہیں؟

عمرؓ۔ (دیکھ کر) ہاں، وہی ہیں۔

(علیؓ دو لڑکوں کے ساتھ آرہے ہیں۔)

حمزہؓ۔ یہ تو علیؓ ہیں مگر ان کے ساتھ لڑکے کون ہیں؟

علیؓ۔ انھیں سے معلوم کرلو۔

عمرؓ۔ (لڑکوں سے) تم کون ہو؟

لڑکے ۔ ہم قریش کے بہشتی ہیں۔ انھوں نے ہمیں پانی لانے کے لیے بھیجا تھا۔

عمرؓ۔ یہ غلط ہے تم ابوسفیان کے جاسوس ہو۔

لڑکے۔ (سہم کر) نہیں، نہیں۔

سعدؓ۔ تباؤ، ان کا قافلہ اور تجارتی مال وغیرہ کہاں ہے؟

لڑکے۔ ہمیں کیا معلوم، ہم تو بہشتی ہیں۔

سعدؓ۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔ سچ سچ تباؤ، تم کون ہو (اٹھ کر پکڑ لیتے ہیں اور مارتے ہیں)

لڑکے۔ ہاں، ہاں، ہم ابوسفیان کے جاسوس ہیں۔

اسعدؓ۔ چھوڑ دو انھوں نے اقرار کر لیا۔

محمدؐ۔ (سلام پھیر کر) تم لوگ بھی عجیب ہو۔ جب تک وہ سچ بولتے رہے تمھیں یقین نہیں آیا اور تم لوگ انھیں مار بیٹھے اور جب خوف زدہ ہو کر جھوٹ بولے تو تم نے انھیں چھوڑ دیا؟ واللہ یہ سچ کہہ رہے تھے۔ دراصل یہ ان کے غلام ہی ہیں۔ (بچوں سے) بچو! تباؤ تو سہی وہ لوگ اس وقت کہاں ہیں؟

لڑکے۔ واللہ وہ اسی سامنے والے ریت کے ٹیلے کی آڑ میں ہیں۔

محمدؐ۔ (اسی نرم لہجے میں) کتنے ہوں گے وہ سب؟

لڑکے۔ بہت سے ہیں۔

محمدؐ۔ ان کی تعداد بتا سکتے ہو؟

لڑکے۔ نہیں، ہمیں معلوم نہیں۔

محمدؐ۔ اچھا، یہ تباؤ کہ وہ روز کتنے جانور ذبح کرتے ہیں؟

لڑکے۔ کبھی نو اور کبھی دس۔

محمدؐ۔ (صحابہؓ سے) ہزار نو سو کے قریب ہیں۔

ابوبکرؓ۔ جی ہاں، سو آدمی ایک دن میں ایک اونٹ کھاتے ہیں۔

محمدؐ۔ (بچوں سے) تم جانتے ہو؟ قریش کے سرداروں میں کون کون آیا ہے؟

لڑکے۔ ہاں، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف

نضر بن حارث، عقبہ بن معیط وغیرہ۔

محمدؐ۔ سب کے نام بتاؤ۔

لڑکے۔ ابوالبختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل بن خویلد، حرث بن عامر

طعیمہ بن عدی، زمعہ بن الاسود، ولید بن مغیرہ، نبیہ و منبہ (فرزندان

حجاج)۔

محمدؐ۔ شاباش ... بچو۔ (صحابہؓ سے) دوستو! ساتھ نے مکہ نے اپنے

جگر کے ٹکڑے تمہارے سامنے ڈال دیئے ہیں ...

عمرؓ۔ ان کے ساتھ شہسوار کتنے ہیں؟

لڑکے۔ سات سو شتر سوار اور تین سو شہسوار۔

ابوبکرؓ۔ ہمارے پاس تو صرف دو گھوڑے ہیں۔

محمدؐ۔ ان کے خر سوار کتنے ہوں گے؟

لڑکے۔ بے شمار ... کنکر پتھر کے برابر۔

ابولبابہؓ۔ ہمارے ساتھ کل ستر اونٹ ہیں اور تعداد تین سو تیرہ ...

محمدؐ۔ ہمت نہ ہارو، خدا کی مدد ہمارے ساتھ ہے۔

سعدؓ۔ بجا ارشاد ہے حضورؐ!

محمدؐ۔ (روانگی کا حکم دیتے ہیں) مجاہدو! اسلام کے مایۂ ناز فرزندو! اٹھو .... خدا تمہارا حامی و ناصر ہو۔

عمرؓ۔ یا رسولؐ اللہ! میرا خیال ہے کہ ہم تین تین ایک ایک اونٹ پر سوار ہو جائیں۔

محمدؐ۔ ہاں یہی کرنا چاہیے۔

عمرؓ۔ (اعلان کرتے ہیں) مجاہدو! قافلہ بنا لو.... آؤ تین تین ایک ایک اونٹ پر بیٹھ جاؤ....

(مجاہدین عزمیت و جوش سے قافلہ بنا رہے ہیں۔)

ابوبکرؓ۔ اور آپ یا رسولؐ اللہ!

محمدؐ۔ (آس پاس نظر ڈال کر) یہ ابولبابہ اور علیؓ ایک اونٹ پر ہیں، میں ان کے ساتھ تیسرا ہو جاؤں گا۔

ابولبابہؓ اور علیؓ۔ (اتر کر) یا رسولؐ اللہ! پہلے آپ .... ہم کچھ دور پیدل چلیں گے۔

محمدؐ۔ نہیں تم لوگ بیٹھو، میں پیدل چلتا ہوں۔

علیؓ۔ یا رسولؐ اللہ! ہم آپؐ کے ساتھ ہی چلتے رہیں گے، تشریف رکھیے!

محمدؐ۔ تم دونوں بیٹھ جاؤ۔ بہرحال میں چلنے میں تم سے کم نہیں اور اجر سے بے نیاز بھی نہیں۔

(فدائیانِ اسلام کا لشکر ـــــ مجاہدوں کی فوج ظفر موج

روانہ ہوتی ہے)

عمرؓ (پُرجوش لہجے میں) بدر ... بدر! ..... بدر کا میدان کفر و اسلام کا پہلا میدان کارزار ہوگا ... آج حق و باطل ..... کی پہلی ... ٹکر ہے ..... بہادرو! خدا تمھارا حامی و ناصر ہو ... مجاہدو! بہادری تمھاری گھٹی میں پڑی ہے۔ اسلام کو تم پر ناز ہے۔

محمدؐ۔ (آسمان کی طرف نظر اٹھاکر) الٰہ العالمین! یہ بے سروسامان .. ... ہیں۔ تیرے نام پر مرنے والے ہیں۔ انھیں ننگا، بھوکا اور برہنہ پا نہ رکھ .... خدایا انھیں ہمت و جوش دے ... تیری مدد ... تیری نصرت ... تیری حمایت کافی ہے۔

بخاری کتاب المغازی
تاریخ طبری
زادالمعاد، جلد دوم، صفحہ ۱۱۹، ۱۲۰
سیرت ابن ہشام

بائیسواں منظر

معرکۂ بدر

صدقِ خلیل بھی ہے عشق، صبرِ حسین بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں، بدر و حنین بھی ہے عشق (اقبال)

(مقام بدر[1]۔ یوں تو پانی کے کئی کنوئیں ہیں لیکن ٹیلے کے قریب ایک بہت گہرا کنواں نظر آتا ہے۔ ابوسفیان بن الحرب اسی کنوئیں سے پانی لے کر نیچے اُتر رہا ہے اور ڈرتے ڈرتے ایک راہ رو مجدی بن عمرو سے۔

ابوسفیان۔ راستے میں تجھے کوئی ملا تو نہیں تھا؟

مجدی۔ نہیں، ورنہ بتا دیتا۔ البتہ میں نے دُور سے دو آدمی ضرور دیکھے تھے جو کچھ دیر ادھر اپنے اونٹ بٹھا کر ٹھہرے تھے اور مشکیزوں

---

[1] بدر کے پانی کے متعلق مؤرخین کا بیان مفصّل نہیں۔ ممکن ہے گزشتہ ساڑھے تیرہ سو سال میں پانی کے بہاؤ اور سوتوں میں تبدیلی ہو گئی ہو۔ موجودہ حالت یہ ہے کہ وہاں ایک چشمہ نظر آتا ہے جس کا بہاؤ شہر سے جبلِ عریش اور نخلستان کی طرف ہے۔ اسے ہم زمین دوز نہر بھی کہہ سکتے ہیں۔
عہدِ نبوی کے میدانِ جنگ (ڈاکٹر حمید اللہ)

میں پانی بھر کر چلے گئے۔

ابُوسفیان۔ (غور سے سُن کر) ذرا چل کر مجھے وہ جگہ بتا دو گے جہاں انھوں نے اپنے اونٹ بٹھائے تھے؟

مجدی۔ (انگلی سے وادی کے قریب اشارہ کرتا ہے۔) وہ دیکھو۔ یہ جو ٹیلا ہے نا؟ بس اسی کے نشیبی حصے میں وہ لوگ بیٹھے تھے۔

ابُوسفیان۔ (اسی جگہ جاتا ہے اور ایک مینگنی اٹھا کر توڑتے ہوئے) لات کی قسم اس میں تو کھجور کی گٹھلی نکلی ۔ ۔ ۔ یہ یثرب کا مخصوص چارا ہے۔ (سوچتا ہے اور چاروں طرف دیکھتا ہے۔) اس مینگنی میں کھجور کی گٹھلی کا مطلب یہ ہے کہ یہ محمدؐ کے جاسوس تھے جو یثرب سے دوڑ لگاتے آتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اچھا، ابھی جا کر لشکر کا رُخ بدل دیتا ہوں۔

(جا کر راستہ بدل دیتا ہے)

(اب میدانِ بدر لشکر کے بائیں ہاتھ پر ہے)

مجدیؔ۔ (اپنے دل میں) عجیب آدمی ہے، عام راستہ چھوڑ کر ادھر سے قافلہ لے جا رہا ہے۔ یہ خطرناک گھاٹیاں اور ان کی تیز رفتاری ۔ ۔ حماقت ہے سراسر ۔ ۔ ۔ خیر، مجھے کیا؟

(جاتا ہے)

(محمد (صلعم) مٹھی بھر مجاہدینِ اسلام کے ساتھ تشریف لاتے ہیں)

محمدؐ۔ بس، یہاں اُتر جاؤ۔

حبابؓ بن منذر۔ یا رسولؐ اللہ! (آگے بڑھتے ہیں)
محمدؐ۔ کہو، کیا ہے حباب؟
حُباب۔ حضورؐ! عرض یہ ہے کہ یہاں اُترنا آپ کی رائے ہے یا خدا کا حکم؟
اگر حکم خداوندی ہے تو ہم ایک قدم آگے یا پیچھے نہیں ہٹ سکتے
ورنہ . . . صرف تجویز ہو یا جنگی چال تو . . . .
محمدؐ۔ نہیں، یہ صرف جنگی مصلحت اندیشی کی بنا پر میری تجویز ہے، تم اگر
اس سے بہتر مشورہ دے سکو تو مضایقہ نہیں۔
حبابؓ۔ مجھے یہ عرض کرنے کی اجازت دیجیے کہ یہ ہماری منزل نہیں
ہوگی بلکہ ایسی جگہ چلنا چاہیے جہاں سے کنواں بھی قریب ہو۔
محمدؐ۔ کہاں . . . ؟ وہ کونسی جگہ ہو سکتی ہے؟
حبابؓ۔ سرکار! مجھے ایک ایسا مقام معلوم ہے کہ وہاں سے ایک
ہی نہیں، کئی کنوئیں قریب ہیں۔ خصوصاً ایک کنواں تو سب سے
گہرا ہے۔ بڑی بات یہ ہے کہ باقی سب کنوئیں تو آفتاب کی تمازت
یا ریت کے طوفان سے خشک ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ کبھی خشک نہیں
ہوتا۔ وہاں پڑاؤ ڈالنے میں ایک اور مصلحت آمیز فائدہ یہ بھی
ہے کہ ہم حوض بنا کر پانی کی طرف سے بے فکر ہو جائیں گے اور
دشمن کو پانی بھی نصیب نہ ہو گا۔
محمدؐ۔ تمہارا مشورہ معقول ہوتا ہے۔
حبابؓ۔ (لشکر اسلام کو لے کر کنوئیں کی طرف جاتے ہیں۔) بس، یہاں پڑاؤ

ڈال دو۔

(رسول اللہ اور مجاہدین اترتے ہیں۔)

ابوبکرؓ۔ اب تم چند ساتھی لے کر حوض بنا ڈالو۔

حبابؓ۔ (چند صحابہؓ کو لے کر حوض بنانے جاتے ہیں۔)

عمرؓ۔ اب ہمیں صفیں بنا لینی چاہییں۔

(سعدؓ بن معاذ قریب آتے ہیں)

سعدؓ۔ یا رسول اللہ! کیوں نہ ہم آپ کے لیے ایک سائبان بنا دیں جس میں نہ صرف یہ کہ آپ آرام فرمائیں بلکہ آپ کے لیے سواریاں بھی تیار رکھیں اور ہم دشمن سے مقابلے کے لیے ڈٹ جائیں۔ اگر خدا نے ہمیں فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا تو یہی ہماری آرزو ہے ورنہ یہ تو ہو سکے گا کہ آپ یہ سواریاں لے کر ہمارے مدنی ساتھیوں سے جا ملیں۔

محمدؐ۔ تمہاری رائے صائب ہے سعدؓ! اور تم بہت دوراندیش و موقع شناس ہو۔ اس سائبان میں مجبور رفقاء آرام بھی لے سکیں گے۔

عمرؓ۔ اچھا سعدؓ! اب تم جاؤ اور چند رفقاء کو ساتھ لے کر سائبان بناؤ۔

(سعدؓ چند ساتھیوں کو لے کر جاتے ہیں اور کھجور کے پتوں اور تنوں سے سائبان بناتے ہیں۔)

محمدؐ۔ میرے خیال میں اب تم لوگوں کو صف بستہ ہو جانا چاہیے۔ میں خود ہی صفیں درست کروں گا (ایک لکڑی اٹھا کر اشارے سے کا

کام لیتے ہیں) تم .... آگے بڑھو!

ایک مجاہد۔ میں ۔۔؟

محمدؐ۔ ہاں۔ (دوسرے آدمی سے) تم ذرا پیچھے ہٹ جاؤ ....

سوادبن غزیہ۔ (صف سے ہٹے کھڑے تھے) یا رسول اللہ!

محمدؐ۔ (اشارۃً لکڑی ان کے پیٹ میں ذرا چبھو کر) سیدھے کھڑے رہو سوادؓ!

سوادؓ۔ میری تشفی کیجیے یا رسول اللہ! مجھے بدلہ لینے کی اجازت دیجیے۔

محمدؐ۔ لو، کیا چاہتے ہو؟

سوادؓ۔ یوں نہیں، آپ تو قمیص پہنے ہوئے ہیں۔

محمدؐ۔ (قمیص اتارنے کی غرض سے اٹھاتے ہیں۔)

سوادؓ۔ موقع پاکر لپٹ جاتے ہیں اور شکم مبارک کا بوسہ لے لیتے ہیں۔

محمدؐ۔ (حیرت سے) یہ تم نے کیا کیا، تم تو ....؟

سوادؓ۔ جو ہونا تھا ہو گیا مگر میرا دراصل مقصد یہ تھا کہ آخری وقت میرا جسم آپ کے مقدس جسم سے مس ہو سکے اور بس۔ چنانچہ یہ بہانہ خوب رہا۔

محمدؐ۔ خدا تمہارا بھلا کرے سوادؓ!

حبابؓ۔ (حوض بنا کر واپس آتے ہیں) یا رسول اللہ! حوض تیار ہو گیا ہم نے اس میں ڈول بھی ڈال کر دیکھا تھا۔ یہ ایسی جگہ بنا ہے کہ اگر دشمن نے پانی لینے کی کوشش بھی کی تو فوراً ہلاک کر دیا جائے گا۔ آپ چل کر ملاحظہ فرمالیں۔

محمدؐ۔ ہاں ضرور، چلو آگے۔

(میدان بدر میں)

محمدؐ۔ (خراماں خراماں چل رہے ہیں) دیکھو یہ ٹیلا ہے نا؟ اس یا تین حصے ہیں ابوجہل کو مارا جائے گا ...... اور یہ عتبہ .... اس طرف ..... شیبہ کے لیے یہ جگہ مقتل بنے گی۔ اور اُمیّہ بن خلف اس جگہ دم توڑے گا ...... اِدھر آؤ یہ عقبہ بن معیط کی قربان گاہ ہے۔

عمرؓ۔ (ریت کے ٹیلے کے پیچھے نظر دوڑا کر) یا رسول اللہ! .... وہ دیکھیے .... دشمن آ پہنچے ....!

مجاہدین۔ دشمن .... دشمن ....؟

محمدؐ۔ آسمان کی طرف ملتجیانہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے، اللّٰھم ھٰذہٖ ... قریش ... قد اقبلت بخیلائھا و فخرھا تحادلك و تکذب رسولك! اللّٰھم فنصرك الذی وعدتنی بہ۔؟ اللّٰھم احنھم الغداۃ .... یارب العالمین

"الٰہ العالمین! یہ قریش اپنے لاؤ لشکر اور شان و شوکت کے ساتھ آ پہنچے .... الٰہ الحق! یہ تیری نافرمانی کرتے ہیں اور تیرے رسولؐ کو جھٹلاتے ہیں .... ان مٹھی بھر کفن بردوش مجاہدوں کی مدد فرما .... پروردگار! انھیں فتح و نصرت سے ہمکنار کر .... الٰہی! ان کی مدد کر ... وہ مدد جس کا تو نے مجھ سے وعدہ

وعدہ فرمایا ہے۔

الٰہی! کل ہی انھیں ہلاک کر دے

(دشمن کی فوج ٹیلے سے اتر کر سامنے میدان میں آجاتی ہے

اور ان کی خونخوار عقابی نظریں مجاہدین پر گڑی ہیں۔)

قریش۔ (طنزاً) اچھا . . . یہ ہے وہ مجاہدوں کی فوج!

اُمیّہ بن خلف۔ (عمیر بن وہب سے) ذرا اندازہ تو کرو ان کی تعداد کا؟

یا اگر گن سکتے ہو تو گنو، یہ رفقائے محمدؐ کتنے ہوں گے؟

عمیر بن وہب۔ (وادی کے نشیب میں مجاہدین اسلام پر نظریں جما کر،

کم و بیش تین سو معلوم ہوتے ہیں . . . لیکن ذرا ٹھہرو، میں خود

جا کر دیکھتا ہوں، ان کے پاس کوئی گھات لگانے کی جگہ یا

پوشیدہ رسد کا سامان تو نہیں؟

(عمیر جاتا ہے اور بہ ظاہر بے مقصد گشت لگا رہا ہے جا کر

اس کی نظریں بڑی تیزی سے مجاہدین اسلام کی چھاؤنی کا جائزہ لے

رہی ہیں)

عتبہ۔ سنا تم نے بھی، یہ جہیم بن عبدالمطلب کیا کہتا پھر رہا ہے؟

اُمیّہ۔ کیوں؟ ہم نے تو نہیں سنا، کوئی نئی بات ہے کیا؟

عتبہ۔ نہیں بھائی! نئی بات کیا ہوتی۔ اس نے بھی خواب دیکھا ہے۔

ابوجہل۔ خواب؟

عتبہ۔ ہاں۔ میں اسے بلاتا ہوں۔ دیکھا رہا ہے، جہیم . . . ارے جہیم!

شیبہ۔ پچھلی صفوں میں ہوگا۔ کیوں بلا رہے ہو؟

ابو جہل۔ ارے بھائی! اس نے بھی خواب دیکھا ہے۔

عتبہ۔ عاتکہؓ کے خواب نے تو یہ دن دکھایا، اب اس کا خواب خدا جانے کیا رنگ لائے۔

جہیم۔ (سامنے آکر) کیوں کیا ہے؟

ابو جہل۔ ذرا اپنا خواب تو بیان کرو، ہم بھی سنیں۔

جہیم۔ (خوف زدہ ہو کر) بھائی! کیا بتاؤں۔ واقعی بڑا عجیب اور حیرت انگیز اور ہیبت ناک خواب ہے لیکن میں عالمِ خواب و بیداری کے درمیان تھا۔

اُمیہ۔ خیر، چلو، غنودگی ہوگی، سناؤ تو سہی۔

جہیم۔ میں نے دیکھا تو وہی جو عام لوگ دیکھا کرتے ہیں مگر خیر... تو میں نے خواب یہ دیکھا کہ... ایک شخص شتر سوار آیا اور ہمارے قریب آکر کہنے لگا لوگو! سنو... عتبہ... شیبہ... ابو الحکم... اُمیہ بن خلف لڑائی میں مار دیئے گئے۔ پھر اس نے اپنے اونٹ کا رُخ بدلا اور خیمے کے اندر گیا۔ وہاں کا ہر گوشہ ہمارے جیالوں کے خون سے لالہ زار تھا۔ چنانچہ اس کے کپڑے بھی خون آلود ہو گئے۔

ابو جہل۔ (مذاقیہ انداز میں) لو بھئی مبارک ہو... بنی عبد المطلب میں دوسرا نبی بھی پیدا ہو گیا۔

جہیم۔ (جھینپ کر) میں نے تو جو کچھ دیکھا تھا وہی بتا دیا۔

ابوجہل۔ خیر یہ تو آج کا مقابلہ بتا دے گا کہ غالب آکر کون بچا اور مغلوب ہو کر کون مٹا۔ ذرا دو دو ہاتھ ہونے کی دیر ہے۔

(عمیر بن وہب واپس آتا ہے)

اُمیّہ۔ کہو بھائی! حالات سے کیا اندازہ کیا؟

عُمَیر۔ حالات تو کیا بتاؤں ــــ البتہ اتنا کہے دیتا ہوں کہ فرزندانِ قریش یثرب کے اونٹوں پر موت کی سواری آرہی ہے۔ ان لوگوں کے پاس نہ تو کوئی پناہ گاہ ہے اور نہ کسی قسم کا حفاظتی سامان۔ صرف تلواریں ہی تلواریں نظر آتی ہیں، خون کی پیاسی، آبدار تلواریں۔ ان کی مصلحت آمیز خاموشی سے تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ ان کی زبانیں اژدہوں کی طرح لپلپا رہی ہیں اور کچھ کہنے کے لیے بے تاب ہیں۔ لات کی قسم ان میں کا ایک ایک شخص ہمارے دس دس بہادروں پر بھاری ہوگا اور مارے بغیر نہیں مریگا۔ اگر انھوں نے ہمارے آدمیوں کو چن چن کر ختم کر دیا تو ان کے بعد بھلا تمھاری زندگی کس کام کی ہوگی؟ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب آگے تمھاری مرضی، جو چاہو کرو۔

شیبہ۔ (آگے بڑھ کر) ابوسفیان کے متعلق خبر آئی ہے کہ وہ ایک گدھی پر بیٹھ کر فرار ہو گیا۔

ابوجہل۔ (حیران ہو کر) یہ کیا ...؟ کیا اس نے کسی مخبر کو بھیجا ہے؟

شیبہ۔ (اپنے پیچھے ایک سوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) ہاں، یہ اس کا

قاصد ہے۔

جہل۔ اِدھر آؤ ۔۔۔ پوری بات بتاؤ۔

سد۔ (آگے بڑھ کر) ہاں مجھے ابوسفیان نے بھیجا ہے اور اس نے کہا ہے
کہ تم لوگ اپنے جس قافلے اور مالِ تجارت کے حصول کے لیے نکلے تھے،
میں وہ سب کچھ حاصل کر کے بھاگنے میں کامیاب ہو گیا، تم سب
بھی لوٹ آؤ۔

جہل۔ (حیران ہو کر اضطراب میں) ہم واپس چلے جائیں ... ہرگز نہیں
... لات کی قسم یہ کبھی نہیں ہو سکتا ہم نے تو منّت مانی ہے کہ بدر
کے بازاروں میں اونٹ ذبح کریں گے۔ کھانے پکائیں گے۔ شراب
کے جام چڑھائیں گے ... رقص و سرود کی محفلیں گرم کریں گے ...
گانے والیاں گھر گھر جا کر ہماری جوانمردی اور بہادری کے گیت گائیں گی۔
اور لوگ ہمارے نام سے بھی تھرائیں گے۔ آئندہ نسلیں ہمارے
کارناموں پر فخر کریں گی، ہماری سرشت میں خونریزی و سفاکی ہے
ہم میدانِ کارزار چھوڑ کر واپس جائیں؟ نہیں، ہم اپنے باپ دادا
کا نام نہیں ڈبو سکتے ....

حکیم بن حزام۔ (اٹھ کر عتبہ بن ربیعہ کے پاس جاتا ہے) ابوالولید! تم
بھی آخر ایک سردار ہو۔ تمہاری بات ہمیشہ مانی جاتی ہے اور
تمہارا فیصلہ حق و عاقبت اندیشی پر مبنی ہوا کرتا ہے۔ مجھے امید
ہے کہ تم زیرکی سے کام لیتے ہوئے منصفانہ فیصلہ کرو۔ اگر

عتبہ۔ مطلب کیا ہے تمہارا؟

حکیم۔ تم سب کو لے کر واپس چلے جاؤ ورنہ یہ قربان گاہ . . . .

عتبہ۔ ابو جہل سے کہو، میں کیا کر سکتا ہوں؟

ابن حزام۔ ہر جھگڑا اسی کی وجہ سے بڑھتا ہے۔ وہ کبھی اس تجویز سے اتفاق نہیں کرے گا۔ ہٹ دھرم اور ضدی شخص ہے۔

عُتبہ۔ (تقریر کرتا ہے) معشرِ قریش! لات کی قسم تم محمدؐ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اگر تم اپنی ضد پر قائم رہے اور اس کی کوشش کی بھی تو تمہیں برابر ایسے آدمیوں کا سامنا کرنے پڑے گا جو تمہارے چچیرے بھائی، ممیرے بھائی یا کسی قریبی عزیز کے قاتل ہوں گے۔ میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ تم لوگ واپس جاؤ اور محمدؐ کا معاملہ دوسرے عرب قبائل پر چھوڑ دو۔ اگر وہ غالب آتے ہیں تو یہ تمہارا اپنا مقصد ہے اور دلی خواہش بھی۔ بصورتِ دیگر محمدؐ کو فتح حاصل ہوتی ہے تو وہ کوئی غیر نہیں۔ بغیر کسی جنگ و جدل اور بدنامی و خونریزی کے تمہارا مطلب حاصل ہو جائے گا

ابن حزام۔ عتبہ کا فیصلہ دور اندیشی پر مبنی ہے۔ ہمارے لیے اسی میں خیر نظر آتی ہے۔

ابوجہل (زرہ پہنتے اور خود لگاتے ہوئے) عتبہ کا کیا ہے، وہ تو محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو دیکھ کر مسحور ہو جاتا ہے۔ لات کی قسم ہم کسی قیمت پر واپس نہیں جائیں گے۔ وہ ہرگز یہ مشورہ نہ دیتا لیکن وہ جانتا

ہے ناکہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ محمدؐ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دراصل اس کے ساتھ عتبہ کا بیٹا
بھی تو شامل ہے۔

عتبہ۔ لات کی قسم یہ بڑا ہی بزدلانہ فیصلہ ہے، ہرگز ہم واپس نہیں جائیں گے۔
ہم نے تو عزیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر مار نہ سکے تو محمدؐ اور اس کے
ساتھیوں کو رسیوں میں جکڑ کر لائیں گے۔

ابوجہل۔ (مسلح ہو کر آتا ہے) بہادرو! چلو ۔ ۔ ۔ آگے بڑھو ۔ ۔ ۔ ۔
تمہارے باپ دادا میں کوئی بھی بزدل نہیں گزرا ۔ ۔ ۔ چلو، بڑھو
آگے۔

عمیر بن وہب۔ (لشکر اسلام کی طرف دیکھ کر) کیونکر بڑھیں ۔۔ دیکھتے
نہیں، محمدؐ نے اپنے لیے ایسی جگہ حوض بنایا ہے جہاں سے وہ خود
ہی فائدہ اٹھائیں گے اور ہم پانی کو بھی ترس جائیں گے۔ باقی
تمام کنوئیں خشک پڑے ہیں؟

ابوجہل۔ چلو تو کنوئیں ہی پر حملہ کر دیں

عمیر بن وہب۔ لات کی قسم اگر تم ذرا بھی اُدھر بڑھے تو محمدؐ کے تیر انداز
تیروں سے تمہارے جسم چھلنی کر دیں گے۔ دیکھو تو محمدؐ نے کس
ہوشیاری سے پانی کو محفوظ کیا ہے۔

اسود المخزومی۔ (عمیر کی بات سن کر) میں بھی لات سے عہد کرتا ہوں کہ اسی
کنوئیں سے پانی پی کر رہوں گا۔ یا پھر اسے ڈھا کر مر جاؤں گا۔
(با آواز بلند یہی کہتا ہوا جاتا ہے)

حمزہؓ۔ (اپنی صف میں تھے، اسے بڑھتا دیکھ کر آتے ہیں اور تلوار سے
ایسا بھرپور وار کرتے ہیں کہ اس کی دونوں پنڈلیاں کٹ جاتی ہیں
اس کے زخموں سے خون کے فوارے چھوٹ رہے ہیں مگر وہ
حالت میں گھسٹتا ہوا حوض تک جانا چاہتا ہے کہ حمزہؓ بڑھ کر
وہیں ڈھیر کر دیتے ہیں۔)

(آتشکدۂ حرب بھڑکنے کے لیے یہ واقعہ گویا ایک بہانہ بن گیا
ادھر قریش کا سن رسیدہ سردار پختہ کار فوجی تجربہ کار عتبہ بن ربیعہ
اپنے بھائی اور بہادر فرزند ولید کے ساتھ میدان میں آتا ہے۔)

عتبہ۔ ہے کوئی ہمت والا جو ہم سے مقابلہ کر لے؟

انصار کے نوجوان۔ (آگے بڑھ کر) آجاؤ۔ ۔ ۔

عتبہ۔ کون ہو تم؟

انصار۔ انصاری نوجوان۔

عتبہ۔ جاؤ، تم کیا کرو گے۔ ۔ ۔ (رسول اللہ سے) محمدؐ! ہماری ٹکر کے
بہادر جواں مرد بھیجو ـــــ جنگ ہے بچوں کا کھیل نہیں۔

محمدؐ۔ اٹھو حمزہؓ! چلو علیؓ! جاؤ، عبیدہ بن حارث! جوہر دکھلانے کا وقت
یہی ہے۔ جاؤ، خدا تمہارا ناصر ہو۔ (تینوں جذبۂ جہاد میں سرشار
ہو کر جاتے ہیں۔)

مجاہدین۔ اللہ اکبر۔ ۔ ۔

عتبہ۔ کون ہو تم ـــــ؟

حمزہؓ۔ حمزہؓ، شیر رسولؐ و شیر خدا —

عتبہ ۔ برابر کی چوٹ ہے۔ میں بھی اپنی قوم کا سردار اور جلیقوں کا شیر ہوں ۔ ۔ ۔ مگر یہ دو اور کون ہیں ؟

حمزہؓ۔ علی بن ابی طالب اور عبیدہؓ بن الحارث۔

عتبہ ۔ میرے ساتھ میرا بھائی شیبہ اور بیٹا ولید ہیں — جاؤ شیبہ! اٹھو ولید!

حمزہؓ۔ عتبہ سے برسرپیکار ہیں۔ ایک بار تلواریں ٹکراتی ہیں اور دوسری بار عتبہ کو وار روکنے کی مہلت نہیں ملتی کہ حمزہؓ کی تلوار اس کا کام تمام کر دیتی ہے۔

شیبہ ۔ عبیدہؓ سے نبرد آزما ہے۔ تلواریں ٹکراتی ہیں لیکن عبیدہؓ مجاہدین میں سب سے سن رسیدہ اور کمزور رانتھی تھے۔ شیبہ کا وار ان کی پنڈلی پر پڑتا ہے اور گوشت الگ ہو جاتا ہے۔ حمزہؓ اور علیؓ مل کر شیبہ پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور اسے ختم کر کے حمزہؓ اپنے ساتھی کو عریش (اسلامی کیمپ) تک پہنچاتے ہیں۔

علیؓ۔ ولید کو ایک ہی دو وار میں ڈھیر کر دیتے ہیں۔

ابوجہل ۔ بہادرو! حملہ کر دو۔ ٹوٹ پڑو ۔ ۔ ۔ ۔ تمہارا ہر وار ان کے حق میں موت کا پیغام ہونا چاہیے۔

محمدؐ۔ مجاہدو! جب تک میں حکم نہ دوں، حملہ نہ کرنا۔ دشمن کو خود سامنے آنے دو۔ جونہی وہ مقابلہ پر آجائیں ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دینا۔

(فریقین قریب آکر دعوتِ مبارزت دیتے ہیں)

مجاہدین۔ تیروں کی بوچھار کر دیتے ہیں،

ابوبکرؓ۔ مجاہدو! تمہارا نعرہ اَحَد! اَحَد! ہوگا۔

محمدؐ۔ عریش کے اندر جا کر آسمان کی طرف ملتجیانہ نگاہیں ڈالتے ہوئے دستِ دعا اٹھاتے ہیں۔

(دلگیر ہو کر) الٰہ العالمین! یا حی یا قیوم.... یا حیّ یا قیوم!

ابوبکرؓ۔ یا رسول اللہ! اپنی التجائیں اور مدد کی درخواست حضورِ ربّ العالمین میں پیش کیجیے۔ اللہ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔

محمدؐ۔ پروردگار! مدد! الٰہی وہ مدد جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔

ابوبکرؓ۔ یا رسول اللہ! ہمارے مجاہدین... یہ اسلام کے مایۂ ناز فرزند اس وقت برسرِ پیکار ہیں، ان کی نصرت...!

محمدؐ۔ (بیقرار ہو کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے) اَللّٰھم ان تہلک ھٰذہٖ العصابۃ لا تعبد ـــــــ الٰہ العالمین! اگر آج تیرے مٹھی بھر نام لیوا اور موحّدین ہلاک ہو گئے تو پھر روئے زمین پر تیرا کوئی پوجنے والا نہ رہے گا.... تیری پرستش کرنے والا... کوئی نہ ملے گا۔

•

عمرؓ۔ (برہنہ تلوار لیے سائبان کے پاس آتے ہیں اور سعد سے) اٹھو سعد! جو انصار لڑائی کے قابل نہ ہوں انھیں ساتھ لے کر رسول اللہ

کے عرش پر برہنہ تلواروں کا سایہ کر کے ان کی حفاظت کرو۔ دشمن سے خطرہ ہے ان کے لیے۔

ابوبکرؓ۔ (غمناک لہجے میں) عمرؓ! دشمن کی تعداد بہت ہے۔

عمرؓ۔ ہاں ہم سے تین گنا یا کچھ زیادہ ہی ہوں گے لیکن خدا کی مدد ہمارے ساتھ ہے۔

محمدؐ۔ (دلگیر و دل گرفتہ ہیں) یا حی یا قیوم! یا حیؐ یا قیوم ۔۔۔!

(جاں نثارانِ اسلام کی صفوں سے ایک دل دوز چیخ بلند ہوتی ہے)

مہجع۔ آہ ۔۔۔ اللہ اکبر ۔۔۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔

عمرؓ۔ ارے یہ کون تھا ۔۔۔؟

ابوبکرؓ۔ تمہارا آزاد کردہ غلام مہجع تھا۔ دیکھو، دشمن کے تیر نے اسے بھی شہید کر دیا۔

عمرؓ۔ خدا تمہیں جوارِ رحمت میں جگہ دے مہجع!

(دوسری دردناک چیخ فضا کو چیرتی ہے)

ابوبکرؓ۔ دیکھنا ۔۔۔ یہ حارثہ بن سراقہ کی طرف تیر گیا۔ وہ تو پانی پی رہا تھا۔

عمرؓ۔ تیر ٹھیک اس کے حلق کے پار ہوا ہے۔

ابوبکرؓ۔ الٰہی! رحم فرما ۔۔۔ پروردگار! رحم فرما۔!

عمرؓ۔ (غم و اندوہ سے) شکست کا اندیشہ ہے ۔۔۔ ہمارے لیے ۔۔۔

ابوبکرؓ۔ (گھبرا کر) یا رسول اللہ! ۔۔۔

محمدؐ۔ (زار و قطار اشک بار ہیں اور پسینہ چھوٹ رہا ہے۔) یا حی،

یا قیوم! یا حی یا قیوم!

(غنودگی طاری ہو جاتی ہے)

عمرؓ۔ (گھبرا کر) ارے دیکھو، یہ رسولؐ اللہ کو کیا ہو گیا؟

ابوبکرؓ۔ (آہستہ سے) خاموش رہو عمرؓ!

عمرؓ۔ رسولؐ اللہ کو غش آگیا ہے۔

ابوبکرؓ۔ (سر جھکاتے ہوئے) ہاں۔

عمرؓ۔ ہمیں ڈر ہے مبادا ہمارے مجاہدین ہمت ہار نہ بیٹھیں!

ابوبکرؓ۔ الہٰی! تیری ہی مدد کا آسرا ہے۔ خدایا! تو ہی ہمارا سہارا ہے!

عمرؓ۔ دیکھنا ذرا، یہ ابن الحمام تو نہیں جو میدان چھوڑ کر کھجوریں کھانے میں لگے ہیں؟

ابوبکرؓ۔ ہاں ... وہی ہیں۔

عمرؓ۔ (آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے) الہٰی! اپنے رسولؐ کی مدد فرما۔ پروردگار! اپنے دین کو نصرت سے ہمکنار کر۔ پروردگار یہ مٹھی بھر جاں نثار ... اور وہ لاتعداد کفّار کا لشکر جرّار ...

محمدؐ۔ (ہوشیار ہو کر) ابوبکرؓ ارے ابوبکرؓ!

ابوبکرؓ۔ حاضر ہوں یا رسولؐ اللہ!

محمدؐ۔ مبارک ہو، خوش خبری سنو ابوبکرؓ! یہ اللہ کی مدد آگئی ہے۔ دیکھو، یہ جبریلؑ گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے گرد و غبار کے بادلوں سے نمودار ہو رہے ہیں اور میدانِ کارزار کی طرف رواں دواں

ہیں۔ مسلمانو! مبارک ہو۔

ابوبکرؓ۔ تو کیا اس غنودگی میں آپ کے پاس پیغامِ الٰہی آیا تھا؟

محمدؐ۔ ہاں یہ مدد اس کی مشفقانہ مدد ہے۔ اسی کا وعدہ کیا تھا اس نے مجھ سے۔ (عریش پر آ کر) مجاہدو! مبارک ہو۔ میرے جاں نثار ساتھیو! حملہ کر دو۔ حملہ کر دو۔ اسلام کے مایۂ ناز فرزندو! مجاہدین۔ سب مل کر دشمن کی ٹڈی دل فوج پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور سب کی زبان پر نعرۂ اَحَدْ اَحَدْ ہے

محمدؐ۔ (ولولہ انگیز لہجے میں) اس ذاتِ پاک کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے، آج جو بھی خدا کی راہ میں پامردی سے لڑ کر شہید ہو گا، پیٹھ نہیں دکھائے گا اور بزدلی نہیں کرے گا وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔ جنت الفردوس کے دروازے اس کے لیے کھلے ہوتے ہیں۔ دوستو! رحمتِ خداوندی تمھیں آغوش میں لینے کے لیے بے تاب ہے۔ بہادرو! آگے بڑھتے رہو! خدا کی مدد تمھارے ساتھ ہے۔

(اس پُر جوش تقریر نے مجاہدین کا لہو گرما دیا اور وہ پہلے سے زائد جوش و خروش سے لڑ رہے ہیں۔)

عمیرؓ بن الحمام۔ (ایک جگہ بیٹھے کھجوریں کھا رہے ہیں۔) واہ ... واہ ... تو گویا میرے اور جنت کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہے کہ یہ لوگ مجھے شہید کر دیں؟ کھجوریں کھانے میں وقت ضائع ہو گا۔

دیکھ رہیں پھینک کر تلوار اٹھاتے ہیں اور دشمن سے مردانہ وار
مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو جاتے ہیں۔)

محمدؐ۔ اسلام کے بہادر فرزندو! توحید کے پرستارو! حملہ کر دو۔۔۔
پیچھے نہ ہٹنا۔ بزدلی نہ دکھانا۔۔۔ ہمت سے کام لو۔ خدا کا
سہارا ہے۔ خدا مددگار ہے۔۔۔ اس کی مدد آ پہنچی۔۔۔

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۱۲۹، ۵۶)

تیئسواں منظر

"مجاہدین اسلام پامردی اور جوش سے لڑ رہے ہیں۔ تلواروں کے ٹکرانے کے ساتھ ساتھ گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازوں اور زخمیوں کی آہ و بکا سے فریقین کے پُر جوش نعروں سے فضائے بسیط مرتعش ہے... ریگ زار "بدر" مجاہدین، شہداء اسلام اور کفار کے خون سے لالہ زار ہے۔"

مجاہدین۔ احد۔۔! احد! ۔ احد!

محمد۔ (کفِ مبارک میں مٹی لے کر دشمن کی طرف پھینکتے ہوئے) شاہت الوجوہ... شاہت الوجوہ۔

عمرؓ۔ (معوذ بن عفراء اور عبدالرحمٰن بن عوف سے) دیکھو! ابو جہل تمہارے ہاتھ سے بچ کر نہ جا سکے۔ اسے تو تم مار کر ہی دم لینا۔ اور ہاں بوڑھے امیہ بن خلف کو زد پر آتے ہی ہلاک کر ڈالنا تمہارا کام ہے۔

محمدؐ۔ رفقائے عزیز! عباس بن عبدالمطلب جس کے مقابلے پر بھی آ جائیں وہ انہیں قتل نہ کرے۔ اسی طرح ابو البختری ابن ہشام کو بھی چھوڑ دینا۔ یہ دونوں مجبوراً ان دشمنوں کی صف میں ہیں۔

ابو حذیفہ بن عتبہ۔ (انصاری سے) عباس کون؟

انصاری۔ عمِ رسول اللہ۔

ابو حذیفہؓ۔ یہ کیوں؟ خوب! یعنی ہم اپنے باپ بھائی اور دوستوں کے خون سے تو ہولی کھیلیں اور عباس بن عبدالمطلب پر ہاتھ نہ اٹھائیں، ابوالبختری ابن ہشام کو چھوڑ دیں؟ نہیں، واللہ اگر وہ میرے سامنے آگئے تو اس تلوار کی زد سے نہ بچ سکیں گے۔

محمدؐ۔ (عمرؓ سے) عمرؓ! سنا تم نے ......؟ اس کی تلوار عم رسول اللہؐ پر اٹھے گی!

عمرؓ۔ (غیظ و غضب میں) حضورؐ! مجھے حکم دیں تو میں اس کی گردن ماردوں معلوم ہوتا ہے یہ منافق ہو گیا ہے!

محمدؐ۔ نہیں عمرؓ! نرمی اختیار کرو، اس کے متعلق سختی سے کام نہ لو۔ ابھی اس نے اپنے باپ عتبہ کی لاش خاک و خون میں تڑپتی دیکھی ہے۔ اس کا غم تازہ ہی ہوگا۔

ابوبکرؓ۔ عمرؓ! ارشاد نبویؐ کے خلاف نہ کرنا، آپ بجا فرمارہے ہیں۔

محمدؐ۔ مسلمانوں کی طرف دیکھ کر) مجاہدو! میدان تمھارے ہاتھ ہے... میرے جانبازو! ہمت نہ ہارنا .... خدا تمھارا حامی و ناصر ہے۔

مجاہدین۔ (بہادری سے لڑتے ہوئے) اَحَد! ... اَحَد ...!

"میدانِ کارزار تنور بنا ہوا ہے۔ آفتاب کی شعلہ بار کرنیں زرہوں کی گھٹن اور گرمی، حمیتِ اسلام میں کھولتا ہوا خون مشرکین مکہ کی آتشِ انتقام ..... ایسے عالم میں مجاہدین دشمن کو برابر موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں۔

عبداللہ بن ابی حدرد (تلوار اٹھا کر) یہ ... تم؟ ... امیہ بن خلف ...؟

اُمیّہ۔ نہیں، نہیں عبداللہ! مجھے چھوڑ دو۔۔۔ مجھے نہ ہلاک کرو۔ جو مجھے قید کرے گا میں اسے تم دودھ والی اونٹنیاں دوں گا۔

عبداللہؓ۔ (اس کے پیچھے ابنِ اُمیّہ پر نظر پڑتی ہے) اچھا تو۔۔۔ یہ تیرا بیٹا ہے، یہی سہی۔۔۔ (بڑھتے ہیں)

اُمیّہ۔ (گڑگڑا کر) اسے نہ ہلاک کرو۔ سنو تو۔۔۔!

عبداللہؓ۔ (اس کا اور اس کے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر) چلو، تم دونوں میرے ساتھ چلو، ڈرو نہیں، کوئی خطرہ نہیں ہوگا، میں ساتھ ہوں۔

اُمیّہ۔ (حمزہؓ بن عبدالمطلب کو دیکھتا ہے جو بڑی بے جگری سے لڑتے ہوئے مشرکین کی لاشوں کے پشتے لگا رہے ہیں) عبداللہ! یہ شخص تمہارا کون ہے جس کے سینے پر شتر مرغ کا نشان لگا ہے۔

عبداللہ۔ یہ حمزہؓ بن عبدالمطلب عم رسول اللہؐ ہیں۔

اُمیّہ۔ حمزہؓ۔۔۔؟ وہ جس نے ہم سے بدسلوکی کی تھی۔

بلالؓ۔ (عبداللہؓ کے ساتھ اُمیّہ کو دیکھ کر) اس نے مکہ میں مجھے صبر آزما اور ایمان شکن اذیتیں پہنچائی تھیں۔ یہ کافروں کا سردار۔۔۔ اُمیّہ بن خلف ہے۔۔۔ اگر آج یہ بچ جائے تو میرا نام نہیں۔

عبداللہؓ۔ (بلالؓ کو خاموشی کا اشارہ کرتے ہوئے) ہائیں۔۔۔ بلالؓ۔۔۔! یہ میرے قیدی ہیں۔

بلالؓ۔ (بے پروائی سے آگے بڑھ کر جوشِ انتقام میں) "لانجوت ان نجا۔" آج میں نہیں یا تو نہیں۔۔۔!

عبداللہؓ۔ بلالؓ! تم نہیں مانو گے ۔۔۔۔؟ باز آجاؤ ۔۔

بلالؓ۔ نہیں، میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا ۔۔۔ عبداللہؓ! ہٹ جاؤ دیکھو، تم بیچ میں نہ آؤ ۔۔۔

عبداللہؓ۔ (اپنے قیدیوں اور بلالؓ کے درمیان حائل ہیں) مان جاؤ بلالؓ! یہ ذاتی انتقام کا وقت نہیں۔

بلالؓ۔ لیکن میں تو اسے دشمنِ خدا، دشمنِ رسول اور دشمنِ اسلام کی حیثیت سے مارنا چاہتا ہوں نہ کہ دشمنِ بلالؓ سمجھ کر ۔۔۔ اسے مجاہدو یہ کافروں کا سردار ابنِ اُمیّہ جا رہا ہے۔

"ابن عوف چند مجاہدین کے ساتھ آتے ہیں اور دونوں کو گھیر کر ابنِ اُمیّہ پر اپنی تلوار کا بھرپور وار کرتے ہیں"

اُمیّہ۔ (دردناک چیخ سے) ہائے ۔۔۔ میرا بچہ ۔۔۔ میرا لختِ جگر!

عبداللہ۔ (گھبرا کر اُمیّہ سے) اُمیّہ! اپنی جان بچاؤ ۔۔۔ اب تم ان سے نہیں بچ سکتے۔ میں تمہارا ذمہ دار بھی نہیں رہ سکتا نہ میری حمایت تمہارے کام آئے گی۔ (مقتولین کی اتاری ہوئی زرہیں تلاش کرتے ہیں ـ) ارے میری زرہیں کہاں گئیں، کیا ہوئیں، کون لے گیا میری زرہیں؟

ابن عوف۔ (تلوار لے کے امیّہ پر پوری طاقت سے جھپٹ پڑتے ہیں) لے اللہ کے دشمن ۔۔۔ فی النار و السقر ۔۔۔!

(لڑکھڑا کر گر جاتا اور اسی وقت دم توڑ دیتا ہے)

بلالؓ۔ (دور سے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں) اللہ اکبر! خدا کا شکر ہے کہ یہ دشمنِ اسلام ختم ہو گیا... اللہ احد... احد!

عبدالرحمٰنؓ۔ بلالؓ! تمہارا خدا بھلا کرے۔ میری زرہیں ہاتھ سے گئیں... اور تم نے میرے قیدیوں کو بھی ہلاک کرا دیا یعنی دوہرا نقصان ہوا مجھے...!

بلالؓ۔ (بہادری اور جوش میں) اَحَد... اَحَد!...

معوذؓ۔ (صفوں میں ابوجہل کو تلاش کر رہے ہیں) کہاں ہے... ابوجہل... کدھر گیا وہ... لعنت کا مارا...؟

عبداللہؓ۔ ابوجہل ان کے قبضے کا نہیں۔

بلالؓ۔ معوذؓ! ادھر دیکھو... وہ ہے ابن ہشام... یہاں تو سب کو اپنی اپنی پڑی ہے۔ وہ جان بچانے کی فکر میں ہے۔

معوذؓ۔ (تاک کر ابوجہل پر نیزہ پھینکتے ہیں) لے ظالم! اپنے کیفرِ کردار کو پہنچ جا۔

ابوجہل۔ (گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر زخم کی تاب نہ لا کر گرتے ہوئے) عکرمہ! بیٹا! میرے پاس آجا... میں گیا... ہائے...!

(عکرمہ باپ کی دردناک چیخ سن کر آتا ہے اور معوذؓ کے شانے پر وار کرتا ہے۔ ان کا ہاتھ شانے سے جدا نہیں ہوتا بلکہ جھولنے لگتا ہے۔)

معوذؓ۔ (بے پروائی سے عکرمہ کا مقابلہ کرتے ہیں حتیٰ کہ ہاتھ کی تکلیف اس بےتحریکی میں بڑھ کر ناقابلِ برداشت ہو جاتی ہے تو اس پر اپنا پاؤں

رکھ کر پوری طاقت سے ایک جھٹکے میں ہاتھ الگ کر کے وہیں ڈال کر آگے بڑھتے ہوئے ابوجہل کے پاس پہنچتے ہیں۔)

ابوجہل۔(دم آخر ہو رہا ہے)

معوذؓ۔ اے اللہ کے دشمن! دیکھ لیا تو نے؟ تجھے خدا نے کیسا ذلیل و خوار کیا؟۔

ابوجہل۔(جاں بلب ہے) اس میں ۔۔۔۔ رسوائی ۔۔۔ ہوئی ۔۔۔۔ کیا وہ شخص بھی ۔۔۔ رسوا ہو سکتا ہے ۔۔۔۔ جسے تم جیسے بہادروں نے ختم کیا ہو؟ اب بھی ۔۔۔ بتا دو ۔۔۔ میدان ۔۔۔ کس کے ہاتھ رہا؟

معوذؓ۔ خدا اور اس کے رسولؐ کے۔

ابوجہل۔(آخری سانس لے رہا ہے ۔۔۔ دم اکھڑتا ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جاتا ہے۔)

معوذؓ۔(اس کا سر تن سے اتارتے ہوئے) اللہ اکبر۔ ابن ہشام ۔۔۔ اور بے بس! اللہ غنی عن العٰلمین۔

محمدؐ۔(اپنے عریش میں کھڑے ہوتے بہادرانِ اسلام کے جوہر دیکھ رہے ہیں)، ۔۔۔ دشمن کی ایک بڑی تعداد گرفتار ہو چکی ہے ۔۔۔ اور اب تک کئی بہادر مشرک ہلاک ہو چکے ہیں۔ خدا کا شکر ہے فتح ہماری ہو گی۔

ابوبکرؓ۔ جی ہاں، دشمن برابر گرفتار اور قتل ہوتے جا رہے ہیں۔

معوذؓ۔(ابوجہل کا سر لیے ہوتے آتے ہیں)، یا رسول اللہ! یہ دیکھیے دشمن خدا

ابوجہل کا سر!

محمدؐ - اللہ اکبر... واللہ الذی لا الہ الاھو... ھو اللہ الذی لا الہ غیرہ - اس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، واقعی خدا بڑا انتقام لیتا ہے اللہ اکبر ذوالملکوت والجبروت۔ سیھزم الجمع و یولون الدبر - یہ فوج کفار شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گی -

معوذؓ - (زمین پر سر ڈالتے ہوئے) بے شک یا رسول اللہ! اللہ ذوالملکوت والجبروت ہے -

ابوبکرؓ - معلوم ہوتا ہے دشمن نے ہتھیار ڈال کر شکست تسلیم کر لی ہے -

محمدؐ - (آسمان کی طرف نظر اٹھا کر) لربی الحمد - لربی الحمد - میرے رب کا شکر ہے لائق حمد و ثنا ہے اس کی ذات -

عمرؓ - اگرچہ اب دشمن کی ہزیمت یقینی ہے اور وہ فرار ہونا چاہتے ہیں اور اب ہماری فتح میں کوئی کلام نہیں رہا لیکن موقع کی نزاکت کے پیش نظر میرا خیال یہ ہے کہ رسول اللہ کے عرش (سائبان) پر ابھی چند نقاد برہنہ تلواریں لیے متعین رہیں -

سعدؓ - اب بھی؟

عمرؓ - ہاں، اس لیے کہ ممکن ہے دشمن دھوکا دے کر ذات اقدسؐ پر حملہ کر دے... بہر کیف اس امر کا امکان ہے اور ان کی خباثت سے بعید نہیں - گو آتش کدۂ حرب سرد ہوتا جا رہا ہے لیکن یہ حفاظتی تدبیر

مآل اندیشی پر مبنی ہے۔

سعدؓ۔ رفقاد کے ساتھ برہنہ تلواریں لیے عریش کا پہرہ دے رہے ہیں۔ لیکن ان کا چہرہ نتائج سے کچھ اترا ہوا ہے۔)

محمدؐ۔ سعدؓ! تمھارے چہرے کا آثار چڑھاؤ بتا رہا ہے کہ تمھیں اپنے ساتھیوں کی یہ جنگ آزمائی گویا ناگوار گزر رہی ہے!

سعدؓ۔ (چونک کر) جی ... ! فداک ابی وامی یارسولؐ اللہ! بجا ارشاد ہے۔ دراصل یہ پہلا موقع ہے کہ خدا نے کفر و اسلام کو مقابل کیا اور یہ معرکہ بھی پہلا ہی ہے ... میں فطرتاً دردمند دل رکھتا ہوں اسی لئے لیکن آپ یقین فرمائیں کہ جذبۂ جہاد اسلامی کے تحت مجھے بھی اپنے رفقاء اور مجاہدین کی جان بچانے سے زیادہ مشرکین کا خون بہانا پسند ہے۔

عمرؓ۔ (خوش خوش آرہے ہیں) یارسول اللہ! دیکھیے یارسول اللہ! حق کو خدا نے ظفریاب کر دیا .... دشمن کی بڑی تعداد ہمارے ہاتھوں ہلاک ہو گئی۔ کچھ بھاگ گئے اور جو بچ رہے وہ اب ہمارے قیدی ہیں۔

محمدؐ۔ اللہ اکبر ... للہ الحمد ... الحمد للہ رب العٰلمین۔ الحمد للہ الذی نصر عبدہٗ ۔ دوستو! میرا خیال ہے کہ اب میدان صاف ہو گیا ہوگا۔

سعدؓ۔ جی ہاں، یارسولؐ اللہ، اجازت ہو تو ہم دشمن کی لاشیں کنوئیں میں ڈال دیں۔

محمدؐ ۔ ہاں، کوئی مضائقہ نہیں۔

عمرؓ ۔ تو پھر جاؤ سعدؓ! اپنے ساتھ چند مددگار صحابہؓ کو بھی لے جاؤ۔

سعدؓ ۔ بہتر ہے ۔ چلو ساتھیو! سب مل کر لاشیں اکٹھی کر لیں ....

سعدؓ اور ان کے رفقاء لاشیں اٹھا رہے ہیں) .... (ایک لاش اٹھا کر) یہ تو بہت وزنی ہے کس کی ہے یہ لاش ؟ (دیکھ کر) ارے یہ امیہ بن خلف ہے مگر... اس کی لاش تو پھول کر زرہ میں سما گئی بلکہ پھنس گئی ہے۔ (دوسری اٹھاتے ہیں) اور یہ... بغیر سر کی لاش .... ؟ ہاں، ابوجہل کی ہوگی۔

مسعودؓ ۔ (سر ان کی طرف پھینکتے ہوئے) لو، یہ ہے اس کا سر، میں نے ہی اتارا تھا۔

سعدؓ ۔ (آگے بڑھتے ہیں تو انبار میں) یہ عتبہ بن ربیعہ کی لاش ہے !

ابوحذیفہؓ ۔ (اپنے باپ کی لاش کے پاس غمگین و آزردہ کھڑے ہیں اور حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں)

محمدؐ ۔ (ابوحذیفہؓ کی کیفیت سے متاثر ہو کر) کیوں ابوحذیفہؓ! شاید تمہیں اپنے باپ کی لاش دیکھ کر رنج ہو رہا ہے اور تم آزردہ خاطر ہو؟

ابوحذیفہؓ ۔ (چونک کر) جی ... نہیں یا رسول اللہ! فداک ابی و امی ۔ میں اس وقت یہ سوچ رہا تھا کہ کاش یہ کفر کی حالت میں مرنے سے اسلام لا کر زندہ رہنا پسند کرتے ... ورنہ مجھے اسی طرح ان کی موت میں کوئی شک نہ تھا البتہ میں ان کی زیرکی، ہوش مندی اور معاملہ فہمی

رہے متوقع تھا کہ یہ صفات انھیں عقل کی روشنی میں نیک ہدایت دلا سکتی تھیں۔

محمدؐ۔ اللہ تعالیٰ تمھیں اس کا اجر دے ابو حذیفہؓ! رنج و غم تو فطری چیز ہے

عمرؓ۔ (آتے ہیں) یارسولؐ اللہ! فتح کی خوش خبری مدینہ والوں کو بھیج دینی چاہیے؟

محمدؐ۔ ہاں۔ زیدؓ بن حارثہ کو بھیج دو۔

عمرؓ۔ زیدؓ! تم مدینہ کے دیہات سے کہ دو کہ اللہ کا شکر ہے اس نے اسلام و فدائیانِ اسلام کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا اور رسولؐ مع صحابۂ کرام بعافیت ہیں۔

محمدؐ۔ (کنوئیں کے پاس کھڑے ہیں اور لاشوں سے مخاطب ہیں۔) اے کنوئیں والو! اے عتبہ بن ربیعہ! شیبہ بن ربیعہ! اے ابو جہل ابن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے ابن امیہّ! (وغیرہ) تم اپنے نبی کے بڑے برے ہم نشیں تھے۔ تم نے مجھے جھٹلایا، میری تکذیب کی اور لوگ مجھ پر ایمان لاتے۔ تم نے مجھے بے وطن کیا اور لوگوں نے مجھے پناہ دی تم نے مجھ سے جنگ کی اور اللہ اور اس کے بندوں نے میری مدد کی اور اسلام کو ظفریاب کیا۔ بتاؤ تم نے اپنے رب کا وعدہ "حق" نہیں پایا؟ میں نے تو واللہ اپنے رب کا وعدہ حرف بہ حرف صحیح اور سچ پایا۔

سعدؓ۔ (حیرت سے) یارسولؐ اللہ ۔۔۔! آپ ۔۔۔ اہلِ قلیب سے سوال

فرما رہے ہیں؟

عمرؓ۔ یا نبی اللہ! آپ مُردوں سے مخاطب ہیں؟

ابو بکرؓ۔ حضورؐ! لگ ہوئی بے جان لاشوں سے باتیں کر رہے ہیں؟

محمدؐ۔ ہاں دوستو! یہ تم سے زیادہ میری باتیں سن رہے ہیں لیکن یہ ہے کہ جواب نہیں دے سکتے۔

عمرؓ۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا۔

ابو حذیفہؓ۔ خوب یاد آیا۔ یا رسولؐ اللہ! خدا نے آسمانی مدد بھیجی تھی؟

محمدؐ۔ ہاں، جبریلؑ اور دوسرے فرشتے تھے۔

صحابہؓ۔ جبریلؑ... ؟ ملائکہ... ؟

محمدؐ۔ یہ آسمانی فوج، جس کی قیادت جبریلؑ کر رہے تھے،... فوجی لباس میں تھی۔ جبریلؑ کا عمامہ زرد تھا، باقی تمام فرشتوں کے عمامے سفید تھے جو انھوں نے اپنی پشت پر پھیلا رکھے تھے۔

عبداللہ۔ آج جنگ کو دو دن گذر گئے۔

عمرؓ۔ ہاں، کل واپس چلنا ہے۔

مازنی۔ یا رسول اللہ! ایک مشرک کا بیان ہے کہ جب حق و باطل کی فوجیں صف آراء ہو کر برسرِ پیکار تھیں، میں اپنے چچیرے بھائی کے ساتھ تمہارا تماشا دیکھنے کے لیے پہاڑ پر چڑھ گیا... میدان کارزار ہمیں صاف نظر آ رہا تھا جس وقت تم لوگ نبرد آزما تھے اس وقت اچانک ہمارے سر سے ایک بدلی گزرتی چلی گئی... اس میں سے گھوڑے

کے ہنہنانے کے ساتھ یہ آواز آئی "آگے بڑھ حیزوم! یہ عجیب آواز اس درجہ خوفناک تھی کہ اس کی دہشت سے میرے بھائی کے دل کی حرکت بند ہوگئی اور وہ اسی لمحہ ختم ہوگیا... میں بھی مرتے مرتے بچا۔ وہ تو کہو، میں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔

ابوبکرؓ۔ خوب... سبحان اللہ

محمدؐ۔ ہاں، تم نے ٹھیک کہا۔ اس کا بیان صحیح ہے۔ یہ جبریلؑ گزرے تھے، ان کے گھوڑے کا نام "حیزوم" ہی تھا۔

زیدؓ بن حارثہ۔ ابو اُسید بن مالک بن ربیعہ کا بیان ہے کہ اگر میری بینائی زائل نہ ہوتی (یہ بنی ساعدہ کے فرد تھے۔ بدر میں شریک ہوئے۔ ان کی آنکھیں کسی ضرب سے جاتی رہی تھیں) تو میں تمہیں وہ گھاٹی دکھاتا جہاں سے فرشتوں کے پرے کے پرے فوجی لباس میں نکلے تھے.....

بنی نجار المازنی۔ میری بھی تو سنو! ہُوا یہ کہ بدر میں ایک مشرک کا میں تعاقب کر رہا تھا۔ جب میں نے اسے آلیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے وار سے قبل ہی اس کا سر تن سے جدا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ ضرور غیبی ہاتھ ہے۔

عمرؓ۔ ہاں، کوئی فرشتہ ہوگا.....

صحابہؓ۔ شکر ہے اس کا جس نے اسلام کی مدد فرمائی اور ان ظالموں کو شکست دی۔

عمرؓ۔ سعید! تم مجھ سے نالاں معلوم ہوتے ہو، ابن العاص! واللہ میں نے

تمہارے باپ کو قتل نہیں کیا۔ اگر کیا بھی ہوتا تو مجھے پشیمانی یا معذرت کی کیا ضرورت تھی۔ یہ جنگ کسی ذاتی پرخاش کی بنیاد پر تو نہیں تھی، البتہ میں نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو ضرور اپنے ہاتھ سے ہلاک کیا ہے ہاں، تمہارے باپ کے پاس سے گزرا ضرور تھا مگر وار نہیں کیا۔ لیکن اس کے چچیرے بھائی علیؓ نے اسے نہیں چھوڑا اور قتل کر دیا۔

سعیدؓ: تمہیں غلط فہمی ہو گئی ہے عمرؓ۔ میں تم سے ناراض کیوں ہوتا . . . !

محمدؐ: اچھا دوستو! اب یہ مال غنیمت اور قیدیوں کو بحفاظت مدینہ پہنچا دیا جائے۔ ان میں لونڈیاں بھی ہیں۔ وہاں جاکر منصفانہ تقسیم ہو جائے گی۔

"تیسرے روز محمد رسول اللہ (صلعم) اپنے رفقاء کے ساتھ مدینہ تشریف لے گئے"

(از اول تا آخر۔ سیرت ابن ہشام، صفحہ ۱۴۔۲۳
— کذا تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۱۴۸ - ۱۵۸۔

صفحہ ۳۱۱ سے ۳۱۳ تک اضافہ جدید (عطیہ)

چوبیسواں منظر

مکہ ——— میں ——— شکست کا ردِ عمل

"مشرکینِ مکہ انتقاماً حضورؐ کے قتل کی دوسری سازش کرتے ہیں"

"عباس بن عبدالمطلب کے گھر کے سامنے۔ صفوان بن اُمیّہ، عمیر بن وہب سے باتیں کر رہا ہے۔ ربیعہ، عکرمہ بن ابی جہل بھی قریب ہی نظر آتے ہیں"

صفوان۔ ہمیں اب کسی خبر پہ یقین نہ کرنا چاہیے۔

عمیر۔ آخر کہاں تک یقین نہ کریں؟ بدر سے ہر آنے والا ہمارے لیے پریشان کن اور تشویش ناک خبر لاتا ہے۔

عکرمہ۔ وہاں سے آنے والا ہمارا اپنا ہی تو آدمی ہوتا ہے۔

عمیر۔ صفوان! لات کی قسم، میں نے اپنی آنکھوں سے تمہارے باپ اور بھائی کو ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔

عکرمہ۔ میرے باپ کو معوذؓ نے مار کر اس کا سر بھی تن سے جدا کر دیا۔

صفوان۔ (غمگین لہجے میں) لات کی قسم، ان کے بعد زندگی میں کوئی لطف نہیں رہا۔ اب ہمارے جینے سے بھی آخر فائدہ کیا ہے؟

عمیر۔ سچ کہتے ہو صفوان! لات کی قسم، اگر مجھ پہ قرض کا بار نہ ہوتا جس

فی الحال سبک دوش ہونا محال ہے اور اپنے اہل و عیال کی ذمہ داری نہ ہوتی جنھیں تنہا کس مپرسی کے عالم میں چھوڑ کر جانا خطرے سے خالی نہ ہوگا تو میں اسی دم جا کر محمدؐ کو موت کے گھاٹ اتار کر آتا ۔۔۔ میرے پاس اس کے قتل کی کئی معقول وجوہ ہو سکتی ہیں ۔ ایک یہ کہ میرا بیٹا ان کے پاس قید ہے۔

صفوان ۔ کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟

عمیر ۔ ہاں، ہاں، تو کیا تم مجذوب کی بڑ سمجھ رہے ہو؟

صفوان ۔ (موقع غنیمت جان کر عجلت میں) تمھارے قرض کا میں دین دار (ذمہ دار) ہوں اور تمھارے اہل و عیال میرے گھر والوں کے ساتھ رہیں گے ۔ جب تک زندہ ہوں، ان کی دلجوئی اور کفالت کرتا رہوں گا۔

عمیر ۔ (کچھ دیر سوچ کر ارادہ کر لیتا ہے۔) اچھا صفوان! مجھے منظور ہے لیکن یہ معاملہ راز ہی رہے ۔ خبردار کسی تیسرے کو علم نہ ہونے دینا ورنہ ہمیشہ کی طرح اس سازش کے بھی ناکام ہونے کا اندیشہ ہے۔

صفوان ۔ تو پھر اب کر گزرو ۔ جاؤ جلد جاؤ۔

عمیر ۔ (خاموشی سے اٹھ کر جاتا ہے اور اپنے غلام سے) جا تو ذرا جلدی سے میری تلوار پہ دھار رکھوا کر زہر میں بجھا لا ۔ (خود چھپ جاتا ہے کہ کوئی اسے دیکھ کر اندازہ نہ کر لے اس کے ارادے کا۔)

عورت (روتی ہوئی آتی ہے) ہائے! میں لٹ گئی ۔۔۔ ارے کوئی تو

بتا دو، ایک اسیر کی رہائی کے لیے محمدؐ نے کیا رقم مقرر کی ہے؟

قریش۔ چار ہزار درہم۔

عورت۔ میں ابھی یہ رقم اس پر نثار کرتی ہوں، ہائے وہ تو ... لاکھوں کا ہے!

قریش۔ کون ہے وہ ...؟ کس پر ...؟

عورت۔ میرا بچہ ... ابو عزیز ... میرا لال ...! (ایک دلدوز چیخ مارتی ہے)

قریش۔ (خاموش کرتے ہوئے) خاموش رہو ... یہ کیا لگا رکھا ہے تم نے جانتی نہیں لڑائی میں کام آنے والوں یا اسیروں پر رونا نہ چاہیے اس طرح

عورت۔ (ایک لحظہ خاموش ہو کر) آخر کب تک ...؟ یہ بھی تو بتا دو۔

قریش۔ ابو سفیان کی ہدایت ہے کہ ہم ایسا نہ کریں ورنہ محمدؐ اور ان کے رفقاء کو معلوم ہوگا تو وہ ہمارا مذاق اڑائیں گے اور ہم پر ہنسیں گے ساتھ ہی اس نے تاکید کر دی ہے کہ ہم اپنے آدمیوں کو چھڑانے کی کوشش نہ کریں اور نہ کسی کو انھیں لینے کے لیے بھیجیں ورنہ وہ ہماری اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فدیہ کی رقم اور بڑھا دیں گے۔ اس لیے ہمیں تو یہ ظاہر کرنا چاہیے گویا ہمیں شکست کا غم یا اسیروں کا افسوس اور ان کی پرواہ ہی نہیں۔

عورت۔ مگر ایک ماں کا دل ان شرائط کو قبول نہیں کر سکتا اور میں اب بالکل صبر نہیں کر دوں گی، مجھ میں تاب نہیں رہی۔

ریش - عجیب اکھڑ عورت ہے . . . . (سامنے آنے والے شخص کو دیکھتے ہیں)
یہ آنے والا حیسمان معلوم ہوتا ہے -

فوان - ممکن ہے یہ کوئی معتبر خبر لایا ہو -

ریش - (بے تابی سے) کہو حیسمان ! کیا خبر لائے ؟

یسمان - (ایک سانس میں) عتبہ بن ربیعہ ، شیبہ بن ربیعہ ، امیہ بن خلف اور
حکم بن ہشام ، یہ سب جنگ میں مارے گئے -

صفوان - (سرگوشی کرتے ہوئے اپنے قریب والوں سے کہتا ہے اور خود
حیسمان کی نظر سے پوشیدہ ہے -) لات کی قسم ، یہ کچھ نہیں جانتا -
اسے کچھ نہیں معلوم - ذرا اس سے میرے بارے میں تو پوچھو -

ریش - اچھا ، یہ تو بتاؤ ، وہاں جا کر صفوان بن امیہ نے کیا کہا ؟

یسمان - (اس کے حجرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) وہ تو اپنے حجرے
میں بے خبر بیٹھا ہوگا اور میں نے اس کے باپ اور بھائی کو ، لات کی قسم
اپنی آنکھوں سے تہ تیغ ہوتے دیکھا ہے ، وہ کیا جانے ؟

ام الفضل - (عباس (عم نبیؐ) کی حرم محترم اپنے غلام کی طرف دیکھتے ہوئے
آہستہ سے) خدا کرے ایسی خبر لانے والا ہمیشہ سلامت رہے کبھی
اس کا بال بیکا نہ ہو -

ابو رافع - (برتن بناتے ہوئے اسی لہجے میں) اللہ نے اپنے نبیؐ کو فتح و نصرت
سے سرفراز فرمایا -

ام الفضل - (باہر دیکھتی ہیں) دیکھنا . . . ابو رافع ! یہ ابو لہب کیسی بری طرح

غصے میں پاؤں پٹک رہا ہے۔

ابو رافع۔ (ابو لہب کی صورت دیکھتے ہوئے) جی ہاں، در اصل خدا نے حق کو سربلند اور باطل کو سرنگوں فرما کر اسے بھی ذلیل و خوار کر دیا ہے

ابو لہب۔ (سر جھکا کر دروازے پر بیٹھا ہے اور یک لخت سر اٹھا کر) آخر تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تم وہاں سے آئی ہوئی خبروں پر اعتبار کیوں نہیں کرتے؟ ہمارے مخبروں کو غلط بیانی سے کیا مل جائے گا؟

قریش۔ (ایک سمت دیکھ کر) لو وہ ابو سفیان چلا آ رہا ہے۔

ابو لہب۔ (اٹھ کر پکارتا ہے) ابو سفیان! ادھر آ جاؤ۔۔۔ میرے پاس تو آؤ۔ میری جان کی قسم، تمھاری لائی ہوئی خبر یقینی ہو گی۔

ابو سفیان۔ (آ کر ابو لہب کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور سب اسے گھیرے کھڑے ہیں)

ابو لہب (بے تابی سے) عزیز من! بتاؤ تو سہی، اب حالات نے کیا صورت اختیار کی ہے؟

ابو سفیان۔ لات کی قسم، میں تو حیران ہوں۔ کیا بتاؤں۔۔۔ جس قوم سے ہمارا واسطہ پڑا ہے ہم نے اپنے آپ کو اس کے آگے بے دست و پا اور بے اختیار پایا، حتیٰ کہ اپنی گردنیں پیش کر دیں۔ ان کا اختیار تھا، جسے چاہا، مارا جسے چاہا گرفتار کر لیا۔ لیکن میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ لات کی قسم، ہم اس معاملے میں اپنے جوانوں کو قصوروار نہیں ٹھہرا سکتے۔ جانتے ہو یہ جنگ صرف ان مٹھی بھر انسانوں سے نہ تھی بلکہ ہم نے سنا ہے کہ وہاں ایسے سفید پوش مجاہد ابلق گھوڑوں پر

سوار نظر آتے جو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فضا میں چھاتے ہوئے وار پر وار کر رہے تھے۔ یہ تماشا پہلی بار دیکھا کہ قاتل نظر نہیں آتا اور مقتول کی لاش خاک و خون میں غلطیدہ پڑی ہے۔ لات کی قسم کسی میں بھی ان سے مقابلے کی تاب نہیں اور نہ کوئی طاقت ان کے سامنے ٹھہر سکتی ہے۔

ابو رافع (بے اختیار سامنے آ کر چیختے ہیں، واللہ وہ ملائکہ (فرشتے) تھے۔ یہی آسمانی مدد تھی۔

ابولہب۔ (پیچھے مڑ کر ابو رافع کو ایک دو تھپڑ رسید کرتا ہے۔) دفان ہو جا یہاں سے، بڑا آیا آسمانی مدد والا ۔ ۔ ۔ !

ابو رافع۔ (تاب لا کر) میں کیوں دفان ہوں، دفان ہوں میرے دشمن۔

ابولہب۔ (غصے میں اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور ابو رافع کو اٹھا کر زمین پر پٹکتے مارتے ہوئے) ذلیل ۔ ۔ کتے ۔ ۔ ! غلام ! تیری یہ مجال ۔ ۔ ۔ (ان پر سوار ہو جاتا ہے) ٹھہر تو جا، لات کی قسم، میں ابھی تجھے پیوند زمین کیسے دیتا ہوں۔

ام الفضل۔ اپنے غلام کی حمایت میں اٹھتی ہیں اور کھمبا نکال کر لاتی ہیں۔ ابولہب کے سر پر مارتے ہوئے) ظالم ! تو نے اسے تنہا سمجھ لیا ہے کہ اس کا مالک (عباس) یہاں نہیں ؟

(ابولہب کا سر پھٹ جاتا ہے، ہائے ام الفضل ۔ ۔ ! بس بس (اٹھ کر بھاگ جاتا ہے)

امّ الفضل ۔ ہاں! بھاگ جا جان بچا کر ذلیل! کمینے!

قریش ۔ (ابو سفیان کے آس پاس کھڑے ہیں۔) ابو سفیان! تم نے اپنے بیٹے عمر کو چھڑانے کے لیے فدیہ نہیں دیا محمدؐ کو؟

ابو سفیان ۔ مجھے کیا پڑی ہے کہ دہرا نقصان اٹھاؤں؟ ایک تو دشمنوں نے میرے ایک لختِ جگر (حنظلہ) کو قتل کر دیا اور اب میں روپیہ خرچ کروں اور دوسرے بیٹے کو چھڑاؤں؟ میں نے تو اسے انھیں پر چھوڑ دیا ہے۔ قیدی بنا کر زندہ رکھیں یا قتل کر ڈالیں۔ جو چاہیں کریں میں فدیہ دے کر چھڑانے کی حماقت نہ کروں گا۔

صفوان بن اُمیّہ ۔ (کہیں گیا تھا واپس پہنچا ہوا آ رہا ہے) لوگو! خوش خبری سنو! ... ایک ایسی جنگ چھڑنے والی ہے جو بدر کا واقعہ فراموش کرا دے گی۔

قریش ۔ جنگ؟ اب کیسی جنگ بناؤ بھی تو؟

صفوان ۔ ابھی نہیں بتاؤں گا۔

عکرمہ ۔ فرزندانِ قریش! میری ایک رائے ہے۔

قریش ۔ کہو عکرمہ ۔۔!

عکرمہ ۔ درحقیقت ہماری تجارت میں خلافِ امید نفع ہوا ہے اور ابو سفیان اسے لے کر بھاگنے میں خوش قسمتی سے کامیاب ہو گیا۔

قریش ۔ یہ تو ہوا اور یہی جنگ اولی کا شاخسانہ تھا، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟

عکرمہ ۔ میرا مطلب یہ ہے کہ محمدؐ نے تم پر بہت ظلم ڈھایا اور بڑی زیادتی کی

اس نے تمھارے چوٹی کے جنگ آزما بہادروں کو مار ڈالا اور تمھارے مایۂ ناز جوانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اب بھی ایک چارہ کار رہ جاتا ہے کہ اس تجارتی منافع سے ہماری مدد کرو تاکہ ہم مکمل تیاری کر کے محمدؐ سے اپنے خون کا انتقام اور نقصانات کا بدلہ لے سکیں۔

ابوسفیان۔ یہ اچھی تجویز ہے۔

قریش۔ چلو، اٹھو، تیاری کر لو۔ اب ہم دولت کے سہارے محمدؐ سے جنگ کریں گے۔

جبیر۔ (اپنے غلام وحشی کو پکارتا ہے) وحشی ۔ ۔ ۔! او وحشی!

وحشی۔ حاضر ہوں سرکار!

جبیر۔ وحشی! تو نیزہ بازی میں کمال رکھتا ہے اور تیرا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا۔ تو ہمارے ساتھ چل، اور اگر تو نے میرے چچا طعیمہ بن عدی کا بدلہ محمدؐ کے چچا حمزہؓ بن عبدالمطلب کو قتل کر کے لے لیا تو پھر تو آزاد ہے۔

وحشی۔ (خوش ہو کر) تعمیل ہو گی سرکار!

ابوسفیان۔ اب قریش کو اپنی تمام قوتیں یکجا کر کے حبشیوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں آ جانا چاہیے۔

قریش۔ (قافلہ بنا کر چلاتے ہوئے جا رہے ہیں) خون کا بدلہ ۔ ۔ ۔ ! خون کا بدلہ لے کے رہیں گے۔

ابُو رافع۔ خدا انھیں سمجھے، یہ محمدؐ سے جنگ کے لیے نکلے ہیں۔

اُم الفضل۔ عباس آجائیں تو اچھا ہے ہم انھیں بتا دیں گے تاکہ وہ رسولؐ اللہ کو خبر تو کر دیں۔

ابُو رافع۔ ہاں، یہی بہتر ہو گا۔

ام الفضلؓ۔ یہ کون آ رہا ہے اِدھر دیکھو ابو رافع!

ابو رافع۔ یہ اسود بن عبد المطلب ہیں۔

امّ الفضل۔ انھیں تین بیٹوں کا داغ لگا ہے۔

(اندر جاتی ہیں، ان کا غلام بھی ساتھ ہے)

اسود۔ (نابینا ہیں، اپنے غلام کا سہارا لے کر آتے ہیں۔) کیا یہ عورت بین کر رہی ہے؟

(کسی عورت کا بین فضا میں بلند ہو رہا ہے)

غلام۔ (کان لگا کر) جی ہاں، سرکار!

اسود۔ جاؤ، معلوم تو کرو، کیا مُردوں پر بین کرنا اور ماتم جائز ہو گیا ہے؟ یہ بھی دیکھ آنا کہ قریش اپنے مرنے والوں پر آنسو بہا رہے ہیں؟ اگر یہ ہے تو میں بھی ابو حکیمہ وغیرہ پر آنسو بہاؤں۔ میرے تو کلیجے سے شعلے نکل رہے ہیں اور جگر میں داغ پڑ گئے ہیں۔ (غلام بہت تیزی سے جاتا ہے)

ہند بنت عتبہ۔ (ادھر سے گزرتی ہے) ——— ابن المطلب تم یہاں کیا کر رہے ہو؟

سود۔ تم کون ہو؟

ہند۔ ہند بنت عتبہ۔

سود۔ جلد بتاؤ، کیا تم نے اپنے باپ کا ماتم نہیں کیا؟

ہند۔ ابھی وقت نہیں!

غلام۔ (پہنچتا ہوا آرہا ہے) نہیں ... نہیں، ہرگز نہیں ... زور ... زور سے نوحہ کرنے کی اجازت نہیں۔

سود۔ تو پھر یہ عورت کیا کر رہی تھی؟

غلام۔ ایک عورت ہے، اس کا اونٹ کھو گیا ہے، اس پہ رو رہی ہے۔

سود۔ (غلام کا سہارا لے کر اٹھتے ہیں اور سر جھکائے چل رہے ہیں۔)

أتبکی ان یضل لها بعیر
ویمنعها من النوم السهود
فلا تبکی علی بکر ولکن
علی بدر تقاصرت الجدود

کیا وہ اپنے اونٹ کے گم ہونے پر رو رہی ہے؟ اور اس معمولی نقصان نے اسے ساری رات سکون کی نیند سے محروم کر دیا۔ اس کی آنکھیں بے خواب ہو گئیں۔ وہ بدر پہ کیوں نہیں روتی حالانکہ بدر میں قسمتیں پھوٹ گئیں۔

(سہاگنیں بیوہ ہو گئیں، بچے یتیم ہو گئے۔ ماؤں کے لال، باپوں کے سہارے چھن گئے۔)

ہند۔ (راستے میں وحشی سے ملتی ہے۔) کدھر۔۔ وحشی۔!

وحشی۔ (نیزہ گھماتا ہوا جا رہا ہے) میرے نیزے! میری آزادی یا غلامی کا فیصلہ تیرے اختیار میں بلکہ تیری دھار پر ہے۔

ہند۔ وحشیا۔ ابا وسمہ! اشف، واشتف۔ ہائے تیرا بُرا ابو وسمہ! (کنیت ہے اس کی) اپنی تسلی کر اور مجھے بھی سکون بخش دے۔

سیرت ابن ہشام، جلد دوم، صفحہ ۶۶

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۱۶۱۔ ۶۲

پچیسواں منظر

مدینہ ــــ وہ مسجد نبوی میں رسول اللہ (صلعم) غازیانِ اسلام کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ بدر کے اسیرانِ جنگ کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے بارے میں گفت و شنید ہو رہی ہے۔ مشرکینِ مکہ کے ستر قیدی پا بہ زنجیر موجود ہیں اور انھیں اعتراف ہے کہ مجاہدینِ اسلام نے ان کے آرام و آسائش کا خیال اپنے بچوں کی طرح رکھا ہے۔"

محمدؐ۔ دوستو! آج ہم ان اسیرانِ جنگ کی قسمتوں کا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں ــــ تم سب اپنی اپنی رائے پیش کرو، ہم غور کریں گے۔ عمرؓ! پہلے تم بتاؤ کیا کرنا چاہیے؟

عمرؓ۔ (کھڑے ہو کر) یا رسول اللہ! میری رائے یہ ہے کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔

محمدؐ۔ یہ کیوں؟!

عمرؓ۔ اس لیے کہ یہ کفر کے امام اور شرک کے پیشوا ہیں۔ اسلام اور پرستارانِ توحید پر ان سب نے مل کر لرزہ خیز مظالم ڈھائے اور آخر آپ کو بھی ترکِ وطن پر مجبور کر دیا۔ یہ ہمارے اور دینِ حق کے بدترین دشمن ہیں۔ آج خدا نے ہمیں ان پر قابو دیا ہے اور یہ

ہمارے قبضے میں آگئے ہیں۔ اس لیے ہم ان سے اپنے مظلوموں
قصاص لیں گے اور ان کی گردن مارنا ہی ان کے حق میں عین انصاف
محمدؐ۔ عمرؓ! تمہاری مثال حضرت موسیٰؑ کی سی ہے۔ موسیٰؑ نے کہا تھا ربنا
اطمس علی اموالھم واشدد علی قلوبھم[1]۔ اور حضرت نوحؑ
بھی یہی کہا تھا کہ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا[2]
(حاضرین سے مخاطب ہیں) تم لوگ خاموش ہو ؟
عبداللہ بن رواحہ۔ یا رسول اللہ! میرا خیال ہے کہ آپ کسی جھاڑیوں والی
میں آگ لگا کر ان تمام دشمنان دین کو اس میں جھونک دیجیے۔
محمدؐ۔ نہایت ظالمانہ اور سفاکانہ فیصلہ ہے پھر خدا کے سوا کسی کو حق
پہنچتا کہ وہ اس کے بندوں کو آگ کا دردناک عذاب دے۔
عمرؓ۔ یا رسول اللہ! مناسب یہی ہو گا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے
آپ اس شخص (قریب ہی نظر آ رہا ہے) پر مجھے اختیار دیجیے تو
اس کی گردن اڑا دوں اور فلاں پر حمزہؓ کو حق دیجیے تو وہ اسے
قتل کر دیں۔ علیؑ کو اجازت دیجیے کہ وہ عقیل بن ابی طالب کو
کر دیں۔

---

[1] پروردگار! ان کا مال و دولت تباہ کر دے اور ان کی جانوں پر سختی ڈال
وہ دردناک عذاب اٹھائے بغیر ایمان نہیں لائیں گے۔

[2] پروردگار! صفحہ ہستی پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑ۔

ان پڑھ مسلمانوں کو لکھنا یا کوئی اور ہنر سکھا دیں۔

عباسؓ۔ لختِ جگر! تم جانتے ہو کہ میں مسلمان ہوں لیکن زبردستی یہ لوگ مجھے اپنے ساتھ لے آئے ہیں۔

محمدؐ۔ چچا جان! اگر یہ واقعہ ہے تو خدا آپ کو اس کا اجر دیگا بہر حال آپ اپنے اور اپنے ساتھی نوفل بن حرث اور عقیل بن ابی طالب کے لیے زرِ جرمانہ یا تاوانِ جنگ ادا کر کے رہائی حاصل کر سکتے ہیں۔

عباسؓ۔ میرے پاس اتنا روپیہ کہاں ہے؟

محمدؐ۔ وہ سرمایہ کہاں ہے جو آپ نے مکہ سے روانگی کے وقت چچی جان (ام الفضل) کو دیا تھا کہ اگر میں کسی حادثے کا شکار ہو جاؤں تو یہ تمہارے اور بچوں کے کام آئے گا۔

عباسؓ (حیران ہو کر) واللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے رسول ہو اس راز سے میرے اور ام الفضل کے سوا کوئی تیسرا واقف نہ تھا اس لیے کہ رات کی تاریکی میں میں نے یہ سرمایہ ام الفضل کے سپرد کرتے ہوئے یہی وصیت کی تھی۔ اچھا، اب ایسا کرو کہ جو غنیمت کا مال تم نے لوٹا ہے اس میں فدیے کی رقم وضع کر لو۔

محمدؐ۔ نہیں چچا جان! یہ ناممکن ہے اس لیے کہ یہ مال غنیمت تو مجاہدین کا حق ہے اور آپ استطاعت رکھتے ہیں، زرِ جرمانہ داخل کر دیجیے۔

عمرؓ۔ یا رسول اللہ! عقبہ بن معیط اور نضر بن الحارث کے لیے کیا حکم ہے

محمدؐ۔ ان کے سابقہ سفاکانہ مظالم کی پاداش میں ان کا قتل واجب ہے

عمرؓ ۔ یعنی ستر قیدیوں میں صرف دو کو قتل کیا جائے گا اور باقی سب مشروط وغیر مشروط طور پر رہا کر دیئے گئے ؟

محمدؐ ۔ ہاں عمرؓ! مشیتِ ایزدی اب یہی ہے[1]۔

---

[1] تمام مفسرین (متقدمین و متاخرین) متفق ہیں کہ قرآن میں سورۂ انفال کی یہ آیت: ما کان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ الخ کی شانِ نزول یہی ہے، چنانچہ تفسیر و اسبابِ نزول کی مستند ترین کتاب اسباب النزول بہامشہ الناسخ والمنسوخ کے مؤلف امام احدی فرماتے ہیں، کان عمر یری الرأی فیوافق وآیہ، ما یجیٔ من السماء وان رسول اللہ استشارنی اساری بدر فقال ابو بکر ھٰؤلاء بنوا لعم والعشیرۃ و الاخوان وانی اری ان تاخذ منھم الفدیۃ فتکون لنا قوۃ علی الکفار و عسٰی ان یھدیھم اللہ فیکونوا لنا عضدا۔ وقال عمرؓ کذبوک واخرجوک فقدمھم فاضرب اعناقھم واللہ ما اری ما رأی ابو بکر ولکن ان تمکننی من فلان (قریب لعمر) واضرب عنقہ وتمکن علیاً من عقیل ... الخ (ترجمہ مندرجہ بالا متعلقہ منظر میں ہے) (واحدی صفحہ ۱۷۸ - ۱۸۰)۔ یہ منظر تاریخ طبری اور متعدد تفاسیر کے ساتھ ساتھ خصوصاً واحدی کے مطالعے سے مرتب کیا ہے لیکن یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ مفسرین کا ایک گروہ حضرت عمرؓ کی تائید میں اس آیت کی شانِ نزول قرار دیتا ہے اور دوسرا طبقہ حضرت ابو بکرؓ کی رائے پر عمل ملحوظ رکھتے ہوئے آخری جزو آیت سے استدلال کرتا ہے۔ مفسر

(باقی ص ۳۳۰)

سعدؓ۔ سنا ہے کہ بدر میں شکست کی خبر پھیلتے ہی ایک عورت اپنے بیٹے

(بقیہ حاشیہ ص۳۲۹) گرامی امام واحدی کا بیان ہے کہ وقال ابن عمر استشار رسول اللہ
فی الاساری ابابکر فقال قومك وعشیرتك خل سبیلھم واستشار عمر فقال
اقتلھم۔ ففاداھم رسول اللہ فانزل اللہ تعالیٰ "ما کان لنبی ان یکون له
اسری حتی یثخن فی الارض الخ فکلوا مما غنمتم حلالا طیبا قال فلقی النبی
فقال کاد ان یصیبنا فی خلافك بلاء۔ مطلب یہ ہے کہ اسیران بدر کے بارے میں رسول اللہ
نے حضرت ابوبکر سے مشورہ لیا تو انھوں نے فرمایا وہ آپ کی قوم کے افراد اور آپ کے
رشتہ دار ہیں، انھیں رہا کر دیجیے اور فدیہ لے کر ان کی راہ کھول دیجیے۔ آخر میں رسول اللہ
(صلعم) نے ان سے فدیہ لیکر رہائی کا حکم دے دیا، چنانچہ یہ آیت اتری کہ ما کان
لنبی الخ "نبی کو یہ زیبا نہیں کہ میدان جنگ میں کافروں کا اچھی طرح خون بہانے
سے قبل دشمنوں کو قیدی بنائے۔ پھر ان سے مالی عوض لیا جاتے۔ جنگ (بدر) کے
قیدیوں سے تم نے فدیہ وصول کیا کیونکہ تم دنیوی ساز و سامان چاہتے تھے لیکن
اللہ آخرت چاہتا ہے (اور وہ ان کاموں سے راضی ہوتا ہے جن سے دین
اسلام کی ترقی ہو) اللہ بڑا غالب اور حکمت والا ہے۔ اگر خدا کی طرف سے ان کے
حق میں یہی فیصلہ پہلے ہی (فدیہ سے کر آزاد کرنا) صادر نہ ہو گیا ہوتا تو تم نے جو فدیہ لیا
ہے اس کی پاداش میں تمھیں بڑا عذاب پہنچتا۔ بہر حال اب اسے مال غنیمت سمجھ
اور استعمال میں لاؤ۔ (تفسیر ثنائی)

واضح رہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی تفسیر ترجمان القرآن میں تحریر

ابوعزیز کے لیے روتی پھر رہی تھی لیکن قریش نے اسے سمجھا بجھا کر

(بقیہ حاشیہ ص ۳۲۳) فرمایا ہے، نبی کے لیے سزاوار نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی ہوں جب تک وہ ملک میں غلبہ نہ حاصل کرے (مسلمانو!) تم دنیا کی متاع چاہتے ہو اور اللہ چاہتا ہے کہ تمہیں آخرت کا اجر دے الخ۔ موصوف نے الاثخان کے معنی روش عام سے ہٹ کر بخاری کے حوالے سے "غلبہ" لیے ہیں اور دراصل الاثخان سے مراد صرف خونریزی ہی نہیں ہو سکتی۔ جب کہ اسلام صلح و امن کا مذہب ہے ملاحظہ ہو: "معنی یثخن فی الارض" ای یغلب فی الارض (بخاری) وقال ابن عباس حتی یظہر علی الارض (یہاں دونوں سے مراد غلبہ اور اقتدار ہی ہے۔

علماء اور مفسرین کا گروہ ان بنیادوں پر حضرت ابوبکرؓ کے فیصلے کی تائید کرتا ہے:

۱۔ قرآن مجید میں حضرت ابوبکرؓ کے فیصلے کی تائید پہلے ہی موجود تھی۔

۲۔ اس رائے میں لطف و کرم کے جذبات کی فراوانی ہے۔

۳۔ نبی کریمؐ نے اس حدیث میں حضرت ابوبکرؓ کو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے اور حضرت عمرؓ کو حضرت نوحؑ اور حضرت موسیٰؑ سے تشبیہ دی ہے۔

۴۔ ابوبکرؓ کی رائے حضورؐ نے پسند فرمائی۔

۵۔ رب العالمین نے بھی اسی رائے کو برقرار رکھا اور ان اسیران جنگ کے ذریعے یہی مقصد پیش نظر تھا ابوبکرؓ کی نیت نیک تھی، فدیے کا مقصد حصول مال و متاع برائے عیش کوشی نہ تھا۔ (عطیہ)

(تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۱۶۰ - ۱۶۰)

واپس کر دیا کہ کہیں ہمیں خبر لگ گئی تو ہم فدیے کی رقم بڑھا دیں گے حالانکہ وہ فدیے کے لیے زیادہ سے زیادہ دینے پر تیار تھی

مصعب بن عمیرؓ۔ ہاں یہ میرا بھائی ہے جو اب ہمارا قیدی بن کر آیا ہے اور وہ میری ماں تھی۔ میں تو یہی مشورہ دوں گا کہ اسے ابھی قید رکھو۔ ماں کے پاس اتنا ہے کہ وہ فدیہ دے کر ابو عزیز کو رہائی دلا دے۔

عمرؓ۔ (مسجد نبوی کے دروازے کی جانب نظر اٹھا کر) دیکھنا یہ کون ہے جو دروازے پر اونٹ بٹھاتے اور تلوار گلے میں ڈالے ہوتے کھڑا ہے؟

ابنِ اسحٰق۔ (آگے بڑھ کر غور سے دیکھتے ہیں۔ پھر عمرؓ کے پاس جا کر آہستہ سے) عمرؓ! یہ عمیر بن وہب ہے۔

عمرؓ۔ عمیر بن وہب؟ یہ ذلیل کتا کبھی کسی بُرے ارادے کے بغیر نہیں آ سکتا۔

ابن اسحاقؓ۔ ہاں، یہ وہی ہے جس نے معرکۂ بدر پر ہمیں ابھارا اور دشمن کو ہماری تعداد کا اندازہ کر کے بتا دیا تھا۔

محمدؐ۔ صحابۂ کرام کے درمیان تشریف فرما ہیں، عمرؓ ان کے قریب جا رہے ہیں۔

عمرؓ۔ (آہستہ سے) یا رسول اللہؐ! اللہ کا دشمن عمیر بن وہب تلوار گلے میں ڈال کر یہاں آیا ہے۔

محمدؐ۔ اسے میرے پاس بھیج دو۔

عمرؓ۔ (دروازے تک جاتے ہوئے انصار سے مخاطب ہیں) جاؤ تم لوگ رسول اللہ کے پاس بیٹھ جاؤ۔ ہوشیار رہنا، رسول اللہ کے لیے اس سے خطرہ ہے۔ (پھر وہ سر سے ملیے عمیر کو ساتھ لے کر واپس آتے ہیں اور اس کی تلوار کا پرتلا پکڑ کر کھینچتے ہیں۔)

محمدؐ۔ (ان کی طرف نظر اٹھا کر) عمرؓ! اسے میرے پاس بھیجو۔

عمرؓ۔ (چھوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں)

محمدؐ۔ میرے قریب آؤ عمیر!

عمیر بن وہب۔ (قریب جا کر) صبح بخیر۔ !

ابو بکرؓ۔ اللہ کے دشمن! یہ جاہلیت والوں کا سلام ہے۔

محمدؐ۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے اس طریقے سے بہتر سلام و دعا سے نوازا ہے۔

عمیر۔ تم جانتے ہو محمدؐ! کہ میں نئے زمانے کا ہوں۔

محمدؐ۔ اچھا بتاؤ تم کس مقصد سے آتے ہو؟

عمیر بن وہب۔ تمہارے پاس میرا قیدی ہے، اسے رہا کرانا چاہتا ہوں۔ تم اس پر احسان کرو اور اس سے نیک سلوک روا رکھو۔

محمدؐ۔ پھر تمہاری گردن میں یہ تلوار کیسی؟

عمیر۔ خدا تلواروں کا برا کرے! ہمیں ان سے کونسا فائدہ پہنچ گیا؟

محمدؐ۔ دیکھو عمیر! سچ سچ بتا دو، کس مقصد سے اور کیوں آئے ہو؟

عمیر۔ صرف اپنے قیدی کی خاطر ورنہ اس کے سوا کوئی ارادہ نہیں۔

محمدؐ۔ (تھوڑی دیر اس کی صورت دیکھتے ہیں)۔ میں بتا دوں؟ تم اور صفوان دونوں ایک جگہ بیٹھے تھے اور کنوئیں والوں (مقتولین کفار) کا ذکر ہو رہا تھا۔ دورانِ گفتگو میں تم نے کہا "اگر مجھ پر قرض کا بار اور اہل و عیال کی ذمہ داری نہ ہوتی تو میں اسی لمحہ جا کر محمدؐ کا سر تن سے جدا کر دیتا" پھر اس شرط پر کہ تم مجھے واقعی قتل کر دوگے صفوان نے کہا "میں تمہارے قرض کی ادائیگی اور بچوں کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ تم جاؤ اور کر گزرو" لیکن ظالمو! انھیں یہ خبر نہ ہوئی کہ اللہ ہمارے درمیان حائل تھا اور اس وقت بھی ہے۔

عمیر۔ (حیران و ششدر رہ جاتا ہے)۔ لات کی قسم، اس سازش کی خبر میرے اور صفوان کے سوا کسی متنفس کو نہ تھی۔ واللہ آپ کو خدا نے یہ بتایا؟

محمدؐ۔ ہاں، ورنہ میں عالم الغیب نہیں۔

عمیر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

محمدؐ۔ اللہ اکبر۔

صحابہ کرامؓ۔ اللہ اکبر۔

عمیرؓ۔ یا رسول اللہ! اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ہدایت دی اور میری منافقی کرتے ہوئے یہاں کھینچ لایا۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ۔ . . . یا رسول اللہ! اب تک ہم آپ کی باتوں کو جھٹلاتے تھے اور اب تصدیق کرتے ہیں۔

محمدؐ۔ (رفقا سے) اپنے بھائی (عمیرؓ) کو دینی تعلیم دو اور قرآن پڑھاؤ۔

ہاں، اس کے قیدی کو بھی آزاد کر دو۔

عُمیر۔ (جاتے سے قبل) یا رسول اللہ! میں نورِ ہدایت کو بجھانے کے لیے ہر لمحہ کوشاں رہتا تھا اور راہِ حق کے ہر راہی کو سخت ترین اذیتیں پہنچانا میرا شیوہ بن چکا تھا۔ لیکن اب یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے گھر جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں تو میں اہلِ مکہ کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور اسلام کی دعوت دوں۔ ممکن ہے خدا انھیں ہدایت دے دے اور وہ بھی راہِ راست پر آ جائیں ورنہ میں عہد کرتا ہوں کہ انھیں بھی ان کے دین کی راہ میں اس طرح جیسر آزما اذیتیں پہنچاؤں گا جو آپ کے رفقاء کو پہنچایا کرتا تھا۔

محمدؐ۔ تم مختار ہو لیکن یہ یاد رکھنا کہ اسلام صلح و انصاف کی تعلیم دیتا ہے حسنِ سلوک سے لوگوں کو متاثر کرنا زیادہ مفید ہوتا ہے۔

"عمیر بن وہبؓ مکہ واپس جاتے ہیں اور ہر راہ چلتے مسافر کو اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے گھر پہنچتے ہیں۔ مشرکین اس پر اور بھی برافروختہ ہو جاتے ہیں لیکن بعض حلقہ بگوشِ اسلام (بھی) ہو رہے ہیں۔ صفوان نے عمیر کے اسلام کی خبر سنی تو عہد کیا کہ عمر بھر اس سے بات نہ کروں گا، نہ اسے کوئی فائدہ اٹھانے دونگا لیکن (کچھ) عرصے کے بعد وہ خود بھی مسلمان ہو گیا تھا۔

صفحہ ۳۲۵ سے صفحہ ۳۲۹ تک اضافہ جدید (عکیہ) سیرت ابن ہشام، جلد دوم صفحہ ۳۲۔۳۳۔۳۴ اسباب النزول ۔ تاریخ طبری

چھبیسواں منظر

"مدینہ کی مسجد میں . . . کعب بن اشرف یہودی اپنی قوم کے چند افراد کے ساتھ"

کعب۔ تمہیں خدا سمجھے بدبختو! بتاؤ کیا زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ سچ کہہ رہے تھے کہ محمدؐ نے سردارانِ قریش کو قتل کر دیا؟

ساتھی۔ ہاں کعب! یہ صحیح ہے۔

کعب۔ آہ! یہ تو قریش کے معزز سردار اور بہادر جنگ آزما تھے۔ اگر محمدؐ نے انہیں ختم کر دیا ہے تو ہماری زندگی کا کوئی فائدہ نہیں، ہمیں بھی مر جانا چاہیے۔

عمرؓ۔ (مسجد کے اندر آتے ہوئے) یہ یہودی کیا بک رہا ہے؟ یہاں مسجد میں کیا باتیں ہو رہی تھیں؟

کعب۔ ہائے عمرؓ! تمہیں تباہ کیا محمدؐ نے سارے سردارانِ قریش کو موت کے گھاٹ اتار دیا؟ افسوس! کیا وہ سبھی جنگ کی بھینٹ چڑھ گئے۔

عمرؓ۔ اگر شک ہو تو جا کر بدر کے کنوئیں میں دیکھ لو لیکن اب تو شاید ان کی بوسیدہ ہڈیاں بھی نہ ملیں گی۔

محمدؐ۔ (مسجد سے ملحقہ کاشانۂ نبویؐ کے دروازے سے اندر آتے ہوئے کعب پر نظر پڑتی ہے) یہودیہ! اللہ سے ڈرو۔ دیکھو، اس

قریش کی سرکشی اور نافرمانی کا کس درجہ عبرت ناک انتقام لیا ہے۔ تم راہِ راست پر آجاؤ۔ تمھیں بخوبی علم ہے کہ میں اللہ کا رسولِ برحق ہوں اس کی شہادت اپنی مقدس کتابوں سے لے سکتے ہو۔

کعب۔ (تنک کر) بس، بس رہنے دو محمدؐ! تم نے ہمیں بھی اپنی قوم کی طرح ناآشنائے جنگ سمجھ رکھا ہے۔ اس بھول میں نہ رہنا کہ قریش کی ناتجربہ کاری سے تمھیں ظفریابی کا موقع مل گیا تو ہمیں بھی شکست دے دوگے۔ میدانِ جنگ دور نہیں اک ذرا مقابلہ ہو جانے دو پھر کھلے گا کہ ہم کون ہیں۔

عمرؓ۔ کعب رسول اللہ کی شان میں گستاخی کرتے شرم نہیں آتی نکل جا یہاں سے اللہ کے دشمن!

کعب۔ (غصے میں پیچ و تاب کھاتا ہوا نکل جاتا ہے، پھر مکہ کا رُخ کرتا ہے وہاں پہنچ کر مقتولین بدر کا ماتم کرتا اور روتا ہے۔ اس کی مرثیہ خوانی کا مطلب قریش کو رسولؐ اللہ کے خلاف بھڑکانا ہے تاکہ پھر جنگ چھڑ جاتے اور لوگ اپنے مقتولین کا انتقام لے سکیں۔)

ابن اسحاق۔ (حاضرین میں سے جو رسولؐ اللہ کو گھیرے بیٹھے ہیں) یارسولؐ اللہ کیا بدر میں شریک ہونے والا ہر مجاہد جنتی ہے؟

محمدؐ۔ ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ . . . .

. . . . میری امت کے جو افراد جنت میں جائیں گے ان کے چہرے

چودھویں کے چاند کے مانند روشن و تاباں ہوں گے

عکاشہ - یا رسول اللہ! میرے لیے دعا فرما دیجیے کہ خدا مجھے بھی ان میں شامل کر لے۔

محمدؐ - (آسمان کی طرف نظر اٹھا کر) الٰہ العالمین! عکاشہ کو بھی ان میں شامل کر لے۔

انصاری - یا رسولؐ اللہ! میرے لیے بھی۔

محمدؐ - عکاشہ تم سے آگے بڑھ گیا۔ (بلالؓ پر نظر پڑتی ہے) بلالؓ!

بلالؓ - (آگے بڑھ کر) حاضر ہوں یا رسولؐ اللہ!

محمدؐ - بلالؓ! آخر تم کیا کرتے ہو جو میں نے اپنے سے پہلے جنت میں تمہارے قدموں کی آہٹ سنی تھی؟

بلالؓ - حضورؐ! ہر وضو کے بعد دو رکعت نفل ادا کر لیا کرتا ہوں۔

محمدؐ - اللہ اکبر۔

ضرار - حارث بن ہشام نے ابوجہل بن ہشام اور دوسرے مقتولین کا ماتم کرتے ہوئے کئی مرثیے کہے ہیں۔ لیکن ہمارے شعراء حسان بن ثابتؓ اور کعب بن مالک نے جواب بھی خوب دیا۔

محمدؐ - کچھ اشعار یاد ہوں تو سناؤ۔

ضرار - حارث کہتا ہے:

الا یا لہف نفسی بعد عمرو | وھل یغنی التلھف من قتیل
یخبرنی المخبر ان عمرواً | امام القوم فی جفر محیل

فقد ما كنت احسب ذاك حقا — وانت لما تقدم غير فيل

(ترجمہ، ہائے افسوس عمرو کی موت پر (ابوجہل کا نام عمرو تھا) ہزار بار افسوس، کیا مقتول پر افسوس و گریہ سے بے نیازی بھی ہو سکتی ہے؛ مجھے بتایا گیا ہے کہ عمرو کو خاک میں دبا دیا گیا۔

مجھے یقین تھا کہ ایک دن تم اسی طرح خاک میں دبا دیئے جاؤ گے اس لیے کہ تم دسوچ سمجھ کر خطرات میں کود پڑتے ہو اور تمھاری رائے کبھی خطا نہیں کرتی۔

ابوبکرؓ۔ شاعری تو عرب کی گھٹی میں پڑی ہے۔

عمرؓ۔ اچھے شعر ہیں، اثر و تاثر پایا جاتا ہے۔

مصنفؒ۔ سنا ہے ضرار بن الخطاب نے بھی مرثیہ کہا ہے۔ چند اشعار یہ ہیں:

عجبت لفخر الاوس والحين دائر

عليهم غداً والدهر فيه بصائر

وفخر بني النجار ان كان معشرا

اصيبوا ببدر كلهم ثم صابر

فان تلك قتلى غودرت من رجالنا

فان رجالا بعدهم سنغادر

اوس و بنی نجار کے فخر پر مجھے حیرت ہے حالانکہ موت کل ان کے سروں پر منڈلانے والی ہے۔ زمانہ ایک عبرت گاہ ہے۔ بنی نجار نے بدر میں مصیبتیں اٹھائیں پھر بھی وہ ثابت قدم رہے

اگر ہم میں سے بہت سے لوگ مارے گئے اور ہمیں داغِ مفارقت دے گئے تو کیا ہوا، ہم بھی تو ان کے بعد اس دنیا کو خیر باد کہنے والے ہیں۔

محمدؐ۔ خوب تو گویا وہ جنگ پر آمادہ ہیں۔ لیکن کیا کسی نے اسے جواب نہیں دیا؟

سعدؓ۔ جی کعب بن مالک نے دیا ہے:

عجبت لامر اللہ واللہ قادر
علی ما اراد لیس للہ قاھر
قضی یوم بدر ان نلاقی معشراً
بغوا وسبیل اللہ بنی بالناس جائر

محمدؐ۔ خوب۔ آگے سناؤ۔

سعدؓ۔
وقد حشدوا واستنفروا من یلیھم
من الناس حتی جمعھم متکاثر
وفینا رسول اللہ والاوس حولہ
لہ معقل منھم عزیز و ناصر
وجمع بنی النجار تحت لوائہ
یمشون فی الماذی والنقع ثائر
شھدنا بان اللہ لارب غیرہ
وان رسول اللہ بالحق ظاھر

محمدؐ۔ بہت خوب! حسانؓ اور کعبؓ کی زبانیں مجاہدینِ اسلام کی تلواروں کا

کام کرتی ہیں۔ اسی لیے یہ ہمارے پسندیدہ شاعر ہیں۔

سعدؓ۔ یوں تو مشرکین کی کئی عورتوں نے مرثیے کہے ہیں لیکن ہند بنت عتبہ نے اپنے مخصوص انداز میں اپنے باپ کا ماتم کیا ہے، کہتی ہے:

اعینی جودا بدمع سرب ‏ ‏ ‏ ‏ علیٰ خیر خندف لم ینقلب

ابن اسحٰق۔ نہیں سعدؓ! قتیلہ بنت حرث نے واقعی غضب کے رقت انگیز اشعار کہے ہیں۔ دراصل یہ نضر بن حرث (اس کے حقیقی بھائی) کا مرثیہ ہے۔ اسے معلوم ہوا کہ یہاں اسیران جنگ میں اس کے بھائی نضر کو سزائے موت دی گئی ہے تو اس نے کہا۔

۱۔ یا راکبا ان الاثیل مظنۃٌ
من صبح خامسۃ وانت مُوفّقٌ

۲۔ بلغ بہ میتا فان تحیۃ	ما ان تزال بہ الرکائب تخفق
۳۔ فلیسمعن النضر ان نادیتہ	ان کان یسمع میت اوینطق
۴۔ ظلت سیوف بنی ابیہ تنوشہٗ	للہ ارحام ھنالک تشقق
۵۔ امحمد ولانت ضن منجیۃ	من قومہا والفحل فحل معرق
۶۔ ماکان ضرك ان مننت وربما	من الفتیٰ وھو المغیظ المحنق
۷۔ والنضر اقرب من اصبت وسیلۃ	واحقھم ان کان عتق یعتق

محمدؐ۔ (متاثر ہو کر) اگر میں نضر کے قتل سے قبل یہ اشعار سن لیتا تو اسے معاف کر سکتا تھا۔ سزائے موت نہ دیتا۔

(ترجمہ) ۱۔ اے شہسوار، خیال ہے کہ تم اثیل (نضر کا مقتل) تک پانچویں رات

(باقی ص ۳۴۲ پر)

عبیداللہ بن کعب۔ (دور سے دوڑتے ہوئے آرہے ہیں) یارسول اللہ۔۔ یارسول اللہ!

صحابۂ کرامؓ۔ (گھبرا کر) کون ہو تم۔۔۔ قریب آؤ۔۔۔ کیا ہوا؟

عبیداللہ۔ بھائیو! ابوسفیان۔۔۔ غضب ہو گیا۔۔۔

عمرؓ۔ ارے یہ تو کعب بن مالک کا لڑکا عبیداللہ ہے۔

محمدؐ۔ اطمینان سے سنبھل کر بات کرو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۹) کی صبح اسی طرح پہنچو گے کہ راستے میں کہیں نہ بھٹکو گے۔

۲۔ میرا اسلام اس جوانمرگ کو پہنچا دو جو میر مقتل تہ تیغ کر دیا گیا۔ یہ پیام وسلام تو قافلے جاتے ہی رہتے ہیں۔

۳۔ اگر مردے سننے اور بولنے پر قدرت رکھتے ہوں تو نضر کو بھی تیری پکار سن لینی چاہیے۔

۴۔ کیا قیامت کا سماں تھا کہ ماں جائے بھائیوں کی تلواریں ایک دوسرے کا خون پی رہی تھیں۔ ہائے وہاں تو خونی رشتے توڑے جا رہے تھے۔

۵۔ محمدؐ! تم تو اپنی قوم میں نجیب الطرفین ہو۔

۶۔ تمہارا کیا بگڑ جاتا اگر تم احسان و رواداری سے کام لیتے اور تمہارا یہ حسن سلوک ہرگز تعجب خیز نہ ہوتا۔

۷۔ اگر کچھ خلاصی، جان بخشی یا آزادی کی گنجائش ہو سکتی تھی تو نضر رشتہ داری کی بنا پر اس کا مستحق تھا کہ اُسے آزاد کر دیا جاتا۔

عبیداللہ۔ یارسولؐ اللہ! بدر میں شکست کے بعد ابوسفیان نے قسم کھائی تھی کہ
جب تک بدلہ نہ لے لوں، دنیا کی مسرتوں سے لطف نہ اٹھاؤں گا
حتیٰ کہ نہانا دھونا، کنگھی کرنا بھی چھوڑ دوں گا۔

ابوبکرؓ۔ پھر کیا ہوا؟

عبیداللہ۔ پھر وہ دو سو سوار لے کر مکّہ سے نکلا اور قریش کو جنگ پر اکسانے
کے لیے یہ اشعار بلند آواز سے پڑھتا جا رہا تھا۔

کرّوا علی یثرب وجمعھم
فان ما جمعوا لکم نفل
ان یلت یوم القلیب لھم
فان ما بعدہ لکم دول
آلیت ان لا اقرب النساء ولا
یمس رأسی وجلدی الغسل
حتی تبیروا قبائل الاوس و
الخزرج ان الفواد مشتعل

حملہ کردو۔ اہل یثرب پر ٹوٹ پڑو۔ اس لیے کہ ان کا اندوختہ
تمہارے حق میں مال غنیمت ہے۔ اگر یوم قلیب (یوم بدر) میں ان کا
پلّہ بھاری ہو گیا تو کیا، اب جو جنگیں ہونگیں ان کے میدان تمہارے
ہاتھ ہوں گے۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ وصل کی راحتوں سے لطف
اندوز نہیں ہونگا۔ اور غسل بھی نہیں کروں گا... جب تک

کہ تم اوس و خزرج کے قبائل کو تباہ و برباد نہ کر دو کہ دل آتش انتقام سے بھڑک اٹھا ہے۔"

ابا جان (کعب بن مالک) نے اسے بھی اشعار میں جواب دیا تھا۔ ابھی معلوم ہوا کہ وہ رات کی تاریکی میں مدینہ کے اندر آگیا۔ اس کا رسالہ ابھی ہماری حدود سے باہر ہی ہے۔ اس نے یہاں آ کر سلام بن مشکم یہودی کے پاس قیام کیا جو بنو نضیر کا سردار ہے۔ رات گئے تک وہ دونوں بادہ خواری کرتے رہے پھر فیصلہ ہوا کہ ابھی مقابلہ مناسب نہیں ہو گا۔

محمدؐ۔ یہ پیش قدمی بھی انھیں کی جانب سے ہو گی۔

عمرؓ۔ اب کیا حکم ہے یا رسولؐ اللہ!

محمدؐ۔ میرا خیال ہے کہ سو مجاہدین ساتھ لے کر نکلوں۔ نہ معلوم اب تک اس نے کیا تباہ کاری کی ہو گی؟

ابو بکرؓ۔ یا رسولؐ اللہ! یہ بھی غزوہ ہو گا؟

محمدؐ۔ ہاں، غزوہ ہے۔ دیکھو کسی کو اس کا پتا لگانے کے لیے بھیج دو کہ اس وقت ابو سفیان کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔

مخبر۔ (واپس آ کر) یا رسولؐ اللہ! معلوم ہوتا ہے کہ رات بھر بادہ خواری کے بعد ابو سفیان اب ہمارے ثمر دار درختوں اور مکانوں کو آگ لگا رہا ہے (دور سے مظلوموں کی آہیں اور فریادیں بلند ہوتی ہیں۔)

محمدؐ۔ (سن کر بے تاب ہوتے ہوئے) دوستو! مجاہدو! آگے بڑھو، دیکھو

مسلمان ہمیں مدد کے لیے پکار رہے ہیں۔ ہائے میرے مظلوم ساتھی!
(سب تلواریں بے نیام کیے تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے جا رہے ہیں)

مجاہدین۔ اللہ اکبر۔۔۔ اللہ اکبر۔۔۔

عمرؓ (قریب جا کر) ارے۔۔۔۔ یہ لاش۔۔۔ کس کی ہے۔۔۔۔

علیؓ۔ یہ ہمارے ایک ساتھی کا ملازم معبد بن عمر ہے۔۔۔۔

عمرؓ۔ یہ دوسری لاش۔۔۔۔ ابھی تازہ خون معلوم ہوتا ہے۔ یہ ہمارے کسی
مسلمان بھائی کی لاش ہے۔

مجاہدین۔ ابھی ابوسفیان مدینہ کی حدود میں ہوگا۔ چلو، اس کا تعاقب کریں۔
(ابوسفیان یہ قتل اور تباہ کاری کرتا ہوا بھاگ نکلنے میں کامیاب
ہو جاتا ہے۔ مسلمان قرقرۃ الکدر تک اس کا تعاقب کرتے ہیں لیکن
ناکامی ہوتی ہے۔ راستے میں ابوسفیان کا قافلہ ستو کی تھیلیاں گراتا
گیا تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ لگیں تو اس کا نام غزوۃ السّویق پڑ گیا۔

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۱۷۵-۱۷۷

صفحہ ۳۳۸ سے صفحہ ۳۴۵ تک اضافہ جدید (عطیہ)

ل سُویق کے معنی ستّو ہیں۔

ستائیسواں منظر

(مسجدِ نبوی۔ رسول اللہ صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ دُور سے ایک شخص آتا ہے اور اندر آنے کی اجازت چاہتا ہے۔)

قاصد۔ میں اندر آسکتا ہوں؟

صحابۂ کرامؓ۔ ہاں، کون ہو؟ آجاؤ۔

قاصد۔ یا رسول اللہ! کعب بن اشرف یہودی کی خباثتیں حد سے گزرتی جا رہی ہیں۔ اوّل تو اس نے یہاں سے مکّہ جا کر قریش کو آپ کے خلاف بھڑکایا۔ چونکہ ان کا غم ابھی تازہ ہے اس لیے مقتولین بدر پر مرثیہ خوانی سے ان کی آتشِ انتقام کو اور بھی مشتعل کر دیا اور اب . . . .

محمدؐ۔ بتاؤ تو سہی، رُک کیوں گئے؟

قاصد۔ یا رسول اللہ! کیا عرض کروں، اب وہ مسلمانوں کو ستانے کے لیے ان کی پاک دامن و عفت مآب عورتوں سے اپنے فحش اشعار میں اظہارِ عشق کرتا رہتا ہے۔

صحابۂ کرامؓ۔ (جوش میں آکر) واللہ یہ تو بڑے شرم کی بات ہے۔

عمرؓ۔ اسے کیفرِ کردار تک پہنچا دینا چاہیے۔ ہم اپنی یہ توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ . واللہ . . . ہم . . . عاجز ہو گئے ہیں۔ آخر یہ مکّہ

والے اور یہودی ہمیں چین سے کیوں نہیں بیٹھنے دیتے ؟

محمدؐ۔ (باوقار انداز میں سوچ کر سر اٹھاتے ہوئے) کوئی ہے جو اس ملعون فتنہ پرداز کعب بن اشرف کا سر قلم کر دے ؟

محمد بن مسلمہ۔ (اٹھ کر) یا رسول اللہ! مَیں حاضر ہوں۔

محمدؐ۔ جاؤ، اگر کر سکو تو کر گزرو۔

محمد بن مسلمہ۔ مَیں عہد کرتا ہوں کہ جب تک اس دشمنِ خدا کو جہنم میں نہ پہنچا دوں، کھانا پینا حرام سمجھوں گا۔ اس بدبخت نے آپ کی اور مسلمانوں کی عزت پر حملہ کیا ہے۔

محمدؐ۔ نہیں، ابن مسلمہ! ایسا نہ کرنا۔ تم صرف کوشش کرو۔

ابن مسلمہ۔ یا رسولؐ اللہ! اسے پھانسنے کے لیے ہمیں کوئی بات بنانی پڑے گی۔ کیا آپ اس کی اجازت دیں گے ؟

محمدؐ۔ ہاں، جاؤ۔ اس کے معاملے میں تمہارے لیے جائز ہو گا۔

ابن مسلمہ۔ (کھڑے ہو کر، اوس کے جانبازوں فرزندو! اٹھو، آج یہ کارنامہ ہم انجام دیں گے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے اس بدترین دشمن کو موت کے گھاٹ اتارے بغیر چین سے نہ بیٹھیں گے۔

بنی اوس۔ سلکان بن سلامہ (ابو نائلہ جو کعب کے دودھ شریک بھائی بھی تھے)، عباد بن بشر بن حارث بن اوس بن معاذ؛ ابو عبس بن جبر۔ ہم سب کافی ہوں گے۔

ابن مسلمہ۔ دیکھو ابو نائلہ کہاں ملیں گے ؟ وہ اس کے دودھ شریک

بھائی ہیں۔ ان سے کام خوب بنے گا۔ وہ شاعر بھی ہیں، کعب کو شعر و شاعری میں مست کر دیں گے۔

(سب مل کر کعب بن اشرف یہودی کے مکان پر جاتے ہیں اور صرف ابو نائلہ اس سے ملاقات کرتے ہیں۔)

ابو نائلہ۔ کعب! خدا تمہیں سمجھے۔ میں اس وقت تمہارے پاس ایک اہم مقصد سے آیا ہوں۔ تم اس راز کو راز ہی رکھنا۔

کعب۔ کہو، کیا بات ہے؟

ابو نائلہ۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ اس شخص (محمدؐ) کے یہاں آکر چھا جانے سے ہم پر بڑی مصیبت نازل ہو گئی ہے۔ سارا عرب ہم پر اب ایک ہی کمان سے تیر چلا رہا ہے۔ ہمارے لیے تمام راہیں مسدود ہو گئی ہیں۔ ہمارے بچوں پر الگ آفت آ گئی ہے۔ اب ہم بالکل عاجز اور بے بس ہو گئے ہیں۔

کعب۔ یہ تم اب کہہ رہے ہو اور میں بہت پہلے یہ پیش گوئی کر چکا ہوں ابن سلامہ! یاد رکھنا، میں ابن الاشرف نہیں، اگر معاملہ وہی سنگین صورت نہ اختیار کرے جس کا مجھے اندیشہ ہے۔

ابو نائلہ۔ ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ہم تمہارے پاس اپنی کچھ اشیاء رہن رکھ دیں اور تم ہمیں غلہ دے دینا۔

کعب۔ کیوں نہ تم اپنے بیٹے میرے پاس رہن رکھ دو۔

ابو نائلہ۔ بھائی! میں تنہا تو نہیں جو تمہاری بات مان لوں۔ پھر اس صورت

میں تو تم ہمیں رسوا کر دو گے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے ہتھیار تمھارے پاس رہن رکھ دیں لیکن اس کی تمھیں پوری حفاظت کی ذمہ داری لینی ہو گی۔

کعب۔ اچھا، یہی سہی ——— تم اپنے ہتھیار لا کر دے دو اور غلّہ جب چاہو آ کر لے جانا۔

(ابو نائلہ واپس آ کر اپنے ساتھیوں سے ملتے ہیں، پھر سب حضورؐ کی خدمت میں جا کر جمع ہو جاتے ہیں۔)

ابو نائلہ۔ یا رسول اللہ! ہم نے اس کے لیے بڑا خطرناک جال بچھایا ہے۔ اب وہ بچ کر نہیں جا سکتا۔

ابن جبیر۔ رات خاصی ڈھل چکی ہے۔

ابو نائلہ۔ کوئی مضائقہ نہیں، چاندنی بھی تو نکھری ہوئی ہے۔

عباد۔ پھر کیا ارادہ ہے ابو نائلہ؟

ابو نائلہ۔ اجازت ہے یا رسول اللہ؟

محمدؐ۔ ہاں، چلو میں تمھیں بقیع الفرقد تک چھوڑ آتا ہوں ——— جاؤ، خدا تمھاری مدد کرے۔

(رسول اللہ چاندنی رات میں واپس آ جاتے ہیں اور یہ لوگ کعب کے قلعے پر پہنچتے ہیں۔)

ابو نائلہ۔ (قلعے کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے) کعب... ابن الاشرف!

کعب۔ (بستر پر دراز ہے) یہ کون ہو سکتا ہے؟ کوئی مجھے آواز دے رہا ہے۔

بیوی۔ تم تو فوجی آدمی ہو اور فوجی کبھی ایسے وقت میں اتر نہیں سکتا۔

کعب۔ (دوبارہ دستک اور آواز سن کر اٹھتے ہوئے) یہ ابو نائلہ ہے
اگر مجھے محو خواب دیکھتا تو جگاتا نہیں۔

بیوی۔ کعب! مجھے اس کی آواز سے وحشت ہو رہی ہے۔ مان جاؤ
باہر نہ جاؤ۔ ہائے! ابھی حال ہی میں تو ہماری شادی ہوئی ہے۔

کعب۔ (جاتے ہوئے) اگر مقابلے کے لیے بلایا جاتے تو کوئی بہادر
رک نہیں سکتا مجھے جانے دو۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔
(باہر نکل جاتا ہے)

ابو نائلہ۔ تم تھوڑی دیر کے لیے ہمارے ساتھ شعب عجوز تک چل سکتے
ہو۔ ہم باقی رات وہیں گزاریں گے۔ ذرا لطف رہے گا۔ چاند
ہے کوئی خوف بھی نہیں۔ (اس کا سر سونگھتے ہوئے) واہ واہ کعب
تمہارے پاس سے تو بڑی عمدہ خوشبو آ رہی ہے۔ کیا عطر میں بس
آئے ہو؟

کعب۔ جانتے نہیں، میرے پاس عرب کی حسین ترین نئی نویلی دلھن ہے

ابو نائلہ۔ (دونوں آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔ پھر ویرانے میں پہنچ کر
اس کا سر پکڑ لیتے ہیں۔) ٹوٹ پڑو ساتھیو!

ساتھی۔ بہ یک وقت کعب پر تلواروں سے حملہ کر دیتے ہیں۔

محمد بن مسلمہ۔ بھائیو! اس کی موت میری تلوار سے لکھی ہے۔
(اس کے سینے پر تلوار کا بھرپور وار کرتے ہیں)

کعب۔ ہائے ظالمو! مار ڈالا مجھے ۔ ۔ ۔ ۔!

(زمین پر گر کر دم توڑ دیتا ہے)

(محمد بن مسلمہ، ابو نائلہ اور سب مل کر رسول اللہ کے پاس جاتے ہیں۔)

ابن جریر طبری، جلد دوم، صفحہ ۱۷۸-۱۸۰

تشکیل جدید (عطیہ)

اٹھائیسواں منظر

(مسجد نبوی میں ـــــ فجر کی نماز کے بعد رسول اللہ صلعم، اور ابوبکر چند خزرجی مسلمانوں، عبداللہ بن انیس، مسعود بن سنان، ابن عتیق اور ابو قتادہ خزاعیؓ سے مصروف گفتگو ہیں)

ابو قتادہ۔ یا رسولؐ اللہ! کیا بنی اوس کو آپ نے کسی مہم پر بھیجا ہے؟

محمدؐ۔ ہاں، کعب بن اشرف یہودی کی شرارتیں حد سے بڑھ گئی تھیں اس نے مجھے اور دوسرے مسلمانوں کو صرف ایذا ہی نہیں پہنچائی بلکہ اب علی الاعلان ہماری پاک باز خواتین کی رسوائی اور بے عزتی پر اُتر آیا تھا، اس لیے یہی مناسب معلوم ہوا کہ اسے ختم کر دیا جائے۔

ابوبکرؓ۔ وہ دیکھیے، یا رسولؐ اللہ! یہ سب کے سب خوشی میں تلواریں گھماتے ہوئے آ رہے ہیں۔

مسعود۔ غالباً کامیاب ہو گئے۔

ابو نائلہ۔ (قریب آکر) یا رسول اللہ! یا رسول اللہ!

ابن مسلمہ۔ یا رسولؐ اللہ! ہم نے اس دشمنِ خدا کو قتل کر دیا۔

محمدؐ۔ اللہ کا شکر ہے کہ ایک شر انگیز شخص سے نجات ملی۔

ابن مسلمہ۔ میں نے وار کیا تو وہ اس قدر بلند آواز سے چیخا کہ تمام قلعے گونج اٹھے، اور یہودیوں نے تمام قلعوں پر آگ روشن کر دی، لاعلمی میں ہماری

تلواروں کے پیہم وار ہیں ہمارا اپنا ساتھی حارثؓ بھی زخمی ہو گیا۔ اس کے سر اور پاؤں پر زخم آئے تھے۔ واپسی پر اس کے زخموں سے خون بہ کثرت بہتا رہا تو ہم نے ایک گھنٹہ بنی امیہ بن قریظہ کے پاس قیام کیا۔ اب بھی دیکھیے، اس کا خون بند نہیں ہوتا۔

محمدؐ۔ حارثؓ کو میرے قریب لاؤ۔ (پڑھ کر پھونکتے اور لعاب دہن لگا دیتے ہیں۔)

حارثؓ۔ یارسولؐ اللہ! بس اب خون بند ہو گیا اور مجھے آرام ہے۔

ابن مسلمہؓ۔ آنے کے وقت ہم نے اندازہ کیا کہ ہر پہرے دار ہم سے خائف تھا اور کسی کا اس نہ چلتا تھا کہ سامنے بھی آتے۔

محمدؐ۔ تم لوگوں نے واقعی بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، اللہ تمھیں اجر دے۔

ابو قتادہ۔ یارسولؐ اللہ! واللہ یہ ناممکن ہے کہ بنی اوس اس کارنامے کی بدولت تاریخ اسلام میں ہم سے آگے بڑھ جائیں۔ جب تک ہم بھی اسی طرح کوئی کارنامہ انجام دے لیں، چین سے نہ بیٹھیں گے۔ ہمیں اجازت دیجیے تو ہم خیبر جا کر ابن ابی الحقیق یہودی کے خون سے تلواروں کی تشنگی بجھائیں۔

محمدؐ۔ (تبسم فرماتے ہوئے) یہ دونوں قبیلے (اوس و خزرج) گھوڑوں کی طرح ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اوس کوئی کام کرتے ہیں تو خزرج بھی اسلام میں سربلندی کی خاطر آگے بڑھ جانے کے لیے بے تاب سے ہو جاتے ہیں۔

عبداللہ۔ جی ہاں، یا رسول اللہ! ہم نہیں چاہتے کہ بنی اوس ہم سے فضیلت میں کم تر رہیں، آپ ہمیں اجازت دیجیے۔

محمدؐ۔ (زیر لب مسکراتے ہوئے) جاؤ میں تمھیں اجازت دیتا ہوں۔

خزرجی۔ (جوش میں چلا کر) اللہ اکبر! اللہ اکبر!

محمدؐ۔ لیکن میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ عورتوں اور بچوں پر ہاتھ نہ اٹھانا

(خزرجی نعرۂ تکبیر بلند کرتے خوش خوش جا رہے ہیں۔)

ابوبکرؓ۔ یہودیوں کو اسلام کے خلاف متحدہ محاذ بنا کر بغاوت پر آمادہ کرنے میں ابن حقیق ہی کا ہاتھ ہے۔

عمرؓ۔ وہ بدبخت حضورؐ کی شان میں گستاخی سے بھی باز نہیں آتا اور اپنی فطری شر پسندی کے باعث کوئی نہ کوئی فتنہ کھڑا کرتا رہتا ہے۔

محمدؐ۔ اوس و خزرج دونوں اسلام کی سربلندی اور میری مدافعت کے لیے ہر لمحہ آمادۂ جنگ رہتے ہیں۔ (کھڑے ہوتے ہیں)

(سب آپ کے ساتھ اٹھ کر گھروں پر جاتے ہیں۔)

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۱۸۲

(تشکیل جدید و عطیہ)

اُنتیسواں منظر

(رسول اللہ صلعم) کا شانۂ نبوی کے سامنے صحابۂ کرامؓ کے ساتھ

زیدؓ بن حارثہ۔ (رسولؐ اللہ کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے) یارسول اللہ! مکہ کی آمدہ اطلاعات پھر آپ کے خلاف سازش پر مشتمل ہیں۔

محمدؐ۔ لیکن اب یہ کوئی نئی بات نہیں رہی۔ بہرحال بتاؤ۔ کیا کوئی تازہ خبر ہے؟

زیدؓ بن حارثہ۔ قریش کہتے ہیں کہ محمدؐ نے ہماری تمام تجارتی راہیں منقطع کر دیں اور خود تجارت گاہوں پر قابض ہو گئے۔ پھر ابو سفیان اور صفوان نے کہا کہ اگر ہم مکہ میں یوں ہی بیکار پڑے رہے تو بیٹھے بیٹھے قارون کا خزانہ بھی ختم ہو سکتا ہے۔ پھر ہمارا بقیہ سرمایہ کس شمار میں ہے؟ زمعہ بن اسود نے آگے بڑھ کر کہا کہ میں ایک ایسا شخص بتاتا ہوں جو نجد کے اطراف سے اگر آنکھیں بند کر کے بھی چلے تو راستہ بتا دے گا۔ صفوان نے کہا ادھر تو پانی کے ذخیرے ہیں اور ہمیں پانی کی ضرورت نہیں۔ آج کل موسم سردی کا ہے۔

بہرحال وہ فرات بن حیان کو مزدوری پہ رہنمائی کے لیے بلا کر نکلے ہیں اور ان کے ساتھ خاصا مال و متاع ہے۔ چاندی کے برتن تک موجود ہیں۔ آپ جو حکم دیں، ہم تعمیل کریں گے۔

محمدؐ۔ (غور سے سماعت فرما کر سوچتے ہیں) اچھا، تم خود جاؤ اور ان کا

راستہ روک لو۔ جو مال ہاتھ آئے وہ امانت داری سے میرے پاس لے آؤ۔ اسیروں کو بھی حفاظت سے لانا۔

زیدؓ بن حارثہ۔ چند رفقاء کے ساتھ جاتے ہیں اور انھیں راہ میں روک کر مقابلہ کرتے ہوئے پچیس ہزار کی مالیت کا سامان اور فرات بن حیان کو گرفتار کر کے لے آتے ہیں۔

محمدؐ۔ اس سریہ میں شریک ہونے والوں میں سرمایہ تقسیم کرتے ہیں اور ابنِ حیان کو۔ جو اسیر ہو کر آتا ہے، اسلام کی شرط پر اس کی جاں بخشی کر دیتے ہیں۔ وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔

خزرجی۔ (دور سے نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے خوش خوش آرہے ہیں)۔ یارسول اللہؐ ——! اللہ اکبر! اللہ اکبر!

ابوبکرؓ۔ یہ خزرجی مسلمان ہیں جو ابی رافع یہودی کو قتل کرنے گئے تھے۔

خزرجی۔ قریب آکر —— یارسول اللہ! ہم اب آپ کے نزدیک اوس سے کم نہیں رہے۔ ہم نے بھی ابن الحقیق کو موت کے گھاٹ اتار کر تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے۔

محمدؐ۔ کیونکر؟ وہ تو بڑے مضبوط و محفوظ قلعے میں رہتا تھا۔

خزرجی۔ جی ہاں، ہم لوگ آپ سے رخصت ہو کر خیبر گئے اور رات کی تاریکی میں اس کے گھر پہنچے۔ اس دوران میں ہم نے یہ خیال رکھا کہ کوئی ہمیں دن کی روشنی میں نہ دیکھ سکے۔ خیر، تو ہم نے جا کر دروازے پر دستک دیتے ہوئے آواز دی تو اس کی بیوی آئی اور پوچھا کہ تم کون

ہو اور کیوں آئے ہو؟ ہم نے کہا ہم عرب ہیں اور غلہ لینا چاہتے ہیں۔ وہ دروازہ کھولتے ہوئے بولی۔ آؤ اندر آجاؤ صاحب خانہ موجود ہے۔

ابن عتیک۔ ہم نے بڑی مستعدی سے کام لیتے ہوئے اندر جاتے ہی سب سے پہلے دروازے بند کر لیے اور اس کی بیوی کو بھی بند کر دیا۔ ہمیں خطرہ تھا کہ وہ ہمارے اور اپنے شوہر کے درمیان ضرور حائل ہو گی وہ گھبرا کر شور مچانے لگی لیکن ہم لوگ بے پروائی سے آگے بڑھے اور سب اپنی اپنی تلواریں لے کر اس پر ٹوٹ پڑے۔ عبداللہ رات کی تاریکی میں اس کے چہرے کی تابانی نے ہماری رہنمائی کی۔ معلوم ہوتا تھا کوئی حسین وجمیل قبطی دوشیزہ محو خواب ہے۔

ہاں، اس کی بیوی بند ہو کر بھی باز نہ آئی اور ہمارا نام لے کر مدد طلب کرنے لگی۔ میں جا کر اس پر وار کرنا ہی چاہتا تھا کہ مجھے آپ کی نصیحت یاد آگئی اور میں نے ہاتھ روک لیا۔

ابن انیس۔ آخر میں ہم نے اس کے پیٹ میں تلوار پیوست کر دی تو اس کے آخری الفاظ یہ تھے کہ بس، بس میں ختم ہو گیا۔

ہم نے وار ہی کچھ اس طرح پے در پے کیے تھے کہ اسے ماہ فرصت، تو کجا، آواز نکالنے کی بھی مہلت نہ مل سکی۔ واپسی پر عبداللہ بینائی کی کمزوری کے باعث سیڑھیوں پر سے پھسل گئے اور ان کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ لیکن ہم انھیں اٹھا کر لوگوں کی تلواروں سے بچتے بچاتے آگئے۔

ابن حقیق کے قتل کا انکشاف ہوا تو یہودیوں نے اپنی رسم کے مطابق جگہ جگہ آگ روشن کی اور قاتلوں کی تلاش میں آدمی دوڑا دیئے لیکن ہمارا سراغ نہ مل سکا اور وہ ناکام لوٹ گئے۔

ہمیں ابھی تک یقین نہ تھا کہ اللہ کا دشمن واقعی ختم ہو گیا ہے۔ چنانچہ خزاعی نے کہا میں جا کر معلوم کرتا ہوں۔

خزاعی۔ میں جا رہا تھا تو راستے میں ہر یہودی مجھ سے پوچھتا تھا کہ آخر سردار کا قاتل کون ہے اور کہاں ہے؟

ابن عتیک۔ میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ اس کی بیوی یہودیوں کے درمیان ہاتھ میں چراغ لیے اپنے شوہر کا چہرہ دیکھ رہی ہے اور کہ رہی ہے واللہ میں نے ابن عتیک کی آواز سنی تھی اور میں اسے پہچانتی ہوں میں نے اسی وقت آگے بڑھ کر اس کی تردید کی اور کہا کہ ابن عتیک تو یہیں ہوں وہ پھر جھک گئی اور اپنے شوہر کو غور سے دیکھ کر چلائی ہائے یہودیو! وہ ختم ہو گیا . . . اب اس میں کچھ نہیں۔

"ہائے غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا"

یا رسول اللہ! مجھے اس بدبخت کی زبان سے یہ جملہ سن کر بہت خوشی ہوئی اور بڑا لطف آیا۔

محمدؐ۔ یہ تو سب ٹھیک ہے لیکن تم میں سے اس کا اصل قاتل کون ہے

خزاعی۔ یا رسول اللہ! میں۔

ابن عتیک۔ نہیں میرا وار کارگر ہوا تھا۔ تم غلط کہتے ہو۔

محمدؐ - سب اپنی اپنی تلواریں میرے پاس لائیں -

خزاعی - (آگے بڑھ کر) لیجیے - یا رسول اللہ! تلواریں حاضر ہیں -

محمدؐ - (سب کی تلواریں غور سے ملاحظہ فرما کر) یہ تلوار کس کی ہے ؟

ابن انیس - میری ہے یا رسول اللہ!

محمدؐ - بس، تمھیں اس کے قاتل ہو!

خزاعی - یا رسول اللہ! یہ کیوں ؟

محمدؐ - اس تلوار کو سونگھو، اس میں انسانی غذا کی بو محسوس ہوتی ہے -

حسان - یا رسول اللہ! کعب و ابن حقیق کے قتل پر چند برجستہ اشعار ملاحظہ ہوں -

محمدؐ - سناؤ -

حسانؓ -

لله درّ عصابة لاقيتهم

يا ابن الحقيق وانت يا ابن الاشرف

يسرون في البيض الخفاف اليكم

بطراً كاسد في عرين مغرف

حتى اتوكم في محل بلادكم

فسقوكم حتفا ببيض وذّف

مستبصرين لنصر دين نبيّهم

مستضعفين لكل امر مجحف

وہ جماعت خدا کی نظر میں کس درجہ معزز ہے جو ابن حقیق اور ابن اشرف

کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے روانہ ہوئی۔

وہ رات کی تاریکی میں اپنی آبدار تلواریں لے کر یوں نکلے جیسے بہادر شیر اپنی کچھار سے دبے پاؤں شکار کی تلاش میں نکلتا ہے۔

حتیٰ کہ تیز تلواریں لے کر انھوں نے تمھیں (کعب بن اشرف) تمھاری قیام گاہ پر جا لیا اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اپنے نبی کے دین کی مدد کرتے ہوئے مختار تاک احمد کو معمولی سمجھ کر وہ بکل کھڑے ہوتے اور کامیاب آتے۔

محمدؐ۔ بہت خوب! حسان! تمھارے کلام میں تلوار کی دھار کی سی تیزی ہے جزاک اللہ۔

ابن عمرؓ۔ (ایک خط لیے ہوئے اندر آتے ہیں) یا رسول اللہ! یہ عباس بن عبد المطلب کا مکہ سے خط آیا ہے۔

محمدؐ۔ پڑھ کر سناؤ۔

ابن عمرؓ۔ خط پڑھتے ہوئے، السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ تمھاری اطلاع کے لیے تحریر ہے کہ قریش بدر میں قربان ہونے والوں کے خون کا بدلہ لینے کے لیے تم سے جنگ کرنے آ رہے ہیں۔ انھوں نے اپنی تجارت کے نفع سے تمھارے مقابلے کے لیے ایک لشکر جرّار تیار کر لیا ہے اور تمام قبائل کو تمھارے خلاف ابھار کر جنگ پر آمادہ کر لیا ہے۔

محمدؐ۔ وہ نامہ بر کہاں ہے جو یہ خط لایا ہے؟

ابن عمرؓ۔ (دروازے کی طرف کھڑے ہوئے ایک شخص کی جانب اشارہ

کر ملے جلتے) یہ ہے وہ آدمی۔

محمدؐ۔ (نامہ بر سے) کیا قریش روانہ ہو گئے؟

نامہ بر۔ جی ہاں، ان لوگوں نے اپنے اونٹ اور گھوڑے ایک سبزہ زار میں چھوڑ دیتے جو عریض میں واقع ہے اور جب وہاں بالکل سبزہ نہ رہا تو وہ لشکر کی صورت میں نکل کھڑے ہوتے

صحابیؓ۔ یعنی اپنی سواریوں کو خوب کھلا پلا کر فربہ کیا جا رہا ہے

محمدؐ۔ واللہ میں نے رات ہی خواب دیکھا ہے گویا میرے لیے ایک گائے ذبح کی گئی ہے اور یہ بھی کہ میری تلوار کند ہو گئی ہے۔ میں ایک مضبوط زرہ میں ہاتھ ڈالے ہوئے ہوں۔

ابوبکرؓ۔ انشاء اللہ خیر ہے۔

عمرؓ۔ یا رسول اللہ! اس کی تعبیر کیا ہو گی؟

محمدؐ۔ سوچتے ہوئے) گائے کا ذبح ہونا یہ بتاتا ہے کہ میرے کئی جاں نثار شہید ہو جائیں گے اور تلوار کی دھار کے کند ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ میرے رشتہ داروں میں سے کوئی عزیز ترین شخص شہید ہو گا۔ مضبوط زرہ سے مراد مدینہ ہے۔ اب تم لوگ اگر مدینہ میں قیام پسند کرو اور یہی مناسب سمجھو تو دشمن کو جہاں وہ مقیم ہے، وہیں رہنے دو۔ اگر وہ اسی جگہ مقیم رہے تو ان کے لیے وہ جگہ بہت ہی منحوس ثابت ہو گی اور یہاں آ گئے تو سمجھو ان کی موت انہیں گھیر کر لائی ہے۔

عبداللہ بن ابی۔ واللہ یہ بہترین تجویز ہے۔

(انصار کے بعض نوجوان کھڑے ہوتے ہیں۔)

نوجوان۔ یارسول اللہ! ہمیں ہمارے دشمن کے مقابلے میں لے چلئے۔ وہ دیکھیں گے کہ ہم میدان کارزار میں نہ تو بزدلی دکھائیں گے اور نہ کمزور پڑیں گے۔

ابن اُبی۔ یارسول اللہ! مدینہ ہی میں قیام فرمارہیں، ان کے پاس نہ جائیے۔ واللہ ہم جونہی مدینہ کی حدود سے قدم نکالیں گے۔ ہمارے دشمن ہمیں گھیر لیں گے۔ بصورت دیگر اگر وہ یہاں آئے تو ہم ان سے سمجھ لیں گے۔ انھیں چھوڑ دیجیے۔ اگر وہ وہاں ٹھہرنا چاہتے ہیں تو ٹھہریں، آپ کے ارشاد کے مطابق وہ اقامت گاہ ان کے لیے خطرناک ثابت ہوگی۔ اگر انھوں نے مدینہ میں داخلے کی کوشش کی تو ہمارے کفن بردوش نوجوان انھیں تیروں سے چھلنی کر کے پسپا کردیں گے۔ ہماری عورتیں اور بچے ان پر سنگ باری کریں گے۔ آخر ان کے پاؤں اکھڑ جائیں گے اور وہ بچ بھی گئے تو ناکام لوٹیں گے۔

مہاجرین۔ یارسول اللہ!

انصار۔ یارسول اللہ! کبھی ایسا نہیں ہوا کہ دشمن نے یہاں ہم پر حملہ کرنے کے لیے مدینہ میں داخلے کی جرأت کی ہو اور کامیاب رہا ہو۔ تو پھر ایسا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ ہیں، کیونکہ ان کی فتح ممکن ہوگی؟

نعمان بن مالک۔ یارسول اللہ! مجھے جنت سے محروم نہ ہونے دیجیے

اس کی قسم، جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے، میں ضرور جنت
میں جاؤں گا۔

محمدؐ۔ (زیر لب تبسم فرماتے ہوئے) تمھیں یہ یقین کیونکر ہوا۔

نعمانؓ۔ (جرأت سے) اس لیے کہ میں وحدانیت رب الارباب اور آپ
کی رسالت پر ایمان لا کر شہادت دیتا ہوں کہ میں میدانِ کارزار میں
پیٹھ نہیں دکھاؤں گا۔

محمدؐ۔ تم سچ کہتے ہو۔

نوجوان۔ یا رسول اللہ! آپ تو ہمیں دشمن کے پاس لے چلیے اللہ نے ہمیں
اسلام کی ہدایت دے کر بڑی قدر و منزلت بخشی ہے۔ ہمارے
ساتھ اس کا رسول بھی ہے پھر ہمیں اپنی جانوں کا کوئی خوف نہیں۔

ابن اسحاق۔ یہ وہ نوجوان ہیں جو کمسنی کے باعث "بدر" میں شریک نہ ہو سکے
تھے۔ اب وہ اپنے جوہر دکھا کر جامِ شہادت نوش کرنا چاہتے ہیں۔

محمدؐ۔ (عزم سے اٹھتے ہوئے) اسلام کے مایۂ ناز فرزندو! توحید کے
پاسبانو! دشمن سے مقابلے کے لیے کمر ہمت باندھ لو۔

نوجوان۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر!

محمدؐ۔ (کاشانۂ نبوی کی طرف جاتے ہوئے ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھی ساتھ آنے
کا اشارہ فرماتے ہیں، دونوں صحابی اطاعت کرتے ہیں۔)

مسلمان۔ اللہ اکبر — چلو مجاہدو! جنت کے دروازے کھل گئے ہیں۔

ابن اُبی۔ (غصے میں اٹھ کر جاتے ہوئے) محمدؐ نے میری باتیں سنی اَن سنی کر دیں

بچوں کی باتوں میں آ گئے۔

سعدؓ بن معاذ۔ نوجوانو! تم نے رسولِؐ خدا کو کوچ پر مجبور کیا ہے ورنہ ان کے پاس تو آسمان سے حکم آتا ہے۔

اُسیدؓ۔ (نوجوانوں سے) اب معاملہ حضورؐ ہی پر چھوڑ دو۔

نوجوان۔ (کچھ سوچ کر ندامت سے) ٹھیک تو ہے۔ واقعی ہم نے جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر رسولؐ اللہ کو مجبور کر دیا۔ حالانکہ ہمیں ایسا نہ کرنا چاہیے تھا۔

سعدؓ۔ یہ عمرؓ، ابوبکرؓ کہاں چلے گئے؟

اسیدؓ۔ رسول اللہ کے ساتھ ہی گئے ہیں۔

سعدؓ۔ اسید! تم مجاہدین کو صف بستہ کر دو تاکہ وہ باادب حضورؐ کی تشریف آوری کا انتظار کریں۔

اسیدؓ۔ (بلند آواز سے) مجاہدو! صف بستہ ہو جاؤ۔ حضورؐ تشریف لانے ہوں گے۔

محمدؐ۔ (فوجی لباس زیبِ تن فرماتے ہوئے تشریف لاتے ہیں۔ آپ نے زرہ پہن کر عمامہ باندھ لیا ہے اور تلوار سجا کر لپشت پر ڈھال لگا لی ہے۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی دائیں بائیں نظر آتے ہیں۔)

نوجوان۔ (آگے بڑھ کر ندامت سے) یا رسول اللہ! ہمیں آپ کی مخالفت نہ کرنی چاہیے۔ ہم نے نادانی سے آپ کو مجبور کیا۔ ہمیں اس کا کوئی حق نہ تھا۔ آپ جو مناسب سمجھیں، حکم دیں، ہم تعمیل کریں گے

محمدؐ۔ (کچھ دیر غور فرما کر) نبی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ قیادت کے لیے مسلح ہونے کے بعد بغیر جنگ کیے حربی لباس اتار دے ....
اس لیے اللہ کا نام لے کر چلنا ہی ہو گا۔ خدا انھیں فتح و نصرت سے سرفراز فرمائے!

مجاہدین۔ آمین یا رب العالمین!

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۱۹۰
زاد المعاد، جلد دوم، صفحہ ۱۸۹
سیرت ابن ہشام، جلد دوم، صفحہ ۷۷،۹

تشکیل جدید (عطیہ)

تیسواں منظر

(مجاہدین اسلام صف بستہ ہیں اور حکم نبویؐ کے منتظر ہیں۔)

محمدؐ۔ دوستو! ہمیں کسی قریب کے راستے سے دشمن تک کون لے جا[تا]
ہے؟ میرا مطلب یہ ہے کہ جہاں ہمیں کسی سے مڈبھیڑ کا خطرہ [نہ]

ابو خیثمہؓ۔ (آگے بڑھ کر) یا رسولؐ اللہ! میں!

محمدؐ۔ کیونکر؟

ابو خیثمہؓ۔ مربع بن قیظی کے احاطے سے گزر کر۔

محمدؐ۔ تو پھر آگے بڑھو۔

(دنا بیتا مربع بن قیظی کے احاطے میں)

مربع بن قیظی۔ (آنے والوں کی آہٹ پا کر) کون ہو؟ تم لوگ کہ[اں]
سے آتے ہو؟

عمرؓ۔ یہ رسولؐ اللہ اور ان کے رفقاء ہیں، یہاں سے گزرنا چاہتے ہیں

مربع۔ اگر یہ رسولؐ اللہ ہیں تو میں انھیں یہاں قدم رکھنے کی بھی اجا[زت]
دینا حرام سمجھتا ہوں۔

محمدؐ۔ کون شخص ہے؟

ابو خیثمہؓ۔ یا رسولؐ اللہ! یہی مربع بن قیظی ہے۔ آنکھوں سے اندھ[ا]
اور منافق!

مربع۔ (مٹھی میں مٹی اٹھاکر) محمدؐ! ۔۔۔۔

عمرؓ۔ کیا کرتا ہے پھینک ۔۔۔ مٹی ۔۔۔۔!

مربع ۔ واللہ محمدؐ! اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ مٹی تمھارے سوا کسی اور پر بھی پڑ سکتی ہے تو ابھی تمھارے منہ پر دے مارتا۔

مجاہدین ۔ مربع کو مارنے کے لیے دوڑتے ہیں۔

محمدؐ ۔ نہیں، نہیں، اسے نہ مارو ۔ یہ نہ صرف آنکھوں سے بلکہ دل سے بھی اندھا ہے۔

مجاہدین ۔ (تعمیل ارشاد میں اسے چھوڑ کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔)

عبداللہ بن اُبَی ۔ (سرگوشی کرتے ہوئے ساتھیوں سے) آخر قبادہ تو یہاں جانیں گنوانے سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟ بھلا کیوں ہم اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالیں۔

انصاری ۔ (اس کی بات سن کر) فرزندانِ اسلام! میں تمھیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم اپنے نبیؐ کو عین وقت پر دھوکا نہ دینا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن سے مقابلے کے وقت ہم سب کو تنہا بے یار و مددگار چھوڑ جاؤ۔

ابن اُبَی ۔ (لشکر کا تہائی حصہ ورغلا کر واپس لے جاتے ہوئے زیر لب) محمدؐ ان نادان بچوں کی بات مان کر جنگ پر آمادہ ہوگئے اور میری ایک نہ سنی ——— خیر میں بھی اپنے ساتھیوں کو لیے جاتا ہوں۔

عمرؓ۔ اللہ کے دشمنو! جاؤ تمھیں خدا اور بھی دور کر دے ۔ اللہ اور اس کا

رسولؐ تم سے بے نیاز ہیں اور ہمیں بھی تمہاری ضرورت نہیں۔

اسیدؓ۔ غضب ہو گیا۔۔۔ ارے یہ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ کیا بات ہے آخر انہیں واپسی کی کیا سوجھی؟

عمرؓ۔ چھوڑو بھی — یہ منافق ابن ابی اور اس کی قوم کے افراد ہیں۔ عین وقت پر ہمیں دھوکا دے گئے۔

اسیدؓ۔ لیکن یہ تو لشکر کا تہائی حصہ ہیں۔ افسوس ایک ملعون نے ہمیں ان سب سے الگ کر دھوکا دے دیا۔

انصاری۔ اب ہم کُل سات سو افراد ہیں۔ مشرکین کی تعداد ہم سے کہیں زیادہ ہو گی۔

اسیدؓ۔ ہاں وہ تین ہزار ہوں گے۔ ان کے ساتھ دو سو گھوڑ سوار ۔

عمرؓ۔ خیر، فکر نہ کرو۔ خدا اور اس کا رسول ہمارے ساتھ ہیں۔

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۱۹۰-۱۹۱

زاد المعاد، جلد دوم، صفحہ ۷۶-۷۷

سیرت ابن ہشام، جلد دوم

اکتیسواں منظر

میدان کارزار —— رسول اللہ لشکرِ اسلام کے ساتھ

" اس وقت آپ مجاہدین کو جنگی ہدایات دے رہے ہیں۔
کوہ احد لشکر کے پیچھے نظر آرہا ہے "

محمدؐ ۔ (سفید پوش تیراندازوں سے) عبداللہ! دیکھو، تم ان پچاس تیراندازوں کے افسر ہو۔ تمہیں یہاں اس غرض سے استادہ کیا جارہا ہے کہ دشمن پشت سے حملہ نہ کرسکے۔ خبردار، اپنی اپنی جگہ سے کوئی ایک قدم بھی نہ ہلنے پائے۔ تیرانداز بہادرو! تم تیروں کی بوچھار سے شہسوار دشمنوں کے رخ پھیر دینا —— اور کسی قیمت پر اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔ خواہ مالِ غنیمت سامنے آجائے یا خدانخواستہ ہماری شکست کا اندیشہ ہو، پھر بھی تم پہاڑ کی طرح جمے رہنا۔

تیرانداز ۔ بہتر ہے یا رسول اللہ!

محمدؐ ۔ (شہسواروں سے) مجاہدو! جب تک میں حکم نہ دوں، جنگ کا آغاز نہ کرنا۔ (علمِ اسلام دستِ مبارک میں ہے۔)

ابوخیثمہؓ ۔ یا رسول اللہ! میں ابھی دشمن کی فوج کا جائزہ لے کر آرہا ہوں۔ ان کے ساتھ تین ہزار پیادے اور دو سو سوار ہیں۔ انھوں نے خالد بن ولید کو میمنہ پر اور عکرمہ بن ابی جہل کو میسرہ پر مقرر کیا ہے۔

محمدؐ۔ (علمِ توحید لیے ہوئے) دشمن کے تیر اندازوں پر کون ہے؟
ابو خثیمہؓ۔ ان کی قطار میں عبداللہ بن ربیعہ پا بند نظر آتا ہے۔
محمدؐ۔ دشمن کے تیر اندازوں کی تعداد بتا سکتے ہو؟
ابو خثیمہؓ۔ جی، کوئی دو سو کے قریب ہونگے۔
محمدؐ۔ (پرچم اسلام بدستور تھامے ہوئے) ان کا پرچم کس کے ہاتھ میں ہے؟
ابو خثیمہؓ۔ ان کا علمبردار طلحہ بن طلحہ بنی عبدالدار ہے۔
محمدؐ۔ (آگے بڑھ کر) اچھا ٹھیک ہے مصعب بن عمیر کہاں ہیں؟
مصعبؓ۔ (حاضر ہو کر) حاضر ہوں یا رسولؐ اللہ!
محمدؐ۔ (علم دیتے ہوئے) لو، یہ علمِ توحید تم سنبھالو۔
مصعبؓ۔ (احترام سے لیتے ہوئے) یا رسولؐ اللہ! ہمارا نعرہ کیا ہوگا؟
محمدؐ۔ (آنے والے دستے کی طرف نظر ڈالتے ہوئے) تمہارا نعرہ یا منصور
أمِتْ أمِتْ ہوگا۔ دیکھو مصعبؓ! یہ کون لوگ ہیں؟
عمرؓ۔ یا رسول اللہ! دیکھیے، یہ یہودی حلیف ہیں۔ ان کی تعداد چھ سو ہوگی
محمدؐ۔ ان سے کہہ دو کہ واپس چلے جائیں۔ ہم مشرکین کے مقابلے میں مشرکین
کی مدد نہیں لینا چاہتے۔
عمرؓ۔ (تعمیل ارشاد کرتے ہوئے) ہمارے حلیفو! ہم تمہارے شکر گزار
ہیں لیکن دشمن کے مقابلے میں تمہاری مدد لینا خلاف مصلحت ہوگا
محمدؐ۔ زبیر بن عوام اور منذر کو بلاؤ۔
زبیرؓ بن عوام۔ (منذر بن عمرو کے ساتھ) حاضر ہیں یا رسولؐ اللہ!

محمدؐ۔ زبیرؓ! میمنہ پر تم رہنا ۔ ۔ ۔ اور ۔ ۔ ۔

منذرؓ۔ اور میں ـــــ یا رسول اللہؐ!

محمدؐ۔ ہاں منذرؓ! تمہیں میسرہ پر مقرر کیا جاتا ہے۔

(خیبر جماعت) (اسامہؓ بن زید، براءؓ بن عازب، زیدؓ بن ارقم، زیدؓ بن ثابت، عرابہ بن اوس، عمروؓ بن حزام، سمرہؓ بن جندب، رافعؓ بن خدیج ایک جماعت کی صورت میں آگے بڑھتے ہوئے بارگاہِ نبویؐ میں پہنچتے ہیں)۔ یا رسول اللہؐ! ہمارے لائق کوئی خدمت؟

محمدؐ۔ نہیں تم لوگ ابھی بچے ہو۔

(خیبر مجاہد)۔ یا رسول اللہؐ! ہم بہت بہادر ہیں۔

محمدؐ۔ (تبسم فرماتے ہوئے) لیکن یہاں عمر کا سوال ہے اور تم کمسن ہو۔ ہاں براء بن عازب اور رافع بن خدیج آگے بڑھیں۔

براءؓ۔ رافعؓ۔ (دونوں آگے بڑھتے ہیں) یا رسول اللہؐ!

محمدؐ۔ تمہاری عمر کیا ہوگی اس وقت؟

براءؓ۔ رافعؓ۔ حضورؐ! پندرہ سال۔

محمدؐ۔ ٹھیک ہے، تم لوگ آجاؤ۔ اور ان سب کو واپس کر دو۔

سمرہؓ۔ یا رسول اللہؐ! آپ نے مجھے بچہ سمجھ کر نظر انداز کر دیا، حالانکہ میں رافع سے زیادہ بہادر ہوں۔

محمدؐ۔ (پسندیدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے) تم اس سے زیادہ بہادر ہو؟ اچھا، تو ذرا رافع سے کشتی لڑ کر دکھاؤ۔

سمرہؓ ۔ (رافع کو پچھاڑ کر) یا رسولؐ اللہ! ملاحظہ فرمایا آپ نے؟

محمدؐ ۔ ہاں، واہ واہ، شاباش، آؤ، تم بھی آ جاؤ۔

(بقیہ کم سن مجاہدین واپس چلے جاتے ہیں۔)

سمرہؓ ۔ الحمد للہ، الحمد للہ۔

محمدؐ ۔ (تلوار اٹھا کر) اس تلوار کا حق کون ادا کرے گا؟

صحابۂ کرام ۔ رسولؐ اللہ کی تلوار . . . ؟

محمدؐ ۔ ہاں۔

زبیرؓ بن عوام ۔ (آگے بڑھ کر) یا رسولؐ اللہ! میں۔

محمدؐ ۔ (تلوار بدستور اٹھاتے ہوئے خاموش ہیں۔)

انصاری ۔ (اٹھ کر) یا رسولؐ اللہ! . . . میں . . .

محمدؐ ۔ (اسی طرح خاموش ہیں۔)

ابو دجانہؓ (جرأت سے آگے بڑھتے ہیں۔)

صحابۂ کرامؓ ۔ دیکھنا، یہ ابو دجانہؓ ـــ اٹھے ہیں۔

ابو دجانہؓ ۔ یا رسولؐ اللہ! اس کا حق میں ادا کروں گا۔ بتائیے کیا ہے

محمدؐ ۔ اس کا حق یہ ہے کہ کسی مسلمان پر نہ اٹھائی جائے اور کوئی کافر اس سے بچ کر نہ جا سکے۔

ابو دجانہؓ ۔ (ہاتھ بڑھاتے ہوئے) بہتر ہے یا رسول اللہ! مرحمت فرمائیے۔

محمدؐ ۔ (دیتے ہوئے) آج تم دشمن پر اس طرح حملہ کرو کہ وہ گھٹنے ٹیک

ابو دجانہؓ۔ ارشاد کی تعمیل ہو گی۔

محمدؐ۔ تلوار مرحمت فرماتے ہیں۔) لو، تھامو۔

ابو دجانہؓ۔ (تلوار لیتے ہی پُرجوش لہجے میں گھماتے ہوئے)

انا الذی عاھدنی خلیلی ونحن بالسفح لدی النخیل

ان لا اقوم الدھر فی کیول اضرب بسیف اللہ والرسول

(ترجمہ) ہاں، مجھی سے میرے دوست نے معاہدہ لیا ہے اور ہم اُس وقت کھجوروں کے جھنڈ تلے پہاڑ کے نشیبی حصے میں تھے۔ مَیں نے عہد کیا ہے کہ میں کبھی آخری صفوں میں نہیں نظر آؤں گا.... زنجیریں میرا زیور نہیں بن سکتیں۔ مَیں اللہ اور اس کے رسولؐ کی تلوار کے جوہر دکھاؤں گا۔

(سرخ عمامہ سر پہ باندھ کر کمال خود پسندی سے صفوں میں اکڑتے ہوئے چل رہے ہیں۔)

انصاری۔ لو، ابو دجانہؓ نے آج سرخ عمامہ باندھ رکھا ہے۔

عمرؓ۔ (ابو بکرؓ سے) جانتے ہو، ابو دجانہؓ جب بھی یہ سرخ عمامہ باندھیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ خون کی ندیاں بہا دیں گے۔

ابو بکرؓ۔ (پسندیدہ نظر سے دیکھتے ہوئے) یا رسولؐ اللہ! ملاحظہ فرمائیے یہ ابو دجانہؓ کس درجہ خود پسندی سے فخر و غرور کا اظہار کر رہے ہیں۔

محمدؐ۔ یہ چال خدا کو ہرگز پسند نہیں لیکن ایسے موقع پر اس کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

زبیرؓ بن عوام (ساتھیوں سے) دیکھا، میں نے تلوار مانگی تو رسول اللہ نے مجھے نہیں مرحمت فرمائی اور ابودجانہؓ کو دے دی۔ حالانکہ میں ان کی حقیقی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، میرا زیادہ حق تھا، میں بھی دیکھتا ہوں، یہ کیونکر اس کا حق ادا کرتے ہیں۔

ساتھی۔ دراصل ان کا سرخ عمامہ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ خونریزی کریں گے۔ ان کے اس عمامہ کا نام عصابۃ الموت یعنی موت کا عمامہ ہے۔

ابوخثیمہ۔ (دوڑتے ہوئے آرہے ہیں) یارسول اللہ! مجاہدین اسلام دیکھو، حریف مقابل آگیا —— دشمن قریب آگیا۔

(ابوسفیان بن حرب لشکرِ کفار کے ساتھ قریب آتا جا رہا اور بلند آواز سے پکارتے ہوئے)

ابوسفیان۔ اے بنی عبدالدار! ہمیں خوب یاد ہے۔ بدر میں بھی علمبرداری تمھیں نے کی تھی —— اس وقت جو کچھ ہوا، تم خود جانتے ہو۔ تمھیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ ہمیشہ دشمن کے پرچم پر حملہ جاتا ہے۔ اگر پرچم سرنگوں ہو جائے تو فوجی میدان چھوڑ کر جاتے ہیں —— اگر تم اب اس کی پوری حفاظت کر سکو تو خیر ورنہ ابھی وقت ہے علم واپس کر دو، ہم اس کی حفاظت اور سربلندی کے لیے جانیں لڑا دیں گے۔

بنی عبدالدار۔ لو، سنبھالو اپنا پرچم . . . یہ تو وقت آنے پر معلوم ہو

کہ ہم کیا کرتے ہیں۔

ابوسفیان۔ لاؤ ــــــ (دل میں) میرا مطلب یہی تھا۔

ابوعامر۔ (لشکر سے) کیا تم میں کوئی شخص محمدؐ کے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتا ہے ....؟ (وقفہ) نہ پھر میں ہی کروں۔ میں بنی اوس کا سردار ہوں۔ میرے کنبے کے جو لوگ محمدؐ کی صفوں میں ہو گئے وہ میری آواز سن کر ادھر آملیں گے۔

ابوسفیان۔ تو پھر سوچ کیا رہے ہو؟ بڑھو آگے۔

ابوعامر۔ (لشکر محمدی کی طرف جا کر) اے بنی اوس .... ! بنی اوس! میں تمھارا سردار ابوعامر ہوں .... تم لوگوں میں میرے عزیز بھی شامل ہیں .... بنی اوس! میں تمھیں پکار رہا ہوں .... سنو .... میں ....

بنی اوس۔ (اس کے قبیلے اور خاندان والے) کون ابوعامر! جا ہمیں تیری پروا نہیں .... نہ تو اب ہمارا سردار ہے فاسق! ہم تجھے یا تیری پکار کو خوش آمدید بھی نہیں کہ سکتے۔

ابوسفیان۔ (ہنس کر مذاق اڑاتے ہوئے) بس دیکھ لیا۔ ابوعامر! بڑا اثر ہے تمھارا .... !

ابوعامر۔ (جھینپ کر خفت مٹاتے ہوئے) نہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ میرے بعد میرا قبیلہ گمراہ ہو گیا ہے۔

دونوں طرف سے جنگ کا آغاز ہوتا ہے۔ قریش اپنے ساتھ

بزعم خود برکت کے لیے ہُبل اور لات دُبت، بھی لائے ہیں۔
"مسلمانوں کے ساتھ خواتین میں حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور امِ عامرؓ ہیں، ان کے سپرد تیر اٹھا کر دینا، زخمیوں کی نگہداشت، مرہم پٹی کرنا اور مجاہدین کو پانی پلانا ہے۔
"کفار کے ساتھ ہند بنت عتبہ اور دوسری تقریباً پندرہ عورتیں نظر آتی ہیں جو اپنے ولولہ انگیز اشعار سے جنگ میں ثابت قدمی پر اُبھار رہی ہیں۔"

مجاہدینِ اسلام۔ اللہ اکبر — یا منصور! — اَمِت — اَمِت!

ابو سفیان۔ اُعلُ ھُبَل — ہُبل کا بول بالا ہو۔

طلحہ بن عثمان۔ (کفار کا علم بردار) کون مقابلے پر آتا ہے۔ تمہارا عقیدہ ہے کہ تمہاری تلوار سے ہلاک ہونے والا فوراً جہنم واصل ہو گا اور ہماری تلوار سے ہلاک ہونے والا شہید ہو کر جنت میں جائیگا، تو ہے کوئی جو مجھے جلد از جلد جہنم واصل کرے یا خود جنّت میں پہنچ جائے؟

علی بن ابی طالبؓ۔ (آگے بڑھ کر) خدائے بزرگ و برتر کی قسم، جب تک تجھے جہنم میں نہ پہنچا دوں یا خود جامِ شہادت نہ پی لوں، چھوڑوں گا نہیں۔

دونوں کی تلواریں ٹکراتی ہیں۔ علیؓ کے پہلے وار سے طلحہ کا بازو کٹ جاتا ہے تو وہ عَلَم کو سینے سے لگا لیتا ہے۔ دوسرے وار سے دوسرا بازو الگ ہو جاتا ہے تو وہ دونوں ٹانگوں

میں پرچم کو دبا لیتا ہے، لیکن علیؑ کا تیسرا وار اس کا کام تمام کر دیتا ہے۔

علیؑ۔ (برق رفتاری سے آخری وار کرتے ہوئے) لے، جہنم میں جا۔

طلحہ۔ (وہیں گر کر ڈھیر ہو جاتا ہے) ہائے، مار لیا مجھے ۔۔۔!

مجاہدین۔ یا منصور! اُمِت، اُمِت۔

ابو سعد۔ کون آتا ہے؟

حمزہؓ۔ (آگے بڑھ کر) آ جاؤ سامنے ۔۔۔ (بھرپور وار کرتے ہوئے)

یا منصور! اُمِت۔ اُمِت۔

امّ عامر۔ (پانی کے مشکیزے لیے ہوئے) مسلمانو! بہادرو! جانبازو! لو پیو ۔۔۔ پانی پیو ۔۔۔ تمہاری پیاس کے لیے یہ پانی ہے اور تلواروں کی تشنگی کافروں کے خون سے بجھاؤ۔

خدا تمہیں فتح و نصرت سے سرفراز فرمائے ۔۔۔ لو پانی ۔۔۔

(پانی پلاتی ہیں۔)

ہند۔ (کفار کی صفوں میں دوسری عورتوں کے ساتھ دف بجاتے ہوئے)

ویھا بنی عبد الدار ۔۔۔ ویھا حماۃ الادبار۔ ضربا بکل بتار

(ترجمہ) ہاں، اے بنی عبد الدار اے پشت پناہی کرنے والو! اپنی خون آشام تلواروں سے ان کے ٹکڑے اڑا دو۔

محمدؐ۔ بہادرو! حملہ کر دو۔ جانبازو! میدان مار لو۔ خدا تمہارے ساتھ ہے۔

ابو دجانہؓ۔ دوڑتے ہوئے تیر کی طرح دشمن کی فوج میں در آتے ہیں۔

انا الذی عاهدنی خلیلی   ونحن فی السفح لدی النخیل

دائیں بائیں دشمن کی صفیں الٹتے ہوئے قلب میں گھس جاتے ہیں۔

ہند۔ (اپنی ساتھی عورتوں کے ساتھ بلند آواز سے دف بجا بجا کر)

نحن بنات الطارق   نمشی علی النمارق

ان تقبلوا نعانق   او تدبروا نفارق

فراق غیر وامق

ابودجانہؓ۔ (خوں آلود تلوار گھماتے ہوئے پُر جوش لہجے میں)

انا الذی عاھدنی خلیلی   ونحن فی السفح لدی النخیل

ہند۔ (ابودجانہؓ سے ڈر کر) ہائے ... ہائے ... ...

ابودجانہؓ۔ (قریب ہی اس پر نظر پڑتی ہے) ارے ... کون ... یہ عورت ہے؟ جا، تجھے خدا سمجھے۔

زبیرؓ۔ (پیچھے سے) ہاں ... ہاں ... مارو ... چھوڑنا نہیں، یہ ...

ابودجانہؓ۔ (آگے بڑھتے ہوئے) نہیں، مجبور عورت کو قتل کرنا سیف رسول اللہ کے شایانِ شان نہیں۔

زبیرؓ۔ اچھا، تو انھیں تیروں سے مار بھگائیں۔

ابودجانہؓ۔ (تیزی سے جاتے ہوئے) ہاں ... یہ کر سکتے ہو ... (مشرکین سے نبرد آزما ہو جاتے ہیں۔)

محمدؐ۔ زبیرؓ! تم خالد کی خبر لو۔ جاؤ! اللہ نے مسلمانوں کی مدد کا وعدہ فرمایا ہے۔

عاصم بن ابی اقلح۔ (مسافع بن طلحہ کو نشانہ بناتے ہوئے وار کرتے ہیں۔)
لے یہ ابن ابی الاقلح کا وار ہے۔

(مسافع غش کھا کر گر جاتا ہے۔)

مجاہدین۔ دشمن کو برابر حملوں سے پسپا کر رہے ہیں۔

محمدؐ۔ مجاہدو! آگے بڑھتے رہو۔

امّ مسافع (اپنے بچے کی لاش کی طرف سے گزرتی ہے اور اس کا سر اپنے زانو پر رکھ کر) ہائے میرا بچہ ...... تجھے کس ظالم نے نشانہ بنالیا ... میرا لخت جگر!

مسافع۔ (آخری سانس لیتے ہوئے) ماں ... ہائے ... کسی نے ... یہ کہا ... لے ... یہ ابن ... ابی الاقلح ... کا وار ... ہے۔
ماں .... ماں .... (مر جاتا ہے)

ام مسافع۔ ہائے میرا لال ۔ لات کی قسم! اگر اس کی کھوپری میں شراب نہ پیوں تو میرا نام نہیں۔ مل تو جاتے مجھے ... یہ عاصم ... ہائے میرا بچہ ... میرا بیٹا ...

لاش کو وہیں چھوڑ کر دیوانہ وار دوڑتی ہوئی جاتی ہے۔

مجاہدین۔ اسے بھی اس کی ہیجانیوں کی طرح نظر انداز کرتے بے پروائی سے آگے بڑھتے جارہے ہیں۔

زبیرؓ۔ (انصاری سے)۔ دیکھنا دوست! یہ ہند ہے نا جو اپنی ہمجولیوں کے ساتھ بھاگی جا رہی ہے۔

تیرانداز۔ ہاں، اب تو ان کی شکست فاش ہو گئی۔

زبیرؓ۔ وہ دیکھو، کفار کی تمام عورتیں پہاڑ پر چڑھ رہی ہیں۔ انھوں نے پائنچے چڑھا رکھے ہیں۔ دیکھنا، ان کی پنڈلیاں تک زیورات سے لدی ہوئی ہیں۔

انصار۔ کس قدر بدحواس ہیں کہ اپنے کپڑوں کا بھی ہوش نہیں۔ چلو۔ لوٹتے ہیں ... مالِ غنیمت ... مالِ غنیمت ...

عبداللہ بن جُبیر۔ (زبیرؓ کو تیراندازوں سے سرگوشی کرتا دیکھ کر) خبردار تیراندازو! اپنی جگہ سے نہ ہلنا۔

تیرانداز۔ (سنی ان سنی کرتے ہوئے) چلو تیرانداز دوستو! مالِ غنیمت ... مالِ غنیمت ...!

ساتھی۔ ہاں، ٹھیک تو ہے۔

زبیرؓ۔ بھائیو! یہ مالِ غنیمت تمہارا حصہ ہے۔ دشمن کو ہزیمت ہو گئی۔ آخر اب تمھیں کس بات کا انتظار ہے؟

عبداللہ بن جُبیر۔ تیراندازو! تمھیں یاد نہیں، رسولؐ اللہ سے تم نے کیا وعدہ کیا تھا؟

زبیرؓ۔ رسول اللہ کا مطلب یہ نہ تھا جو تم سمجھ رہے ہو — دیکھتے نہیں مشرکین کو شکست فاش ہو گئی — اب یہاں ٹھہر کر کیا کریں گے؟

عبداللہ۔ تم جاتے ہو، جاؤ، میں تو واللہ ارشادِ نبویؐ کے خلاف ایک قدم نہیں اٹھا سکتا۔ آپ کا حکم تھا کہ مالِ غنیمت سامنے آ جاتے، یا ہمیں شکست اٹھانی پڑے، کچھ بھی ہو، تم لوگ جگہ سے نہ ہلنا۔

تیر انداز۔ چلو، لشکر کے پیچھے پیچھے چلیں اور ان سے مالِ غنیمت چھین لیں (لوٹ مار کرتے ہوئے لشکرِ کفار کے تعاقب میں جاتے ہیں لیکن عبداللہ بن جبیر ابھی تک چند رفقاء کے ساتھ اپنی جگہ ثابت قدم ہیں۔)

ہند بنت عتبہ۔ (راستے میں وحشی کو دیکھ کر) ویھا ابا وسمہ — اشف واشتف — وحشی! ادھر — دیکھو!

وحشی۔ (مڑ کر) کون ... ہند بنت عتبہ — ؟

ہند۔ ہاں، اپنے اور ہمارے دل کی پیاس بجھاؤ... (آہستہ سے) انتقام... طعیمہ بن عدی کا... (قریب جا کر) تمھاری آزادی .... یاد ہے...؟

وحشی۔ ہاں... ابھی ... لو، لیکن ..... حمزہؓ مجھے کہاں ملے گا؟

ہند۔ وہ تمھیں گرد و غبار سے آتا ہوا اپنے ساتھیوں میں کسی بھورے اونٹ کی طرح نظر آئے گا.... خیال رکھنا... اس کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔

وحشی۔ دیکھوں گا.... (ہند کو وہیں چھوڑ کر ہاتھ میں زہر آلود نیزہ

گھماتا ہوا آگے بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کی عقابی نظریں حمزہؓ کی تلاش میں ہیں۔)

عمرؓ بن الخطاب (تیر اندازوں کی صفوں میں) ارے ... یہ کیا ... ہوا؟ (حیرت زدہ اور سراسیمہ ہیں) یہ پہاڑ کا دامن تو خالی پڑا ہے ... آخر یہ سب کہاں غائب ہو گئے؟ (واپس جاتے ہیں۔ عبداللہؓ دور ہیں مگر ان پر نظر نہیں پڑتی۔)

خالدؓ بن ولید۔ (موقع غنیمت جان کر) بہادرو! آؤ، دیکھو دشمن نے پہاڑ کا دامن خالی کر دیا۔ اب ہمیں ان کے بقیہ تیر اندازوں پر حملہ کر دینا چاہیے۔ یہ بڑا قیمتی وقت اور سنہری موقع ہے۔

مشرکین۔ (عبداللہ اور بقیہ تیر اندازوں پر بہ یک وقت ٹوٹ کر حملہ کرتے اور انہیں شہید کر دیتے ہیں۔ چند قریش یہ دیکھ کر پُرامید ہو گئے اور ان کے آس پاس جمع ہو جاتے ہیں)۔

ابو سفیان۔ بہادرانِ قریش! حملہ کر دو، حملہ کر دو۔

مشرکین۔ (پُرجوش لہجے میں) ہُبل کا بول بالا ہو، عزّیٰ کی جے، لات کی جے۔

(مسلمانوں کا پہلو کمزور پا کر بے رحمی سے شہید کر رہے ہیں اور مسلمانوں کی صفیں خالی اور منتشر ہوتی جا رہی ہیں۔)

محمدؐ۔ (اپنے چند رفقاء میں) ثابت قدم رہو ... توحید کے علمبردارو! توحید کے پاسبانو! ثابت قدم رہو ... (خود کمان سے تیر نکال کر پھینکتے

ہیں یکماں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے تو سنگباری کرتے ہیں۔)

ابوبکرؓ۔ (بھاگنے والے مسلمانوں سے) اے اسلام کے فرزندو! اے جاں نثارانِ رسولؐ! واپس آجاؤ۔۔۔ لوٹ آؤ۔۔۔ اسلام کے جگر گوشو! پامردی سے لڑو، بزدلی نہ دکھاؤ۔۔۔ سنو۔۔۔ تمھارا فرض تمھیں آواز دے رہا ہے۔ اسلام کی عزت تم سے ہے۔ پرستارانِ حق! آجاؤ۔۔۔ آجاؤ۔

عمرؓ۔ میرے رفیقو! اسلام کے فرزندو! استقلال سے کام لو۔ صبر و جرأت سے مقابلہ کرو۔ میدان تمھارے ہی ہاتھ ہوگا۔

مصعبؓ۔ (غمگین و رنجیدہ ہیں) آہ! یارسولؐ اللہ! آہ۔ ہماری صفیں خالی ہوگئیں۔ مجاہدین منتشر ہوگئے۔ افسوس، جنگ کا پانسا پلٹتا جارہا ہے۔ سارا عالم دگرگوں ہے۔ میری آنکھوں تلے اندھیرا چھایا جارہا ہے۔ الٰہی! اپنے رسولؐ کی مدد کر۔

ابوبکرؓ۔ اب۔۔۔؟

سعد بن ابی وقاص۔ (نبی کریمؐ کے قریب ہی تیر اندازی کرتے ہوئے) یارسول اللہ! دشمن۔۔۔ یارسول اللہ! دشمن قریب آگیا۔ آپ کے آس پاس ہم صرف چند جاں نثار رہ گئے ہیں۔۔۔ اب کیا ہوگا؟ ہمیں اپنی تو ذرہ برابر پروا نہیں مگر آپ کا خیال ہے۔ (روحی فداک یارسول اللہ! ادھر تیر بھی ختم ہوگئے۔ آپ کی مقدس جان۔۔ (دکھا بیٹھ گیا) پر لاکھوں قربان۔

محمدؐ۔ گھبراؤ نہیں۔۔۔ (قریب سے ایک تیر اٹھا کر دیتے ہوتے) فداک ابی وامی، میرے ماں باپ تم پر قربان سعدؓ! یہ لو، تیر پھینکو ۔۔

سعدؓ۔ یا رسول اللہ ۔۔ لائیے مگر اس میں۔۔۔ دیکھیے تو۔۔ پیکان ڈھیلا تو ہے ہی نہیں۔

محمدؐ۔ تم چلاؤ تو سہی۔

ام عمارہؓ۔ (مشکیزوں میں پانی لیے ہوتے آتی ہیں، آہ! یہ رسول اللہ تنہا رہ گئے۔ یہ چند گنتی کے ساتھی ہیں۔۔ باقی سب کہاں چلے گئے؟ اُف! دشمن ہر لحظہ قریب تر ہے۔ لاؤ، تلوار مجھے دو، میں رسول اللہ کی مدافعت کروں گی۔

(مشکیزے ایک طرف ڈال کر کسی شہید کی تلوار اٹھا لیتی ہیں اور رسول اللہ کے پاس اس طرح کھڑی ہیں کہ دشمن کا تیر یا کوئی ہتھیار آپؐ تک نہ آسکے اور ہر آنے والے کا مقابلہ بہادری سے کرتی ہیں)

ابو دجانہؓ (ہاتھ میں تلوار لیے ہوتے آتے ہیں۔ بدن زخموں سے چور ہے۔ تلوار سے بھی خون ٹپک رہا ہے۔) ارے ۔۔ یا رسول اللہ! لوگوں نے آپ کو تنہا چھوڑ دیا۔۔۔؟ اور میدان۔۔۔ خالی ہوتا جا رہا ہے۔ افسوس ہمارے جانبازوں نے پیٹھ پھیر لی۔ مجھے خوف ہے۔۔ کہیں دشمن آپ ہی کے پیچھے نہ پڑ جائیں۔۔۔۔ دیکھیے۔۔۔ یا رسول اللہ! وہ۔۔۔ تیر آپ کی طرف۔۔۔۔

کی زندگی بسر کر سکو گے۔

عمرؓ۔ (بے اختیار ہو کر) یا رسول اللہ! بلالؓ کو حکم دیجیے کہ وہ اس کی گردن اڑا دیں۔

محمدؐ۔ (سر جھکا کر سوچتے ہوئے) میں ابن اُبی کے قتل کا حکم دے دوں؟

صحابہؓ۔ جی ہاں۔

محمدؐ۔ ہرگز نہیں۔

عمرؓ۔ آخر کیوں؟ یا رسول اللہ!

محمدؐ۔ عمرؓ! سوچو تو سہی آخر لوگوں پر اس کا اثر کیا پڑے گا۔ سارے عرب میں اس کے قتل کا چرچا ہو گا اور لوگ کہیں گے محمدؐ اپنے ساتھیوں کو قتل کرواتا ہے ... نہیں عمرؓ! یہ نہیں ہو گا ... میں ایسا نہیں کروں گا۔ کبھی نہیں۔ مجھے یہ تشدد زیب نہیں دیتا۔

عثمانؓ۔ (دروازے کے باہر نظر ڈال کر) معلوم ہوتا ہے یہ اس کا بیٹا آ رہا ہے۔

ابوبکرؓ۔ مجھے یقین ہے کہ اسے اپنے باپ کے بارے میں مسلمانوں کی رائے اور ارادے کا علم ہو گیا ہے۔

عبداللہ ابن اُبی۔ (خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر) یا رسول اللہ! میں نے سنا ہے کہ میرا باپ منافق ہو گیا ہے اور مجھے معتبر ذریعے سے یہ بھی علم ہو گیا کہ آپ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ نے یہ فیصلہ ہی کر لیا ہے تو مجھے حکم دیجیے، میں آپ کی خدمت میں اپنے باپ کا سر حاضر کر دوں۔

محمدؐ۔ تم ؟

عبداللہ ابن ابی۔ جی ہاں، لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ میں اپنے باپ کو جنون کی حد تک چاہتا ہوں، اس معاملے میں میری مثال ملنی مشکل ہے بنا بریں مجھے یہ خوف ہے کہ اگر آپ نے کسی اور شخص کو اس کے قتل کا حکم دیا اور وہ تعمیل کر گزرا تو یہ صدمہ میرے لیے ناقابل برداشت ہوگا اور میری محبت و حمیت اس کی مجاز نہ ہوگی کہ اپنے باپ کے قاتل کو زندہ دیکھ سکوں، ممکن ہے جوشِ انتقام سے مجبور ہو کر اسے قتل کر دوں تو یہ منافق کے بدلے مومن کا خون میری گردن پر ہوگا۔ میں خدانخواستہ جہنم میں جاؤں گا۔

محمدؐ۔ (تبسم فرماتے ہوئے نرمی سے) ہرگز نہیں ہم اسے قتل نہیں کریں گے

عبداللہ۔ (حیرت سے) آپ ... آپ اسے ... قتل نہیں کریں گے

محمدؐ۔ نہیں، بلکہ اس سے دوستانہ برتاؤ کریں گے اور جب تک وہ زندہ رہے گا اس سے نیک سلوک کرتے رہیں گے۔

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۲۱۲

سیرت ابن ہشام، جلد دوم، صفحہ ۹۱

تشکیل جدید مع اضافہ جات (عطیہ)

دوسرا منظر

"مکہ میں ۔۔۔ مکہ کے آس پاس ہر گھر میں خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ جنگ اُحد میں اپنی ظفریابی کا جشن عام ہے۔ مسرت و شادمانی کے نغموں سے مکہ کی فضا مرتعش ہے۔ سرداران قریش پیش پیش نظر آتے ہیں"

ابوسفیان۔ بہادرو! ہاں، آج خوشی کا دن ہے، خوب خوشیاں مناؤ۔ عیش و مسرت کا دیوتا ہم پر مہربان ہے، شادمانی کے گیت گاؤ، رقص و سرود کی محفلیں گرم کرو ۔ رقاصاؤں کو بلاؤ اور اپنی رسم کے مطابق اس تقریب میں برہنہ رقص کا انتظام کرو ... شراب .... ہاں، خوب پیو۔ جام پر جام چڑھاؤ .... آج تمام غم غلط ہو گئے اور ہر طرف خوشیاں ناچ رہی ہیں۔ دف بجاؤ۔ دھوم مچاؤ کہ کائنات رقص میں آجائے اور فضائیں جھوم جھوم اٹھیں۔

خالد بن ولید۔ مگر ادھر تو دیکھو ... یہ کون لوگ آرہے ہیں؟

عمرو بن العاص۔ (ادھر متوجہ ہو کر) میرے خیال میں یہ محمدؐ کے وہ ساتھی ہیں جنہیں عضل و قارہ کے چند آدمی گرفتار کر لاتے ہیں۔

(چند مسلح آدمی دو قیدیوں کو لے کر آتے ہیں۔ یہ دونوں محمدؐ کے مظلوم ساتھی خبیبؓ بن عدی اور زیدؓ بن دثنہ ہیں۔)

ابوسفیان۔ تم لوگ کس کے آدمی ہو؟

مسلح گروہ۔ ہم عضل و قارہ کے ہذیلی ہیں اور تمہارے لیے ان دونوں کو گرفتار کر کے لاتے ہیں۔

عمرو بن العاص۔ یہ تمہیں کہاں مل گئے؟

ہذیلی گروہ محمدؐ کے پاس ۔۔۔ دراصل ہم خود ہی محمدؐ کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ ہم بھی مسلمان ہو گئے ہیں۔ تم ہمیں اپنے کچھ تربیت یافتہ معلم دو جو ہمیں دینی تعلیم دے سکیں۔ تو اس نے ہماری باتوں میں آکر اپنے دس تربیت یافتہ آدمی ہمارے ساتھ کر دیئے۔ ہم انھیں لے کر روانہ ہوتے اور رجیع کے قریب آکر ہم نے غداری کی۔ انھیں بہت دھمکایا لیکن وہ بالکل خوف زدہ نہ ہوتے۔ آخر ہم نے انھیں سواریوں سے اُترنے کی بھی مہلت نہ دی اور تلواریں سونت کر کھڑے ہو گئے وہ بھی مسلح کود پڑے اور مقابلہ ہوتا رہا پھر ہم نے ان سے خود ہی کہا کہ دراصل ہم تمھیں ہلاک نہیں کرنا چاہتے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ تمہارے ذریعے سے مکہ والوں سے کچھ نہ کچھ حاصل کر لیں۔ ان میں سے تین آدمی یہ سن کر اور بھی طیش میں آگئے اور لڑائی شروع کر دی ہم نے انھیں ہلاک کر ڈالا ۔۔۔ لیکن چوتھا بھی ان میں شامل ہو گیا اور تلوار سونت کر آگے بڑھا۔ ہم پیچھے ہٹ گئے اور پتھر مار مار کر اسے بھی ختم کر دیا۔ اب یہ صرف دو بچے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ انھیں مکہ کے ان آدمیوں کے ہاتھ فروخت کر دیں جن پر ان کا خون باقی ہے

ابوسفیان- واہ — واہ — شاباش- خوش آمدید . . .

صفوان بن اُمیّہ- میں زیدؓ کو قتل کرنے کے لیے خریدتا ہوں۔

حجیر بن اِہاب- اور خبیبؓ ابن عدیؓ کو میرے حوالے کر دو۔

ہذیلی گروہ- ہم ابن ابی اَلاقلح کا سر بھی لاتے ہیں تاکہ سلافہ بنت سعدؓ کے ہاتھ فروخت کر دیں۔

خالد- ہاں وہ تو بھری بیٹھی ہے، مُنہ مانگی قیمت دے گی- اُحد میں اس کے بیٹے مسافع کو عاصم (ابن ابی الاقلحؓ) نے قتل کیا تھا تو اس نے منت مانی تھی کہ میں عاصم کی کھوپری میں شراب نہ پیوں تو میرا نام نہیں۔

صفوان بن امیّہ- (زیدؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے غلام نسطاس سے) نسطاس! اُٹھاؤ تلوار اور اسے کیفر کردار تک پہنچا دو۔

نسطاس- (خوں آشام تلوار اٹھا کر جاتے ہوئے) بہت خوب۔

صفوان- زیدؓ! سچ بتاؤ کیا تم یہ پسند نہ کرو گے کہ تمہاری جگہ اس وقت محمدؐ کی گردن اُڑا دی جاتی اور تم اپنے اہل و عیال میں جا کر عیش کرتے۔

زید بن دَثِنہؓ- (قتل کی تیاری مکمل ہو چکی ہے) کیا کہتے ہو صفوان! قتل اور گردن اُڑا دینا تو درکنار میں تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ میری زندگی میں محمد رسول اللہ کو پھانس بھی لگے- جہاں ان کا پسینہ گرتا ہو وہاں ہم اپنا خون بہانے کو تیار ہیں۔

ابوسفیان- (مصاحبوں سے) لات کی قسم، میں نے دنیا میں کبھی کسی کو کسی سے اس درجہ محبت کرتے نہیں دیکھا جس قدر محمدؐ سے اس کے رفقاء

دیوانہ وار کرتے ہیں۔

نسطاس۔ (صفوان کا اشارہ پاکر، تو پھرتی سے گردن اڑا دیتا ہے)

حجیر۔ میرا حکم ہے کہ خبیبؓ کو سولی دی جائے۔ خبیبؓ! آخری آرزو ہو تو بتاؤ، پوری کر دی جائے گی۔

خبیبؓ۔ (ضبط و وقار کی تصویر بن کر) اگر تم لوگ اجازت دو تو دو رکعت نماز ادا کر لوں۔ اور کوئی آرزو اس سے بہتر نہیں ہو سکتی۔

صفوان (حقارت سے) جا، پڑھ لے۔

خبیبؓ۔ (نماز پڑھ لیتے ہیں)

صفوان۔ تختۂ دار حاضر کرو۔

خبیبؓ۔ (خود اٹھ کر صفوان وغیرہ کے پاس جاتے ہیں) لو بھائی! میں آگیا۔

ابوسفیان۔ اس قدر جلد فارغ ہو گئے؟

خبیبؓ۔ ہاں! واللہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ کہو گے کہ خبیبؓ قتل کے خوف سے نماز میں دیر لگا رہا ہے تو میرا جی چاہ رہا تھا کہ بڑی دیر تک پڑھوں اور طویل سے طویل قرأت کرتا رہوں۔

صفوان۔ اسے تختۂ دار پر چڑھا کر رسیوں سے جکڑ دو۔

ابوسفیان۔ صفوان! پھندا نہیں ڈالو گے؟

صفوان۔ ابھی نہیں، مجھے نیزہ دو تو میں اس کی انی سے اس کے ہر عضو پر چرکے لگاؤں گا اور چھلنی کر دوں گا ---- (چھیدتے ہوتے) کہو خبیبؓ! اس وقت تو تم ضرور پسند کرو گے کہ محمدؐ تمھاری جگہ ہوتے

جائے اور تم چھوٹ جاؤ۔

خبیبؓ۔ نہیں، واللہ میں تو یہ بھی گوارا نہیں کر سکتا کہ میری جان بچانے کے لیے رسول اللہؐ کے پائے مبارک میں کانٹا بھی چبھے۔

(اسلام کے مایۂ ناز فرزند، توحید کے بے مثال پاسبان اور رسول اللہؐ کے جان نثار خبیبؓ نے تماشائیوں کے ہجوم میں بر جستہ یہ اشعار کہتے ہوئے جانِ عزیز کو راہِ وفا میں قربان کر دیا۔)

لقد جمع الاحزاب حولی والبوا	قبائلهم واستجمعوا کل مجمع
وکلهم مبدی العداوة جاهدا	علیّ لانی فی وثاق بمضیع
وقد جمعوا ابناءهم ونساءهم	وقربت من جذع طویل ممنع
وقد خیّرونی الکفر والموت دونه	وقد ذرفت عیناي من غیر مجزع
فلست بمبد للعدو تخشعا	ولا جزعا انی الی الله مرجعی
وما بی حذار الموت انی لمیت	ولکن حذاری جحم نار ملفع

فذو العرش صبرنی علی ما یراد بی

وقد بضعوا لحمی وقد یاس مطمعی

الی الله اشکو غربتی ثم کربتی	وما ارصد الاحزاب لی عند مصرعی
فوالله ما ارجوا اذا مت مسلما	علی ای جنب کان فی الله مصرعی

(ترجمہ) ان مجمع در مجمع تماشائی میرے آس پاس کھڑے ہیں، انھوں نے بڑی بڑی جماعتوں کو تماشائی بننے کے لیے بلا لیا ہے، یہ سب کے سب دراصل اپنی عداوت نکال رہے ہیں۔ ان کے سینوں میں

میرے خلاف انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے اور میں بہر مقتل منہ دھاڑ رہا
ہوں - ان لوگوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی اسی حسرت ناک
منظر کے لیے دعوت نظارہ دی اور وہ سب یہاں جمع ہیں -
ان کا کہنا ہے کہ اگر میں کفر اختیار کر لوں تو مجھے زندگی مل سکتی ہے
لیکن اس سے تو میرے لیے موت بہتر ہے اور میں کفر کے مقابلے
میں موت ہی کو ترجیح دے رہا ہوں -
میری بے قرار آنکھیں مسلسل اشکبار ہیں لیکن ناشکیبائی نہیں ..
میں دشمن سے جاں بخشی یا رحم کی التجا نہیں کر سکتا اور نہ لب پر کوئی شکوہ
لاؤں گا - میں جانتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں واپس جا رہا ہوں
موت کا کوئی خوف نہیں - ایک دن تو یہ آنی ہی تھی اور مقدر
ہو چکی تھی - البتہ اگر خوف ہے تو بھڑکتے شعلوں والی آگ کا -
رب العرش العظیم نے جو فیصلہ کیا تھا اس پر صبر کی نعمت بھی عطا فرمائی
ہے - دشمنوں کی زد و کوب اور چھید نے سے میرے جسم کا ہر حصہ
چھلنی ہو رہا ہے ، لیکن میں اپنی درماندگی اور بے کسی کا شکوہ صرف
خدا سے کرتا ہوں -
بخدا تے لایزال و لم یزل جب میں اس کی راہ میں جان دے
رہا ہوں تو مجھے اس کی مطلق پروا نہیں کہ راہ خدا میں کس پہلو گر کر جان
دے رہا ہوں -
صفوان - بس چڑھا دو اسے تختے پر ، بہت دیر ہو گئی -

خبیبؓ۔ (تختہ دار پر) اللھم انا قد بلغنا رسالۃ رسولک فبلغہ ما یُصنع بنا۔ الٰہ العالمین! ہم نے تیرے رسولؐ سے عہد وفا نباہ کر ان کا پیغام پہنچا دیا، تو بھی انھیں ہمارے حالِ زار کی خبر کر دے کہ ہم پر کیا ستم ڈھایا جا رہا ہے۔

حجیر۔ کیوں امید تمہارا ابنی کہاں گیا، بچا نہیں لیتا آکر!

خبیبؓ۔ اللھم احصھم عدداً واقتلھم بدداً ولا تغادر منھم احداً

الٰہی! ان سب کو تو اپنے عذاب میں مبتلا کر دے اور ان کو تین تیرہ کر کے ہلاک کر دے، ان میں کسی ایک کو زندہ نہ چھوڑ۔

قریش۔ (یہ بددعا سُن کر غضب ناک و خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔)

نگر دین الناصں۔ ارے! تم لوگ ہراساں کیوں ہوتے ہو؟ ایک کروٹ سے زمین پر لیٹ رہو، اس کی بددعا کا اثر زائل ہو جائے گا۔

(قریش اسی وقت زمین پر لیٹ جاتے ہیں)

حجیر۔ نسطاس! اب تم اس کا کام تمام کر دو۔

نسطاس، (نیزہ لے کر پوری طاقت سے حضرت خبیبؓ کے جگر میں پیوست کر دیتا ہے۔)

خبیبؓ۔ (شہید ہو جاتے ہیں۔)

بنا کردند خوش رسمے بہ خون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

تاریخ طبری، جلد دوم صفحہ ۲۱۳-۲۰۹، زاد المعاد، جلد دوم۔ تشکیل جدید مع اضافہ رحیا رحمٰن علیہ

تیسرا منظر

(محمدؐ رسول اللہ مسجد نبوی میں۔ ابو براء عامر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتا ہے)

ابو براء۔ (آپ کے پاس آکر بیٹھ جاتا ہے) یا رسول اللہ!

محمدؐ۔ (اسلام کی طرف رغبت دلاتے ہیں۔) براء! اسلام قبول کرلو۔

ابو براء۔ (ہاں یا نہیں کہے بغیر) میری خواہش ہے کہ آپ اپنے چند تربیت یافتہ معلمین میرے ساتھ کردیں، اس طرح نجد میں بھی اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا سلسلہ جاری ہو جائے گا۔

محمدؐ۔ (سوچ کر) مجھے نجدیوں کی طرف سے ان کے لیے خطرہ ہے۔۔۔

ابو براء۔ میں ان کا ضامن ہوں، آپ میری ذمہ داری پر بھیج دیجیے ہم لوگ عہد شکن نہیں۔ آپ فکر نہ کریں، نجد کا رئیس میرا بھتیجا ہے۔

محمدؐ (اپنے چالیس رفقاء کو حکم دیتے ہیں کہ) نجد جاکر اسلام کی دعوت دو۔

ابو براء (رفقاء رسولؐ کے ساتھ روانہ ہو جاتا ہے۔)

سعیدؓ بن عامر۔ (پریشاں حال و پراگندہ خاطر زار و قطار روتے ہوئے آتے ہیں۔) یا رسولؐ اللہ! یا نبیؐ اللہ!

محمدؐ۔ (گھبرا کر) کون سعیدؓ؟ تم تو ہذیلی وفد کے ساتھ گئے تھے!

سعیدؓ۔ جی ہاں، یا رسولؐ اللہ! بس خدا ہی نے میری جان بچائی اور میں شرفِ نیاز حاصل کر سکا ورنہ .... آپ کو کیا خبر کہ ان ظالموں نے جال بچھایا تھا اور فریب دے کر ہمیں لے گئے تھے آہ! یا رسول اللہ! ... خبیبؓ ..... وہ پیکرِ عزم و محبت .... (غش آجاتا ہے)

عمرؓ سعیدؓ! ... بتاؤ، ۔۔ اٹھو، ہوش میں آؤ، یہ کیا ہوا تمہیں؟

سعیدؓ۔ (ہوش میں آکر) آہ خبیبؓ کس بے رحمی سے شہید کیا گیا اور آفرین ہے اس کے عزم و ثبات و جواں مردی پر ...

محمدؐ آخر بتاؤ تو، کیا ہوا؟

سعید بن عامرؓ عضل و قارہ کے ہذیلی وفد نے بدعہدی اور غداری کا ثبوت دیا۔ ہمیں مقام رجیع کے پاس لے جا کر مقابلہ کرنے لگے۔ ہمارے رفقاء نے بھی مقابلہ کرنا چاہا تو بولے ہم تمہارے ذریعے سے قریش سے اکتسابِ زر کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر جن مسلمانوں نے برافروختہ ہو کر تلواریں نکال لیں، انہیں ظالموں نے ختم کر دیا اور خبیبؓ و زیدؓ کو قریش کے پاس لے گئے صفوان اور حجیر نے ان دونوں کو خرید لیا۔ زیدؓ کو تو فوراً ہی تہِ تیغ کر دیا گیا لیکن خبیبؓ پر قیامت گزر گئی ہو گی۔ آہ اس کی ہمت کو صد آفرین ہے کہ آخر وقت تک آپ کی محبت اور اسلام سے روگردانی پر تیار نہ ہوا اور برجستہ اشعار پڑھتا ہوا کشتگانِ شوق سے جا ملا۔

(شعر سناتے ہیں)

محمدؐ۔ (آبدیدہ اور رنجیدہ ہو کر) انا للہ وانا الیہ راجعون۔ الٰہی! میرے

مظلوم ساتھیوں کا انتقام . . . . ؟

صحابۂ کرامؓ۔ یارسولؐ اللہ! مشرکین اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے، آخر اب یہ چاہتے کیا ہیں؟ احد میں ہمارے ستر مجاہدین کی شہادت کے بعد بھی ان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوا۔

محمدؐ۔ دراصل حکمِ الٰہی کے بغیر میں کسی سے انتقاماً بھی تو جنگ نہیں کر سکتا۔ صبر کرو، دیکھو، خدا کیا فیصلہ کرتا ہے۔

کعبؓ بن زید۔ (نجد جانے والے معلمین کے ساتھی افتاں و خیزاں آرہے ہیں۔) یارسولؐ اللہ! غضب ہوگیا . . مسلمانو! ستم ہوگیا!

صحابۂ کرامؓ۔ (چونک کر) الٰہی! اب کیا ہوا؟

محمدؐ۔ خدا خیر کرے۔

کعبؓ۔ (قریب آکر) یارسولؐ اللہ! عامر نے آپ کو یقین دلایا تھا کہ معلمین کی حفاظت کی جائے گی اور یہاں سے جاتے ہوئے راستے میں بئر معونہ پر پہنچ کر . . . . . . قیام کیا گیا۔ یہ علاقہ بنی عامر کا ہے۔ معلمین نے باہمی مشورے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ اول والئ نجد عامر بن طفیل کے پاس آپ کا نامۂ مبارک بھیجا جائے، پھر عام تبلیغی سرگرمیاں شروع کردی جائیں، چنانچہ حرام بن ملحان نے کہا "یہ شرف میں حاصل کروں گا" اور وہ آپ کے قاصد کی حیثیت سے عامر کے پاس چلا گیا۔

ادھر ہم لوگوں نے اپنی اقامت گاہ ہی پر تبلیغ شروع کی لیکن بنی سلیم

وغیرہ نے مل کر تمام مبلغین پر برہنہ تلواروں سے حملہ کر دیا۔ دراصل ان کا مقصد اسلام لانا یا دینی تعلیم حاصل کرنا نہ تھا۔ وہ فریب دے کر لے گئے تھے۔ ہمارے نہتے مسلمان کیونکر مقابلہ کر سکتے تھے؟ نتیجہ ظاہر ہے کہ سب ان ظالموں کی بدعہدی کی بھینٹ چڑھ گئے۔

محمدؐ۔ (غم و غصہ سے لرزہ براندام ہیں۔) اناللہ وانا الیہ راجعون . . .

صحابہ کرامؓ۔ (رنجیدہ ہیں۔) عامر بن طفیل نے کیا جواب دیا؟

حبیبؓ بن زید۔ جواب کیا دیتا، یہ سب کی متفقہ سازش تھی۔ ہوا یوں کہ جب حرام اس کے پاس نامۂ مبارک لے کر پہنچا تو اس نے پڑھنے سے قبل لینے ہی اپنے آدمی جبار بن سلمیٰ کو اشارہ کیا تو اس نے دور ہی سے تاک کر حرام کی پشت میں نیزہ مارا۔ وہ اسی جگہ تیورا کر گر پڑا۔ اس کی زبان پر آخری الفاظ یہ تھے کہ "فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَہ"۔ رب کعبہ کی قسم، میں مراد پا گیا۔

صحابہ کرام۔ اللہ اکبر۔

محمدؐ۔ (غمگین و افسردہ تشریف فرما ہیں۔)

جبار بن سلمیٰ۔ (دور سے دوڑتا ہوا آرہا ہے) محمدؐ! اے رفقاء محمدؐ! میں آگیا . . . . دیکھو، میں تمہارے قاصد کا قاتل ہوں۔

صحابہ کرامؓ۔ قاتل . . . . ! حرام کا قاتل ؟

جبار۔ (قریب آکر) محمدؐ! میں خود اقبالِ جرم کرتا ہوں کہ میں نے حاکم کے اشارے پر تمہارے قاصد کو قتل کر دیا لیکن یقین جانو، حرام کی

زبان پر جو آخری الفاظ تھے ان سے اس درجہ متاثر ہوں کہ خود
چلا آیا۔ میں اسلام لانا چاہتا ہوں، ایمان داری سے کر رہا ہوں
دھوکا نہیں دوں گا۔ نہ جان بچانے کے لیے بہانہ بنا رہا ہوں
فیصلہ تم پر چھوڑتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارا شیوہ ظلم نہ تشدد
نہیں۔

محمدؐ۔ (سر جھکائے ہوئے) افسوس ہے کہ تمہارے نمائندوں نے بدعہدی
اور غداری کا ثبوت دیا۔ مجھے اور میرے ساتھیوں کو دلی رنج د
افسوس ہے۔ بہر حال تم مسلمان ہونا چاہتے ہو، خدا تمہیں ہدایت
دے۔

جبّار۔ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

تاریخ طبری۔ سیرت ابن ہشام
اضافہ جدیدہ (عطیہ)

چوتھا منظر

مشرکین مکہ رسولؐ اللہ کے خلاف سازش میں مصروف ہیں

ابوسفیان۔ ساتھیو! میرا خیال ہے کہ اب پھر ایک لشکر تیار کریں اور پوری طاقت سے حملہ کر کے ان کا قلع قمع کر دیں۔ تبھی سکون مل سکتا ہے۔

عکرمہ۔ اور بھی کچھ سُنا؟ ابو براء نے تو کمال کر دیا۔ محمدؐ کے پاس جا کر اس سے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے معلّمین کی خواہش ظاہر کی۔ اس نے باتوں میں آکر چالیس مایۂ ناز صحابہ کو اس کے ساتھ کر دیا۔ اس نے بئر معونہ پہنچ کر ان سب کو ختم کر ڈالا۔

ابوسفیان۔ خوب! بہت خوب! مقام رجیع کے قریب بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔

خالد۔ لیکن اس طرح کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوگا۔

ابوسفیان۔ لطف تو جب ہے کہ انھیں کہیں چین سے نہ بیٹھنے دیا جائے۔ یہودی بھی آخر ہماری طرح ان کے دشمن ہیں۔ کیوں نہ ان کی مدد لے کر مقابلہ کریں؟

قریش۔ ہاں، ہاں، پھر تو محمدؐ تاب نہیں لا سکتا۔

(سب متفق ہو کر مدینہ میں اقامت پذیر یہود بنو نضیر کے نام ایک خط تیار کرتے ہیں)

"ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ ہم سب قبائل بلا اختلاف مذہب و ملت محمدؐ کے خلاف ایک محاذ بنا لیں اور اپنی منتشر طاقتوں کو یکجا کر کے اس سے پھر جنگ کریں۔ اس لیے تم ہمارا ساتھ دو، ہم بھی تمہاری مدد کریں گے۔

تم سب سے پہلے اہل کتاب ہو۔ تمہیں اچھی طرح علم ہے کہ ہم کن بنیادوں پر محمدؐ سے اختلاف رکھتے ہیں اور تم بھی ہماری طرح اس کے مخالف و دشمن ہو۔ تمہارے پاس جائدادیں اور قلعے ہیں، تم جنگ کی تیاری کر سکتے ہو۔ اگر تم تیار نہ ہوئے تو یاد رکھو ہم تمہاری عورتوں کی پازیبیں تک اتار لیں گے۔"

"بنو نضیر کے پاس قریش کا یہ خط پہنچا ہے۔ وہ پہلے ہی بھرے بیٹھے تھے اور کسی نہ کسی طرح ایذا رسانی کی تدبیریں کرتے رہتے تھے۔ اس خط نے ان کی آتش بغض و عناد کو اور بھڑکا دی اور اب ان لوگوں نے جنگ سے قبل ہی رسول اللہ (صلعم) کے قتل کی سازش شروع کر دی۔

"عامر بن طفیل (والی نجد) کی بدعہدی سے قبل اتفاقاً عمرو بن امیہ الضمری نے غلطی سے بئر معونہ کے سلسلے میں اس کے دو ایسے آدمیوں کو قتل کر دیا تھا جو رسول اللہؐ کے پڑوسی اور حلیف تھے گو یہ قتل لاعلمی کا نتیجہ تھا، قتل عمد نہ تھا لیکن عامر نے رسول اللہؐ

کی خدمت میں ایک خط بھیجا۔" (عطیہ)]

محمدؐ۔ (صحابۂ کرامؓ کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔)

قاصد۔ (حاضر ہو کر) میں عامر بن طفیل والیٔ نجد کا قاصد ہوں۔ مجھے حاکم نے یہ خط دے کر بھیجا ہے۔

محمدؐ۔ (صحابہؓ سے) پڑھو۔

صحابیؓ۔ یا رسول اللہ! سماعت فرمائیے۔ وہ لکھتا ہے "آپ نے میرے ان دو آدمیوں کو بھی قتل کر دیا جو آپ کے پڑوسی اور حلیف تھے۔ اب بہتر ہو گا کہ آپ ان دونوں کا خون بہا (دیت) بھیج دیں"

محمدؐ۔ یہ دراصل عمروؓ کی لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ بہر حال عامر کو مطلع کر دو کہ ہم جلد ہی خون بہا ارسال کر دیں گے۔

قاصد۔ تو پھر یہی جواب ہے؟

صحابۂ کرام۔ ہاں۔

محمدؐ۔ (صحابہؓ سے) میرا خیال ہے کہ دیت کی رقم بنو نضیر سے مل کر بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

صحابۂ کرام۔ بجا ارشاد ہے یا رسول اللہ!

محمدؐ۔ علیؓ! تم، ابو بکرؓ، عمرؓ اور اسید بن حضیر میرے ساتھ جائیں گے۔

رسول اللہؐ ان سب کو ساتھ لیے بنو نضیر کے پاس جا کر مدد طلب کرتے ہیں۔

بنو نضیر۔ ہاں، ہاں، ابو القاسم! آپ اطمینان رکھیں، ہم سب خاطر خواہ آپ کی

مدد کرنے پر تیار ہیں، اور ان دو آدمیوں کا خوں بہا مہیا کرنا تو کوئی بڑی
بات نہیں۔ (رسولؐ اللہ کو یہ اطمینان بخش جواب دے کر آپس میں
سرگوشی کرتے ہیں۔) دیکھو، اس وقت یہ (رسولؐ اللہ) دیوار کے سائے
میں بیٹھا ہے، یقین کرو، اس سے اچھا موقع پھر کبھی ہاتھ نہیں آسکتا
بہتر ہے کہ ابھی کوئی جا کر اس پر ایک وزنی پتھر گرا دے تو ہم
۔۔۔ پھر ہمیں ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔

عمرو بن حجاش۔ (خم ٹھونک کر) فکر نہ کرو، میں جاتا ہوں۔

بنو نضیر۔ جاؤ، جلدی کرو، ایسا نہ ہو کہ موقع نکل جائے۔

عمرو۔ (دیوار پر چڑھ کر پتھر پھینکنا ہی چاہتا ہے۔)

محمدؐ۔ (وحی الٰہی کے ذریعے اس سازش کا علم ہو جاتا ہے اچانک اٹھتے ہوئے) علیؓ! تم لوگ ٹھہرو میں ابھی آیا۔

بنو نضیر۔ (آپس میں) ارے یہ کیا ہوا؟

سلام بن مشکم۔ مجھے پہلے ہی یہ اندیشہ تھا اور میں جانتا تھا کہ تمہاری یہ حرکت جنگ کا شاخسانہ بن سکتی ہے اور محمدؐ کو قبل از وقت علم ہو جائے گا۔

کنانہ۔ تم سچ کہتے ہو، واقعی اسے آسمانی علم نے بچا لیا۔

صحابہؓ کرام۔ ابھی تک رسولؐ اللہ تشریف نہیں لائے۔

علیؓ۔ معلوم ہوتا ہے [illegible] گئے ہیں۔

عمرؓ۔ لیکن اب تو خاصی دیر ہو گئی چلو دیکھیں، کہاں ہیں وہ؟

(صحابۂ کرامؓ تلاش میں مسجد نبویؐ تک جاتے ہیں۔)

محمدؐ۔ (مسجد میں تشریف فرما ہیں۔)

صحابۂ کرام۔ یا رسول اللہؐ! آپ یہاں رونق افروز ہیں اور ہم وہاں آپ کی واپسی کا انتظار کرتے رہے!

محمدؐ۔ تمہیں نہیں معلوم، یہود نے میرے قتل کی سازش کی تھی اور ان کا ایک آدمی دیوار پر چڑھ کر پتھر پھینکنے ہی کو تھا کہ خدا نے مجھے خبر دے دی اور میں بچ گیا۔

صحابۂ کرام۔ (حیران ہیں) خیر، اللہ کا شکر ہے اس نے آپ کو بچا لیا۔

محمدؐ۔ محمد بن مسلمہ کہاں ہے؟ اسے بلاؤ۔

ابن مسلمہ۔ ارشاد یا رسول اللہؐ!

محمدؐ۔ یہود (بنو نضیر) سے جا کر کہو کہ تم لوگ فوراً میرے علاقے سے نکل جاؤ۔ مجھے تمہاری عہد شکنی کا علم ہو گیا۔ اس لیے اب اسی میں خیر ہے کہ تم لوگ سیدھی طرح کہیں اور جا کر آباد ہو جاؤ۔

ابن مسلمہؓ۔ بہتر ہے یا رسول اللہؐ!

(محمد بن مسلمہ رسول اللہ کا یہ حکم لے کر بنو نضیر کے پاس جاتے ہیں۔)

ابن مسلمہؓ۔ بنو نضیر! رسول اللہ کو تمہاری عہد شکنی اور غداری کا علم ہو گیا اور اب ان کا ارشاد ہے کہ تم لوگ فوراً اس سرزمین سے نکل جاؤ۔ اسی میں خیر ہے ورنہ . . . . .

بنو نضیر۔ ورنہ کیا؟ ہم خود جا کر ابوالقاسم (محمدؐ) سے بات کریں گے۔

"۔ (حضورؐ کی خدمت میں) ابوالقاسم! یہ تمہارے اس کا آدمی کیا کہنے گیا تھا؟

یہ تو ہمارے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ آپ ہمیں جلا وطنی کا بھی
حکم دے سکتے ہیں!

محمدؐ ۔ تغیرت القلوب ومحا الاسلام العھود ۔ دل بدل گئے اور
اسلام نے گزشتہ عہد کو محو کر دیا ۔

بنو نضیر ۔ ہمیں منظور ہے ۔

ابن اُبی ۔ (اپنی فطری شرانگیزی سے مجبور ہو کر) بنو نضیر! تم لوگ ہرگز
اس جلاوطنی پر تیار نہ ہونا ۔ اطمینان رکھو، میرے ساتھ عرب کی بھاری
طاقت موجود ہے اور اس کے ساتھ ساتھ میرے اپنے قومی فرزند
دو ہزار کی تعداد میں موجود ہیں، تم بے فکری سے رہو ۔

کعب بن اسد ۔ (ذات خبر ہو جاتی ہے) میری زندگی میں بنی قریظہ کا کوئی فرد
عہد شکنی نہیں کر سکتا ۔

سلام ۔ حی بن اخطب! میرا خیال ہے کہ محمدؐ کی بات مان لینی چاہیے، اسی میں
بہتری ہے ۔ اب اسے اور اس کے رفقاء کو ہماری سازش و
شرانگیزی کا علم ہو گیا ہے ۔ ہمارا یہاں ٹھہرنا بالکل مناسب نہیں ۔
کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی اس سے بھی بڑی آفت نازل ہو جائے ۔

حی بن اخطب ۔ اس سے بڑی آفت اور کیا ہو گی؟ (بے پروائی سے)
جاؤ، کہہ دو محمدؐ سے کہ ہم کبھی اپنا گھر بار نہیں چھوڑ سکتے ۔ جو تم سے بن پڑے
کر لو، ہم بھی دیکھ لیں گے ۔

(بنو نضیر کا پیغامبر رسول اللہ کو یہی جواب دیتا ہے ۔)

محمدؐ - اللہ اکبر -

صحابۂ کرام - اللہ اکبر! اللہ اکبر!

(نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے جا کر بنو نضیر کا محاصرہ کر لیتے ہیں)

جدی بن اخطب - ساتھیو! ابن ابی نے مدد کا وعدہ کیا تھا، جا کر اسے وعدہ یاد دلانا چاہیے - (خود ہی جاتا ہے) -

ابنِ اُبَی - (اپنے ساتھیوں میں بیٹھا ہے -)

جدی - ابن اُبی! تمہیں یاد ہو گا کہ تم نے محمدؐ کے مقابلے میں ہماری مدد کا وعدہ کیا تھا؟ سُن رہے ہو یہ ۔ ۔ ۔ ۔ ؟

صحابۂ کرام - (مسلح ہونے کا حکم دے رہے ہیں -)

عبداللہ ابن اُبی - (اندر آ کر مسلح ہوتا ہے پھر باہر چلا جاتا ہے)

جدی - (مایوس ہو کر اپنی قوم میں آتا ہے -) ساتھیو! یہ بھی محمدؐ کی ایک چال تھی - ابنِ ابی ہماری کوئی مدد نہیں کرے گا - اس کا بیٹا میری موجودگی میں اندر آیا اور مسلح ہو کر باہر چلا گیا -

بنو نضیر - محمدؐ کے محاصرے کو پندرہ دن گذر گئے ہیں، آخر کوئی تو فیصلہ کرنا ہی ہو گا!

سلام - صلح کر لو اور اس سے معاہدہ لے لو کہ وہ ہماری جانوں کا تحفظ کریگا اور ہم اسے اپنے اسلحہ و سرمایہ ضمانت میں دے دیں -

بنو نضیر (رسول اللہ کی خدمت میں) ابو القاسم! تم ہماری جاں بخشی کا وعدہ کرو اور ہمارے اسلحہ بھی بطور ضمانت رکھ لو مگر بار برداری کے

قابل سامان ہمیں ساتھ لے جانے دو تو ہم جانے پر تیار ہیں۔

محمدؐ۔ دبا و فار انداز میں گو تم لوگوں کی سابقہ عہد شکنی کے پیش نظر اب بھروسا کرنا مشکل ہے لیکن خیر یہ بھی سہی۔

بنو نضیر۔ دخوشی خوشی گاتے بجاتے دھوم مچاتے جاتے ہیں اور خیبر میں آباد ہو جاتے ہیں۔)

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۲۲۳ - ۲۲۷

(اضافۂ جدید - عطیہ)

پانچواں منظر

مدینہ ۔ مسجد نبویؐ میں رسولؐ اللہ، صحابہ کرامؓ کے ساتھ
تشریف فرما ہیں ۔

صحابہ کرامؓ ۔ یا رسولؐ اللہ! یہود کی فطری شر پسندی اور فتنہ پردازی کی شکل
ہی ہے جو انہیں چین سے بیٹھنے دے ؟

محمدؐ ۔ ہاں مجھے بھی ان سے کوئی اچھی امید نہیں ۔ ان کی خباثت و بد طینتی کی
سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت بھیجی ہے ۔

مخبر ۔ کیا میں اندر آسکتا ہوں ؟

عمرؓ ۔ یا رسولؐ اللہ! ہمارا مخبر شرفِ باریابی حاصل کرنا چاہتا ہے ۔

محمدؐ ۔ آنے دو اسے ۔

مخبر ۔ یا رسولؐ اللہ! معلوم ہوا ہے کہ بنو نضیر خیبر جا کر بھی اپنی شرارتوں
سے باز نہیں آتے ۔

علیؓ ۔ کیا کسی تازہ سازش کا انکشاف ہوا ہے ؟

مخبر ۔ جی ہاں، بنو نضیر نے اپنی متفقہ سازش سے تمام جنگجو قبائل کو بلا امتیاز
مذہب آپ کے خلاف جنگ پر آمادہ کر لیا ہے ۔ ان کے بیس سربر
آوردہ اشخاص مکہ اور اطرافِ نجد و حجاز میں گشت کر کے لوگوں کو آپ
کے خلاف بھڑکا رہے ہیں ۔

یہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اب تک ان لوگوں نے دس ہزار کا خونخوار لشکر تیار کر لیا ہے اور جلد از جلد مدینہ پر حملہ آوری کا ارادہ رکھتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ۔ یہود کے سردار کون کون ہیں؟

مخبر۔ حی بن اخطب۔ کنانہ بن الربیع بن الحقیقؓ، ہوذہ بن قیس الوائلی، ابو عمار الوائلی یہ سب مل کر اپنے حلقۂ اثر و اقتدار میں بغاوت و انتقام کی آگ بھڑکا رہے ہیں۔

ابو بکرؓ۔ قریش بھی شامل ہیں؟

مخبر۔ ہاں، قریش ہی نے سب سے پہلے ان کی حمایت و مدد کا وعدہ کیا اور انھیں یقین دلایا کہ جب تک تم محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کا پوری طرح استیصال کر کے اپنی فتح کے جھنڈے نہ گاڑ دو، ہم تمھارا ساتھ دیں گے۔ ساتھ ہی یہ کہ کر اور ان کی حوصلہ افزائی کی کہ

"یہودیو! تم دنیا میں سب سے پہلے اہل کتاب ہو اور تمھیں بخوبی علم ہے کہ ہم کس معاملے میں محمدؐ سے شدید اختلاف رکھتے ہیں۔ اب تمھیں بتاؤ کہ ہمارا دین بہتر ہے یا محمدؐ کا؟ ہم فیصلہ تم پر چھوڑ کر مطمئن ہو سکتے ہیں۔"

لہ طبری نے یہاں ابن ابی الحقیق کا بھی نام لیا ہے حالانکہ ۳ھ میں اس کے قتل کا واقعہ گزر چکا ہے۔ (عطیہ)

یہودیوں نے جواب دیا " تمہارا دین برحق ہے "

محمدؐ - (وحیٔ الٰہی) الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتٰب یؤمنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا ھٰؤلاء اھدیٰ من الذین اٰمنوا سبیلًا اولٰئک لعنھم اللہ ومن یلعن اللہ فلن تجد لہٗ نصیراً - (القرآن)

ابوبکرؓ - ہاں، واللہ خدا نے ان پر لعنت بھیجی ہے -

عمرؓ - تو کیا اب وہ جنگ کے لیے بالکل آمادہ اور مستعد ہیں ؟

مخبر - یہود قریش کی ان باتوں سے بہت خوش ہوئے اور قریش نے اپنے ناپاک مقاصد کی تکمیل کے لیے غطفان وغیرہ کو بھی تیار کر لیا ہے -

ابوبکرؓ - اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے ہر قبیلے کو اپنا ہم خیال بنا کر زبردست لشکر تیار کر لیا ہے اور غالباً ایسا لشکر دنیائے عرب نے کبھی نہ دیکھا ہو گا - اور یہ ایسا خونچکاں نظارہ ہو گا کہ چشم فلک بھی اس پر اشک بار ہو جائے گی -

عمرؓ - کیا ہم دنیائے عرب کی متحدہ افواج سے مقابلہ کر سکیں گے ؟

محمدؐ - ہاں، اس وقت تو سارا عرب گویا ایک ہی کمان سے تیر اندازی کرے گا -

عمرؓ - یا رسول اللہ ! آپ کی کیا رائے ہے ؟

محمدؐ - دوستو ! مجھے مشورہ دو -

سلمان فارسیؓ - (آگے بڑھ کر باادب) یا رسول اللہ ! میری ایک رائے ہے -

محمدؐ۔ کہو سلمانؓ!

سلمانؓ۔ ہم مدینہ کے آس پاس خندقیں کھود لیں۔

محمدؐ۔ خندق؟

سلمانؓ۔ جی ہاں، یا رسولؐ اللہ! ہم ایرانی یہی کرتے ہیں کہ اگر دشمن کثیر تعداد میں حملہ آور ہونا چاہے اور ہمارے لیے ان کا مقابلہ دشوار ہو جائے تو ہم خندقوں میں اپنی جانوں کا تحفظ اور دشمن سے مقابلے کا سامان کر لیتے ہیں۔

محمدؐ۔ (تھوڑی دیر غور فرما کر) تجویز تو اچھی معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ بہت خوب

صحابہؓ۔ تو پھر حکم دیجیے۔

محمدؐ۔ ہاں، تم لوگ اٹھو اور خندقیں کھودنا شروع کر دو۔

صحابہؓ۔ اسی وقت؟

محمدؐ۔ ہاں ابھی، میں بھی تمہارے ساتھ کام کروں گا۔

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۲۲۳-۲۲۴

چھٹا منظر

خندق کی کھدائی کا کام ختم ہو چکا البتہ ایک چٹان رہ گئی ہے
جسے توڑنے میں سب اپنی اپنی امکانی کوشش و تدبیر کر رہے ہیں۔

ابوبکرؓ۔ اب خندق تو تقریباً کھد گئی ہے۔
عمرؓ۔ ہاں، لیکن ایک حصہ ابھی باقی ہے۔
سلمانؓ (عاجز ہو کر) ہمارے ماں باپ آپ پر قربان، یا رسول اللہ!
ملاحظہ تو فرمائیے، یہ سفید چٹان کیونکر نمودار ہو گئی؟ ہمارے لوہے
کے اوزار بھی بیکار ثابت ہو رہے ہیں، کوئی ضرب کارگر نہیں ہوتی،
بتائیے، ہم کیا کریں؟ بڑی مشکل درپیش ہے۔
محمدؐ۔ (سلمانؓ کے ساتھ اندر اترتے ہوئے) لاؤ سلمانؓ! کدال مجھے دو۔
صحابہؓ۔ آؤ، ہم ایک طرف کھڑے ہو جائیں۔
محمدؐ۔ (گینتی اٹھا کر چٹان پر مارتے ہوئے) بسم اللہ۔
(مسلسل تین کاری ضربیں لگاتے ہیں اور ہر ضرب سے ایک ایسی
روشنی نکلتی ہے جس سے تاریکی جگمگا اٹھتی ہے۔

صحابہؓ۔ پہلی ضرب سے چٹان چٹخ گئی تھی۔
سلمانؓ۔ اور دوسری سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔
محمدؐ۔ اور یہ تیسری ضرب سے ریزہ ریزہ ہو گئی۔ اللہ اکبر۔

سلمانؓ۔ (دستِ مبارک سے گینتی لیتے ہوئے) لائیے، اب اس کا کام نہیں رہا۔ لیکن ایک بات عرض کروں؟

محمدؐ - کہو، کیا ہے؟

سلمانؓ۔ فداک ابی وامی یا رسول اللہ! ابھی جب آپ نے چٹان پر تین ضربیں لگائی تھیں تو میں نے ایک ایسی چیز دیکھی جو زندگی بھر نہ دیکھی تھی

محمدؐ - (صحابہؓ سے) سلمانؓ جس چیز کا نام لے رہا ہے کیا تم سب نے بھی دیکھی تھی

صحابہؓ - ہمارے ماں باپ آپ پر قربان یا رسولؐ اللہ! ہم سب نے دیکھا تھا کہ آپ کی پہلی ہی ضرب سے ایک برقی لہر سی اٹھی تھی پھر آپ نے نعرہ تکبیر بلند کیا تو ہم سب نے بھی اللہ اکبر کہا۔ اس کے بعد ہر ضرب پر یہی نظر آیا جو یہ عرض کر رہے ہیں۔

محمدؐ - تم سچ کہتے ہو، دراصل پہلی ضرب سے جو روشنی تمہیں نظر آئی تھی وہ میرے لیے ملک حیرہ کے محل اور مدائن کسریٰ کی بشارت تھی جبرئیلؑ نے مجھے بتایا کہ میری امّت ان حدود میں فاتحانہ داخل ہوگی دوسری ضرب سے میری آنکھوں کے سامنے روم کے سرخ محل آگئے تھے۔ جبرئیلؑ نے بشارت دی کہ اسلامی حکومت یہاں بھی قائم ہوگی تیسری ضرب سے اللہ نے یمن کی کنجیاں میرے حوالے کر دیں جس کی روشنی میں میں نے ابھی صنعاء کا دروازہ دیکھا تھا۔

ساتھیو! بشارت ہو تمہیں، خوش ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد مدد کرنے والا ہے۔

صحابہ کرامؓ۔ اللہ کا شکر ہے احسان ہے اور تمام تعریفیں اسی کو زیبا

ہیں اور اس کا مشفقانہ وعدہ ہمیشہ سچا ہُوا کرتا ہے۔

(ایک نوعمر لڑکی ادھر سے گزرتی ہے)

محمدؐ۔ بچی! ادھر آ، تیرے پاس کیا ہے؟

لڑکی۔ (دامن میں پڑی ہوئی کھجوریں دکھا کر) میری ماں نے میرے باپ اور ماموں کے لیے یہ کھجوریں بھیجی ہیں۔

محمدؐ۔ لاؤ، مجھے دے دو۔

لڑکی۔ (سب کھجوریں دستِ مبارک میں رکھتے ہوئے) یہ تو آپ کی مٹھی بھر بھی نہیں ہیں۔

محمدؐ۔ ایک کپڑا بچھا دو۔

بلالؓ۔ (زمین پر کپڑا بچھاتے ہیں۔)

محمدؐ۔ (کھجوریں پھیلا کر) بلالؓ! جاؤ خندق والوں سے کہو، آؤ، کھا لو۔

بلالؓ۔ یہ تو سارے کپڑے پر پھیل گئیں۔

لڑکی۔ (حیران کھڑی دیکھتی رہتی ہے۔ پھر چلی جاتی ہے۔)

محمدؐ۔ ہمارے مجاہدین کی تعداد کیا ہو گی؟

صحابۂ کرام۔ (کھجوریں کھاتے جا رہے ہیں۔) یا رسولؐ اللہ! ہم سب کل تین ہزار ہیں۔ ہمارے اور دشمن کے درمیان خندق کا فاصلہ ہے اور پس پشت کوہ سلع آ جاتا ہے۔

علیؓ۔ ان کا لشکر دیکھا ہے؟ عقب خدا کا تمام مخالف طاقتیں یکجا ہو گئی ہیں — قریش، بنو کنانہ، اور اہلِ تہامہ ابوسفیان کی زیرِ کمان، بنی فزارہ عقبہ بن حصین کی قیادت میں، بنی مرہ، حارث بن عوف کے زیرِ

[illegible]

ساتواں منظر

"رات کی تاریکی میں قریش دس ہزار حبشی جانبازوں اور مختلف متحدہ قبائل کے فوجیوں کے ساتھ آکر پڑاؤ ڈال دیتے ہیں۔ اس وقت مجاہدین اور کفار کے درمیان خندق ہی کا فاصلہ نظر آرہا ہے۔"

حی بن اخطب۔ فوجیو! تم یہاں قیام کرو، میں ابھی آتا ہوں۔ ذرا مجھے کعب ابن اسد سے ایک ضروری کام ہے۔

یہودی۔ کعب ابن اسد وہ تو سرے سے جنگ ہی کے خلاف ہے! بنو قریظہ کی طرف سے معاہدہ کر بیٹھا ہے یعنی بنی قریظہ محمدؐ کے حلیف ہیں، بھلا اس سے کیا کام بن سکتا ہے؟

کعب۔ (اسے علم ہے کہ حی کس غرض سے آیا ہے اسی لیے قلعہ بند ہو جاتا ہے)

حی۔ کعب! دروازہ کھولو۔

کعب۔ کون حی؟ تم نہایت بدخصلت اور کمینے آدمی ہو۔

حی۔ دروازہ تو کھولو۔

کعب۔ جانتا ہوں، تم کس مقصد سے آتے ہو لیکن میں محمدؐ سے معاہدہ کر چکا ہوں اور عہد شکنی نہیں کر سکتا۔ آج تک محمدؐ نے مجھ سے

کوئی برائی نہیں کی۔ میں اس کی صداقت و وفاداری کا قائل ہوں۔

حی۔ (جھنجلا کر) ارے بدبخت! تجھے خدا سمجھے، دروازہ تو کھول، پھر بات کرنا۔

کعب۔ ہرگز نہیں کھولوں گا۔

حی۔ مجھے معلوم ہے تم دروازہ کیوں نہیں کھول رہے ہو۔ یقین کرو میں تمہارے دسترخوان پر شریک طعام نہیں ہونا چاہتا نہ تمہاری روٹیوں کا محتاج ہوں،

کعب۔ (عاجز آکر) تیرا تو دماغ چل گیا ہے لے، آجا اندر، کیا کام ہے؛

حی۔ (اندر آکر) میں تو اقبال مندی کو تمہارے قدموں میں ڈالنے لایا ہوں، یہ دیکھو قریش کی فوج بحر بیکراں کی طرح پھیلی ہوئی ہے۔ ہر قبیلے کے سربر آوردہ افراد ہمارے ساتھ ہیں اور ان سب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ محمدؐ کے استیصال کے لیے آخری وقت تک میرا ساتھ دیں گے۔ میں ان سے معاہدہ کر چکا ہوں۔ ہم سب نے چاروں طرف سے محمدؐ کو گھیر لیا ہے۔

کعب۔ واللہ تو تو زمانے بھر کی خرابی بلکہ رسوائی دہر کا سامان لے کر آیا ہے اور مجھے پیچ دار باتوں میں لانا چاہتا ہے۔ جانتا ہوں یہ گرجتے ہیں برستے نہیں۔ تیری یہ باتیں گھن گرج کے سوا کچھ نہیں۔ میں کہتا ہوں، تجھے خدا سمجھے، تو مجھے میرے حال پہ چھوڑ دے۔ میں جانوں اور محمدؐ جانے۔ میں خواہ مخواہ بے بنیاد بات پر کیسے نقض عہد کا وبال اپنے سر لوں

حی۔ تم تو اُلٹی باتیں کرتے ہو۔۔۔ ابھی تک نہیں سمجھے کہ میں چاہتا کیا ہوں؟

کعب۔ آخر بتاؤ، کیا مطلب ہے تمھارا؟

حی۔ بس ایک معاہدہ کرلو جس پر تم مرتے دم تک قائم رہوگے۔

کعب۔ (غور سے متوجہ ہوکر) کیا؟ کیسا معاہدہ؟

حی۔ (رازدارانہ لہجے میں) "اگر قریش غطفان حسبِ وعدہ کسی وجہ سے میرا ساتھ نہ دے سکیں اور جنگ کا پانسا پلٹ جائے تو تم میرا ساتھ دیتے ہوئے مجھے اس قلعے میں پناہ دے دوگے۔

کعب۔ (سوچ کر) یہ بھی محمدؐ کے خلاف تمھاری مدد کے مترادف ہوگا۔ تو پھر کیوں نہ سرے سے عہد ہی توڑ دوں؟

حی۔ (نمایاں طور پہ خوش ہو کر حیرت سے) تم محمدؐ سے عہد شکنی پہ تیار ہو؟

کعب۔ ہاں، اب عہد شکنی بھی ایسی کروں گا جیسے اس کے اور ہمارے درمیان کوئی معاہدہ کبھی ہوا ہی نہ تھا۔

(بنی قریظہ جو مسلمانوں کے حلیف تھے ان سے بھی معاہدہ ختم ہو جاتا ہے اور اس طرح بنو نضیر، بنو قریظہ، قریش، غطفان سب مل کر ایک اجتماعی طاقت بن جاتے ہیں)

(تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۲۳۵-۲۳۷)

(اضافۂ جدید۔ عطیہ)

آٹھواں منظر

"مسلمان خندق کے پاس ـــ دشمن نے سامنے پڑاؤ ڈال کر
اپنے کارندے خندق کے آس پاس بھیج دیتے ہیں کہ باقاعدہ
مقابلے سے قبل جو ہاتھ آجاتے اسے ختم کر دیں"ـــ "دو منافق
معتب بن قشیر اور اوس بن قیظی آپس میں باتیں کر رہے ہیں"

اوس بن قیظی۔ (مسلمانوں سے) دعا کرو، اللہ ہم پر سے یہ حصار اٹھالے،
دشمن نے ہمیں بُری طرح گھیر لیا ہے۔

معتب۔ (دشمن کی طرف دیکھتے ہوئے) اف! ان کی فوج تو دیکھو، ایک
بحر بیکراں معلوم ہوتی ہے۔

اوس۔ ہاں، اگر خندق نہ ہوتی تو یہ ہمیں اپنی فوج کے اس بحر ناپیدا کنار میں
غرق کر لیتے۔

معتب۔ لیکن اب اس خندق نے ان کا راستہ روک لیا ہے۔

اوس۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی چند قریشی نوجوان ادھر آئے تھے اور یہ کہتے ہوئے
چلے گئے کہ واللہ ان ھذہ لمکیدۃ ما کانت العرب تکیدھا یہ واللہ
یہ تو وہ چال ہے جو عرب نے کبھی نہ چلی ہوگی نہ وہ اس سے واقف ہیں۔

معتب۔ ہاں، یہ ایران کی جنگی چال ہے لیکن اس کے باوجود وہ لوگ یہاں سے
ٹلنے کا نام نہیں لیتے اور مسلسل بیس بائیس دن سے ہمارے آس پاس

حصار ڈالے پڑے ہیں۔ تمھارا خیال ٹھیک ہے کہ جونہی انھیں ہمارا
کوئی آدمی نظر آئے گا وہ فوراً اسے تیر کا نشانہ بنا لیں گے۔

اوس۔ (اٹھ کر جاتے ہوئے) خدا ان کے نشانے خطا کرے!

معتب۔ تم کہاں چلے؟

اوس۔ ابھی آتا ہوں ذرا . . . . دیر کے لیے۔

معتب۔ کیا رفع حاجت کے لیے؟ نہیں، ابھی نہ جاؤ، یہ جگہ مخدوش ہے
تم سے پہلے جو بھی گیا، اسے ان لوگوں نے نشانہ بنا لیا پھر بھی تم جانے
پر آمادہ ہو؟

اوس (جھنجلا کر) آخر ہم کریں کیا؟ دشمن چاروں طرف منڈلا رہا ہے اور اب تو
اوپر نیچے (زبلی دوز) حملے بھی کر سکتا ہے اور ہم جنبش بھی نہیں کر سکتے۔

معتب۔ ٹھیک ہے۔

اوس۔ (نبی کریمؐ کی طرف دیکھتے ہوئے) دیکھو تو معتب! یہ رسول اللہ سر
جھکائے ہوئے کس فکر میں غرق ہیں؟

معتب۔ غالباً یہی سوچ رہے ہونگے کہ اب بڑی کٹھن گھڑیاں ہیں۔

اوس۔ معلوم ہوتا ہے کوئی اہم بات ہے۔ جبھی ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی بڑی راز
گفتگو میں مصروف ہیں۔

معتب۔ (اٹھتے ہوئے) ٹھہرو۔ میں ابھی معلوم کر کے آتا ہوں۔
(عمرؓ اور ابوبکرؓ کے قریب جاتا ہے)

عمرؓ [illegible] زدہ ہیں، یہی تو انتظار! . . . . وہ تو رسول اللہ

معاہدہ کر چکے تھے۔

ابوبکرؓ۔ (متفکر ہیں) ہاں، ہمارے حلیف تھے مگر اب معاہدہ شکنی کر بیٹھے بد نصیب!

محمدؐ۔ (باوقار انداز میں سر اٹھاتے ہوئے) سعدؓ ۔۔۔!

سعدؓ۔ (حاضر ہو کر) ارشاد یا رسولؐ اللہ!

محمدؐ۔ دیکھو، تم سعدؓ بن عبادہ، عبداللہ بن رواحہ اور خواتؓ کو ساتھ لے کر ابھی روانہ ہو جاؤ اور فوراً اس خبر کی تحقیق کرو کہ کہاں تک صحیح ہے۔ اگر واقعی یہ سچ ہے تو صرف مجھے ایسے مبہم اشارے سے بتانا کہ میں ہی سمجھ سکوں اور لوگوں میں منافرت نہ پھیلانا۔ اس کے برعکس اگر یہ محض افواہ ثابت ہو تو عام اعلان کر سکتے ہو۔

سعدؓ۔ (با ادب) بہتر ہے یا رسولؐ اللہ! (تینوں کو لے کر روانہ ہو جاتے ہیں)

اوس۔ (معتب کے پاس آ کر سرگوشی میں) سنا معتب! اب تو بس خدا ہی حافظ ہے۔

معتب۔ (گھبرا کر) کیوں خیر تو ہے کیا ہوا؟

اوس۔ بنو قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا۔

معتب۔ (حیران ہو کر) وہ تو مسلمانوں کے حلیف تھے۔ بہر حال اگر تمہارا بیان صحیح ہے تو وہ بہت جلد ہمیں آ لیں گے۔

اوس۔ تو پھر اب ارادہ کیا ہے؟

معتب۔ کیا بتاؤں اوس! مجھے تو سب کی ہلاکت ہی نظر آ رہی ہے۔

اوس۔ اور وہ عدد جس کا محمدؐ نے ہم سے وعدہ کیا تھا؟

معتب - واللہ میں کچھ نہیں سمجھ سکتا کہ آخر یہ کیا معمّا ہے۔ ایک طرف تو محمدؐ نے ہمیں یہ سبز باغ دکھلائے کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے تمھارے قدموں میں آجائیں گے اور حال یہ ہے کہ ہمارا کوئی آدمی آزادی سے رفع حاجت بھی نہیں کر سکتا۔ واذ یقول المنافقون والذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللہ و رسولہ الا غروراً۔ (القرآن)

اوس - (نبی کریمؐ اور صحابہؓ پر نظر ڈال کر) دیکھنا اب پھر کوئی مشکل درپیش ہے۔

علیؓ - (آگے بڑھ کر) یارسولؐ اللہ! میں ابھی دیکھ کر آرہا ہوں، دشمن ایک تنگ راستے سے گھوڑے لے کر خندق میں پھاند پڑا ہے ـــــ (بیقرار ہو کر) یارسولؐ اللہ! مجھے اجازت دیجیے تو میں اس مقام پر جاکر ان سے مقابلہ کرلوں۔ میں تنہا نہیں، چند رفقاء کو بھی ساتھ لے جاؤں گا یارسولؐ اللہ!

محمدؐ - (سر جھکائے سوچ رہے ہیں)

ابوبکرؓ - یہ واقعہ ہے یارسولؐ اللہ! کہ وہ لوگ اِدھر بھی نازل ہو گئے اور میں نے واللہ ان کے قائد کی حیثیت سے شیرِ عرب عمرو بن ود کو دیکھا تھا۔

علیؓ - یارسولؐ اللہ! اجازت دیجیے۔ میں وہاں پہنچ کر، جہاں وہ خطرناک طریق سے گھوڑوں کو پھندا رہے ہیں، ان کے رُخ پھیر دوں۔

ابوبکرؓ - یارسولؐ اللہ! دیکھیے، وہ سر پہ آگئے۔

علیؓ - یارسولؐ اللہ! اجازت دیجیے۔

محمدؐ ۔ نہیں علیؓ! وہ عمرو بن ود ہے ۔
عمرؓ ۔ اس کی زرہ کس قدر شاندار اور مضبوط ہے !
عمرو بن ود ۔ (گھوڑے پر سوار فوجی لباس میں ملبوس آکر کھڑا ہو جاتا ہے)
ہے کوئی مقابلہ کرنے والا ؟
علیؓ ۔ یا رسول اللہ! میں جاؤں ؟
محمدؐ ۔ علیؓ! وہ عمرو بن ود ہے ، تم بیٹھے رہو ۔
عمرو بن ود ۔ (آگے بڑھ کر) مسلمانو! تمہاری وہ جنت کہاں ہے جس کے بارے میں تمہارا عقیدہ ہے کہ اگر مارے گئے تو جنت کو سدھارو گے ؟
کیوں نہ اس وقت تمہارے بہادر مجھ سے دو دو ہاتھ کر لیں ؟
علیؓ ۔ تم نے بدر کے بعد خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر کوئی قریشی تم سے دو باتیں کہے گا تو تم اس کی ایک بات مان لوگے ۔
عمرو بن ود ۔ ہاں ، یاد ہے پھر ؟
علیؓ ۔ میں قریشی ہوں اور تمہیں اللہ اور اس کے رسولؐ کے دین کی دعوت دیتا ہوں ۔ بولو ، کیا جواب ہے ؟
عمرو بن ود ۔ (حقارت سے ہاتھ ہلا کر) مجھے تمہارے اسلام کی ضرورت نہیں
علیؓ ۔ تو پھر آجاؤ میدان میں . . . .
عمرو بن ود ۔ (بلند آواز سے)

ولقد بححت من الندا ء بجمعکم ھل من مبارز
ووقفت اذ جبن المشجع موقف القرن المناجز

کیا کوئی میرا مقابلہ کر سکتا ہے؟ یہ کہتے کہتے میری آواز بیٹھ گئی اور میں
اس وقت ایسے مقام پہ ہوں جہاں مقابلہ کرنے والوں کو ابھارنے
والا بھی ہمت ہار جاتا ہے۔

علیؓ۔ یا رسولؐ اللہ! اب تو جانے دیجیے۔

محمدؐ۔ جاؤ، خدا تمہارا حامی و ناصر ہو!

علیؓ۔ (عزم و مسرّت سے آنکھیں دمک رہی ہیں اور جلد جلد مختصر سا فوجی
لباس زیب تن کرتے ہیں۔ چمڑے کی ڈھال بھی گلے میں پڑی ہے
تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے)

لا تعجلن فقد اتاك مجيب صوتك غير عاجز

انی لارجوا ان اقيم عليك نائحة الجنائز

و عجلت نہ کر، اب وہ آپہنچا جو تیری ٹکر کا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آج
میں تیرے جنازے پر نوحہ کرنے والیوں کی ایک بھیڑ لگا دوں گا۔

عمرو بن ود (غضبناک ہوکر گرجدار آواز میں) کون ہے تو؟

علیؓ۔ علیؓ بن ابی طالب۔

عمرو بن ود۔ (لہجہ بدل کر نرمی سے) میرے نادان بچے! اپنے بہادر چچاؤں
میں سے کسی کو بھیج۔ تیرا باپ تو میرا جگری دوست تھا۔ میرا ہاتھ تجھ
پر نہیں اٹھے گا نہ میں تیرا خون بہانا پسند کروں گا۔

علیؓ۔ لیکن مجھے تو تمہارے خون میں ہاتھ رنگنا ناگوار نہیں گزرے گا۔ یہاں
ذاتیات کو دخل نہیں، خدا کے دین کا معاملہ ہے۔

ابن ود۔ (طیش میں آکر مقابلے میں گھوڑا لاتے ہوئے) تو پھر آجاؤ میدان میں۔

علیؓ۔ مقابلہ کیونکر کروں؟ تم تو گھوڑے پر سوار ہو، اتر کر آجاؤ!

ابن ود۔ (گھوڑے سے اتر کر علیؓ پر بھرپور وار کرتا ہے۔) تو پھر لے، دیکھ نادان!

علیؓ۔ (اس کا وار چمڑے کی ڈھال پر روک کر اپنی تلوار سے اس کے شانے پر پوری طاقت سے وار کرتے ہیں۔) لے، اللہ کے دشمن!

ابن ودّ۔ (اسی لمحہ ہلاک ہو کر گر جاتا ہے۔)

صحابہ کرام۔ اللہ اکبر۔

ابوبکرؓ۔ (خوش ہو کر) یا رسولؐ اللہ! بھتیجے علیؓ نے تو واقعی ابن ود جیسے شیر کو مار گرایا۔

لا سیف الا ذوالفقار ولا فتیٰ الا علیؓ

عمرؓ۔ دیکھنا علیؓ خود بھی نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے آ رہے ہیں اور ان کا چہرہ فرطِ مسرّت سے کھلا جا رہا ہے۔

علیؓ۔ (مسکراتے ہوئے) یا رسولؐ اللہ! ملاحظہ فرمایا آپ نے؟ میں نے اس شیرِ عرب کو ایک ہی وار میں مار گرایا۔ اس کے تمام شتر سوار خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے اور باقی افراد بدحواس ہو کر خندق کی نذر ہو گئے۔

محمدؐ۔ (مسکرا کر) تم نے اس کی زرہ کیوں نہ چھین لی۔ اس میں شک نہیں کہ عرب بھر میں اس سے اچھی زرہ کسی کے پاس نہ ہو گی۔

علیؓ۔ (محجوب ہو کر) یا رسول اللہ! میں تو اتار لیتا لیکن جب میں نے اس پر وا
کیا تو اس نے ایسی حیا سوز حرکت کی کہ مجھے شرم آگئی۔
ابوبکرؓ۔ (ایک جانب دیکھ کر) لو وہ سعدؓ بن معاذ واپس آرہے ہیں۔
سعدؓ بن معاذ۔ (قریب آکر رازدارانہ لہجے میں) عضل وقارہ ۔ ۔ ۔ ۔
عمرؓ۔ (آہستہ سے) عضل وقارہ؟ آخر اس کا مطلب کیا ہے؟
ابوبکرؓ۔ (اسی لہجے میں) مطلب یہ ہے کہ بنو قریظہ نے بھی ہمارے ساتھ
ایسی ہی غداری کی ہے جس کا مظاہرہ عضل وقارہ والوں نے مقا
رجیع کے قریب کیا تھا۔
عمرؓ۔ یعنی شہید اسلام خبیب مرحوم اور ان کے ساتھیوں والا حادثہ
ابوبکرؓ۔ ہاں۔
عمرؓ۔ اب کیا کیا جائے؟
ابوبکرؓ۔ تم سمجھے نہیں شاید۔ رسول اللہ نے سعدؓ کو جاتے وقت نصیحت فرما
تھی کہ اگر معاملہ گڑبڑ ہو تو مجھے مبہم الفاظ سے اشارہ کر کے بتا دینا
چنانچہ سعدؓ نے صرف عضل وقارہ سے مطلب واضح کر دیا۔
عمرؓ۔ ہاں یاد آیا، یہی بات ہوئی تھی۔
ابوبکرؓ۔ (نبی کریم کی جانب دیکھتے ہوئے) عمرؓ! خاموش رہو
محمدؐ۔ (باوقار انداز میں سر اٹھاتے ہوئے) اللہ اکبر ۔ مبارک ہو اسلا
کے مایۂ ناز فرزندو! مبارک ہو۔ خوش خبری سنو۔
صحابۂ کرام۔ (حضورؐ کے آس پاس نظر ڈالتے ہیں گویا خوش خبری کی وجہ در

کر رہے ہیں۔)

محمدؐ۔ (کچھ سوچ کر) سعدؓ! قریب آؤ۔ مجھے تم سے مشورہ لینا ہے۔ میری رائے ہے کہ ہم بنی غطفان کو مدینہ کے ایک تہائی پھل دے کر آمادہ کرلیں کہ وہ اپنے آدمیوں اور ہمارے مخالفین کو لے کر لوٹ جائیں۔

سعدؓ۔ یارسول اللہ! آپ ہماری بہتری پیش نظر رکھتے ہوئے خود ہی یہ تدبیر فرمارہے ہیں یا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے جس کی تعمیل کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہوگا؟

محمدؐ۔ نہیں سعدؓ! یہ حکم خداوندی نہیں بلکہ میں خود ہی تمہاری خیرخواہی کے پیش نظر یہ رائے دے رہا ہوں اور وہ اللہ میں یہ اس لیے کروں گا کہ میں دیکھ رہا ہوں دشمن نے تمہیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اور تمہارے لیے عرصۂ حیات تنگ کردیا۔ میں یہ حقیقت بھی نظرانداز نہیں کرسکتا کہ وہ سب متحد و متفق ہوکر ایک ہی کمان سے تیراندازی کرنا چاہتے ہیں۔ بس اسی خیال سے میں نے چاہا کہ تمہاری راہ سے یہ کانٹا نکال پھینکوں۔

سعدؓ۔ یارسول اللہ! گزارش یہ ہے کہ آخر ہم اور وہ ایک ہی تو تھے۔ ہمارے دامن بھی انھیں کی طرح کفروشرک سے آلودہ تھے۔ نہ ہم خدا کی عبادت کرتے تھے اور نہ اسے پہچانتے تھے۔

——— مدینہ کے درختوں سے وہ کھجوریں مہمانوں کی طرح آکر کھاتے تھے یا خرید کر ——— اور اب کہ خدا نے ہمیں ان پر فضیلت دی

اور اسلام کی دولت سے مالا مال فرمایا۔ ہمیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت دی اور آپ جیسی مقدس ہستی سے عزت و شرف بخشا ہے تو ہم اُنھیں اپنی ساری دولت دے دیں؟ واللہ! ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ ہمارے پاس ان کے لیے تلواریں ہیں اور بس ورنہ خدا خود ہی ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا۔

عمرؓ۔ یارسول اللہ! غطفان کا قاصد شرفِ باریابی حاصل کرنا چاہتا ہے۔

محمدؐ۔ (اسے یہاں بھیج دو۔

نعیم بن مسعود۔ (اندر آکر) السلام علیک یارسول اللہ! میں اسلام لا چکا ہوں لیکن ابھی میری قوم کو خبر نہیں اور نہ میں مصلحتاً انھیں آگاہ کرنا پسند کرتا ہوں اس لیے آپ جو بھی خدمت میرے سپرد فرمائیں، میں حاضر ہوں۔

محمدؐ۔ بہتر ہے۔ دیکھو، تم ہمارے پاس ان کے حالات کی صحیح خبر رکھنے والے ایک ہی شخص ہو اس لیے اگر ممکن ہو تو یہ کرو کہ بظاہر مصلحتاً ان سے ملے رہو اور ہم سے الگ ہو جاؤ تاکہ انھیں شبہ بھی نہ ہو سکے اور ہم ان کی اندرونی خفیہ سازشوں کا بآسانی علم حاصل کریں۔

نعیم۔ حضور! میں یہ بھی کر چکا ہوں۔

محمدؐ۔ (مستفسرانہ لہجے میں) کیا کیا تم نے؟

نعیم۔ یارسول اللہ! دراصل میں ان کا ندیم رہ چکا ہوں۔ ایک روز ان کے پاس جا کر کہا ”بنو قریظہ! تم جانتے ہو کہ میں تم لوگوں سے کس درجہ اپنا محبت رکھتا ہوں“ وہ کہنے لگے ”واقعی تم ہمیں بہت چاہتے ہو

اور ہمیں تمھارے خلوص پر پورا اعتماد ہے۔" پھر میں نے اطمینان سے کہنا شروع کیا کہ لاریب قریش و غطفان کبھی تمھاری برابری نہیں کر سکتے۔ یہ شہر تمھارا اپنا وطن ہے۔ اس میں تمھارا مال و متاع محفوظ ہے، تمھاری مائیں بہنیں عزت سے رہتی ہیں اور تمھارے سایۂ عاطفت میں تمھارے جگر گوشے پروان چڑھتے ہیں۔ پھر بھلا تم اسے کسی دوسرے کی ملکیت میں کیونکر دے سکتے ہو اور کس طرح کہیں اور منتقل ہونا گوارا کر سکو گے؟

دریان جاری ہے۔) تمھیں اچھی طرح علم ہے کہ قریش و غطفان نے محمدؐ کے مقابلے کے لیے تیاریاں مکمل کر لی ہیں اور چڑھائی کی غرض سے یہاں آ بھی گئے ہیں۔ اس کے برعکس تم محمدؐ کے حلیف ہو اس لیے مدینہ تمھارا ہے اور یہاں قریش کی عورتیں، بچے اور دولت سب غیر ملکی حیثیت رکھتے ہیں اگر انھیں ذرا بھی موقع مل گیا تو وہ تمھیں زیر کر لیں گے۔ بصورت دیگر خود ہی شکست خوردہ ہو کر واپس چلے جائیں گے لیکن تم نے ان کا ساتھ دیا تو وہ تمھیں مقابلے کے لیے تنہا چھوڑ جائیں گے اور اس صورت میں تنہا تم محمدؐ سے مقابلے کی تاب نہیں رکھتے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ ہزیمت ہی ہوگا۔ تمھاری رہی سہی عزت بھی خاک میں مل جائے گی۔ یہ سن کر بنو قریظہ نے پوچھا کہ پھر نعیم! تمھیں بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ میں نے کہا دراصل مشکل در حل یہ ہے کہ سارا مدینہ محمدؐ کا طرفدار ہے اور اس صورت میں قریش

تمہیں دھوکا دے جائیں تو سمجھو، پھر تمہارے لیے ہلاکت ہی ہلاکت ہے اس لیے یہ کرو کہ قریش کے چند اشخاص ضمانت کے طور پر اپنے پاس رکھ لو تاکہ ان سے تم آخر وقت تک پامردی سے لڑ سکو۔"

یہ سُنکر وہ سب بولے" واقعی تم نے بڑا اچھا اور مخلصانہ مشورہ دیا۔ ہم تمہارے شکر گزار ہیں۔ پھر میں ان کے پاس سے اٹھ کر قریش کے پاس گیا اور ان سے بھی اسی قسم کی بات کی۔ اس وقت وہاں ابو سفیان وغیرہ سب موجود تھے۔ میں نے کہا" فرزندانِ قریش! تم جانتے ہو کہ میں تمہیں کس قدر چاہتا اور عزیز رکھتا ہوں اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ محمدؐ سے کس درجہ عاجز ہوں۔ مجھے ایک ایسی خطرناک سازش کا علم ہوا ہے کہ اس سے تمہیں آگاہ کرنا فرض سمجھتا ہوں۔" میں نے گفتگو کا آغاز یوں کیا کہ" یہود محمدؐ سے معاہدہ شکنی کے بعد اب پشیمان ہیں اور رخصت ملنے کے لیے محمدؐ کے پاس انھوں نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ ہم قریش اور غطفان کے چند معزز اشخاص بطور ضمانت لے کر تمہارے پاس بھیج دیں گے اور تم ان کی گردنیں مار دینا، پھر ہم تم سے دوبارہ پختہ معاہدہ کر کے قریش کا مقابلہ کریں گے۔ حتیٰ کہ ان کا استیصال ہو جائے گا، اس لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ اگر یہود تمہارے پاس یہ پیغام بھیجیں کہ اپنے معزز و ذمہ دار آدمی بطور ضمانت دے دو تو تم ہرگز نہ بھیجنا۔" ان پر اس کا بڑا اچھا اثر ہوا۔ پھر میں دل ہی دل میں خوش ہوتا ہوا وہاں سے اٹھ کر غطفان کے پاس گیا اور ان سے کہا" بنو غطفان! تم میرے رشتہ دار

ہو اور جانتے ہو کہ میں تم پر کس قدر جان دیتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آج تک تم نے مجھے کسی بھی جرم میں ماخوذ نہ کیا ہوگا اور تمھاری محبت تو میرے رگ و پے میں خون کے ساتھ گردش کرتی رہتی ہے۔" بنو غطفان نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔

میں نے ان سے بھی وہی کہا جو کچھ دیر قبل قریش سے کہہ آیا تھا اور انھیں بھی قریش کی طرح ڈرا دیا پھر . . . .

(اچانک تیز و تند آندھی چلتی ہے۔)

قدرؓ۔ نعیم! بتاؤ، پھر کیا ہوا؟

نعیمؓ۔ یہ آندھی کیسی ہے؟ بہر حال ہوتا کیا، جہاں تک میرے علم میں ہے وہ یہ کہ ابو سفیان اور غطفان کے چوٹی کے بہادر سرداروں نے بنو قریظہ کے پاس اپنے قاصد عکرمہ بن ابی جہل کو چند رفقاء کے ساتھ یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ "ہم قابلِ اطمینان حالت میں نہیں۔ ہماری قیام گاہ نہایت مخدوش ہے۔ ہمارے اونٹ گھوڑے سب ہلاک ہو گئے۔ اب تمھیں لڑائی کے لیے آگے بڑھو اور پیش قدمی کرو تاکہ ہم سب مل کر محمدؐ کا مقابلہ کریں اور ہمیشہ کے لیے اس سے نجات حاصل کر لیں۔"

یہود نے جواب دیا کہ "آج ہفتہ کا دن ہے اور ہم اس دن کوئی کام نہیں کرتے۔ ہمارے اسلاف نے اس کی خلاف ورزی کی تو انھیں اس جرم کی پاداش میں بندر بنا دیا گیا تھا۔ ساتھ ہی ہم محمدؐ سے اب اس وقت تک مقابلہ کرنے پر تیار نہ ہوں گے جب تک تم اپنے معزز اور

ذمہ دار آدمی بہ طور یرغمال ہمیں دے دو ـــــ جنھیں ہم اپنے پاس رکھ کر اعتماد کے ساتھ محمدؐ سے جنگ کر سکیں ورنہ ہمیں خطرہ یہ ہے کہ اگر لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا اور مقابلے میں تم ہمت ہار گئے، یا جنگ تم پر گراں گزری تو تم عین وقت پر ہمیں چھوڑ کر اپنے وطن کی راہ لوگے اور ہمیں محمدؐ سے مقابلے کے لیے تنہا چھوڑ جاؤ گے حالانکہ ہم اتنی طاقت نہیں رکھتے کہ بغیر تمہاری مدد کے جنگ کر سکیں۔"

ابوسفیان اور حاضرین نے جب یہ جواب سنا تو کہنے لگے، نعیمؓ سچ کہتا تھا اور بنو قریظہ کو کہلا بھیجا کہ "لات کی قسم ہمارے سردار تو بڑی چیز ہیں ہم تو تمھیں اپنا ایک بچہ بھی بطور ضمانت نہیں دیں گے۔ اگر تم جنگ کا فیصلہ ہی کر چکے ہو تو جاؤ، لڑو۔"

بنو قریظہ یہ سُن کر مان گئے کہ "نعیم نے بالکل ٹھیک کہا تھا۔ واقعی ان کی یہی سازش تھی کہ محمدؐ کے مقابلے کے لیے تنہا چھوڑ جائیں اور خود اپنے وطن جا کر چین سے بسر کریں۔ اب ہم قریش اور بنو غطفان سے مل کر محمدؐ کا مقابلہ نہیں کریں گے۔"

سعدؓ ـ تو گویا تم نے اس طرح ان دو بڑی طاقتوں میں پھوٹ ڈال دی؟

نعیمؓ ـ ہاں یہ میرا ہی سیاسی کارنامہ ہے۔

ابوبکرؓ ـ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ان دونوں جماعتوں کو ایک دوسری کا مددگار نہیں ہونے دیا۔

عمرؓ ـ ملاحظہ فرمایئے یا رسول اللہ! اس آندھی نے ان کی ہانڈیاں تک چولھوں

یہ اُتار پھینکیں اور ان کے برتن ہوا میں اڑ رہے ہیں . . . . دیکھیے تو! ان کی عمارتیں بھی متزلزل و منہدم ہوتی جارہی ہیں۔

محمدﷺ ۔ یہ اللہ کا لشکر ہے آندھی نہیں ، خدا کے حکم سے فرشتے ان کے خیموں کی طنابیں اکھاڑ پھینک رہے ہیں تاکہ وہ اس یورش سے مرعوب نہ خوفزدہ ہو کر لوٹ جائیں۔

صحابہ کرامؓ ۔ بجا ارشاد ہے یا رسول اللہ!

محمدﷺ ۔ حذیفہؓ بن الیمان! تم جا کر معلوم کرو کہ ان پر کیا گزر رہی ہے اور ان کا آئندہ ارادہ کیا ہے؟

(تعمیل ارشاد میں جاتے ہیں اور وہاں ایک کوفی نوجوان سے ملاقات ہوتی ہے)

نوجوان ۔ کیوں حذیفہؓ! تم نے تو رسول اللہ کو دیکھا ہوگا بلکہ ان کی رفاقت بھی نصیب ہوتی ہوگی؟

حذیفہؓ ۔ ہاں، کیوں نہیں؟

نوجوان ۔ تو پھر تم ان کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہو؟

حذیفہؓ ۔ ہم ان کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

نوجوان ۔ واللہ اگر میں انہیں دیکھ پاؤں اور ان کا قرب حاصل کر لوں تو انہیں زمین پر چلنے کی زحمت نہ دوں بلکہ اپنے شانوں پر لیے پھروں۔

حذیفہؓ ۔ (خاموشی سے لشکر کفار کا جائزہ لیتے ہیں اور ان کے عزائم معلوم کر کے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوتے ہیں۔)

محمدﷺ ۔ کہو حذیفہؓ! کیا خبر لائے؟

حذیفہؓ۔ یارسول اللہ مبارک ہو۔ قریش روانہ ہو رہے ہیں۔ ابوسفیان، جو ان کا قائد کمانڈر رہا ہے، ریت کے ٹیلے پر اونٹ لیے کھڑا ہوا اور اعلان روانگی کرتے ہوئے بولا:

ابوسفیان۔ فرزندان قریش! تم نہایت خطرناک مقام پر قیام پذیر ہو۔ تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے جانور اور سواریاں سب تباہ و برباد ہو گئے۔ بنی قریظہ نے ہم سے عہد شکنی کی اور ادھر یہ سرد آندھی بھی غضب ڈھا رہی ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ چولہوں پر ہنڈیاں نہیں ٹکتیں اور نہ اس آندھی و طوفان میں آگ جل سکتی ہے۔ تمام خیمے اکھڑ گئے، سر چھپانے کا ٹھکانا نہیں رہا اس لیے اب کوچ کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ میں بھی پابہ رکاب ہوں۔

حذیفہؓ۔ اس کے بعد وہ اونٹ کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہوئے چلنے کا اشارہ کرتا ہوا آگے بڑھ گیا تو سارا لشکر اس کے پیچھے ہو لیا۔

محمدؐ۔ (اطمینان کا سانس لیتے ہوئے) الحمدللہ، اس عظیم لشکر کو بغیر جنگ کیسے ہزیمت ہو گئی اور وہ خود بخود واپس چلے گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمیں ان سے نجات مل گئی۔ فصدق وعدہ واعز جندہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے لشکر کو عزت دی اور اپنے بندے (محمدؐ) کی مدد فرمائی اور تنہا ان متحدہ افواج کو شکست دے دی۔

صحابہ کرام۔ یارسول اللہ! اب ہم بھی خندق سے نکل کر ہتھیار رکھ دیں۔

محمدؐ - ہاں اب اپنے گھروں کا رخ کرنا چاہیے۔

جبریل - (ظہر کے وقت اچانک نمودار ہوتے ہیں۔ اس وقت وہ فوجی لباس زیب تن کیے اپنی خاص سواری پر ہیں) کیا ہتھیار رکھ دیے ---- اے محمدؐ؟

محمدؐ - (سر اٹھا کر نظر ڈالتے ہوئے) ہاں جبریلؑ! کیوں؟

جبریل - لیکن ابھی فرشتوں نے تو ہتھیار نہیں رکھے، محمدؐ! اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم بنی قریظہ کے پاس جاؤ، خود میں بھی ..... ان کے مضبوط قلعے کو متزلزل کرنے جا رہا ہوں۔

(بلند آواز سے) لشکر اسلام میں اعلان کر دو کہ جو فرماں بردار و اطاعت گزار ہوگا وہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر ادا کرے گا۔ (اعلان کر دیا جاتا ہے)

سیرت ابن ہشام، جلد دوم، صفحہ ۱۳۸-۱۴۴

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۲۴۲-۲۴۵

زاد المعاد، جلد دوم

نواں منظر

(بنی قریظہ کے قلعوں کے سامنے رسولؐ اللہ اور مجاہدین اسلام قیام پذیر ہیں)

علیؓ۔ (قلعوں کے پاس جاکر واپس آتے ہوئے) یا رسول اللہؐ! کیا ضروری ہے کہ آپ ان بد باطنوں کے پاس جائیں؟ واللہ یہ بدبخت اس قابل نہیں کہ کوئی شریف آدمی ان سے ملے۔

محمدؐ۔ (قلعوں پر نظر ڈالتے ہوئے) کیوں؟ معلوم ہوتا ہے تم نے ان کی زبان سے میرے بارے میں نامناسب باتیں سن لی ہیں۔

علیؓ۔ جی ہاں اور آپ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور آپ کو برا بھلا کہہ رہے تھے میں نے خود سنا ہے۔

محمدؐ۔ (عزم و تمکنت سے) علیؓ! موسیٰؑ کو مجھ سے زیادہ ستایا گیا تھا اور ان کی ایذا کے لیے نت نئی ——— تدبیریں کی جاتی تھیں، لیکن یہ یاد رکھو کہ اگر وہ مجھ کو دیکھ پائیں تو ان کے موجودہ خیالات بدل جائیں گے۔

علیؓ۔ بجا ارشاد ہے یا رسول اللہؐ! لیکن.... آپ....

محمدؐ۔ (آگے بڑھ کر بنی قریظہ کے قلعوں کے قریب تشریف لے جاتے ہیں) اے خداوندِ قدوس کی مغضوب و مقہور قوم کے فرزندو! کیا تمھیں آج بھی خدا نے رسوائے دہر نہیں کر دکھایا؟ تیار ہو جاؤ کہ تمھارے لیے انتقامِ قدرت کی گھڑی آپہنچی ہے۔

کعب۔ (آہستہ سے) یہ ..... ابوالقاسم ..... ہے ؟

بنوقریظہ ۔ ابوالقاسم ..... اس سے قبل تو ان کی زبان سے ایسی سخت باتیں نہیں سنی گئیں۔

کعب۔ ابوالقاسم ! تم ناواقف نہیں کہ بدعہدی کی پاداش میں ہمارا کیا انجام نظر آرہا ہے۔

محمدؐ ۔ تمھیں کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لیے خدا نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔

کعب۔ (آپس میں) ابوالقاسم مقابلہ کیے بغیر نہیں مانیں گے ۔

بنوقریظہ ۔ محاصرے کو پچیس راتیں گزر گئیں آخر کب تک ہم قید و بند کی زندگی گزاریں۔۔ ہمیں آپس کے اختلافات سے فرصت نہیں جو ہم محمدؐ کے خلاف چارہ جوئی کرسکیں ۔

کعب۔ یہودیو! جو کچھ ہو رہا ہے تم دیکھ رہے ہو اور تم سے یہ حقیقت بھی پوشیدہ نہیں کہ ہمارے لیے اب کوئی مفر نہیں رہا اس لیے میں تمہارے سامنے تین تجویزیں رکھتا ہوں جو مناسب سمجھو اس پر عمل کرنا۔

بنوقریظہ ۔ کیسی تجویزیں ؟

کعب۔ اس کے سوا اب کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا کہ ہم محمدؐ کی تصدیق کرتے ہوئے اس کی پیروی اختیار کرلیں ۔ صرف اسی صورت سے ہم اپنی جانیں، مال و دولت اور بچوں کو تباہی و ہلاکت سے محفوظ رکھ سکتے ہیں اور یہ کہ .....

بنوقریظہ ۔ (قطع کلام کرتے ہوئے) نہیں ہم کبھی توریت کی خلاف ورزی نہیں کریں گے ، نہ اس کے سوا کسی دوسری کتاب کو قابل عمل پیغام الٰہی ماننے پر تیار ہیں۔

کعب۔ اگر تمھیں یہ مصالحت منظور نہیں تو چلو پہلے خود اپنے ہی ہاتھوں اپنے جگر

گوشوں اور عورتوں کو موت کے گھاٹ اتار دیں پھر محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کے سامنے جائیں۔ ظاہر ہے کہ جب ہم بیوی بچوں کو اپنے ہاتھوں ہلاک کر چکے ہوں گے تو پھر ہمیں کوئی فکر و پروا نہ رہے گی اور نہایت اطمینان سے تلواریں سونت کر مقابلہ کریں گے۔ موت آ گئی تو بے فکری سے مر جائیں گے اور بچ گئے تو عورتیں اور بچے مل ہی جائیں گے۔

بنو قریظہ۔ (اندوہگیں ہوتے ہوئے گلوگیر آواز میں) کیا ہم اپنے ہاتھوں معصوم بچوں اور بے گناہ عورتوں کو ختم کر دیں۔۔۔ سوچو تو سہی ان کے بعد پھر ہماری زندگی زندگی کب رہے گی اور ہم کس لیے بارِ زیست اٹھائیں گے؟

کعب۔ عجیب لوگ ہو تم! خیر، اگر یہ بھی نہیں مانتے تو آج ہفتہ کی رات ہے۔ ہو سکتا ہے وہ امن و سکون سے گزار لیں اس لیے آج ہی اتر چلا۔

بنی قریظہ۔ ہم اپنا ہفتہ (یوم السبت) کیوں خراب کریں؟ نہ ہم کوئی بدعہدی کر سکتے ہیں۔ یا ہمارے اسلاف نے بدکی ہو۔ ہمیں معلوم ہے کہ جس نے بھی اس کی خلاف ورزی کی ہے ان کی شکلوں کو مسخ کر کے بندر بنا دیا گیا اور ان پر ذلت قہر الٰہی بن کر نازل ہوئی۔

کعب۔ (جھنجلا کر) بدبختو! معلوم ہوتا ہے اپنی پیدائش کے وقت سے آج تک تم نے کوئی بھی رات ہوشیاری سے نہیں گزاری۔ بدنصیبو! تمہیں بتاؤ کیا کریں آخر؟

حیی بن اخطب۔ (اب تک خاموشی سے سنتے ہوئے) کعب! میری ایک رائے ہے۔

کعب۔ تمہیں دینی خلل بتائے۔

بنو قریظہ۔ جی ہاں، تم ضرور کوئی قابل عمل مشورہ دو گے۔

حی بن اخطب ۔ ہم محمدؐ سے درخواست کریں کہ وہ ابولبابہ کو جو ہمارا مخلص و حلیف
ہے ، ہمارے پاس بھیج دے ۔ ہم اسی کو حکم بنالیں گے

بنو قریظہ ۔ ہاں ، ہاں ، یہ ٹھیک رہے گا ۔

کعب ۔ ٹھہرو ، میں بلاتا ہوں اسے (آگے بڑھ کر پکارتا ہے) ابوالقاسمؐ !
" اے رفقار محمدؐ ! ہمارے معتمد علیہ اور حلیف ابولبابہ کو ہمارے پاس بھیج دو
ہم اس سے مشورہ کرنے کے بعد کوئی نیا قدم اٹھائیں گے ۔

محمدؐ ۔ (بلند آواز سے) لو یہ بھی سہی (رفقا سے) ابولبابہ کہاں ہے ؟ اسے
ان کے پاس بھیج دو ۔

کعب (آپس میں) کیا تم اس کی ہر رائے مان لو گے ؟

بنو قریظہ ۔ کیوں نہیں ؟

کعب ۔ لو ، وہ آرہا ہے ۔

بنو قریظہ ۔ ابولبابہ ــــ ابولبابہ !

ابولبابہ (قریب آکر) کیا ہے ؟

بنو قریظہ (ان کے پاس جمع ہو کر بچوں اور عورتوں سمیت روتے ہوئے) ابولبابہ !
ابو ــــ لبابہ !

ابولبابہ ۔ (ہمدردانہ انداز اور رقت آمیز لہجے میں) کیا تم لوگ رو رہے ہو ؟

بنو قریظہ ۔ ابولبابہ ! ہم کیا کریں ؟

عورتیں ۔ ہمارے مخلص ابولبابہ ! ہم پر ترس کھاؤ ، رحم کرو ، ہمارے حال پر ۔

مرد ۔ ابولبابہ ! تمہارا کیا مشورہ ہے ؟ کیا محمدؐ کے . . . . . .

سامنے ہمیں ہتھیار ڈال دینے چاہییں ؟

ابولبابہؓ۔ (اپنی گردن پر انگلی پھیرتے ہوئے) لیکن —— یہ قربانی ہوگی۔

(مجمع کا ہر فرد خاموش و فکر مند ہے اور اداسی طاری ہے)

بنو قریظہ۔ (یک لخت) چلو ہم —— محمدؐ کے سامنے ہتھیار ڈالے دیتے ہیں۔

کعبؔ۔ (چلا کر) اے ابوالقاسم! ہم تمہارے آگے ہتھیار ڈال رہے ہیں تم جو چاہو کرو۔

محمدؐ۔ (بلند آواز سے) تم لوگ اپنا کوئی حَکم انتخاب کر لو۔

کعبؔ۔ (بنو قریظہ سے) تم لوگ کس کا فیصلہ پسند کرو گے ؟

بنو قریظہ۔ سعدؓ بن معاذ کا۔

کعبؔ۔ (پلٹ کر آواز دیتے ہوئے) محمدؐ! ہم سعدؓ بن معاذ کو حکم بناتے ہیں۔

محمدؐ۔ (صحابہ سے) سعدؓ کو پہلے میرے پاس بھیج دو۔

عمرؓ۔ کیوں نہ ہم بنو قریظہ کو قلعوں سے نکال کر اس وقت تک قید رکھیں۔ جب تک ان کی قسمتوں کا کوئی فیصلہ نہ کر دیا جائے ؟

محمدؐ۔ ہاں، علیؓ! تم ان کے پاس جاؤ۔

علیؓ۔ اے لشکرِ ایمان —— ! (پھر لشکر کے پاس جاتے ہیں)

ابوبکرؓ۔ یارسول اللہؐ! یہ سعدؓ بن معاذ بنی اوس کے ایک گروہ کو لے کر آ رہے ہیں

بنی اوس۔ (سعدؓ سے) [1] ابوعمروؓ! (سعد کی کنیت) اپنے ماتحتوں سے اچھی طرح

---

[1] سعدؓ بن معاذ خندق میں دشمن کے تیر سے زخمی ہو گئے تھے تو رسول اللہؐ نے انھیں

پیش آنا۔ رسول اللہ نے تمھیں حسنِ سلوک ہی کی امید پر حکم بنایا ہے۔

سعدؓ۔ (قوت و جوش سے) سعدؓ کے لیے اب وقت آگیا ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں ملامت کی پروانہ کرے اور اس کے پائے ثبات میں لغزش نہ آنے پائے۔

محمدؐ۔ (انصار سے) اپنے سردار کے پاس جاؤ۔

سعدؓ۔ کیا ان کے بارے میں وہی فیصلہ مانا جائے گا جو میں صادر کروں؟

محمدؐ۔ ہاں۔

سعدؓ۔ بنی قریظہ کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان کے جنگ آزما مردوں کو قتل کر دیا جائے عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنا لیا جائے۔ ان کا مال غنیمت کے طور پر تقسیم کر دیا جائے اور ان کے مکانات انصار کے بجائے مہاجرین کی ملکیت قرار دے دیے جائیں۔ [۲]

رفیدہ کے خیمے پہنچا دیا تھا۔ وہ زخموں کی مرہم پٹی اور دیکھ بھال کیا کرتی تھیں۔ یہ خیمہ قیام گاہ نبویؐ سے قریب تھا۔ آپ نے فرمایا" رفیدہ کے خیمے میں سعدؓ کو پہنچا دو۔ قریب ہے میں آسانی سے عیادت کرتا رہوں گا۔ سعدؓ بھاری جسم کے تھے، بنی قریظہ کا فیصلہ کرنے کے لیے آپ کو چند آدمی تکیوں کے سہارے بٹھا کر لے گئے تھے (تاریخ طبری، صفحہ ۲۴۹)

[۲] بہ ظاہر یہ فیصلہ نہایت سفاکانہ نظر آتا ہے۔ بنا بریں بعض سطحی نظر رکھنے والے مؤرخین نے بھی بنی قریظہ کے قتل کو تاریخ اسلام کا خونیں باب قرار دیا ہے لیکن یہ حکم قرآن کریم الاحزاب میں ان کے لیے مقدر تھا۔ تاریخ اقوام عالم میں کسی بھی عہد شکن اور غدار قوم کو اس سے کم سزا نہیں دی گئی۔ سعدؓ بن معاذ خود

انصار۔ ہاں، وہ ہمارے بھائی ہیں، ہم ان کے ساتھ رہ بھی چکے ہیں۔
سعدؓ۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ تمہاری مدد سے بے نیاز ہو جائیں۔
محمدؐ۔ سعدؓ! تم نے خدا کی مشیت کے عین مطابق فیصلہ دیا ہے۔ ساتویں آسمان پر بنی قریظہ کی قسمت کا یہی فیصلہ کیا گیا ہے۔
عمرؓ۔ یا رسول اللہ! میری رائے یہ ہے کہ ہم مدینہ کے بازار میں خندق کھود دیں، جنگ آور مردوں کو باری باری بلوا کر ان کی گردنیں مار کر خندق میں ڈال دی جائیں۔
محمدؐ۔ ہاں۔
عمرؓ۔ یہ بھی مناسب رہیگا کہ ان کی عورتوں اور بچوں کو مملوک بنا لیا جائے۔
محمدؐ۔ مناسب ہے۔

بنو قریظہ کے انتخاب کردہ منصف تھے اور یہ سزا وہی سزا تھی جو یہودی قوم اپنی شریعت کے مطابق دشمنوں کو دیا کرتی تھی۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ رسول اللہ نے ازراہ رافت و رحمت بنو قریظہ کے بھی بعض افراد کی جاں بخشی فرما دی تھی۔ زبیر یہودی مع اہل و عیال اور رفاعہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔
توراۃ باب ۳۱ از ۹ تا ۳۵ درس میں موجود ہے کہ بنی اسرائیل نے قیدیوں کے ساتھ اپنے عہد اقتدار میں اس سے بھی زیادہ سفاکانہ سلوک کیا تھا۔ (عطیہ)

دسواں منظر

(نبیؐ کریمؐ۔ خندق کے پاس، عہد شکن غدار بنو قریظہ کو باری باری لایا جا رہا ہے اور ان کی گردنیں ماری جا رہی ہیں۔)

بنی قریظہ۔ (بیڑیوں اور رسیوں میں جکڑے ہوئے خندق کی جانب جاتے ہوئے) اور بھی کچھ سنا؟ یہ لوگ ہماری عورتوں کو نجد کے بازاروں میں فروخت کر دیں گے۔

کعب۔ میں نے تمھیں بڑی اچھی رائے دی تھی لیکن تم نہ مانے۔ اب بھگتو۔

بنو قریظہ۔ ابوالقاسمؐ نے ہماری گرفتار شدہ لونڈیوں میں ریحانہؓ بنت عمرو کو اپنے لیے پسند کر لیا ہے۔

حُیَی بن اخطب۔ کیا وہ مسلمان ہو گئی ہے؟

بنو قریظہ۔ آہ! یہ کون جانے؟

کعب۔ (ایک لمبا سا ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے) ہماری قسمت کا لکھا پورا ہو رہا ہے۔

بنو قریظہ۔ (کعب سے) کعب! تمھارا کیا خیال ہے۔ اب وہ ہم سے کیا سلوک کریں گے؟

کعب۔ (بے قابو ہو کر) ہر وقت تمھاری عقلوں پر پتھر پڑ جاتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ وہاں سے برابر بلایا جا رہا ہے اور یہاں سے جانے والا کوئی لوٹ کر نہیں آتا۔ واللہ یہ سراسر خونریزی ہے خونریزی!!

بنو قریظہ۔ خونریزی ؟ قتل ؟ ہلاکت ؟

کعب۔ تم اندھے ہو ؟ تمھیں سامنے خندقوں میں خون بہتا نظر نہیں آتا ؟ یہ کن بد نصیبوں کا ہو سکتا ہے۔

حُیی بن اخطب۔ (محمدؐ سے) ہر انسان کو موت کا مزہ چکھنا پڑتا ہے۔ واللہ تم سے دشمنی، بغض و عناد میں ہمیشہ میں نے مسرت محسوس کی اور کبھی اپنے ضمیر کو ملامت نہیں کروں گا۔

جلاد۔ آگے بڑھ حُیی بن اخطب!

حُیی بن اخطب۔ (لوگوں سے) اللہ کا ہر حکم بسر و چشم منظور ہے۔ یہ سب نوشتۂ تقدیر تھا — خدا نے بنی اسرائیل کی قسمت کا یہی فیصلہ کیا تھا۔

(بیٹھ جاتا ہے اور اس کی گردن ماری جاتی ہے)

عمرؓ۔ یہ تمام دشمنانِ حق کل کتنے تھے تعداد میں ؟

ابن اسحاق۔ پانچ چھ سو کے قریب۔

ثابت بن قیس۔ بھائیو! ابھی چند یہودی قید میں اور انھیں میں زبیر بھی شامل ہے۔ وہ بوڑھا آدمی ہے اور اس نے یوم بعاث میں مجھ پر احسان کیا تھا۔ میں

اس سے مل کر رسول اللہ سے اس کی جاں بخشی کا وعدہ لیتا ہوں۔

ابنِ اسحاق۔ ہاں اگر ہو سکے تو اس کے احسان کا بدلہ چکا دو۔

زبیر یہودی۔ (ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا سوچ رہا ہے اور زیر لب بڑبڑاتا جارہا ہے) بنی اسرائیل تمھارے لیے اسی طرح ذلت وخواری کی موت مقدر ہوچکی تھی۔ آہ تم اپنی پرانی خصلت عہد شکنی اور غداری کی بھینٹ چڑھ گئے۔ بنی اسرائیل! تمہارا انجام رہتی دنیا تک آنے والی نسلوں کے لیے عبرت ناک ہوگیا ہے۔

ثابت۔ (جاکر) زبیر— زبیر— !

زبیر۔ کون!

ثابت۔ (اندر آکر) ابوعبدالرحمٰن! مجھے پہچانتے ہو؟

زبیر۔ کیا مجھ ایسا شخص تم جیسے آدمی کو بھول بھی سکتا ہے؟

ثابت۔ میں تمھیں تمھارے احسان کا بدلا دے کر یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ مسلمان احسان فراموش نہیں ہوتا۔

زبیر۔ شریف النفس آدمی شریف انسان سے یہی معاملہ کرتا ہے

ثابت۔ میں جاکر رسول اللہ سے تمھاری سفارش کرتا ہوں۔

(جاتے ہیں)

مجلس۔ (صحابہ کرامؓ کے درمیان جلوہ افروز ہیں)

ثابت۔ (حاضر ہوکر) یا رسول اللہ! زبیر یہودی نے ایک بار مجھ پر احسان کیا تھا میں اسے بدلہ دینا چاہتا ہوں۔

محمدؐ۔ میں نے تمھیں اختیار دیا۔

ثابتؔ۔ (جاتے ہیں اور زبیر سے مل کر) زبیر! رسول اللہؐ نے تمھاری جاں بخشی کے لیے مجھے اختیار دیا ہے۔

زبیرؔ۔ (سر جھکائے ہوئے) بیوی بچوں کے بغیر آدمی کی زندگی کس کام کی ہوتی ہے؟ آہ! میں ان کے بغیر زندہ رہ کر کیا کروں گا ثابت!

ثابتؔ۔ فرض کرو میں تمھارے اہل و عیال کو بھی بچالوں.... پھر؟

زبیرؔ۔ (حیرت سے) کیا یہ ہو سکتا ہے؟

ثابتؔ۔ ہاں میں رسول اللہؐ سے یہ حکم بھی لے چکا ہوں۔

زبیرؔ۔ (بیقرار ہو کر) ثابت! بتاؤ، تاجدار حسن، رشکِ قمر کعب بن اسد کا کیا حشر ہوا؟

ثابتؔ۔ قتل۔

زبیرؔ۔ اور فخرِ قومِ یہود حُیَی بن اخطب؟

ثابتؔ۔ اس کا سر قلم کر دیا گیا۔

زبیرؔ۔ (زار و قطار روتے ہوئے) ہمارے محسن و حامی عزال بن شموئیل کے بارے میں بتا سکتے ہو؟

ثابتؔ۔ ہاں۔ وہ بھی ہلاک کر دیا گیا۔

زبیرؔ۔ (تڑپ کر) ثابت! میں تمھیں اپنے احسان کا واسطہ دیتا ہوں، مجھ پر رحم کرو۔ میں جاں بخشی نہیں چاہتا۔ تم مجھے میری قوم سے مل جانے دو۔ ثابت! میرے لیے سزائے موت ہی تمھارا

کرم اور میرے احسان کا بدلا ہوگا۔ میں ان سب کے بعد زندہ رہ کر کیا کروں گا۔؟ مجھ سے ان کی جدائی برداشت نہیں ہوتی، جہاں تک جلد ممکن ہو مجھے ہلاک کر دو۔

ثابتؓ (حیرانی میں) تعجب ہے تم۔۔۔ مگر خیر اب میں کیا کروں۔۔ تم خود ہی موت کے خواستگار ہو۔

دفت ذمتی انی کریم و انئی
صبورٌ اذا ما القوم حادوا عن الصبر

"میں اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو گیا۔ میں صاحب عز و شرف ہوں میں زندگی کی ان سخت ترین گھڑیوں میں بھی ثابت قدم رہتا ہوں جبکہ قوم جادہ صبر سے ہٹ جاتی ہے"

(آدھی رات کا وقت ہے رسول اللہؐ آرام فرما رہے ہیں۔)

جبریلؑ۔ (اچانک نمودار ہوتے ہیں) یہ مردہ کون ہے جس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے اور عرش الٰہی کانپ اٹھا۔؟؟

محمدؐ۔ (گھبرا کر کپڑے سنبھالتے ہوئے جاتے ہیں)۔۔۔ سعدؓ! سعدؓ بن معاذ۔۔۔! کہاں ہے؟

ابن اسحاق۔ یا رسول اللہ۔۔ سعدؓ بن معاذ۔۔۔۔۔۔۔

محمدؐ۔ کیا ہوا سعدؓ کو؟ کیسی طبیعت ہے اس کی؟

ابن اسحاق۔ (آبدیدہ ہیں) بنی قریظہ کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے بعد سعدؓ ستے دیکھائی ہی۔۔۔

اللّٰھم انک قد علمت انہ لم یکن قوم احب الی ان اقاتل و

اجاھد من قوم کذبوا رسولک اللّٰھم ان کنت ابقیت من حرب قریش

علی رسولک شیئا فابقنی لھا وان کنت قد قطعت الحرب و بینھم فاقبضنی

ان کی یہ دعا بارگاہِ رب الارباب میں مقبول ہوئی اور اس وقت

زخم کا منہ کھل گیا اور وہ ... وفات پا گئے ۔

محمدؐ (سعد بن معاذ کی لاش پر) ابھی جبرئیلؑ میرے پاس آئے تھے انہوں

نے کہا " یہ کون مر گیا ہے جس کے لیے آسمان کے دروازے کھول

دیئے گئے اور عرشِ الٰہی کانپ اٹھا " اللہ اکبر

صحابہ کرامؓ ۔ (رفتہ رفتہ سب آکر جمع ہو جاتے ہیں اور تجہیز و تکفین کا سامان

کیا جاتا ہے ۔

(قبرستان سے واپس آکر)

ایک مسلمان ۔ یا رسول اللہ! ہم نے کئی جنازوں کو کاندھا دیا ہے لیکن سعدؓ

کے جنازے کی طرح کوئی جنازہ ہلکا نہیں معلوم ہوا ۔

محمدؐ ۔ (ایک طویل سانس بھر کر) سعدؓ کو کاندھا دینے والے تمہیں لوگ

نہ تھے ۔ اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے

فرشتے جب سعدؓ کی روح لے کر آسمان پر گئے تو تمام دروازے

کھول دیئے گئے اور عرشِ اعظم لرز اٹھا ۔

انصاری شاعر ۔ (برجستہ) یا رسول اللہ! عرض ہے :۔

وما اھتز عرش اللہ من موت ھالک

سمعنا بہ الا لسعد ابی عمرو

"سعدؓ سے قبل کبھی کسی مرنے والے کے لیے عرشِ الٰہی کا لرزش میں آجانا نہیں سنا گیا تھا۔"

نوحہ کرنے والیاں:۔

ویل ام سعد سعدا — صرامۃ وحدا

وسوددا ومجدا — وفارسا معدا

"سعد کی ماں سعدؓ کو روئے، اپنی رائے پر سختی سے قائم رہنے والے صاحب الرائے شخص کا ماتم کرے"

محمدؐ: عموماً نوحہ کرنے والیاں غلط بیانی اور مبالغہ آمیزی سے کام لیا کرتی ہیں لیکن سعدؓ پر نوحہ کرنے والیاں بالکل سچ کہہ رہی ہیں۔

سیرت ابن ہشام، جلد دوم، صفحہ ۲۴۴ و ۲۵۴

ص ۴۷۴ سے ص ۴۷۹ تک

اضافۂ جدید، از:۔ عطیہ

چوتھا باب

پہلا منظر

(عائشہ صدیقہؓ کا حجرہ ــــ عائشہ اور ان کی خاص لونڈی بریرہ میں باتیں ہو رہی ہیں)

بریرہ۔ سرکار! آپ کیسی بیٹھی ہیں؟

عائشہؓ۔ (سر جھکائے ہوئے) کوئی بات نہیں، یوں ہی ذرا۔۔۔۔

بریرہ۔ آپ رنجیدہ معلوم ہوتی ہیں حالانکہ آج رسول اللہ غزوۂ بنی مصطلق سے ظفریاب واپس آئے ہیں، خوشی کا دن ہے۔

عائشہؓ۔ بنی المصطلق؟

بریرہ۔ جی ہاں

عائشہؓ۔ خاصی لونڈیاں ہاتھ آئی ہونگی؟

بریرہ۔ جی ہاں، ان میں ایک سردار قوم کی بیٹی کسی انصاری کے حصے میں آئی ہے۔ سنا ہے بڑی حسین ہے۔

عائشہؓ۔ کسی انصاری کے حصے میں آئی ہے؟

محمدؐ۔ (اندر تشریف لاتے ہیں) عائشہؓ! کیوں، کیا ہو رہا ہے؟

عائشہؓ۔ (بریرہ کو جانے کا اشارہ کرتے ہوئے) جی، یا رسول اللہ! کچھ نہیں مجھے مسرت ہوئی کہ بنی المصطلق میں آپ کو فتح حاصل ہوگئی۔

محمدؐ۔ ہاں، اللہ کا شکر ہے۔

بریرہ۔ (اندر آکر) یا رسول اللہ! بنی المصطلق کی لونڈیوں میں سے کوئی لونڈی حاضر ہونا چاہتی ہے۔

محمدؐ۔ کیا نام ہے اس کا؟

بریرہ۔ جویریہ بنت حارث

محمدؐ۔ یہاں بھیج دو

عائشہؓ۔ (متفکر ہیں)

جویریہ اندر آتی ہے

بریرہ۔ (عائشہ سے سرگوشی میں) سرکار! دیکھیے کیسی پیکر حسن و جمال ہے یہ عورت۔

عائشہؓ (ایک نظر ڈال کر) اس کا حسن ملاحت و حلاوت کا بے مثال و پر کشش امتزاج ہے مجھے یقین ہے کہ رسول اللہ کے پاک دل پر بھی اس کے سحر طراز حسن کا اثر پڑے گا۔

محمدؐ۔ (سر اٹھا کر) جویریہ! کیا معاملہ ہے؟ کیوں کر آگئیں؟

جویریہ۔ یا رسول اللہ! میں حارث بن ابی ضرار سردار قوم کی بیٹی ہوں میری

داستانِ غم بڑی المناک ہے۔ آپ جانتے ہیں، میں ثابت بن قیس انصاری کے حصے میں آئی ہوں اور میں نے ان سے مکاتبت کر لی ہے۔ اس سلسلے میں میں آپ سے مدد کی خواستگار ہوں۔

محمدؐ۔ (تمکنت سے) کیا تم ثابت بن قیس سے اچھا آدمی چاہتی ہو

جویریہ۔ لیکن ایسا کون ہو سکتا ہے؟

محمدؐ۔ اگر میں تمہاری مکاتبت کا معاوضہ دے کر تم سے نکاح کر لوں

جویریہ (سر جھکا کر) بہتر ہے یا رسول اللہ! (جاتی ہیں)

عائشہؓ۔ کیا آپ جویریہ سے نکاح فرما رہے ہیں؟

محمدؐ۔ ہاں، کیا تمھیں پسند نہیں؟

عائشہؓ۔ بھلا آپ کی پسند مجھے کیوں ناگوار گزرنے لگی پھر وہ تو ہے بھی بے حد حسین عورت، لیکن اب آپ عورتیں اور خوشبو بہت پسند فرمانے لگے ہیں۔

محمدؐ۔ ٹھیک ہے عائشہؓ! مگر میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز عبادت الٰہی میں ہے۔

بریرہ۔ (اندر آتی ہے) سرکار!

عائشہؓ۔ کیا ہے بریرہ؟

بریرہ۔ (خاموش ہے)

محمدؐ۔ (تشریف لے جاتے ہیں)

عائشہؓ۔ کیوں تمھیں کیا کہنا تھا؟

بریرہ ۔ سرکار! یہ معلوم کرنے آئی تھی کہ رسول اللہؐ نے اس حسینہ کا کیا فیصلہ کیا؟

عائشہؓ ۔ اب وہ ام المومنین بن جائیں گی ۔

بریرہ (حیرت سے) ام المومنین ؟

عائشہؓ ——— ہاں، حرم رسول اللہ ۔ خدا جانتا ہے کہ میں اسے اپنے دروازے پر دیکھ کر ہی خوف زدہ ہو گئی تھی ۔ لیکن یہ بڑی خوش نصیب ہے کہ اس رشتے کے بعد رسول اللہؐ بنی المصطلق کے سوا اسیروں کو غیر مشروط طور پر آزاد کر رہے ہیں ۔

بریرہ ۔ خدا سب کے لیے مبارک ثابت کرے !

سیرت ابن ہشام، جلد دوم، صفحہ ۱۷۰-۱۷۱

زاد المعاد، جلد دوم

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۲۶۳-۲۶۴

مع حذف و اضافہ
(عطیہ)

ا۔ چونکہ حضرت عائشہؓ حضورؐ کی محبوب ترین بیوی تھیں اس لئے جویریہؓ سے شادی پر ان کی تشویش اور یک گونہ ملال فطری اقتضا تھا یہی وجہ ہے کہ وہ شروع میں حکمت و مصلحت کو نہ سمجھ سکیں جو اس شادی میں پنہاں تھی اور جس کا اعتراف بعد میں انہیں خود کرنا پڑا۔
(عطیہ)

دوسرا منظر

(مسجد نبویؐ کے سامنے لوگ آپس میں سرگوشیاں کر رہے ہیں، ان میں عبداللہ بن اُبی، حسانؓ بن ثابت اور ابو مسطح قابلِ ذکر ہیں)

حسانؓ۔ ابو مسطح! سچ سچ بتاؤ، آخر یہ خبر کہاں تک صحیح ہے؟

ابو مسطح۔ واللہ میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں، سارے لشکر میں اسی کا چرچا ہو رہا ہے۔

حسانؓ (حیرت سے) عائشہؓ.... صفوان! یقین نہیں آتا

ابو مسطح۔ واللہ! میں نے اپنی آنکھوں سے عائشہؓ کو صفوان کے اونٹ پر سوار دیکھا تھا اور یہاں ہمارا لشکر بنی المصطلق سے واپس آ کر آرام کر رہا تھا۔

عبداللہ بن ابی۔ اور اس میں شک نہیں کہ صفوان مردوں میں سب سے زیادہ حسین ہے۔

حسانؓ۔ اور عائشہؓ.... کمسن بچی.... نادان....!

انصاری۔ (بے قابو ہو کر) خدارا اس بات کو چھوڑو، اب قصہ ختم کرو، اللہ سے ڈرو، یہ کیا حماقت ہے؟

(سب الگ الگ ہو کر اپنا اپنا رستہ لیتے ہیں)

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۲۶۴-۲۶۵

تیسرا منظر

(عائشہ صدیقہؓ اپنے گھر میں بستر علالت پر دراز ہیں۔ پاس ہی
ان کی والدہ ام رومان سر جھکائے بیٹھی ہیں۔)

عائشہؓ۔ اماں جان! آپ کو یاد ہو گا، اس سے قبل بھی میں بیمار ہوتی
تھی، رسول اللہؐ کس قدر متفکر ہو جایا کرتے تھے اور میرے ساتھ
ہمدردی اور شفقت سے پیش آتے تھے۔

زینب۔ ہاں۔ بیٹی۔!

عائشہؓ۔ آپ نے اندازہ کیا ہو گا کہ اب ان کے طرزِ عمل میں فرق آگیا ہے

زینب۔ (سر جھکائے فکرمند بیٹھی ہیں، کوئی جواب نہیں دیتیں۔)

عائشہؓ۔ (ماں کا چہرہ دیکھ کر) اماں! آپ کا چہرہ زرد پڑ گیا ہے، کیا
بات ہو گئی ہے۔

زینب۔ (منہ پھیر کر) نہیں کوئی خاص بات نہیں۔

عائشہؓ۔ نہیں، آپ مجھ سے کچھ چھپا رہی ہیں؟

مسطح۔ (تیزی سے اندر آتے ہوئے) رسول اللہ۔۔۔۔!

زینب۔ (زیر لب کچھ کہتی ہوئی باہر چلی جاتی ہیں، راستے میں رسول اللہ
مل جاتے ہیں)

محمدؐ۔ (بدلے ہوئے لہجے میں) کیا حال ہے ان کا؟

زینب۔ (سر جھکائے ہوئے) اچھی ہی ہے۔ یا رسول اللہؐ!

(رسول اللہؐ عائشہؓ کی طرف دیکھے بغیر کھڑے کھڑے خیریت کر تشریف لے جاتے ہیں۔ ام رومان تعظیماً آپ کو دروازے تک رخصت کرنے جاتی ہیں)

عائشہؓ۔ (جب تک رسول اللہؐ نظر آتے ہیں، دیکھتی رہتی ہیں) ان کی اعتنائی دیکھی تم نے؟

ام مسطح۔ صبر کرو۔ بنت ابی بکر! صبر کرو۔

عائشہؓ۔ وہ تشریف تو ضرور لائے لیکن مجھ سے بات کیے بغیر چلے۔ بلکہ میری طرف دیکھا بھی نہیں۔ مجھے ان کا رنگ بدلا ہوا نظر آرہا ہے۔ اس سے قبل تو کبھی میں نے ان کے چہرے پر ناگواری کے آثار نہیں دیکھے تھے۔

ام مسطح (زیر لب) بدبخت ابو مسطح!

عائشہؓ۔ کیا کہا تم نے؟

ام مسطح۔ ابو مسطح کو خدا ہی سمجھے۔

عائشہ۔ توبہ، توبہ، تم ابو مسطح کے لیے ایسے الفاظ کیوں استعمال کر رہی ہو۔ وہ مہاجرین میں کا ایک فرد ہے اور اسے معرکہ بدر میں شرکت کا فخر بھی حاصل ہے واللہ بہت بری بات ہے یہ!

ام مسطح۔ تم نہیں جانتیں، باہر کے لوگوں میں کیا افواہ پھیل رہی ہے اور کیا چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں؟

عائشہ رض۔ (بے چینی سے) نہیں تو۔۔۔ کیوں، کیا بات ہے؟

ام مسطح۔ تم اور صفوان۔۔۔۔

عائشہ رض۔ (عالم اضطراب میں) آخر کیا۔ کچھ بتاؤ بھی تو۔۔۔؟

ام مسطح۔ جس رات غزوہ بنی مصطلق سے اسلامی لشکر واپس آیا ہے۔ اسی رات اس نے تم دونوں کو تنہا دیکھا تھا۔ تم صفوان کے اونٹ پر سوار تھیں۔ بس، بدخواہوں کو یہ بات ہاتھ آ گئی۔ میرا خیال ہے کہ نبی کریم کو بھی اس کی بھنک مل گئی ہے۔

عائشہ رض۔ (جوش میں آ کر بستر پر کھڑی ہو کر چیختی ہیں) کیا مطلب ہے اس کا۔۔۔ میں اور صفوان۔۔۔ صفوان اور میں۔۔۔؟

ام مسطح۔ مجھے تو واللہ یہ سراسر الزام تراشی اور بہتان طرازی معلوم ہوتی ہے۔

عائشہ رض۔ میں اور صفوان۔۔۔ صفوان اور میں۔۔۔ (پھوٹ پھوٹ کر روتی ہیں)

ام مسطح۔ تم خاموش رہو بیٹی! خاطر جمع رکھو۔۔۔ ہلکان نہ کرو دل کو۔

زینب۔ (تیزی سے اندر آ کر) عائشہ رض! یہ کیا شور؟ کیوں رو رہی ہو؟

عائشہ رض۔ خدا تمھیں نیکی دے ماں! لوگوں میں چرچا ہو رہا ہے گلی کوچوں میں چہ می گوئیاں کی جا رہی ہیں اور تم نے مجھے کچھ بھی نہیں بتایا؟

زینب۔ (تسلی آمیز لہجے میں) میری بچی! دل سنبھالو، یہ کوئی نئی بات نہیں۔ واللہ جو بھی حسین عورت اپنے شوہر کو محبوب ہوتی ہے اس پر لوگ اسی قسم کے بے بنیاد الزامات لگا کر شوہر کی نظروں سے گرانا چاہتے ہیں اور سوتیں اس پر رشک کرتی ہیں۔

عائشہؓ۔ (روتے ہوئے) میں اور صفوان۔۔۔۔

زینب۔ (ہمدردی اور شفقت سے) بس بیٹی ختم کر دو یہ رونا۔۔۔۔

عائشہ (اچانک سر اٹھا کر ام مسطح سے مخاطب ہیں) تم ہی تو بتا رہی تھیں کہ مسـ
نے ہم دونوں کو دیکھا تھا؟

ام مسطح۔ گھبراؤ نہیں، میں جانتی ہوں، سراسر الزام ہے۔ تم پروا نہ کرو

عائشہؓ۔ (روتے ہوئے) یہ تو سچ ہے کہ میں صفوان کے اونٹ پر سوار تھی

ام مسطح۔ (تعجب سے چلا کر) ہائے! کیا یہ سچ ہے؟

زینب۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟

عائشہؓ۔ (آنسو پونچھتے ہوئے)۔۔۔ اچھا، ٹھہرو، میں بھی تمھیں سارا واقـ
سنائے دیتی ہوں۔

زینب۔ بتاؤ، کیا قصہ ہے؟

عائشہؓ۔ یہ تو تم لوگوں کو معلوم ہے کہ اس غزوے میں بھی رسول اللہ نے حسب معمـ
اپنی تمام بیویوں کو ساتھ لے جانے سے قبل قرعہ اندازی کی تھی۔ حسن اتفا
سے ان کے ساتھ جانے کے لیے قرعہ میرے نام پر نکلا اور وہ مجھے اپـ
ساتھ لے گئے۔ واپسی پر قافلے نے مدینہ کے قریب پڑاؤ ڈالا اور تھوڑ
رات گزاری۔ اس کے بعد آپ نے روانگی کا حکم دے دیا تو قافلہ
روانہ ہونے لگے۔

میں رفع حاجت کے لیے گئی ہوئی تھی۔ میرے گلے میں ظفار کے
دانوں کا بنا ہوا ہار تھا۔ میں فراغت کے بعد چلنے لگی تو لاعلمی میں میرا ہار کہ

گر گیا تھا۔ قیام گاہ پر واپس آکر مجھے خیال آیا اور میں نے اپنی گردن میں ہار تلاش کیا تو نہ ملا۔ میں پھر اسی جگہ ریت میں تلاش کرتی ہوئی گئی تو وہ مل گیا، لیکن جب میں دوبارہ قیام گاہ پر واپس آئی تو ہمارا قافلہ روانہ ہو چکا تھا اور جو آدمی میری ہودج رکھا کرتے تھے وہ اس خیال سے کہ میں حسب عادت اس میں بیٹھی ہوں، ہودج رکھ کر چل دیئے اور انھیں میری غیر موجودگی کا احساس بھی نہ ہوا۔

ادھر میدان خالی تھا۔ سب جا چکے تھے۔ کوئی بھی شخص دور تک نظر نہ آتا تھا۔ میں بہت پریشان ہوئی لیکن مناسب یہی سمجھا کہ چادر اوڑھ کر اپنی جگہ لیٹ جاؤں۔ مجھے یقین تھا کہ مدینہ پہنچ کر یا راستے میں اگر میری گمشدگی کا علم ہو گا تو قافلہ میری تلاش میں اس مقام پر واپس آئے گا۔

میں اوڑھے لیٹے لیٹی ہوئی تھی کہ اتفاق سے صفوان بن المعطل السلمی ادھر آنکلا۔ وہ بھی کسی کام سے پیچھے رہ گیا تھا۔ اس نے دور ہی سے مجھے اوڑھے ہوئے لیٹا دیکھ لیا تھا۔ قریب آکر پہچان گیا اس لیے کہ وہ ہمیشہ سے مجھے جانتا تھا۔ ذرا فاصلے پر کھڑا ہو کر بولا۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون۔۔۔ رسول اللہ کی رفیقۂ حیات!"

میں یہ سن کر خاموش رہی ــــ اس نے پھر کہا "خدا رحم فرمائے، آپ پیچھے کیوں کر رہ گئیں؟"

میں نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا۔

اس نے اونٹ میرے پاس کھڑا کیا اور خود پیچھے ہٹ کر بولا۔

"آپ اس پر سوار ہو جائیں۔"

میں مجبور تو تھی ہی۔ سوار ہو گئی اور وہ خاموشی سے اونٹ کی نکیل تھامے پیدل چلتا رہا۔ اس کی کوشش یہی تھی کہ جلد از جلد قافلے والوں سے جا ملے لیکن ہم قافلے کی گرد تک نہ پا سکے اور نہ مجھے تلاش ہی کیا گیا۔ حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ اسی اثناء میں قافلہ منزل پہ پہنچ کر آرام کر رہا تھا کہ صفوان میرے اونٹ کی نکیل تھامے پہنچا۔

"سارا لشکر یہی دیکھ کر لرز اٹھا ہو گا۔ ابو مسطح نے ان کے الفاظ دہرائے۔"

"واللہ! اس کے سوا کچھ نہیں ہوا اور نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ لوگ کس بات کا چرچا کر رہے ہیں، البتہ ام مسطح! تم سے سن رہی ہوں۔

ام مسطح۔ خیر تو تم ہراساں کیوں ہو تی ہو؟

عائشہؓ۔ اب مجھے رسول اللہ کی بے رخی کا سبب معلوم ہوا۔ میں ابھی جا کر معلوم کرتی ہوں کہ اب ان کا کیا خیال ہے۔

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۱۶۴۔ ۱۶۶

چوتھا منظر

(مسجد نبوی کے سامنے رسول اللہ مجمع عام میں تقریر فرما رہے ہیں۔)

محمدؐ۔ لوگو! ان اللہ کے بندوں کو آخر کیا ہو گیا ہے جو میری رفیقۂ حیات پر الزام لگا کر مجھے ایذا پہنچاتے ہیں؟ واللہ میں ان دونوں (عائشہؓ و صفوان) کے بارے میں بہت اچھی رائے رکھتا ہوں۔ یہ لوگ جس شخص پر تہمت جوڑ رہے ہیں وہ بھی میری نظر میں انتہائی پاکباز اور شریف النفس ہے اور ہر جگہ سایے کی طرح میرے ساتھ رہتا ہے۔

اسیدؓ بن حضیر۔ (مجمع سے اٹھ کر) یا رسول اللہ! یہ بہتان طرازی اگر بنی اوس کی جانب سے ہے تو ہم اس سے سمجھ لیں گے اور اگر اس میں ہمارے خزرجی بھائیوں کا ہاتھ ہے تو واللہ ان کی گردنیں اڑا دینی چاہئیں۔

سعدؓ بن عبادہ۔ اسیدؓ! واللہ، تم جھوٹ بول رہے ہو۔ ہرگز ان کی گردنیں نہیں اڑا سکتے۔ خدا جانتا ہے کہ اگر یہ فعل تمہاری قوم کے افراد سے سرزد ہوا ہوتا تو تم کبھی ان کے حق میں یہ فیصلہ نہ کرتے لیکن تم جانتے ہو کہ یہ خزرجیوں کی حرکت ہے اس لیے بڑھ چڑھ کر بول رہے ہو۔

اسیدؓ۔ نہیں تم غلط کہتے ہو۔ تم خود منافق ہو اور منافقوں کی طرف داری کر رہے ہو۔ خواہ مخواہ جھگڑا کھڑا کرنا ٹھیک نہ ہو گا۔

(قریب تھا کہ فریقین کی تلخ کلامی خطرناک صورت اختیار کر لیتی کہ رسول اللہ نے

معاملے کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے بیچ بچاؤ کی کوشش کرلی ۔)

محمدؐ ۔ جاؤ، جاؤ، قصہ ختم کردو۔ اس سے کیا فائدہ ؟

علیؓ ۔ بھائیو! رسول اللہؐ کے حکم کی تعمیل کرو۔ معاملہ رفع دفع کردو۔ جاؤ، اپنا اپنا کام کرو۔

محمدؐ ۔ علیؓ تم نہیں ٹھہرنا۔

علیؓ ۔ میں ؟ یا رسول اللہ !

محمدؐ ۔ (اسامہ سے مخاطب ہیں) ہاں، اسامہؓ! تم بھی مت جانا۔

اسامہؓ ۔ فداک ابی وامی یا رسول اللہؐ !

محمدؐ ۔ تم دونوں مجھے مشورہ دو کہ کیا کرنا چاہیئے ؟

اسامہؓ ۔ یا رسول اللہ! ہم آپ کی رفیقۂ حیات کے بارے میں نیک خیال رکھتے ہیں اور ہمارے خیال میں یہ الزام بجز الزام نہیں۔

محمدؐ ۔ علیؓ! تمہارا کیا خیال ہے ؟

علیؓ یا رسول اللہ! عورتوں کی کمی نہیں، اگر واقعے میں ذرا بھی اصلیت ہو تو آپ جس سے چاہیں نکاح فرما سکتے ہیں، لیکن یہ ضرور عرض کردوں گا کہ ان کی خاص لونڈی بریرہ سے بھی دریافت کرلیں۔

محمدؐ ۔ اچھا، جاؤ، کنیز کو میرے پاس بھیج دو

علیؓ ۔ (چند قدم کے فاصلے پر کاشانۂ نبویؐ کے قریب جاکر) بریرہ ۔ بریرہ

بریرہ ۔ (باہر آکر) حاضر ہوں ۔

علیؓ ـــــــــــ میرے ساتھ چل کر رسول اللہ

کہ سچ سچ بتا دے۔

بریرہ ——————— ہائے! کیا بتاؤں، کس معاملے میں۔؟

علی رضؓ۔ تو اپنی مالکہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ؟

بریرہ۔ واللہ میری نظر میں وہ رسول اللہ کی عفت مآب حرم محترم ہیں۔ میں ان پر کوئی عیب یا الزام نہیں لگا سکتی۔ وہ تو اس درجہ بھولی اور سیدھی ہیں کہ اگر میں آٹا گوندھ کر رکھ دوں اور ان پر بھروسا کروں کہ وہ حفاظت کریں گی تو وہ نگرانی کے بجائے سو جائیں گی اور بکری آٹا کھا جائے گی۔

تاریخ طبری: جلد دوم صفحہ ۲۶۴-۲۶۸

پانچواں منظر

(عائشہؓ کے پاس ایک انصاری خاتون بیٹھی ہے۔ وہ اس سے باتیں کر رہی ہیں اور دونوں رو رہی ہیں۔ ان کے والدین بھی موجود ہیں کہ رسول اللہؐ اندر تشریف لاتے ہیں)

محمدؐ ۔ (عائشہؓ کے پاس تشریف فرما ہوتے ہوئے) عائشہؓ اگر تم سے یہ لغزش ہو ہی گئی ہے تو توبہ کرو اور خدا سے مغفرت کی دعا مانگو۔ وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

عائشہؓ ۔ (آنسو پی کر والدین کی جانب جواب طلب نگاہوں سے دیکھتی ہیں کہ شاید یہ دونوں جواب دیں۔) کیا آپ دونوں کوئی جواب نہیں دے سکتے؟

ابو بکرؓ ۔ (سر جھکائے ہوئے دبی زبان سے) ہم بھلا کیا جواب دیں؟

عائشہؓ ۔ (پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے) واللہ میں بے گناہ ہوں۔ کیوں اور کس خطا کی توبہ کروں؟ بخدا میں خوب جانتی ہوں کہ اگر میں نے معاملہ رفع دفع کرنے کے لیے اقرار کر لیا تو پھر لوگ کہیں گے۔ خدا شاہد ہے اور وہی بہتر جانتا ہے کہ میں .... اس بہتان سے پاک ہوں۔ پھر جو بات سرے سے ہوئی ہی نہیں تو اعتراف کس چیز کا کروں اور کیوں کر کہوں کہ میں نے یہ کیا تھا؟ انکار کروں تو بھی تم لوگ نہ مانو گے اور نہ میری بات کا یقین کرو گے اس لیے میں بھی یوسفؑ کے باپ کی طرح صبر کرتی ہوں ....

فصبر جمیل واللہ المستعان علیٰ ما تصفون

(بے اختیار روتے رہنے سے ہچکیاں بندھ گئی ہیں)

(رسول اللہ کچھ سوچتے ہوئے نہایت گہری اور معنی خیز نظر سے عائشہؓ کو دیکھتے ہیں۔ اچانک غنودگی طاری ہو جاتی ہے۔)

ابوبکرؓ۔ (جلدی سے آپ کی طرف تکیہ سرہانے رکھ دیتے ہیں) وحی... وحی.. الٰہی؟

عائشہؓ۔ (دل میں) وحی! میری وجہ سے؟ واللہ! کہاں میں اور کہاں وحی الٰہی! گویا اب میرا ذکر قرآن کریم میں ہو گا اور لوگ نماز میں تلاوت کریں گے!

ابوبکرؓ۔ خداوندا! خیر کرنا....

عائشہؓ۔ (آہستہ سے) اباجان! آپ اور اماں جان اس قدر خوف زدہ اور حواس باختہ کیوں ہیں؟ واللہ مجھے فکر و تشویش نہیں، کوئی خوف نہیں، میں جانتی ہوں کہ میں بے قصور ہوں اور خدا ہرگز ظالم نہیں جو مجھ پر ظلم کرے۔

ابوبکرؓ۔ (خاموشی سے حضورؐ کو دیکھتے ہوئے) اللہ! رحم فرمانا۔

عائشہؓ۔ اباجان! آپ کو یہ خطرہ ہے کہ خدا دشمنوں کی اس افواہ کی تصدیق فرمائے گا؟

ابوبکرؓ۔ خاموش رہو عائشہؓ!

زینب۔ (رسول اللہ کو حرکت فرماتے دیکھ کر) خاموش رہو..

محمدؐ۔ (اٹھ کر بیٹھتے اور جبین مبارک سے پسینہ پونچھتے ہوئے) عائشہؓ! مبارک ہو۔ خدا نے تمہاری بے گناہی ثابت کر دی۔ تم واقعی پاک دامن و عصمت مآب ہو۔

عائشہؓ۔ (خوش ہو کر) اللہ تیرا شکر ہے۔

زینب۔ (خوشی سے سانس پھول جاتا ہے) اللہ..... اللہ! تیرا شکر ہے۔

ابوبکرؓ۔ خداوندِ قدوس! تیرا احسان ہے (آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں)

محمدؐ۔ (تلاوت فرماتے ہیں)

ان الذین جاؤ بالافك عصبة منکم لاتحسبوہ شرا لکم

بل ھو خیر لکم لکل امریٔ منه ما اکتسب من الاثم

الآیه۔ (القرآن)

سیرت ابن ہشام، صفحہ ۱۷۱ - ۱۷۴

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۲۶۷، ۳ــه

چھٹا منظر

مدینہ ——— "مسجد نبوی کے قریب۔ مسلمان کوچ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔
ایک انصاری اور مہاجر میں گفتگو ہو رہی ہے۔"

انصاری۔ بھائی! یہ معاملہ کیا ہے؟

مہاجر۔ تمہیں نہیں معلوم؟ رسول اللہؐ خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے مکہ تشریف لے جا رہے ہیں۔

انصاری۔ سوال تو یہ ہے کہ قریش آپؐ کو مکہ میں داخلے کی اجازت بھی دیں گے؟

مہاجر۔ کیوں نہیں؟ آپ کا مقصد عمرہ اور زیارت بیت اللہ ہے نہ کہ جنگ و جدال!

انصاری۔ (تعجب سے) مگر یہ تو بتاؤ کہ آخر یکایک عزم سفر کیونکر ہو گیا؟

مہاجر۔ دراصل رسول اللہؐ نے حال ہی میں خواب دیکھا ہے کہ "آپ مسلمانوں کے ساتھ مکہ تشریف لے گئے اور بیت اللہ کا طواف فرما رہے ہیں" یہ خواب سُن کر غریب الدیار مسلمان بے چین ہو گئے اور حضورؐ کو اسی سال سفر کے لیے آمادہ کر لیا۔

انصاری۔ اشتیاق تو مجھے بھی ہے۔ اور اس راہ میں سفر اس لیے مناسب ہے کہ عرب کے قدیم رسم و رواج کے مطابق ذیقعد میں جنگ ناجائز ہے بلکہ آج کل ان کا دشمن بھی بے روک ٹوک مکہ آ سکتا ہے۔

مہاجر۔ چلو، دیکھیں، روانگی کس وقت ہو گی، ہم بھی تیار ہو جائیں گے۔

انصاری۔ ہاں، چلو، ہم اس شرف سے محروم نہیں رہ سکتے۔

(دونوں جاتے ہیں)

"محمدؐ رسول اللہ چودہ سو مسلمانوں کے ساتھ مکہ سے انتیس میل دُور

مقام حدیبیہ کے قریب مقام عسفان پر"

محمدؐ۔ گو ہمارا مقصد صرف زیارت بیت اللہ الحرام اور اس کا طواف ہے مگر

خطرہ ہے کہ کہیں قریش اس داخلے کو چڑھائی نہ سمجھ لیں حالانکہ ہمارے سا

قربانی کے جانور ہیں اور ہم عمرہ کا احرام بھی باندھے ہوتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ۔ ممکن ہے انہیں ہماری روانگی کا علم ہو گیا ہو۔

(مکہ کی طرف سے ایک سوار تیزی سے آتا ہوا نظر آ رہا ہے لیکن گرد

غبار کی اوٹ میں اسے شناخت کرنا مشکل ہے۔)

علیؓ۔ یہ کوئی شہسوار ہے۔

انصاری۔ مکہ سے آ رہا ہے، کوئی تازہ خبر لایا ہو گا۔

بشر بن سفیان الکعبی۔ (قریب آ کر) یا رسول اللہ! . . . اے مقدس ہستی!

محمدؐ۔ میرے پاس آ جاؤ۔ کہو . . . کیا بات ہے؟

بشر۔ السلام علیک یا رسول اللہ! قریش مکہ کو آپ کے عزم و روانگی کی خبر

گئی ہے اور وہ اپنے شیر خوار بچوں تک کو ساتھ لے کر نکلے ہیں۔ ان لوگو

نیند وےؔ کی کھالیں پہن رکھی ہیں۔ اب وہ لوگ وادیٔ ذی طویٰ میں اتر

ؔ قد لبسو جلود النمور کا لفظی ترجمہ یہی ہو گا۔ ورنہ یہ ایک محاورہ ہے جو عرب بھا

کے مواقع پر استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ عمرو بن معدیکرب کا ایک شعر ہے سے

ہونگے۔ انھوں نے یہ عہد کر لیا ہے کہ آپ کو کسی بھی قیمت پر مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ شہسواروں میں خالد بن ولید ہے۔ جو اپنے رسالے کے ساتھ کراع الغمیم پر ہو گا۔

محمدؐ۔ یا ویح قریش! نادان قریش! تمھارا برا ہو۔ انھیں تو آتشِ حرب کھا گئی۔ آخر ان کا کیا بگڑ جاتے گا اگر وہ مجھے اور دنیائے عرب کو چھوڑ دیں۔ نتیجۃً اگر دشمن مجھ پر غالب آتے ہیں تو یہ ان کی عین خوشی اور آرزو کی تکمیل ہو گی اس کے برعکس اگر مجھے کامیابی حاصل ہو جائے تو یہ خود بھی کثیر تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں۔ اگر وہ اس پر بھی آمادہ نہ ہوں تو جنگ کے لیے تیار ہو جائیں ________ خدائے لم یزل و لایزال کی قسم میں فرضِ منصبی انجام دینے کے لیے برابر جہاد کرتا رہوں گا حتیٰ کہ خدا اپنے دین کا بول بالا کر دے یا میں راہِ حق میں لڑتے لڑتے تنہا رہ جاؤں۔

بشر۔ اللہ آپ کا عزم قائم رکھے۔

محمدؐ۔ (عزم و ثبات سے) خدا کی طاقت اور برکت پر بھروسا کرتے ہوئے قسم کھاتا ہوں کہ میں بیت اللہ کی زیارت ضرور کروں گا۔

۱۔ قوم اذا لبسوا الحدید تنمروا حلقاً و قدّا

مفہوم یہ ہے کہ وہ جنگ کے میدان میں تیندوں کی سی بہادری اور خونخواری کا مظاہرہ کریں گے اور یہ مثال اجداد تاویلات کہی جاتی ہے۔ اگر وہ زرہ پہن لیں تو گویا تیندوے کی کھالیں پہن کر آ گئے ہیں (تیندوے بن کر)

عقیقہ

بشر۔ اگر انہیں یہ علم ہو جائے کہ آپ کا مقصد جنگ نہیں، محض عمرہ کرنا ہے تو شاید وہ نرم پڑ جائیں۔

محمدؐ۔ (صحابہؓ سے) ساتھیو! تم میں سے کون ہمیں کسی ایسے راستے سے منزل مقصود تک لے جا سکتا ہے جہاں قریش سے مڈبھیڑ کا اندیشہ نہ ہو۔

ایک مسلمان۔ میں یا رسولؐ اللہ!

"رسولؐ اللہ چودہ سو مشتاقانِ زیارتِ بیت اللہ کو لے کر روانہ ہوتے ہیں۔"

(تاریخ طبری، جلد دوم صفحہ ۲۷۰-۲۷۳)

(اضافہ جدید از: عطیہ)

ساتواں منظر

"رسول اللہ کی قیادت میں مسلمانوں کا قافلہ مکہ معظمہ کی جانب رواں دواں ہے ۔ اب یہ مقدس ہستیاں مکہ کے نشیبی علاقہ حدیبیہ کے قریب ہیں"

محمدؐ ۔ اب تم لوگ مل کر بلند آواز سے لبیک کہو اور قربانی کے جانور آگے بڑھا دو۔ ممکن ہے تمہاری یہ آوازیں سن کر ان کے دل نرم پڑ جائیں اور وہ کوئی مزاحمت نہ کریں۔

مسلمان (بآواز بلند) لبیک ۔ اللھم لبیک وسعدیک ۔ ۔ ۔ ۔ (ان کی ولولہ انگیز مؤثر آوازوں سے ساری فضا مرتعش ہے ۔)

مشرکین ۔ رسول اللہ اور مسلمانوں کے لشکر کا چکر کاٹ رہے ہیں۔

مسلمان ۔ (نظر پڑتی ہے) یا رسولؐ اللہ! یہ دیکھیے کئی مشرک ہیں جو ہمارے لشکر کا چکر لگا رہے ہیں اور تیر اندازی سے بھی باز نہیں آتے ۔

محمدؐ ۔ پکڑ لاؤ انھیں۔

(پکڑ کر لاتے ہیں) یہ لیجیے ۔ چالیس پچاس کے قریب ہیں۔

محمدؐ ۔ تم لوگ یہاں کیوں آتے ہو؟

مشرکین ۔ ہمیں قریش نے بھیجا تھا کہ آپ کے لشکر کا چکر لگا کر جائزہ لے سکیں۔

محمدؐ ۔ خیر جاؤ ۔ میں نے تمہیں معاف کیا لیکن یاد رکھنا مجھے علم ہے کہ تم لوگوں نے

صرف جکڑ ہی نہیں لگایا بلکہ ہمارے لشکر پر تیر اندازی اور سنگ باری بھی کی ہے

صحابہؓ۔ یا رسول اللہ! آپ . . . ملے ؟

محمدؐ۔ ہاں، یہی مناسب تھا، ذرا عمرؓ کو میرے پاس بھیجو۔

عمرؓ۔ حاضر ہوں، یا رسول اللہ!

محمدؐ۔ تم مکہ جا کر سرداران قریش کو بتا دو کہ ہم صرف عمرہ کرنے کی غرض سے نکلے ہیں

عمرؓ۔ یا رسول اللہ! تعمیل ارشاد میں مجھے کوئی عذر تو نہیں ہوتا لیکن میں . . .

محمدؐ۔ لیکن کیا؟

عمرؓ۔ قریش کی طرف سے مجھے اپنی جان کے لیے بڑا خطرہ ہے۔ مکہ میں بنی عدی بن کعب میں (عمرؓ کے قبیلہ) کا کوئی فرد نہ ہو گا جو میری حمایت کر سکے میں اور آپ بخوبی واقف ہیں کہ قریش مجھ سے کس درجہ معاندانہ برتاؤ کرتے اور میری جان کے دشمن ہو گئے ہیں۔ انھیں میری سخت گیری سے شکایت ہے بہر حال میں آپ کو ایک ایسے شخص کا نام بتاتا ہوں جو مجھ سے زیادہ موزوں

محمدؐ۔ کون ہے وہ؟

عمرؓ۔ عثمانؓ بن عفان۔

محمدؐ۔ اچھا تو عثمانؓ کو بلاؤ۔

عثمان۔ (حاضر ہو کر) ارشاد یا رسول اللہ!

محمدؐ۔ تم سردارانِ قریش کے پاس جا کر میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ "رسول اللہ اور مسلمان لڑنے کے لیے نہیں، محض زیارتِ بیت اللہ الحرام کی نیت سے آئے ہیں"

عثمانؓ۔ بہتر ہے یا رسول اللہ! (اسی وقت روانہ ہو جاتے ہیں، راستے میں ابان بن سعید

آٹھواں منظر

مکہ کے راستے میں ـــــ ابان بن سعید اور عثمانؓ بن عفان،

ابان۔ کیوں عثمانؓ! یہاں کہاں؟

عثمانؓ۔ سردارانِ قریش کے پاس رسولؐ اللہ نے مجھے اپنا سفیر بنا کر بھیجا ہے۔

ابان۔ آؤ میری سواری پر بیٹھ جاؤ، میں تمہیں اپنی پناہ میں ابوسفیان وغیرہ سے ملا دوں گا۔

(ابوسفیان اور دیگر سردارانِ قریش کے پاس)

عثمانؓ۔ مجھے رسولؐ اللہ نے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ ہمارا مقصد محض بیت اللہ الحرام کی زیارت ہے جنگ نہیں۔

ابوسفیان۔ اگر تم بھی یہی چاہتے ہو تو کر لو طواف، کون منع کرتا ہے؟

عثمان۔ رسولؐ اللہ کے بغیر میں ہرگز طواف نہیں کر سکتا۔

قریش۔ اسے پکڑ کر قید کر لو۔

(عثمانؓ کو پکڑ کر قید کر دیا جاتا ہے)

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۲۷۹

اضافہ جدید از:۔ عطیہ

نواں منظر

مقام حدیبیہ۔ رسول اکرمؐ صحابہ کرام کے ساتھ :۔

محمدؐ۔ عثمانؓ واپس نہیں آتے۔

صحابہؓ۔ خدا جانے ان پر کیا گذری؟

مخبر۔ مسلمانو! عثمانؓ کو مشرکین نے قتل کر دیا۔

محمدؐ۔ شہید کر دیا۔۔؟ عثمان۔۔۔کو؟

صحابہؓ۔ یا رسول اللہ۔ یہ کیا ہوا؟ اب کیا کریں؟

محمدؐ۔ ہم بھی اب ان سے مقابلہ کیے بغیر نہیں ٹلیں گے۔ تم میں سے کوئی اٹھ[illegible] بیعت کا اعلان کر دے۔

مسلمان۔ لوگو! آؤ بیعت کر لو۔ رسول اللہ کا حکم ہے آؤ بیعت کر لو۔

صحابہ کرامؓ۔ (جلد جلد آ کر دست مبارک پر درخت کے سایے میں جان و ما[illegible] بیعت کرتے ہیں۔)

جبریل امین۔ (وحی الہٰی) لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْ[illegible] الشَّجَرَةِ۔ (الفتح)

سہیل بن عمرو۔ (مشرکین مکہ کا نمائندہ حاضر ہوتا ہے) محمدؐ! مجھے قریش تم سے مصالحت کرنے کے لیے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ تم اس سال[illegible] چلے جاؤ ورنہ عرب بھر میں ہماری کمزوری اور مغلوبیت کا چرچا ہو گا کہ

زبردستی مکہ میں داخل ہو گئے اور ہم تمھیں نہ روک سکے۔

محمدؐ۔ (بڑی گہری سیاسی پالیسی کے تحت صلح پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے)
اچھا۔ علیؓ! تم میری جانب سے صلح نامہ لکھ دو۔

علیؓ۔ کیا۔ لکھوں؟

محمدؐ۔ سب سے پہلے لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

سہیل۔ لات کی قسم ہم رحمٰن کو نہیں جانتے۔ ہاں، باسمک اللّٰھم لکھو۔

محمدؐ۔ یہی سہی۔

علیؓ۔ (لکھتے ہیں) باسمک اللّٰھم

محمدؐ۔ اب لکھو۔ محمد رسول اللہ اور سہیل بن عمرو (نمائندۂ قریش) کے درمیان
ان امور پر صلح نامہ لکھا گیا۔

سہیل۔ (بگڑ کر) اگر ہم تمہیں رسول اللہ تسلیم کر لیں تو جھگڑا کس بات کا رہے گا؟
اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھو۔

محمدؐ۔ علیؓ! لکھو۔ محمد بن عبداللہ اور سہیل کے درمیان یہ صلح نامہ لکھا گیا۔

سہیل۔ ہاں، اب پورا کر دو۔

محمدؐ۔ ۱۔ دس سال تک باہم صلح رہے گی۔ اور اس درمیان میں جانبین کی آمد و
رفت بے روک ٹوک ہو گی۔

۲۔ اس مدتِ امن میں جو شخص یا قبیلہ محمدؐ سے ملنا چاہے وہ بخوشی
معاہدہ کرے اور جو قریش میں شریک ہونا پسند کرتا ہو وہ قریش سے مل جائے۔

۳۔ آئندہ سال مسلمانوں کو طوافِ کعبہ کی بھی اجازت ہو گی، البتہ

وہ مسلح ہو کر نہیں جا سکتے، ہتھیار اپنے سامان میں ضرور رکھ سکتے ہیں۔

۴۔ اگر قریش کا کوئی شخص اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر رسول اللہ کے پاس آجائے گا تو قریش کے طلب کرنے پر رسول اللہ اسے واپس کر دیں گے لیکن رسول اللہ کا کوئی آدمی اگر قریش کے پاس جائے گا تو وہ اسے واپس نہیں کریں گے۔

صحابہ کرامؓ۔ یا رسول اللہ! یہ آخری شرط ... مناسب نہیں ...

ابوبکرؓ۔ رسول اللہ کا ہر کام مصلحت اندیشی پر مبنی ہوتا ہے اس میں بھی کوئی نہ کوئی مفاد پوشیدہ ہو گا۔

عمرؓ۔ ہم اس شرط پر ہرگز تیار نہیں، (عہد نامہ ہاتھ میں لے کر) یا رسول اللہ! کیا آپ اللہ کے رسول نہیں؟

محمدؐ۔ (تبسم فرماتے ہوئے) بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

عمرؓ۔ (اسی جوش سے) کیا ہم سب مسلمان نہیں؟

محمدؐ۔ ہاں بھائی! تم لوگ سب مسلمان ہو۔

عمرؓ۔ کیا وہ (قریش) مشرک نہیں؟

محمدؐ۔ بلاشبہ وہ مشرک ہیں۔

عمرؓ۔ تو پھر اپنے دینِ حق کے باوجود ہم اپنی بزدلی کا مظاہرہ کیوں کریں؟ یہ تو سراسر ہماری کمزوری ہو گی کہ ہم آخری شرط بھی مان لیں۔

محمدؐ۔ عمرؓ! میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اس کے کسی حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا۔ اور وہ ہرگز مجھے ضائع نہیں کرے گا۔

عمرؓ۔ (شرمندہ ہوکر) یارسول اللہ! تو کیا صلح حدیبیہ ہمارے لیے فتح کی خوشخبری تھی؟

محمدؐ۔ ہاں۔

(رسول اللہ صحابہ کرامؓ کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لے جاتے ہیں۔)

"تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۲۸۰

(اضافۂ جدید از عطیہ)

ملہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کا بیان ہے کہ رسول اللہ کی مصلحت اندیشی اور اس کے دُور رس مفید نتائج کے پیش نظر میں نے برابر نمازیں (نفل) پڑھیں، روزے رکھے، صدقہ دیا اور غلام آزاد کیے کہ صلح کے دوران میں آخری شرط پر مجھے میری تلخ کلامی کی سزا نہ اٹھانی پڑے۔

عطیہ

دسواں منظر

مدینہ —— مسجد نبوی میں ۔ رسولؐ اللہ صحابۂ کرام کے ساتھ

عمرؓ۔ یا رسولؐ اللہ! اب ہم قریش کی شرانگیزیوں سے محفوظ ہو گئے ۔

ابوبکرؓ۔ ہاں، یہ کھلم کھلا فتح ہے ۔

عمرؓ۔ یا رسولؐ اللہ! اب تو خدا کے دین کی حقانیت اس طرح ثابت ہو گئی کہ کافر بھی مان گئے ۔

محمدؐ۔ ہاں، اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے اس کا ارشاد ہے :

۱۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۔

۲۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

۳۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ! اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۔

۴۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔

ابوبکرؓ۔ تو پھر یا رسول اللہ! دینِ حق کی تبلیغ عرب ہی تک کیوں محدود ہے

محمدؐ۔ تم نے سچ کہا ابوبکرؓ! میرا خیال ہے کہ شاہانِ عجم کو بھی ان کی رعایا سمیت اسلام کی دعوت دوں۔ تم لوگ مجھ سے پورا پورا تعاون کرو۔

صحابۂ کرامؓ۔ بسر و چشم یا رسولؐ اللہ! ہم سب حاضر ہیں اور ہر کارِ لائقہ کی انجام دہی کے لیے ہر وقت تیار۔

محمدؐ۔ آج تاریخ کیا ہے ؟

علیؓ۔ یکم محرم الحرام سنہ ۷ھ

محمدؐ۔ ہمارے ساتھیوں میں جو شخص جس ملک کی زبان جانتا ہو وہ حاضر کیا جائے تاکہ افہام و تفہیم اور تبلیغِ حق و ترجمانی میں مشکل نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ میرے نام کی ایک چاندی کی مہر بنائی جائے جس پر حرف محمد رسول اللہ کندہ ہو۔

(مہر اور سفراء حاضر کیے جاتے ہیں)

محمدؐ۔ عمرو بن امیۃ الضمری! تم حبش کی موجودہ زبان سے واقف ہو۔ یہ میری جانب سے اسلام کا دعوت نامہ شاہ حبش کے پاس لے جاؤ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
من محمد رسول اللہ الی
النجاشی الاصحم ملک الحبشۃ
سلم انت فانی احمد الیک اللہ الملک
القدوس المؤمن المہیمن و
اشہد ان عیسی ابن مریم
روح اللہ وکلمتہ القاھا الی
مریم البتول الطیبۃ الحصینۃ و
حملت بہ عیسی فخلقہ اللہ
من روحہ ونفخہ کما خلق
ادم بیدہ ونفخہ وانی ادعوک
الی اللہ وحدہ لا شریک لہ

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ یہ خط اللہ کے رسول محمد کی جانب سے نجاشی اصحم شاہ حبش کے نام ہے۔ تم پر سلامتی ہو۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی ستائش کے بعد میں تمھیں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ عیسیٰؑ ابن مریمؑ اللہ کی مخلوق اور اس کا حکم ہیں جو اس نے مریم عذرا کے پاس بھیجا اور اس کے حکم سے مریمؑ کے بطن سے عیسیٰؑ کی ولادت ہوئی۔ خدا نے عیسیٰ کو اپنی روح اور نفخ (کن فیکون) سے اسی طرح پیدا کیا جس طرح آدمؑ کو (بغیر والدین) نفخ سے پیدا کیا تھا۔ میں تمہیں دعوت

والموالاۃ علی طاعتہ واَن تتبعنی وتؤمن بالذی جاءنی فانی رسول اللہ وقد بعثت الیک ابن عمی جعفر بن ابی طالب ونفراً معہٗ من المسلمین فاذا جاءک فاقرھم ودع التجبر فانی ادعوک وجنودک الی اللہ تعالیٰ فقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصیحتی والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

(نشان۔ مہر رسول اللہ)

دیتا ہوں کہ تم خدائے واحد پر ایمان لے آؤ جس کا کوئی شریک نہیں اور ہمیشہ اس کی فرماں برداری کرتے رہو۔ میری اتباع کرو اور میری تعلیمات کا سچے دل سے اقرار کرو۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں اپنے چچیرے بھائی جعفرؓ کو ایک جماعت کے ساتھ تمہارے پاس بھیج چکا ہوں تم انہیں اچھی طرح ٹھہرا لینا۔ نجاشی تم تکبر چھوڑ دو، میں تمہیں خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔ تمہیں میری نصیحت مان لینی چاہیے۔ اس پر سلامتی ہو جو صراطِ مستقیم پر چلتا ہے۔

عمرو بن امیہ۔ (تعمیل ارشاد کرتے ہوئے نامۂ مبارک لے جاتے ہیں۔)

محمدؐ۔ دوسرے قاصد کو میرے پاس بھیجو۔

عمرؓ۔ یا رسولؐ اللہ! کسریٰ ایران خسرو پرویز ہے۔ تقریباً نصف مشرقی دنیا کا واحد تاجدار و حکمران ہے اور اس کا مذہب دینِ زردشت ہے۔

محمدؐ۔ ہاں، جانتا ہوں۔ عبداللہ بن حذافہ کو اس کے پاس بھیجنا چاہیے۔

عبداللہ بن حذافہ۔ یا رسول اللہ! حاضر ہوں۔

محمدؐ۔ ابن حذافہ! تم کسریٰ ایران کے دربار میں جاکر اللہ کا یہ پیغام دے دینا

ابن حذافہ ۔ ارشاد۔
محمدؐ ۔ (لکھواتے ہیں) لکھو :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من	. . . : محمدؐ رسول اللہ کی جانب سے
محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم	کسریٰ شاہ ایران کے نام۔ سلام اس پر
فارس۔ سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ	جو سیدھے راستے پر چلتا ہے اور اللہ و
وآمن باللہ ورسولہ واشھد	رسولؐ پر ایمان لاتا ہے اور یہ شہادت دے
ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک	کہ خدا کے سوا کوئی لائق پرستش نہیں۔ محمدؐ
لہ وان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔	اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں
ادعوک بدعایۃ اللہ فانی	تمھیں اللہ کے پیغام کی دعوت
انا رسول اللہ الی الناس کافۃ	دیتا ہوں۔ میں خدا کا رسول ہوں۔ مجھے
لانذر من کان حیا ویحق القول	جملہ نسل انسانی کی طرف بھیجا گیا ہے تاکہ
علی الکافرین فاسلم تسلم فان	ہر زندہ شخص کو عذاب الٰہی کا خوف
ابیت فان اثم المجوس	دلاؤں اور جو منکر ہیں ان پر خدا کی حجت
علیک۔	تمام ہو۔ تم اسلام قبول کرو تو سلامت
(نشان مہر رسول اللہ)	رہو گے ورنہ ساری قوم مجوس کا گناہ
	تمہاری گردن پر ہو گا۔

ابن حذافہ ۔ (نامۂ مبارک لے کر روانہ ہو جاتے ہیں۔)
علیؓ ۔ یا رسول اللہ! یہ دحیہ بن خلیفہ کلبی حاضر ہے، قیصر روم کے پاس بھیج دیجیے۔
محمدؐ ۔ لکھو :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ الیٰ ھرقل عظیم الروم۔ السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ اما بعد اَسْلِم تَسْلَمْ و اسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین وان تتول فان اثم الاکارین علیک یعنی تحمالہ

(نشان مہر رسالت مآبؐ)

(دحیہ بن خلیفہ کلبی۔ دعوت نامۂ اسلام لے کر جاتے ہیں۔)

محمدؐ۔ شاہ اسکندریہ و مصر کے نام بھی اسی مضمون کا ایک دعوت نامۂ اسلام لکھ کر حاطب بن ابی بلتعہ کے ذریعے سے بھیج دیا جائے۔ آخر میں اتنا ضرور بڑھا دینا کہ اگر تم اسلام نہ لائے اور انکار کیا تو تمام اہلِ مصر (قبطیوں) کے مسلمان نہ ہونے کا عذاب تمہاری گردن پر ہوگا۔

حاطب۔ میں جریح بن مُتی (مقوقس) کو نامۂ مبارک دے کر خود بھی سمجھاؤں گا۔

محمدؐ۔ اچھا، جاؤ، فی امان اللہ۔

صحابۂ کرام۔ یا رسول اللہ! آج تمام نامی گرامی بادشاہوں کے نام اسلام کا پیغام بھیج دیا گیا۔

محمدؐ۔ نہیں، ابھی چند باقی ہیں۔ خیر، پھر سہی، خدا ان کی بھی زبان سے واقف آدمیوں کا بندوبست کر دے گا۔

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۲۸۸ - ۲۹۷

(ترمیم و اضافۂ جدید از عطیہ)

گیارہواں منظر

رسول اللہ صحابہؓ کرام کے ساتھ

ایک صحابیؓ۔ یا رسول اللہ! ہمارا خیال تھا کہ بنو قریظہ کے قتل کے بعد یہود کی سرکشی اور بغاوت کا استیصال ہو گیا ہے لیکن ابھی خبر آئی ہے کہ یہ لوگ پھر ابھر رہے ہیں۔

رسول اللہؐ۔ کیا ہوا عمرؓ؟

عمرؓ۔ خیبر کے یہودی جنگِ احزاب میں ناکامی کا انتقام لینے اور اپنی عظمت و سطوت بحال کرنے کے لیے ملک بھر میں ایک ہولناک جنگ کی تیاری کر کے مدینہ پر عنقریب حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔

رسول اللہؐ۔ (سر جھکائے غور سے سماعت فرماتے ہوئے) کیا صرف خیبر کے یہودی ہیں؟

عمرؓ۔ جی نہیں یا رسول اللہ! انہوں نے بنو غطفان کے چار ہزار جنگجو بہادروں کو بھی ساتھ ملا لیا ہے۔ اور وہ اس شرط پر ان کے ساتھ شامل ہو کر جنگ پر آمادہ ہوتے ہیں کہ اگر مدینہ فتح ہو گیا تو خیبر کی پیداوار کے نصف حصے پر ہمیشہ کے لیے بنو غطفان کا حق ہو گا۔

صحابہ کرامؓ۔ یا رسول اللہ! ہم بھی جنگِ احزاب کی سختیاں فراموش نہیں کر سکتے۔ وہ بھی دراصل ان خبیثوں کی ناپاک سازش کا نتیجہ تھی۔ لیکن ہم بھی کسی سے کم نہیں اور اب خود ہی آگے بڑھ کر انہیں ایسا مزہ چکھانا چاہتے ہیں کہ وہ

زندگی بھر سر نہ اٹھا سکیں۔

عمرؓ۔ لاریب کہ خیبر[1] کی حدود میں یہود کی شان و شوکت ابھی تک قائم ہے وہ اس پر تُلے ہوئے ہیں بنو قریظہ کا انتقام لینا چاہتے ہیں اس لیے میرے نزدیک غزوۂ خیبر ہمارے لیے ناگزیر حد تک ضروری ہے۔

محمدؐ۔ (عزم سے سر اٹھا کر) مجاہدو! خیبر کے لیے تیاری کر لو۔ مسلمانو! ان شکن بد اطواروں کی شان و شوکت خاک میں ملا دو۔

(محمدؐ چودہ سو مجاہدینِ اسلام کے ساتھ خیبر کی جانب روانہ ہوتے ہیں۔)

(تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۲۹۸-۳۰۳)

(مع اضافۂ جدید از: عطیہ)

---

[1] خیبر مدینہ سے شام کی جانب تین منزل پر ایک مقام ہے

بارہواں منظر

"مقامِ رجیع کے قریب۔ رات کا وقت ہے۔ رسول اللہ
چودہ سو جاں نثارانِ اسلام کے ساتھ۔"

ابوبکرؓ۔ حباب بن منذر! تم جنگ آزما ہو، بتاؤ، کہاں قیام کرنا چاہیے؟ کس جگہ معرکہ مناسب ہوگا؟

حبابؓ۔ اس وقت ہم بنو غطفان اور اہلِ خیبر کے درمیان مقام رجیع پر ہیں اور میرے خیال میں یہی جگہ ہر حیثیت سے ٹھیک رہے گی؟

عمرؓ۔ یہاں قیام کیا جائے گا؟

حبابؓ۔ جی ہاں، اس میں سب سے بڑا فائدہ اور جنگی مصلحت یہ ہے کہ اگر بنو غطفان اہلِ خیبر کی مدد کے لیے آگے بڑھنا چاہیں گے تو لشکرِ اسلام ان کے لیے سدِ راہ بن جائے گا اس لیے میری رائے میں معرکے کے لیے یہی جگہ بہتر ہے

عمرؓ۔ اس معرکے میں وہی مجاہد ہمارے ساتھ ہیں جو مقام حدیبیہ پر بیعت کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔

عمرؓ۔ بیس عدد خواتینِ اسلام بھی ہمارے ہمراہ آئی ہیں۔

عمرؓ۔ ہاں، وہ زخمیوں کی خبر گیری اور مرہم پٹی کرتی رہیں گی، اور دیکھو عکاشہ بن محصن کہاں ہے؟

عکاشہؓ۔ حاضر ہوں یا رسولؐ اللہ!

محمدؐ۔ گو ہم اہل خیبر کے قلعوں پر آگئے ہیں لیکن ہم نے کبھی شبخون نہیں مارا۔ پھر بھی میدانِ کارزار کے لیے کمانڈروں کا انتخاب و تعین تو قبل از وقت کر لینا چاہیے۔

عکاشہؓ۔ بجا ارشاد ہے۔

محمدؐ۔ تمہیں یاد ہوگا کہ میں نے تمہیں بلا حساب جنت میں جانے کی بشارت دی تھی۔ تم نے بدر، احد، خندق اور دوسرے غزوات میں بھی حصہ لیا، اس لیے لشکر کے اگلے حصے (مقدمہ) کی کمان تم کرنا۔

عکاشہؓ۔ بہتر ہے یا رسول اللہ! لیکن میسرہ اور میمنہ پر کون ہوگا؟

محمدؐ۔ عمر بن الخطاب کہاں ہیں؟

ابوبکرؓ۔ وہ اس وقت لشکرِ اسلام کا پہرہ دے رہے ہیں اور دشمن کی نقل و حرکت کا جائزہ بھی لیتے جائیں گے۔

محمدؐ۔ اچھا، خیر، میمنہ پر عمرؓ کو مقرر کیا جاتا ہے اور میسرہ پر کسی اور موزوں شخص کو مقرر کر دیا جائے گا البتہ عَلم توحید کل اس شخص کو دوں گا جو خدا اور اس کے رسول کو محبوب ہے اور اسے فتح و نصرت سے سرفراز کیا جائے گا، اور وہ بھی خدا اور اس کے رسول پر جان دیتا ہے۔

صحابۂ کرام۔ (آپس میں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اور یہ سن کر ہر شخص کی آرزو یہی ہے کہ یہ سعادت اسی کو حاصل ہو۔)

عمرؓ۔ (زنجیری میں کسی یہودی کو ساتھ لے کر آتے ہیں۔) یا رسول اللہ! یا رسول اللہ! میں نے ایک یہودی کو گرفتار کر لیا ہے اور آپ کی خدمت میں لے

آیا ہوں۔

ابوبکرؓ۔ ٹھہر جاؤ عمرؓ! رسول اللہ نماز تہجد میں مصروف ہیں۔

محمدؐ۔ (سلام پھیر کر) عمرؓ! کہاں ہے؟ کون ہے وہ؟

عمرؓ۔ (یہودی کو پاس لے جا کر) یہ حاضر ہے۔

محمدؐ۔ تم اس وقت ہمارے پاس ہو لیکن کوئی اندیشہ نہ کرو، ہمارا کام ظلم و عہد شکنی نہیں۔

یہودی۔ اگر حضور میری اور میرے اہل و عیال کی جان بخشی کا وعدہ فرمائیں تو میں یہود کے اہم جنگی راز بتا دوں گا۔

محمدؐ۔ تم امان میں ہو۔

یہودی۔ اب میں آپ کو بہت کچھ بتا سکتا ہوں۔ قصبہ خیبر کے آس پاس دس مستحکم قلعے ہیں جن میں دس ہزار جنگ آزما ہر وقت موجود رہتے ہیں۔

محمدؐ۔ کوئی تازہ خبر؟

یہودی۔ جی، قلعہ نطاۃ کے یہودی اپنے اہل و عیال کو قلعہ میں جس کا نام شق ہے منتقل کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی اپنا سارا مال نقد و جنس بھی اس کی زمین میں دفن کر دیں گے۔ مجھے ان کے دفینے کی جگہ بھی معلوم ہے۔ جب مسلمان قلعہ فتح کر لیں گے تو میں آپ کو وہ جگہ بھی بتا دوں گا۔ اسی شق نامی قلعے کے تہ خانوں میں قلعہ شکنی کے بے شمار آلات منجنیق وغیرہ بھی موجود ہیں۔ آپ کی فتح یابی کے بعد میں وہ تہ خانے بھی بتا دوں گا۔

محمدؐ۔ (صحابہؓ سے) اسے اور اس کے اہل و عیال کو میں نے پناہ دی ہے،

اب اسے امان کے ساتھ رخصت کر دو۔

یہودی۔ (اطمینان سے واپس جاتا ہے۔

(فجر کے بعد)

محمدؐ۔ علی رضؓ بن ابی طالب کہاں ؟

صحابہؓ۔ یا رسول اللہ! وہ آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں، ان کی آنکھوں میں خاصا درد اور تکلیف ہے۔

محمدؐ۔ میرے پاس بھیج دو۔

علیؓ۔ (آنکھوں پر پٹی باندھے ہوئے) حاضر ہوں یا رسولؐ اللہ!

محمدؐ۔ علیؓ! کیسی طبیعت ہے؟ کیا شکایت ہے؟

علیؓ۔ آشوبِ چشم

محمدؐ۔ میرے قریب آجاؤ

علیؓ۔ تعمیل کرتے ہیں

محمدؐ۔ (پٹی کھول کر لعابِ دہن مبارک لگاتے ہیں۔)

علیؓ۔ (آنکھیں کھول کر) یا رسول اللہ! اب ٹھیک ہوں، میری آنکھیں کھل گئیں

محمدؐ۔ (سفید پرچم اسلام دیتے ہوتے) لو، یہ علمِ اسلام تم سنبھالو۔۔۔ اور راہِ خدا میں جہاد کرو۔ اوّل اسلام کی تبلیغ کرنا، بعد میں جنگ۔ اگر ایک آدمی بھی تمہارے ہاتھ پر مسلمان ہو جائے تو یہ ہزار مالِ غنیمت سے بدرجہا بہتر ہوگا۔

(علیؓ سرخ فوجی لباس زیب تن کیے روانہ ہو جاتے ہیں)

(اضافہ جدید از: عطیہؔ) ابن ہشام۔ طبری۔۔۔ زاد المعاد

تیرہواں منظر

علیؓ بن ابی طالب، عامرؓ، زبیرؓ بن العوام وغیرہ کے ساتھ یہود کے قلعوں کے پاس قلعہ نمبرا ، ناعم کا مشہور سردار مرحب ، جو اپنی جنگ آزمائی اور بہادری پر بڑا ناز کرتا تھا اور اپنے آپ کو ہزار بہادروں کا ایک بہادر سمجھتا تھا ، سر پر مضبوط یمانی خود اور اس پر پتھر بھی لگائے ہوئے یہ رجز پڑھتا ہوا میدان میں مقابلے پر آتا ہے ۔

مرحب ۔ قد علمت خیبر انی مرحب — شاکی السلاح بطل مجرب

اطعن احیاناً وحیناً اضرب — انا اللیث اقبلت تغرب

ان حمای للحمی لا یقرب

ہے کوئی جو میرے سامنے آئے ؟

عامرؓ بن الاکوع (آگے بڑھتے ہوئے)

قد علمت خیبر انی عامر — شاکی السلاح بطل مغامر

(خیبر جانتا ہے کہ میں ہتھیار ہجانے والا تلخ نبرد آزمائی کا ماہر ہوں اور میرا نام عامرؓ ہے ۔)

لہ خیبر جانتا ہے کہ میں ہتھیار سجانے والا بہادر و تجربہ کار مرحب ہوں جب میدان میں شیروں کے بھی پاؤں اکھڑ جاتے ہیں تو میں بہادری کے جوہر دکھاتا ہوں ۔

مرحب۔ (بڑھ کر وار کرتا ہے) یہ ۔۔۔ تم ہو ۔۔۔ عامرؓ ؟

عامرؓ۔ (جواباً وار کرتے ہوئے) تم اب پہچانے ۔۔۔ ؟

(تلوار چھوٹی ہونے کی وجہ سے وار کارگر نہیں ہوتا بلکہ انہیں کے گھٹنے پر تلوار پڑتی ہے اور وہ شہید ہو جاتے ہیں۔)

علیؓ۔ عامر کو گرتا دیکھ کر رجز حیدری پڑھتے ہوئے تیر کی طرح آتے ہیں۔

انا الذی سمتنی امی حیدرہ اکیلکم بالسیف کیل السندرہ

کلیث غابات شدید قسورہ

"لو، میں آگیا۔ میرا نام میری ماں نے غضبناک شیر رکھا ہے۔ میں اپنی تلوار کی سخاوت سے تمہیں بڑے بڑے پیمانے عطا کروں گا۔ میں سخت ترین حملہ آور شیر ببر، مرد میدان ہوں"

مرحب۔ (آگے بڑھ کر وار کرنا ہی چاہتا ہے۔)

علیؓ۔ (بھرپور وار کرتے ہیں) دیکھا تو نے میں کون ہوں ؟

(وار آہنی خود و عمامہ تک کو کاٹتا، سر کے دو ٹکڑے کرتا گردن تک جا پہنچتا ہے اور وہ گر کر ڈھیر ہو جاتا ہے۔)

علیؓ۔ آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔

یاسر۔ (مرحب کا بھائی آگے بڑھتا ہے) ہے کوئی میری ٹکر کا ؟

زبیر بن عوامؓ ۔ (آگے بڑھ کر) لے، تیری قضا میرے ہاتھ سے لکھی تھی

یاسر۔ (ایک ہی وار میں ختم ہو جاتا ہے۔)

علیؓ۔ مردانہ وار قتل کرتے آگے بڑھتے جا رہے ہیں) اللہ اکبر — اللہ اکبر —

مسلمانو! قلعہ ناعم فتح ہو گیا ——— بھائیو! قلعہ ناعم فتح ہو گیا۔

حباب بن منذر۔ (آتے ہیں) مبارک ہو علیؓ! ادھر تم نے قلعہ ناعم فتح کیا اور ادھر میں نے سہ روزہ محاصرے کے بعد آج ہی قلعہ صعب ۳ فتح کر لیا۔ اس سے ہمیں غنیمت کے طور پر خاصا سامان خورد و نوش اور پارچہ جات بھی ملے ہیں۔ اور اپنی فوجی طاقت کے لیے خدا نے قلعہ شکن آلات بھی اسی قلعے سے دلوا دیئے۔

علیؓ۔ (خوں بار تلوار خوشی میں گھما رہے ہیں) اور وہ قلعہ زبیر جو اپنے بانی اور معمار کے نام سے موسوم ہے؟

ابن منذرؓ۔ (سوچتے ہوتے) کونسا قلعہ؟

علیؓ۔ وہی جو پہاڑی ٹیلے پر واقع ہے۔

ابن منذرؓ۔ ہاں، ہاں، یاد آیا، چلو اب ادھر چلیں۔

(دونوں جاتے ہیں اور دو دن تک اس کا محاصرہ کر کے طرح طرح سے قلعہ شکنی کی تدبیریں کرتے ہیں۔)

یہودی۔ (لشکرِ اسلام میں آتا ہے) مسلمانو! اس طرح تو تم یہ قلعہ دو دن کیا دو مہینے میں بھی فتح نہ کر سکو گے۔

حبابؓ۔ پھر کیا کریں؟ تمہیں بتاؤ

یہودی۔ ہاں، میں تمہیں ایک راز بتاتا ہوں۔

مسلمان۔ (حیرت سے) راز۔ ۔ ۔ ؟

یہودی۔ ہاں، یہ اسے فتح کرنے کا راز ہی ہے۔

مسلمان۔ بتاؤ۔

یہودی۔ دراصل اس قلعے میں ایک زمین دوز راستہ جاتا ہے۔ اگر تم پانی کی رسد کا راستہ بند کر دو تو سمجھو قلعہ تمہارا ہے۔

مسلمان۔ (فوراً جا کر قلعے کے اس زمین دوز راستے پر قبضہ کر لیتے ہیں۔)

یہودی سردار۔ (اہل قلعہ کے ساتھ میدان میں نکل آتا ہے۔) تو تم لوگ یہ راز بھی پا گئے، بڑے جنگ آزما ہو۔

مسلمان۔ (یکبارگی ٹوٹ پڑتے ہیں اور یہ قلعۂ زبیر بھی فتح ہو جاتا ہے۔ یہودی مقتولین کی لاشیں سارے میدان میں بکھری پڑی ہیں۔)

حبابؓ۔ علیؓ! چلو، اب قلعہ اُبی اور دوسرے قلعے بھی فتح کریں۔

علیؓ۔ (جاتے ہیں) ہاں، ہاں، میدان تو مار ہی لیا ہے ہم نے۔

حبابؓ۔ یہ ہے حصن اُبی۔

اہل قلعہ۔ (سخت مدافعت کرتے ہیں۔)

مسلمان۔ (جواباً حملے کر رہے ہیں۔)

غزوان۔ (باہر آ کر) آجاؤ میدان میں۔

حبابؓ۔ ہاں، ہاں، آجاؤ میدان میں۔

غزوان۔ (حملہ کرتا ہے) مجھے نہیں جانتے شاید؟

حبابؓ۔ (جواباً وار کرتے ہوئے) خوب جانتا ہوں اللہ کے دشمن!

غزوان۔ (حبابؓ کا وار اس کے داہنے بازو پر پڑتا ہے اور اس کا بازو کٹ جاتا ہے تو وہ قلعے کی طرف بھاگ جاتا ہے۔)

حبابؓ۔ (اس کا تعاقب کرتے ہوتے قلعے کے اندر تک جاتے ہیں۔) اللہ اکبر!

غزوان۔ (گھبراتا ہے)۔ ہائے! ہائے! یہاں بھی آگئے؟

حبابؓ۔ (آخری وار میں کام تمام کر دیتے ہیں۔)

ابن اسحٰق۔ رسول اللہ نے ابن ابی الحقیق کا قلعہ بھی فتح کر لیا۔

علیؓ۔ اللہ! تیرا شکر ہے۔

بلالؓ۔ (صفیہ بنت حُیَیّ بن اخطب اور دوسری یہودی عورت کو ساتھ لیے آتے ہیں۔) یا رسول اللہ! یہ دشمن خدا کی بیٹی ہے۔

محمدؐ۔ بلالؓ! ان دونوں عورتوں کو ان کے مُردوں کی لاشوں پر سے گزار کر لاتے ہوئے تمہیں ذرا بھی رحم نہیں آیا؟

بلالؓ۔ یا رسولؐ اللہ! میں اس پر مجبور تھا۔

عورت۔ (مسلمانوں کو دیکھ کر رہتی چیختی اور شور مچاتی ہے۔) ہائے! ہائے!

محمدؐ۔ لے جاؤ اس کو یہاں سے۔

مسلمان۔ (لے جاتے ہیں۔)

محمدؐ۔ صفیہ سردار کی بیٹی ہے اسے میری چادر اُڑھا دو۔ (پھر اٹھ کر خود ہی ان پر اپنی چادر ڈال دیتے ہیں۔)

مسلمان۔ معلوم ہوتا ہے حضورؐ نے اسے اپنے لیے پسند فرما لیا ہے۔

محمدؐ۔ ہاں، یہ ایک سردار کی بیٹی اور دوسرے سردار کی بہو ہے۔

علیؓ۔ (کنانہ بن الربیع کو لے کر آتے ہیں) یا رسول اللہ! یہ کنانہ حاضر ہے۔

محمدؐ۔ بتاؤ، بنو نضیر کا خزانہ کہاں ہے؟

کنانہ۔ مجھے نہیں معلوم۔ مَیں کچھ نہیں جانتا۔

دوسرا یہودی۔ اے ابوالقاسمؐ! کنانہ کو مَیں نے خود دیکھا ہے کہ روزانہ گھوڑے کا چکر لگانے ضرور نکل کر آتا تھا۔

محمدؐ۔ کنانہ! تمھارا خیال ہے کہ اگر ہم خزانہ تمہارے پاس دیکھ پائیں تو تمہیں قتل کر دیں گے؟

کنانہ۔ ہاں، تو کیا چھوڑ دیا جاؤں گا؟

زبیر۔ دیکھو، موت تمہارے سر پہ منڈلا رہی ہے مگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے۔ بتا دو، اب بھی خیر ہے۔

کنانہ۔ نہیں، مجھے کسی چیز کا علم نہیں۔

محمدؐ۔ (اس کی دروغ گوئی سے اکتا کر گھوڑے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے) اس کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کو کھود ڈالو۔

مسلمان۔ (کھود رہے ہیں) یہ لیجیے، یہ ہے ان اللہ کے دشمنوں کا خزانہ جسے یہ اسلام کی بیخ کنی اور تباہی کے لیے جمع کرتے تھے اور اب یہ اسلام کی اشاعت و سربلندی کے کام آئے گا۔

(بقیہ یہودی سردار اور اہلِ قلعہ پر ہیبت و رعب طاری ہے۔ وہ ابھی تک اپنے قلعوں وطیح اور سلالم میں مقیم ہیں، لیکن خوف سے بے دم ہوتے جا رہے ہیں۔)

سردار۔ یہودیو! مسلمانوں نے تمام قلعے سر کر لیے، یہی دو بچے ہیں اور کوئی دم میں وہ یہاں بھی فاتحانہ داخل ہو جائیں گے۔

یہودی۔ سردار! اب ہماری ہلاکت یقینی ہے۔

سردار۔ میرا بھی یہی خیال ہے اس لیے مناسب یہ ہوگا کہ ہم محمدؐ سے رحم کی درخواست کریں کہ وہ ہمیں گرفتار کرلیں مگر جان بخشی کا حکم دے دیں۔

یہودی۔ ہم اپنی طرف سے نمائندگی اور درخواست کے لیے محیصہ کو بھیجتے ہیں۔

سردار۔ محیصہ! تم جاؤ اور محمدؐ سے رحم کی درخواست کرو۔ اگر وہ مان لیں تو کہنا اپنے مال و متاع سے ہم زیادہ واقف ہیں۔ آپ نصف ہمارے لیے وقف کرنے کا وعدہ کرلیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔

محیصہ۔ (جا کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتا ہے۔ اے ابوالقاسمؐ! ہمارے سردار اور اہلِ قلعہ نے کہا ہے کہ آپ ہماری جان بخشی کا حکم دے دیجیے یا گرفتار کرلیجیے اور ساتھ ہی ہماری دولت کا نصف ہمارے ہی نام وقف کردیجیے تو بہتر ہوگا۔

محمدؐ۔ منظور — مگر ایک شرط پر یہ مصالحت ہوگی۔

محیصہ۔ فرمائیے۔

محمدؐ۔ یہ کہ اگر تمہاری فطری شرانگیزیوں کا اندیشہ ہوا تو ہم جب چاہیں گے تمہیں شہر بدر کردیں گے۔

محیصہ۔ ہاں، یہ آپ کو اختیار ہوگا۔ (واپس جاتا ہے۔)

محمدؐ۔ (اطمینان کا سانس لیتے ہوئے) اللہ کا شکر ہے کہ ان کا کبر و غرور خاک میں مل گیا۔

صحابہؓ۔ جی ہاں، بڑے بڑے سورما کام آگئے اور تمام قلعے ہم نے سر کر لیے، جو یہودی بچے وہ اب ہمارے اسیر ہیں، سر نہیں اٹھا سکتے۔

بشر ابن البراء۔ (مجمع کے پاس ایک سایہ دیکھ کر) یہ کون تھا؟ کوئی ابھی ادھر سے گزرا ہے۔

زینب۔ (چھپنے کی ناکام کوشش کرتی ہے۔)

بشر۔ (پہچان کر) سلام بن مشکم یہودی کی بیوی!

زینب۔ (آگے بڑھ کر) ہاں، محمدؐ کہاں ہیں؟

بشر۔ کیوں، کیا کام ہے تمھیں؟

زینب۔ تمھارے رسولؐ اللہ کو بکری کا کونسا عضو مرغوب ہے؟

بشر۔ وہ دست نہایت شوق سے تناول فرماتے ہیں۔

زینب۔ (چند قدم ہٹ کر سب کی آڑ لے کر ساری تلی ہوئی بکری میں زہر ملاتی ہے لیکن دست میں خصوصاً زہر بھر دیتی ہے۔) یہ لو، میں ان کے لیے ہدیۃً تلی ہوئی بکری لائی ہوں۔

محمدؐ۔ کون ہے؟ یہ کیا لائی ہے؟

زینب۔ آپ کے لیے ہدیہ لائی ہوں۔

بشر۔ یا رسول اللہ! تلی ہوئی بکری ہے۔

محمد۔ کھاؤ تم لوگ، مجھے صرف دست اٹھا دو۔

بشر۔ (آپ کے سامنے دست پیش کرتے ہیں) یہ لیجیے۔

محمدؐ۔ تم بھی آ جاؤ، بہت ہے یہ۔

بشر۔ آپ بکری کے گوشت میں دست شوق سے کھاتے ہیں۔
محمدؐ۔ ہاں، مجھے بہت پسند ہے (حاضرین سے) شروع کرو تم لوگ۔
بشر۔ (گوشت کا ایک ٹکڑا منہ میں رکھ کر چباتے اور فوراً نگل جاتے ہیں)
محمدؐ۔ (ایک لقمہ دہن مبارک تک لے جا کر چباتے ہوئے) سب ہاتھ روک لو۔
صحابہ۔ (چونک کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے) یارسول اللہ! یہ کیوں؟
محمدؐ۔ یہ ہڈی اور گوشت مجھے بتا رہا ہے کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے۔
بشر۔ مگر میں نے تو نگل لیا۔ واللہ یارسول اللہ! نگلتے ہی مجھے احساس ہوا تھا لیکن میں نے وہم سمجھ کر ٹال دیا۔
محمدؐ۔ اس عورت کو بلاؤ، کہاں گئی؟
زینب۔ (آڑ میں کھڑی تماشا دیکھ رہی ہے۔)
علیؓ۔ (پکڑ کر لاتے ہیں) یہ ہے یارسول اللہؐ!
محمدؐ۔ بتا بدبخت! تو نے یہ حرکت کیوں کی تھی؟
زینب۔ (اعترافِ جرم کرتے ہوئے) آپ نے میرے سرپرست، باپ، بھائی، چچا، شوہر اور میری ساری قوم کا جو حشر کیا ہے وہ سب جانتے ہیں۔ مجھ میں تاب برداشت نہیں رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر آپ نبی برحق ہوں گے تو آپ کو میری دشمنی کا علم ہو جائے گا اور آپ بچ جائیں گے۔ اس کے برعکس اگر آپ جابر و سفاک بادشاہ ہوں گے تو میری اس جرأت سے دنیا کو آپ سے نجات مل جائے گی۔
عمرؓ۔ (تلوار اٹھا کر) یارسول اللہؐ! اسے سزا دی جانی چاہیے۔

محمدؐ - نہیں عمرؓ! یہ عورت ہے - میں نے اسے معاف کیا۔

صحابہؓ - اسے بھی آپ نے معاف کر دیا؟

محمدؐ - ہاں ـــ واپسی کا انتظام کر لینا چاہیے۔

مجاہدین - اللہ اکبر! اللہ اکبر! خیبر برباد ہو گیا - اب کوئی قلعہ نہیں بچا سب ہم نے سر کر لیے۔

(مسلمان نعرۂ تکبیر بلند کرتے واپس جا رہے ہیں - اللہ اکبر - اللہ اکبر)

(تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۲۹۸-۳۰۳)

(اضافۂ جدید از: عطیہؔ)

طبری وغیرہ کا بیان ہے کہ حضرت بشرؓ بن براء اسی ایک لقمے کے زہر سے وفات پا گئے تھی کہ رسول اللہ کی وفات سے قبل جب بشر کی والدہ مرض الموت میں حضورؐ کی عیادت کے لیے آئیں تو آپ نے فرمایا: ام بشر! میں اب تک اپنے کلیجے پر اس لقمے کی چبھن اور شہ رگ پر کٹن سی محسوس کرتا ہوں جو میں نے تمہارے بیٹے بشر کے ساتھ کھایا تھا۔ صحابہؓ کا بیان ہے کہ نبوت کے ساتھ آپ شہادت کا درجہ بھی رکھتے ہیں۔

عطیہ

چودھواں منظر

مکہ میں — عمرو بن العاص فرزندانِ قریش کے ساتھ

عمرو۔ اور بھی کچھ سنا۔ محمدؐ نے خیبر فتح کر لیا۔

قریش۔ ہاں، ان کی خاصی دولت وغیرہ بھی ہاتھ آئی ہوگی۔

عمرو۔ دس قلعے کچھ کم نہیں ہوتے۔ پھر یہودیوں کے پاس دولت کا کیا ٹھکانا!
بے شمار خزانے مل گئے مسلمانوں کو۔

قریش۔ مگر ہمیں کیا — ہم نے تو اُحد کا میدان مار لیا تھا۔

عمرو۔ (سوچتے ہوئے) جانتے ہو؟ محمدؐ کی تحریک اور اس کی مقبولیت
اب ہمارے حق میں خطرناک حد تک بڑھتی جا رہی ہے۔ خاص غزوۂ
خوض کے بعد میں نے ایک رائے قائم کی ہے۔

قریش۔ کیا؟

عمرو۔ میری رائے یہ ہے کہ ہم اب نجاشی کے ساتھ مل جائیں اور اسے
اپنا سرپرست تسلیم کر لیں۔ اگر فرض کرو محمدؐ ہماری قوم پر بھی غالب
آجاتا ہے تو ہم نجاشی کی امان میں ہونگے اور بہ نسبت اس کے نجاشی
کی ماتحتی ہمارے لیے زیادہ اچھی ہوگی۔ اس کی طرف سے کسی حالت
میں بھی کوئی نقصان نہیں اٹھانا پڑے گا۔

قریش۔ ہاں تمھاری رائے صائب معلوم ہوتی ہے۔

عمرو۔ تو پھر نجاشی کے لیے جو تحائف بھیجنے ہوں وہ یہاں لاکر جمع کرو۔

(عمرو بن العاص فرزندانِ "قریش" کو لے کر روانہ ہو جاتے ہیں)

سیرت ابن ہشام، جلد دوم، صفحہ ۱۶۳ تا ۱۶۴

(ترجمہ مع اضافہ جدید :۔ عطیہ)

پندرھواں منظر

"محمد رسول اللہ کا قاصد عمرو بن امیہ ضمری نجاشی کے دربار میں"

عمرو بن امیہ (آگے بڑھ کر) اے تاجدار حبش!

نجاشی - (پرتپاک خیر مقدم کرتے ہوئے) آؤ، آگے بڑھو اے مقدس ہستی کے معزز قاصد!

ابن امیہ - (نامۂ مبارک پیش کرتے ہوئے) یہ رسول اللہ کا نامۂ مبارک ہے جس میں آپ کو اسلام کی دعوت دی گئی ہے۔ میں خود بھی آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

نجاشی - (احترام سے نامۂ مبارک لیتے ہوئے) لاؤ، کیا کہنا چاہتے ہو، کہو۔

ابن امیہ - لاریب آپ نے ہمیشہ ہم سے ہمدردی اور حسن سلوک روا رکھا۔ آپ کی انھیں شاندار سابقہ روایات کے پیش نظر ہمیں آپ پر آئندہ کے لیے بھی پورا پورا اعتماد ہے۔ اب تک ہم نے آپ سے جو بھی امید وابستہ کی وہ آپ نے کمال انصاف سے پوری کرتے ہوئے حق پرستی کا ثبوت دیا اور ہر خطرے میں پڑنے سے قبل ہمیں آپ کی پناہ ملتی رہی۔

نجاشی - (غور سے سن رہا ہے) اصل مطلب بتاؤ۔

ابن امیہ - آپ نے ایک بار فرمایا تھا کہ ہم گواہ کی شہادت اور انصاف

پر مبنی فیصلہ قبول کرتے ہیں۔ اور یہی دراصل حق اور معرفت کا ذریعہ ہوا کرتا ہے۔ اگر آپ بھی یہ نامۂ مبارک قبول نہ فرمائیں تو آپ کی مثال بھی ان یہود کی سی ہو گی جو عیسیٰ کو نہیں، صرف موسیٰ کو مانتے ہیں پھر آپ میں اور ان میں فرق و امتیاز کیا رہے گا۔

رسولؐ اللہ نے دیگر شاہانِ عجم کے پاس بھی قاصد بھیجے ہیں لیکن ہماری بلشتر اچھی امیدیں آپ کی حق پرست ذات سے وابستہ ہیں، اور ان تاجداروں کے مقابلے میں ہمیں آپ سے کسی قسم کا خطرہ نہیں بلکہ امن کی امید ہے۔ بس، مجھے آپ سے یہی عرض کرنا تھا۔

نجاشی۔ (ترجمان سے) مجھے یہ نامۂ مبارک پڑھ کر سناؤ۔

ترجمان۔ (پڑھ کر سناتا ہے)

نجاشی۔ (غور سے سن کر) اے قابلِ احترام قاصد! میں نے یہ دعوت نامۂ اسلام اور تمھاری باتیں غور سے سنیں۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسولِ برحق ہیں اور وہی ہیں جن کی بشارت ہماری آسمانی کتب میں پائی جاتی ہے اور میں صدقِ دل سے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہوں۔

امیہ۔ یہی جواب ہے آپ کا؟

نجاشی۔ (آس پاس درباریوں پر نظر ڈالتے ہوتے) میں اتنی مہلت ضرور چاہتا ہوں کہ دوسروں کے دلوں کو بھی تسلیم و رضا کے لیے نرم کر لوں۔

درباری۔ (پیچ و تاب کھا رہے ہیں لیکن رعبِ سلطانی سے مجبور ہیں، دم بخود)

مار سکتے۔)

امیہ۔ تاجدار! میں جواب کا منتظر ہوں۔

نجاشی۔ لو، میں ابھی لکھوا کر دیتا ہوں۔ (تالی بجاتا ہے۔)

کاتب۔ تاجدار!

نجاشی۔ جو میں بولوں وہی لکھ دو۔

کاتب۔ (لکھتا ہے۔) ارشاد عالی جاہ!

نجاشی۔ لکھو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	(اللہ کے نام سے)
الیٰ محمد رسول اللہ من النجاشی	محمد رسول اللہؐ کی خدمت میں نجاشی
الاصحم۔ سلام علیک یا نبی اللہ!	اصحم کی طرف سے۔ آپ اللہ کے
ورحمتہٗ وبرکاتہٗ من اللہ	نبی آپ پر سلام و رحمت ہو
الذی لا الٰہ الا ھو الذی ھدانی	اسی خدا کی بلکہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں
الی الاسلام اما بعد۔ فقد	اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت
بلغنی کتابک یا رسول اللہ فیما	بخشی۔ عرض پرداز ہوں کہ حضورؐ کا
ذکرت فی امر عیسیٰ۔ فورب السماء	فرمان میرے پاس پہنچا۔ حضرت عیسیٰ
والارض ان عیسیٰ ما یزید علیٰ	کے متعلق آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے
ما ذکرت ثفروقا انہ کما قلت	زمین و آسمان کے خالق کی قسم وہ اس
وقد عرفنا ما بعثت بہ الینا وقد	سے ذرہ برابر بھی زیادہ نہیں۔ ان کا
قربنا ابن عمک واصحابہ فاشھد	مرتبہ وہی ہے جو آپ نے تحریر فرمایا ہے

انك رسول الله صادقاً مصدّقاً
وقد بايعتك وبايعت ابن عمك
واسلمت على يديه لله رب
العٰلمين وقد بعثت اليك
ابني ارها الاصحم فاني لااملك
الا نفسي وان شئت ان اتيك
فعلتُ يا رسول الله فاني اشهد
ان ما تقول حق ۔
والسلام عليك يا رسول
الله ۔
(دستخط) نجاشی الاصحم بن ابجز

آپ کا عم زاد بھائی اور ان کے ساتھی
ہمارے پاس آرام سے ہیں۔ میں اقرار
کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول
برحق ہیں اور راست بازوں کی صداقت
ظاہر کرنے والے ہیں۔ میں آپ سے
بیعت کرتا ہوں۔ میں نے آپ کے
عم زاد بھائی کے ہاتھ پر آپ کی بیعت
اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اقرار
کر لیا ہے۔ میں آپ کے پاس اپنے فرزند
ارہا بن اصحم کو روانہ کر رہا ہوں۔ میں
تو بس اپنی ہی ذات کا ذمہ دار ہوں
اگر حضور کا ارشاد ہو تو میں حاضر خدمت
بھی ہو جاؤنگا کیونکہ میں آپ کے فرمان کو
حق و صداقت پر مبنی تسلیم کرتا ہوں
اے خدا کے رسولؐ آپ پر سلام ہو۔
(اصحم بن ابجز النجاشی)

(عمرو بن العاص دوسرے فرزندانِ قریش کے ساتھ آتے ہیں۔)

ابن امیہ۔ (نامۂ مبارک کے جواب میں نجاشی کا بیان سن کر) اللہ کا شکر
ہے کہ اس نے آپ کو ہدایت دی۔

نجاشی ۔ معزز قاصد! یہ جواب مقدس رسول اللہ کی خدمت میں پیش کردینا اور تم ہمارے معزز مہمان ہو۔

عمرو بن العاص ۔ (دور سے دربار پر نظر دوڑا کر سرگوشی میں) فرزندانِ قریش! جانتے ہو اس وقت نجاشی کے دربار میں کون باریاب ہوا ہے؟ یہ محمد کا قاصد عمرو بن امیہ ضمری ہے ۔ لات کی قسم اس وقت اگر میں وہاں پہنچ جاؤں اور نجاشی مجھے اجازت دے دے تو اس محمدی قاصد کی گردن ماردوں ۔ (سوچ کر) پھر قریش کو میرے اس کارنامے کی خبر ہوگی تو وہ سمجھیں گے کہ میں نے ان سب کا بدلا لے لیا۔

ساتھی ۔ مگر . . . دیکھو تو اُدھر . . . نجاشی کس اعزاز و احترام سے اسے رخصت کر رہا ہے۔

عمرو ۔ چلو، آگے بڑھو، ایسا نہ ہو کہ ابن امیہ ہاتھ سے نکل جائے۔

(آگے بڑھتے ہوئے جاتے ہیں)

نجاشی ۔ (ان پر نظر پڑتی ہے) آؤ، آؤ، خوش آمدید! کہو کیونکر آگئے؟

عمرو ۔ (تعظیماً سجدہ کرتے ہوئے) تاجدار ۔۔ ! ہم آپ کے لیے اپنے ملک کے تحائف لائے ہیں (تحائف پیش کرتے ہوئے) یہ ناچیز نذر قبول فرمائیں۔

نجاشی ۔ (تحفوں کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہوئے) . . . یہ . . . خوب . . . . خوب . . . شکریہ! بہت بہت شکریہ!

عمرو ۔ (اس کے تاثرات سے فائدہ اٹھاکر) تاجدار! ابھی آپ کے پاس

کون حاضر ہوا تھا؟

نجاشی۔ وہ عمرو بن امیہ ضمری نام ہے اس کا اور وہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

عمرو۔ جی وہ ہمارے دشمن ۔ ۔ ۔ ۔ کا قاصد تھا۔ آپ اسے ہمارے حوالے کر دیجیے تاکہ ہم اس کی گردن مار کر اپنی آتشِ انتقام سرد کر سکیں۔ ہماری نامی گرامی ہستیاں ان کی تلواروں کی بھینٹ چڑھی ہیں۔

نجاشی۔ (غصے میں بے تاب ہو کر ایک زوردار تھپڑ اپنے ہی منہ پر مارتے ہوتے) تمھاری یہ مجال ۔۔۔ ! جرأت کیونکر کی تم نے ؟

عمرو۔ تاجدار! گستاخی معاف۔ اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ ۔ ۔ میرا جملہ ناگوارِ خاطر ہوگا تو میں ۔ ۔ ۔ لات کی قسم، ہرگز یہ سوال نہ کرتا۔ کاش زمین پھٹ جاتے اور میں اس میں سما جاؤں۔ (خوفزدہ اور لرزہ براندام ہیں۔)

نجاشی۔ (ناگواری کے لہجے میں) تم چاہتے ہو کہ میں اس مقدس ہستی کے قاصد کو تمھارے حوالے کر دوں جس کے پاس وہی ناموس (جبریلؑ) آتا ہے جو موسیٰ کے پاس آتا تھا۔

عمرو۔ اے بادشاہ! کیا یہ ۔ ۔ ۔ سچا نبی اور رسول ہے ؟

نجاشی۔ خدا تمھارا بھلا کرے عمرو! میری بات مانو اور اس کی اطاعت قبول کر لو۔ واللہ یہ وہی رسول برحق ہے جس کا حال ہم اپنی مقدس کتب میں پڑھتے آتے ہیں اور یہ ایک دن اپنے مخالفین پر غالب آکر رہے گا۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح موسیٰؑ فرعون اور اس کے

لشکر پر غالب آتے تھے۔

عمرو۔ (سوچ کر) کیا آپ اس کی طرف سے مجھ سے اسلام پر بیعت لے سکتے ہیں؟

نجاشی۔ ہاں ... ہاں۔

عمرو۔ تو پھر ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں جلد از جلد بیعت کر لوں اور بذات خود ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔

نجاشی۔ (ہاتھ بڑھاتا ہے اور عمرو بن العاص بیعت کر لیتے ہیں۔)

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۲۹-۳۲
سیرت ابن ہشام، جلد دوم، صفحہ ۱۶۲
(مع اضافہ جدید از: عطیہ)

ؒ ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ نجاشی نے اپنے چھ آدمیوں کے ساتھ اپنے فرزند آرہا کو بھیجا تھا لیکن بیچ سمندر میں ان مسافروں کی کشتی غرق ہو گئی اور یہ سب ہلاک ہو گئے۔ عطیہ

سولھواں منظر

"مدینہ کا راستہ —— عمرو بن العاص اور خالد بن ولید
راہ میں ملتے ہیں۔"

عمرو بن العاص۔ کیوں خالد! کہاں؟

خالد۔ واللہ حق روشن ہو چکا —— یہ شخص واقعی نبی ہے۔ بخدا میں اسلام قبول کرنے کی نیت سے نکلا ہوں۔ آخر کب تک ہمارے دامن کفر کی نجاست سے آلودہ رہیں گے؟

عمروؓ۔ تم بھی؟

خالد۔ ہاں، اور تم؟

عمروؓ۔ میں بھی اسی نیت سے نکلا ہوں کہ جس کی طرف سے میں نے نجاشی کے ہاتھ پر بیعت کی ہے بذات خود اس کی بارگاہ میں جا کر نعمتِ اسلام سے سرفراز ہو سکوں۔

خالد۔ چلو، ہم دونوں ساتھ چلیں۔

(دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے جا رہے ہیں)

عثمان بن طلحہ۔ تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟

خالد۔ رسول اللہ کے پاس۔ اب ان کی صداقت میں کوئی کلام نہیں رہا۔

عثمان۔ اچھا! تو چلو میں کیوں محروم رہوں؟ (تینوں جاتے ہیں)۔

سترھواں منظر

مدینہ ۶ھ۔ روم ــ بیت المقدس ــ قیصر روم نے آج رسول اللہ
کے قاصد دحیہ بن خلیفہ الکلبی کے اعزاز میں پُرشوکت دربار سجایا
ہے۔ اسلامی قاصد نامۂ مبارک لیے موجود ہیں اور عیسائی مذہبی
پیشوا بھی قیصر کے آس پاس نظر آتے ہیں۔"

قیصر روم۔ مقدس مذہبی پیشواؤ! اور میری عزیز رعایا! آج ہم نے محمد بن عبداللہ
کے معزز سفیر کے اعزاز میں خاص دربار کیا ہے اور ہم اس کا پُرتپاک
خیر مقدم کرتے ہیں۔

پیشوا۔ ہم تاجدار روم قیصر اعظم کی تائید کرتے ہیں۔

دحیہؓ۔ (بڑھ کر نامۂ مبارک پیش کرتے ہیں) قیصر روم! ہمارے رسول نے
آپ کی خدمت میں یہ دعوت نامۂ اسلام ارسال کیا ہے۔

قیصر۔ (نہایت احترام سے نامۂ مبارک لے کر گود میں رکھ لیتا ہے۔ پھر
رومی زبان میں ایک پرزہ لکھتا ہے جس میں اس نے رسول اللہ کے
بارے میں استفسارات کیے ہیں اور اپنے ایک مذہبی پیشوا کی جانب
بڑھا دیتا ہے) ۔ یہ پڑھو ــ!

پیشوا۔ (اسی طرح صیغۂ راز میں سب کی نظر بچا کر پرزہ پڑھتا ہے اور جواب
لکھتا ہے) "یہ شخص (محمدؐ) واقعی نبی ہے ہمیں اس کا انتظار تھا۔ آپ

اسے سچا مان کر اتباع قبول کر لیجیے۔"

قیصر۔ (پھر زہ پڑھ کر، اے مقدس سرزمین کے معزز سفیر! ہم نے تمھارا دعوت نامہ پڑھا۔ ہم آج غور و مشورت کے بعد کل تمہیں جواب دیں گے۔ دور بار برخاست کیا جاتا ہے۔ صرف عیسائی مذہبی پیشوا اور ہرقل (قیصر) موجود ہیں۔ قیصر نے باہر جانے کے دروازے بند کرا دیئے اور خود ایک بلند مقام پر کھڑا ہے)۔

مذہبی پیشوا۔ قیصر روم! آپ ہم سے کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں؟

قیصر۔ یا معشر الروم! میں نے آپ لوگوں کو ایک اہم مقصد سے یہاں جمع کیا ہے۔ یہ مقصد بڑا ہی نیک اور عظیم ہے، آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس محمدؐ نے اسلام کا دعوت نامہ بھیجا ہے۔ وہ مجھے دین حق کی طرف بلا رہا ہے اور میرے خیال میں واللہ بلاشبہہ وہی نبی برحق ہے جس کے ہم مدت سے منتظر تھے اور اپنی مقدس مذہبی کتابوں میں پیش گوئی پڑھتے رہے ہیں۔ آپ لوگ عیسوی دین کے عالم و فاضل ہیں۔ ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ آپ بھی ہمارے ساتھ آئیے تاکہ ہم سب مل کر اس مقدس رسول برحق کی تصدیق اور اتباع کریں اور اس طرح دنیا اور آخرت کی تباہی سے بچ جائیں۔" (سوالیہ نظروں سے دیکھتا ہے۔)

پیشوا۔ (سب بہ یک وقت پیچ و تاب کھاتے اور ناک بھوں چڑھاتے تیوری پر بل ڈالے اٹھ کر بغیر جواب دیئے باہر جانے کے لیے دروازوں کی جانب بھاگتے ہیں۔) یہ . . . بند ہیں . . . دروازے . . . بند ہیں

قیصر۔ (اپنی جان کا خطرہ محسوس کرتا ہے۔) مقدس پیشواؤ! مَیں نے ابھی تم سے جو بات کہی تھی نہ صرف یہ اندازہ کرنے کے لیے کہ تم اپنے دین پر آخر کس حد تک سختی سے قائم ہو مگر مجھے بڑی مسرت ہوئی کہ تم سر مو انحراف پر تیار نہیں ہو سکتے۔

پیشوا۔ (فوراً قیصر کے آگے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔) قیصر... روم!

قیصر۔ اب آپ لوگ تشریف لے جا سکتے ہیں۔

پیشوا۔ (باہر جاتے ہیں۔)

قیصر۔ (تنہا اسی فکر میں غرق ہے) "آخر کیا کروں؟ اگر ابھی بات نہ بدلتا تو یہ لوگ مجھے جان سے مار ڈالتے۔ (سر پکڑ کر بیٹھتے ہوتے) کیا جواب دوں... یہ نبی برحق... ہے اور میں... اس کی تصدیق نہیں کر سکتا ـــ اس پر ایمان نہیں لا سکتا۔ (خیال آتا ہے۔) بھرے دربار میں کسی ثالث سے دریافت کرنا چاہیے۔ ممکن ہے یہ پیشوا بھی قائل ہو جائیں... اچھا کل دربار عام ہو گا... اور... آخری فیصلہ... بھی کل ہی کرنا ہے۔

(دوسرے دن)

دربار عام ہے۔ دحیہ بن خلیفہ جواب کے منتظر ہیں اور قیصر روم کے چہرے سے فکر و تردد کے آثار ہویدا ہیں۔)

دحیہؓ۔ قیصر روم! آپ نے آج جواب دینے کا وعدہ کیا تھا۔

قیصر۔ (فکر و افسوس سے ہاتھ ملتے ہوتے) ہاں۔ ہاں میرے معزز مہمان!

تمہیں جواب ضرور دیا جائے گا . . .

دحیہ۔ ابھی ؟

قیصر۔ ہاں، ابھی — (تالی بجا کر) کوئی ہے ؟

فوج کا اعلیٰ افسر۔ تاجدار! (سر جھکا کر حکم کا منتظر ہے۔)

قیصر۔ معلوم ہوا ہے کہ بعض تاجر یہاں آئے ہوتے ہیں۔

فوجی افسر۔ جی ہاں، حسبِ معمول اس سال بھی حجاز کا تجارتی قافلہ یہاں آیا ہے۔

قیصر۔ ایک دستہ لے کر جاؤ اور ابھی ان سب کو ہماری بارگاہ میں حاضر کرو

فوجی افسر۔ بہتر ہے۔ (اسی وقت جاتا ہے)

قیصر۔ (بار بار پہلو بدل رہا ہے)

فوجی افسر۔ (ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو لے کر آتا ہے۔) یہ سب حاضر ہیں عالی جاہ!

قیصر۔ کیا تم لوگ نبوت کے دعویدار شخص (محمدؐ) کو جانتے ہو؟

تاجر۔ جی ہاں، خوب۔

قیصر۔ تم میں اس کا کوئی قریبی رشتہ دار بھی ہے ؟

ابوسفیان۔ میں ہوں۔

قیصر۔ اچھا، تم میرے سامنے بیٹھو اور اپنے ساتھیوں سے کہو کہ وہ تمہارے پیچھے بیٹھ جائیں۔

ابوسفیان۔ (باادب دوزانو ہو کر سامنے بیٹھتا ہے اور اس کے ساتھی

اس کے پیچھے بیٹھتے ہیں۔

قیصر۔ (تاجروں سے) دیکھو میں ابوسفیان سے چند سوالات کروں گا۔ اگر یہ جواب میں غلط بیانی اور دروغ گوئی سے کام لے تو تم اس کی تردید کرنا۔

ابوسفیان۔ (یہ سن کر زیرِ لب بڑبڑاتا ہے۔) میں جانتا ہوں کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو بھی میرے ساتھی میری تردید نہیں کریں گے لیکن قریش کا سردار ہو کر دروغ گوئی مجھے زیب نہیں دے گی۔ قیصر کے دربار میں سچ ہی بولنا پڑے گا۔

قیصر۔ ابوسفیان! تمہارے ملک میں جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تم اس کے متعلق کیا بتا سکتے ہو؟

ابوسفیان (بے پروائی سے) تاجدارِ روم! آپ کو اس کے معاملے میں اتنی فکر نہ کرنی چاہیے۔ کوئی اہم بات نہیں۔ پھر اس شخص کے بارے میں غور و فکر عظمتِ سلطانی کے منافی ہے۔

قیصر۔ (جھنجلا کر) میری بات کا جواب دو۔ میں اور کچھ نہیں سننا چاہتا۔

ابوسفیان۔ (سہم کر) تاجدار! قیصرِ روم! جان کی امان ـــ تعمیل ہوگی۔

قیصر۔ بتاؤ، محمدؐ کا خاندان و نسب کیا ہے؟

ابوسفیان۔ معزز و شریف۔

قیصر۔ سچ ہے نبی شریف گھرانے کے ہوتے ہیں تاکہ کسی کو اس کی اطاعت میں عار نہ ہو۔ اب بتاؤ کہ کیا محمدؐ سے قبل قریش کے کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔؟

ابوسفیان۔نہیں۔

قیصر۔اگر یہ سچ ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ اس کی جگہ لینا چاہتا ہے، ابوسفیان!
کیا یہ بعثت سے قبل جھوٹ بولتا تھا؟

ابوسفیان۔نہیں۔

قیصر۔جو شخص بندوں میں جھوٹ نہ بولتا ہو وہ خدا پر بہتان کیونکر لگا سکتا ہے؟
کیا اس کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ بھی گزرا ہے؟

ابوسفیان۔نہیں۔

قیصر۔اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھتا کہ نبوت کے بہانے باپ دادا کی سلطنت
حاصل کرنا چاہتا ہے۔اس کے ماننے والے امیر و طاقتور ہیں یا
کمزور و غریب؟

ابوسفیان۔غریب، کمزور، بچے اور عورتیں زیادہ ہیں۔

قیصر۔ہر نبی کے پہلے ماننے والے غریب مسکین بچے اور عورتیں ہی ہوتے ہیں۔
اس کے پیروکاروں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے یا گھٹتی ہے؟

ابوسفیان۔روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔

قیصر۔حلاوت ایمان کی یہی تاثیر ہے کہ قلب و روح کی گہرائیوں میں
اتر جاتی ہے اور کبھی دل سے نہیں نکلتی۔اچھا۔کیا یہ شخص کبھی عہد و
پیمان توڑ بھی دیتا ہے؟

ابوسفیان۔نہیں، اب تک ایسا نہیں ہوا — لیکن حال ہی میں ہمارا اس سے
معاہدہ ہوا ہے، دیکھیے کیا انجام ہو۔

قیصر۔ (بے پرواہی سے) نبی کبھی نقضِ عہد نہیں کرتا۔ عہد شکنی دنیادار کرتے ہیں
اور نبی کو دنیا کی طلب نہیں ہوتی۔ کیا کبھی اس سے تمہاری جنگ بھی
ہوئی ہے۔

ابوسفیان۔ ہاں۔
قیصر۔ نتیجہ کیا رہا؟
ابوسفیان۔ کبھی ہم فتحیاب ہوتے (احد میں) اور کبھی وہ (بدر میں)۔
قیصر۔ (تائید میں سر ہلاتے ہوئے) ہاں، خدا کے انبیاء کی جنگوں کا ہمیشہ
یہی انجام ہوا لیکن آخر میں اللہ کی مدد اور کامیابی انھیں کے قدم
چومتی ہے۔ ابوسفیان! بتاؤ، وہ کیا تعلیم دیتا ہے؟
ابوسفیان۔ کہتا ہے "ایک خدا کی عبادت کرو۔ اپنے آبائی دین (بت
پرستی) کو ترک کر دو۔ نماز، روزہ، حج کے ساتھ سچائی، بھلائی، راستبازی
پاکدامنی، صلہ رحمی، حق و انصاف اور محبت اختیار کرو۔"
قیصر۔ ہمیں نبی موعود کی یہی علامتیں بتائی گئی ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ اس کا
ظہور ہونے والا ہے لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ عرب سے ہوگا ـــــ
ابوسفیان! اگر تم نے سچ کہا (اور یقیناً سچ ہی کہا ہے) تو وہ دن
دور نہیں جب وہ یہاں تک، جہاں میں تختِ شاہی پر جلوہ افروز
ہوں، ناگہاں آ پہنچے گا ـــــ (کفِ افسوس ملتے ہوئے) کاش!
میں اس کی خدمت میں جا کر اس کے پاؤں دھویا کرتا۔۔ کاش۔۔۔
ابوسفیان ۔اب مجھے اجازت ہے؟

قیصر۔ ہاں، تم جا سکتے ہو۔

ابوسفیان۔ (اٹھتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہے) آج میرے دل میں محمدؐ کی عظمت نقش ہو گئی اور اپنی ذلت کا اعتراف کرنا ہی پڑا۔

(ساتھیوں کے ساتھ باہر چلا جاتا ہے)

قیصر۔ (نبی کریمؐ کے قاصد کو طلب کرتا ہے۔) آؤ اے معزز قاصد! میں تمہیں جواب دے دوں۔

ارکانِ دربار۔ (قیصر کی تائید سے خائف ہیں کہ وہ اسلام قبول کر لیگا اور اس پر جلے بیٹھے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھتے اور غصے میں اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔) تاجدارِ روم! کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی پرشوکت بادشاہی اور وسیع و عریض مملکت کے ہوتے ہوتے اہلِ عرب کی بادشاہی تسلیم کریں۔ حالانکہ ہم تعداد میں، جاہ و حشم میں، عظمت و تمدن میں ان سے بڑھ کر ہیں؟

قیصر۔ تو پھر جزیہ دینا منظور کر لو۔ تاکہ ہم اپنے ملک میں جنگ سے بدامنی نہ پھیلنے دیں اور ہماری سلطنت محفوظ رہے۔

ارکانِ دربار۔ ہم آخر عرب کو کیوں خراج دیں؟ تعداد میں، عظمت میں، شان و شوکت میں ہم کسی سے کم نہیں، زیادہ ہی ہیں۔ واللہ ہم ہرگز یہ بھی گوارا نہیں کریں گے کہ ہمارے ملک کی ایک پائی بھی اس کے پاس جائے۔

قیصر۔ اگر تم یہ بھی نہیں مانتے تو آؤ، اس سے مصالحت کریں۔ اور سوریا[1] کی

---

[1] سوریا اس زمانے میں فلسطین، اردن، دمشق اور حمص کی سرزمین پر مشتمل تھا۔ (عطیہ)

سرزمین دے دیں تاکہ وہ شام کی حکومت کو ہمارے لیے چھوڑ دے۔

ارکانِ دربار۔ نہیں۔ واللہ ہم یہ بھی نہیں کریں گے۔

قیصر۔ (عاجز ہو کر، دحیہ!) اے مقدس ہستی کے معزز قاصد! واللہ میں جانتا ہوں کہ یہ شخص، جس کا دعوت نامہ تم میرے پاس لائے ہو، وہی رسولِ برحق ہے جس کے بارے میں ہم اپنی کتابوں میں پیش گوئیاں پڑھ کر اس نبی موعود کے ظہور کے منتظر تھے۔ (آہستہ سے) لیکن ــــ میں باشندگانِ روم سے خائف ہوں، وہ مجھے جان سے مار ڈالیں گے۔ واللہ اگر مجھے جان کا خطرہ نہ ہوتا تو میں ضرور ان کی اطاعت قبول کر لیتا۔ البتہ تمہیں ایک ایسے شخص کا پتا بتاتا ہوں جو روم بھر میں مجھ سے زیادہ اثر و رعب رکھتا ہے وہ دراصل یہاں کا سب سے بڑا پادری ہے تم اس کے پاس جاؤ، اس کے سامنے رسول اللہؐ کا معاملہ پیش کرنا اور کہنا کہ قیصر کے پاس اسلام کی دعوت آئی ہے اسے کیا کرنا چاہیے۔ دیکھو پھر وہ کیا جواب دیتا ہے؟

(دحیہ اسی وقت روانہ ہو جاتے ہیں)

(رئیس الاساقفہ کے پاس)

رئیس الاساقفہ۔ (سفید ریش بزرگ سیاہی مائل لباس زیب تن کیے مقدس آسمانی کتاب کی تلاوت میں غرق ہے۔)

دحیہ۔ السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

رئیس الاساقفہ۔ (چونک کر سر اٹھاتا ہے) کون ؟ یہ کس کی آواز تھی ؟
دحیہؓ۔ (آگے بڑھ کر رسول اللہ کی دعوت اور قیصر کا پیغام پہنچاتے ہیں)
رئیس۔ (غور سے سن کر) واللہ یہ وہی نبی موعود ہیں جن کا ہمیں انتظار
ان کی علامتیں ہم اپنی مقدس آسمانی کتابوں میں پڑھ چکے ہیں
جا کر سیاہی مائل لباس اتارتا اور سفید لباس پہن کر آتا ہے۔ اس
کے ہاتھ میں ایک عصا بھی ہے، چلو، میں تمہارے ساتھ گر
چلتا ہوں، اس وقت تمام آدمی وہاں جمع ہوں گے۔

(دونوں جاتے ہیں)

رومی عبادتگذار۔ (احتراماً اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔) رئیس الاسا
رئیس الاساقفہ۔ اے روم کے فرزندو! ہمارے پاس نبی موعود
کا پیغام آ گیا ہے۔ وہ ہمیں اللہ کی طرف بلا رہا ہے۔ سب سے
پہلے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے، اس کے سوا کوئی مع
نہیں اور احمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔
رومی۔ (یک بارگی ٹوٹ پڑتے ہیں اور غصے میں مارتے مارتے ہلاک
دیتے ہیں۔)
دحیہؓ۔ (اسی وقت گرجے سے نکل کر قیصر کے پاس جاتے ہیں۔)
قیصر۔ کیا ہوا دحیہؓ ۔؟
دحیہؓ۔ افسوس ان لوگوں نے اس مقدس بزرگ کو بے دردی سے ہلاک
کر دیا ورنہ اس نے تو تصدیق کر دی تھی اور گرجے میں جا کر اس

ایمان کا اعلان کر دیا تھا۔ بس یہی سن کر رومی بر افروختہ ہو گئے اور اس پر ٹوٹ پڑے۔ حتیٰ کہ مقابلے کی تاب نہ لاتے ہوئے اس نے دم توڑ دیا۔

قیصر۔ ہاں، دیکھا تم نے ؛ میں تو کہتا تھا تم سے — یہ اس مقدس بزرگ کا انجام ہے جو اہلِ روم کی نظر میں مذہبی اعتبار سے مجھ سے زیادہ قابلِ احترام اور مقدس شخص تھا۔

(دحیہ قیصر کا یہی جواب لے کر واپس آجاتے ہیں)

"تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۲۹۰-۲۹۵

(اضافۂ جدید، از عطیہ)

اٹھارہواں منظر

"شاہِ ایران خسرو پرویز کا دربار، محمد رسول اللہ کے سفیر عبداللہ بن حذافہ نامۂ مبارک لے کر آتے ہیں"

کسریٰ۔ سرزمینِ عرب سے آیا ہوا قاصد کیا چاہتا ہے؟

ترجمان۔ جہاں پناہ! یہ ایک خط لے کر آیا ہے۔

کسریٰ۔ سناؤ پڑھ کر۔

ترجمان۔ خط پڑھتا ہے۔ من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس۔

کسریٰ۔ خاموش ۔۔۔ ! ہم آگے نہیں سننا چاہتے۔ ہماری رعایا کا ایک ادنیٰ شخص اپنا نام ہمارے نام سے پہلے لکھتا ہے ۔۔ لاؤ ادھر وہ خط!

ترجمان۔ (خط پیش کرتا ہے)

کسریٰ۔ (پڑھے بغیر چاک کر دیتا ہے۔) باذان ۔ نائب سلطنت (والئ) کو ہمارا یہ حکم ابھی بھیج دو کہ اس گستاخ (محمدؐ) کو، جہاں بھی ملے گرفتار کر کے ہمارے پاس لائے۔

ابن حذافہؓ۔ (آگے بڑھ کر) میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں تاکہ حجت تمام ہو جائے اور خدا کی طرف سے ہم بری الذمہ ہو سکیں۔

کسریٰ۔ (غرور و تکبر سے) ہمیں کسی کا خوف نہیں نہ ہم مزید وقت ضائع کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی کیا اس کے ملک کی بھی ہمارے سامنے کوئی حقیقت نہیں

(ابن حذافہؓ مجبوراً واپس مدینہ روانہ ہو جاتے ہیں) (اضافہ جدید)

اُنّیسواں منظر

"شاہ مصر مقوقس کا دربار۔ حاطب بن ابی بلتعہ نامۂ مبارک
لے کر باریاب ہوتے ہیں"

مقوقس۔ تم عرب کے سفیر ہو؟

حاطب۔ جی ہاں محمد رسول اللہ کا قاصد ہوں

مقوقس۔ قاصد؟ کیا پیغام لائے ہو؟

حاطب۔ (نامۂ مبارک پیش کرتے ہوئے) یہ دعوت نامہ ہے اسلام کا
جو ہمارے رسولؐ نے آپ کے نام بھیجا ہے۔

مقوقس۔ ترجمان! یہ خط پڑھ کر سناؤ۔

ترجمان۔ (خط پڑھتا ہے۔)

مقوقس۔ (سُن کر غور کرتا ہے، سر اٹھا کر) ہم خود ایک اچھا مذہب (نصرانیت)
رکھتے ہیں اور جب تک کوئی اس سے اچھا آسمانی دین نہ مل جائے
ہم اپنا آبائی مذہب ترک نہیں کر سکتے۔

حاطب۔ (آگے بڑھ کر) اے تاجدار مصر! میں آپ کو ایک دینِ کامل ہی
کی دعوت دینے آیا ہوں۔ قریش اور یہود نے بغاوت و عداوت کا
مظاہرہ کیا لیکن نصاریٰ سے محبت کی امید ہے۔ واللہ جس طرح
موسیٰؑ نے عیسیٰؑ کی بشارت دی تھی اسی طرح عیسیٰؑ نے محمدؐ کی بشارت،

دی ہم آپ کو قرآن کریم کی دعوت اسی طرح دیتے ہیں جس طرح آپ اہلِ توراۃ کو انجیل کی دعوت دیتے ہیں۔

آپ سے قبل اس سرزمین (مصر) میں ایک فرعون گزرا ہے جس کا دعویٰ تھا کہ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلیٰ، لیکن خدا نے اسے دنیا اور آخرت کی رسوائی دی۔ وہ اپنے خدائی دعوے کے ساتھ خدا کے عذاب کی نذر ہوا۔ آپ دوسروں کے انجام سے عبرت حاصل کیجیے، ایسا نہ ہو کہ آپ دوسروں کے لیے عبرت بن جائیں۔

مقوقس: تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں نے خود بھی ان (محمدؐ) کے بارے میں خاصا غور و خوض کیا لیکن ہنوز کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کسی اچھائی سے نہیں روکتے نہ کسی برائی کا حکم دیتے ہیں۔ اور ساحر، کاہن، کاذب، مجنون بھی نہیں معلوم ہوتے بلکہ ان میں نبوت کی علامتیں پائی جاتی ہیں۔ بہرحال میں مزید غور کرکے جواب دوں گا۔

حاطب: یہی ان سے کہہ دیا جائے؟

مقوقس: میں یہ جواب تحریراً دوں گا۔ لاؤ، مجھے نامہ رسول دو۔ (رسول اللہ کا نامہ مبارک لے کر ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھتا ہے۔) لو، اس پر میری مہر لگوا کر خزانے میں داخل کر دو۔۔۔ اور میری جانب سے عرب کے اس رسولؐ کے لیے دوسرے تحائف کے ساتھ ایک سفید خچر (دلدل) اور حسین قبطی لونڈی ماریہ کو بھیج دو۔ (جواب لکھوا کر حاطب کو دیتا ہے)

حاطب۔ (جواب، اور تحائف لے کر روانہ ہو جاتے ہیں)

(اضافہ جدید از: عطیہ) تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۱۸۱

بیسواں منظر

"مدینہ میں ـــــ نبی کریمؐ صحابہ کرام کے ساتھ مسجد میں"

عمرؓ۔ یا رسولؐ اللہ! ہمارے سفراء شاہانِ عجم کے پاس سے واپس آ گئے ہیں اور شرفِ باریابی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

محمدؐ۔ آنے دو انہیں۔

عمرؓ۔ (دحیہ بن خلیفہ، عمرو بن امیہ ضمری، عبداللہ بن حذافہ اور حاطب ابن ابی بلتعہ کو لے کر اندر آتے ہیں۔)

محمدؐ۔ (دحیہ سے) ابن خلیفہ! تم کیا جواب لائے؟

دحیہؓ۔ حضورؐ نے مجھے قیصر روم کے پاس بھیجا تھا۔ اس نے نامۂ مبارک پڑھ کر اپنے مذہبی پیشواؤں سے مشورہ کیا لیکن وہ سب آپ کے سخت خلاف ہیں اس لیے اس نے جواب میں عرض کیا ہے کہ "میں اسلام لانا چاہتا ہوں لیکن اہلِ روم سے مجبور ہوں، یہ میرے جانی دشمن ہو جائیں گے"۔

محمدؐ۔ غلط کہتا ہے اللہ کا دشمن۔ یہ نصرانیت ہی پر قائم رہنا چاہتا ہے۔

عبداللہ۔ (آگے بڑھ کر) یا رسولؐ اللہ!

محمدؐ۔ ہاں، تم کسریٰ ایران کے پاس گئے تھے؟

عبداللہ۔ جی ہاں، اس نے نامۂ مبارک کا سرنامہ ہی سن کر خط غصے میں چاک کر دیا اور کہا "میری رعایا کا ادنیٰ آدمی میرے نام سے قبل اپنا نام لکھتا ہے"۔

میں نے اسے سمجھانے کی کوشش بھی کی مگر وہ نہیں مانا بلکہ اور بھی سختی سے بولا" فرعون نے بنی اسرائیل پر حکومت کی تھی، تم بنی اسرائیل سے بہتر نہیں۔ تم پر تسلط حاصل کرنے سے مجھے کون روک سکتا ہے جب کہ تمہارے مقابلے میں میری سلطنت لامحدود ہے۔"

عمرؓ۔ اس نے نامۂ مبارک چاک کر دیا؟

محمدؐ۔ اللہ اس کی حکومت کو تاخت و تاراج کر دے!

عبداللہ۔ یا رسولؐ اللہ! اس نے میری موجودگی میں اپنے وائسرائے مقیم یمن کو حکم بھیجا کہ اسے (حضورؐ کو) جہاں پاؤ گرفتار کر لاؤ۔

عمرؓ۔ (غصے میں) یا رسولؐ اللہ! سنا آپ نے؟

محمدؐ۔ عمرؓ! خدا پر بھروسا رکھو، گھبراؤ نہیں، وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہاں! حاطب بن ابی بلتعہ! تم سناؤ، کیا ہوا؟

حاطب۔ (آگے بڑھ کر) یا رسول اللہ! میں مقوقس (والئ مصر) کے پاس گیا تھا۔ اس نے نامۂ مبارک غور سے سنا اور کہا" میں ابھی کسی نتیجے پر نہیں پہنچا، مزید غور کروں گا" اور آپ کے لیے دوسرے تحائف کے ساتھ ایک حسین قبطی لونڈی ماریہ اور سواری کے لیے سفید خچر بھیجا ہے۔

محمدؐ۔ اور وہ رحمدل بادشاہ نجاشی ـــ اس کے پاس سے کیا جواب آیا؟

عمرو بن امیہ۔ (آگے بڑھ کر) یا رسول اللہ! نجاشی نے میرا پُر تپاک خیر مقدم کیا اور نامۂ مبارک کو بصد احترام قبول کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیا۔ لیکن وہ اپنی قوم کے بارے میں معذور رہے اس لیے ان کے دلوں کو بھی تسلیم و رضا

اور قبولِ حق کے لیے نرم کرنے تک کی مہلت چاہتا ہے۔

بلالؓ۔ (دوڑتے ہوئے آتے ہیں) یا رسولؐ اللہ! یا رسولؐ اللہ!

محمدؐ۔ کیا ہے بلالؓ! خیر تو ہے؟

بلال۔ عمرو بن العاص، خالد بن ولید اور عثمان بن طلحہ تینوں اسلام قبول کرنے کے لیے آ رہے ہیں۔

محمدؐ۔ (خوش ہو کر) اندر بلا لو انھیں۔ (تینوں اندر آتے ہیں)

عمرو بن العاص۔ السلام علیک یا رسول اللہ! خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں نجاستِ کفر سے پاک کر دیا اور اسلام کی ہدایت دی۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

خالد بن ولید۔ یا رسول اللہ! باطل کے مقابلے میں حق روشن ہو گیا۔ میری بھی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ میں اسلام پر بیعت کرتا ہوں۔

عثمان۔ یا رسولؐ اللہ! میں بھی

محمدؐ۔ تم سب کلمۂ حق لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کر لو۔

عمرو بن العاص۔ مگر ہمارے پچھلے گناہ .... ان کی تلافی کیونکر ہو گی؟ آئندہ کے لیے میں کچھ نہیں کہتا۔

محمدؐ۔ خدا تمھارا بھلا کرے عمرو! بیعت کر لو عمرو! مکہ سے یہاں آنے یعنی ہجرت کا ثواب اور تمہارا اسلام قبول کر لینا خود ہی ان گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۲۱۳-۲۱۴
(جزوی اضافہ جات از: عطیہ)

(عمرو بن العاص، خالد بن ولید، عثمان بن طلحہ — جو اب تک کلید بردار کعبہ تھے — کلمۂ توحید پڑھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں۔)

محمدؐ۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر!

صحابہؓ۔ (خوش ہو کر) اللہ اکبر، اللہ اکبر!

انصاری۔ یا رسول اللہ! یا رسول اللہ! (دوڑتے ہوئے آرہے ہیں)

محمدؐ۔ (سر اٹھا کر) کیوں ... کیا بات ہے؟

انصاری۔ کسریٰ ایران کے وائسرائے باذان نے اپنے فوجی افسر کی سرکردگی میں ایک فوجی دستہ آپ کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ ان کے ساتھ ان کا ایک ملکی افسر بانویہ بھی ہے۔

محمدؐ۔ (بے پروائی سے) آنے دو۔

صحابۂ کرام۔ (گھبرا کر) یا رسول اللہ! اب ... کیا ہوگا؟

محمدؐ۔ گھبراؤ نہیں۔ دیکھو، خدا کیا کرتا ہے!

(فوجی افسر خرخسرو دستے کے ساتھ حاضر ہوتا ہے۔)

خرخسرو۔ محمد! ہم کسریٰ ایران کے فوجی افسر ہیں۔

محمدؐ۔ جانتا ہوں۔ پھر؟

بانویہ۔ شہنشاہ ایران کسریٰ پرویز نے اپنے وائسرائے مقیم یمن کو فرمان بھیجا ہے کہ وہ کسی معتبر فوجی دستے کو آپ کے پاس بھیجے جو آپ کو گرفتار کر کے اس کے شاہی دربار میں حاضر کرے۔ چنانچہ باذان نے مجھے اس کام پر مامور کیا ہے۔ یہ میرے ساتھ اس کا فوجی افسر ہے

اور میں سرکاری افسر ہوں۔

محمدؐ۔ اگر نہ جاؤں تو؟

خرخسرو۔ تو آپ کو گستاخی کے ساتھ ساتھ نافرمانی کی بھی سزا ملے گی اور وہ اس صورت میں آپ کو آپکی قوم کے ساتھ ہلاک کر دیگا اور آپکے ملک کو بھی تاخت و تاراج کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

بانویہ۔ ہم اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے۔

خرخسرو۔ ہم آپ کی تلاش میں طائف گئے تھے۔ وہاں فرزندانِ قریش یہ سن کر بہت خوش ہوتے کہ کسریٰ ایران نے آپ کو گستاخی کی سزا دینے کے لیے دربار میں طلب کیا ہے۔ اب آپ کی خیر نہیں۔

محمدؐ۔ (بے پروائی سے) یہ تو بتاؤ اپنا حلیہ کیا بنا رکھا ہے تم نے؟

خرخسرو۔ آپ کا اشارہ ہماری بڑی بڑی مونچھوں کی طرف ہے اور داڑھی نہ ہونے پر آپ کو تعجب ہوا؟

محمدؐ۔ ہاں، یہ کیا ہے؟

خرخسرو۔ ہمارے پروردگار (کسریٰ) کا یہی حکم ہے۔

محمدؐ۔ لیکن میرے پروردگار کا حکم اس کے برعکس ہے۔ اچھا، خیر تم لوگ کل اس وقت میرے پاس آجانا۔

(فوجی افسر وغیرہ واپس جاتے ہیں۔)

اعلام الٰہی۔ محمدؐ! اللہ تعالیٰ نے کسریٰ ایران پر اس کے فرزند شیرویہ کو مسلط کر دیا اور اس نے اپنے باپ (کسریٰ) کو ۱۰ جمادی الاخریٰ ہلاک کر دیا

رات گزرنے سے چھ گھنٹے قبل قتل کر دیا۔"

(فوجی افسر دوسرے روز وقت مقررہ پر آتے ہیں۔)

خرخسرو۔ (اندر آکر) محمدؐ! ہم جواب لینے آتے ہیں۔

محمدؐ۔ کل کیا دن تھا؟

خرخسرو۔ منگل (سہ شنبہ)۔

محمدؐ۔ اور تاریخ ۱۰ جمادی الاخریٰ!

خرخسرو۔ ہاں۔

محمدؐ۔ بس تو گزشتہ رات گزرنے سے چھ گھنٹے قبل شیرویہ نے اپنے باپ یعنی تمہارے بادشاہ کو قتل کر دیا۔

خرخسرو۔ (حیران ہے اور مجمع پر خاموشی طاری ہے۔)

محمدؐ۔ رات ہی کا واقعہ ہے یقین نہ ہو تو جا کر تحقیق کر لو۔

خرخسرو۔ جانتے ہو، تم کیا کہہ رہے ہو؟

محمدؐ۔ خوب سمجھتا ہوں اور میں کوئی غلط یا غیر ذمہ دارانہ بات نہیں کرتا۔

خرخسرو۔ یاد رکھنا جس گستاخی کی تمہیں سزا دی جانے والی ہے وہ اس سے کم تھی۔

بانویہ۔ کہو تو ہم تمہاری طرف سے یہ خبر لکھ کر گورنر باذان کو بتا دیں۔

محمدؐ۔ شوق سے لکھ سکتے ہو۔ ساتھ ہی موجودہ شاہ ایران شیرویہ کو میری طرف سے یہ پیغام بھی پہنچا دینا کہ میرا دین اور میری سلطنت کی حدود وہاں تک پھیلنے والی ہیں جہاں تک کسریٰ کی قلمرو تھی بلکہ اس سے بھی آگے ـــ البتہ تم اگر اسلام قبول کر لو تو میں تمہاری حکومت میں

دخل نہیں دوں گا بلکہ تمہارا ملک تمہارے اور تمہاری آئندہ نسلوں کے زیر نگیں رہے گا۔

خرخسرو۔ اچھا، اب ہم جا کر اس خبر کی تحقیق کرتے ہیں۔

محمدؐ۔ اچھا، جاؤ اور میری طرف سے وہ علاقہ بھی ——————

"خرخسرو اپنے رفیقوں کے ساتھ باذان کے پاس واپس جاتا ہے اور اسے بھی یہ خبر سناتا ہے۔"

باذان۔ (خبر سن کر) واللہ یہ شخص (محمدؐ) بادشاہ نہیں، واقعی نبی معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال ہم تحقیق کرتے ہیں، دیکھتے ہیں، یہ کہاں تک سچ کہتا ہے۔ اگر خبر صحیح ہو گی تو اسے نبی مرسل ماننا پڑے گا ورنہ سمجھ لیں گے۔

قاصد۔ (شاہی فرمان جدید لے کر حاضر ہوتا ہے) میں آسکتا ہوں؟

باذان۔ کون ہو تم؟ آجاؤ۔

قاصد۔ (شیرویہ کا شاہی فرمان پیش کرتا ہے)۔ یہ حکم نامہ آپ کے نام ہے۔

باذان۔ (پڑھتا ہے) امابعد، میں نے کسریٰ خسرو پرویز کو گزشتہ رات قتل کر دیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ شریف و معزز ایرانیوں کو اس نے بے دردی سے بے قصور قتل کر دیا تھا۔ میں نے غصے میں ان سب کا انتقام لے لیا۔ تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ جونہی ہمارا فرمان ملے، اپنے حلقۂ اثر میں میری اطاعت و فرمانبرداری کا عہد لے لو اور میری بادشاہی کا اعلان کر دو اور جس شخص کے لیے کسریٰ نے تمہیں مامور کیا تھا اسے میرا حکم ثانی ملنے سے قبل

نہ چھیڑنا۔

خرخسرو۔ سرکار! یہ کیا ہوا؟

باذان۔ واللہ! یہ شخص نبی برحق ہے۔ چلو، ہم اور تم سب اسلام قبول کرلیں۔

بانویہ۔ یقین مانیے کہ میں اس سے زیادہ پُر رعب اور پُر جلال شخصیت سے کبھی نہیں ملا۔

باذان۔ کیا اس کے پاس فوجی پہرہ وغیرہ تھا؟

بانویہ۔ نہیں۔ یہ اس کی اپنی شخصیت کا جلال تھا۔

"باذان نے حضورؐ کے اخلاق و کردار کے بارے میں مزید تحقیق کی، پھر کئی ساتھیوں سمیت حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔"

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۲۹۵-۲۹۷

(اضافہ جدید از: عطیہ)

اکیسواں منظر

"نبی کریمؐ، صحابہ کرامؓ کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما ہیں"

بلالؓ۔ (دوڑ سے دوڑتے ہوئے آتے ہیں) یا رسولؐ اللہ! غضب ہو گیا، ستم ہو گیا۔

عمرؓ۔ (اٹھ کر) بلالؓ! قریب آکر بتاؤ، کیا ہوا آخر؟

بلالؓ۔ (اندر جا کر) یا رسول اللہ! قریش نے معاہدہ صلح حدیبیہ توڑ دیا۔

محمدؐ۔ (سر اٹھا کر) یہ تم کیا کہہ رہے ہو بلالؓ؟

عمرؓ۔ بلالؓ!

بلالؓ۔ ہاں، ہاں، بنو خزاعہ کے چند مظلوم یہ خبر لاتے ہیں۔

ابو بکرؓ۔ ہمارے صلح نامے کی ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ دس سال تک جنگ نہ ہو گی۔

علیؓ۔ ابھی تو معاہدہ ہوتے دو سال بھی پورے نہیں گزرے۔

ابو بکرؓ۔ پتہ تو ہے یہ دیکھو، عمرو بن سالم خزاعی چند آدمیوں کے ساتھ ادھر آ رہے ہیں۔

محمدؐ۔ (متفکر و خاموش سر جھکائے بیٹھے ہیں)

عمرو بن سالم۔ (قریب آکر دردناک لہجے میں)

یا رب انی ناشد محمدا	حلف ابینا و ابیہ الاتلدا
ان قریشا اخلفوک الموعدا	ونقضوا میثاقک المؤکدا
وجعلوا لی فی کداء رصدا	وزعموا ان لست ادعو احدا

وھم اذلّ واقلّ عدداً ھم بیّتونا بالوتیر ھجّداً

فقتلونا رکّعاً وسجّداً

ترجمہ: "اے پروردگار! میں محمدؐ سے اس عہد کے بارے میں فریاد کرتا ہوں جو میرے اور ان کے بزرگوں سے ہوا تھا۔ قریش نے آپ سے معاہدہ خلافی کی اور مضبوط عہد کو توڑ ڈالا ۔۔۔۔

ان لوگوں نے ہمیں خشک گھاس کی طرح پامال کر ڈالا۔ اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ ہماری مدد و حمایت کے لیے کوئی نہ آئے گا۔ وہ لوگ (قریش) ذلیل اور تعداد میں بہت کم ہیں۔ انہوں نے ہمیں رات کے وقت پُر سکون نیند میں آلیا۔ ہمیں رکوع اور سجدے کی حالت میں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔"

محمدؐ۔ (متاثر و آبدیدہ ہیں) عمرو! تمہاری داستان بڑی المناک ہے ۔۔۔۔

عمرؓ۔ خزاعی! آخر اس عہد شکنی کا سبب کیا تھا؟

خزاعی۔ ہمارا مسلمان ہو کر حضورؐ کے ساتھ شامل ہونا، اور کیا؟ حسب معمول رات کو ہم آرام سے سو رہے تھے کہ اچانک بنو بکر نے ہم پر لاٹھی میں حملہ کر دیا۔ قریش نے اسلحہ سے ان کی مدد کی اور عکرمہ بن ابی جہل، سہیل بن عمرو (جو معاہدہ کرنے کے لیے رسول اللہؐ کے پاس آئے تھے اور عہد نامہ پر اُن کے بھی دستخط تھے)، صفوان بن امیہ بھی رات کی تاریکی میں نقاب پوش ہو کر اپنے حوالی موالی کے ساتھ ہم پر حملہ آوری میں شامل تھے ہم نے بہت فریاد کی، امان مانگی اور آخر حرم میں پناہ لی، لیکن

ان پر ذرا اثر نہ ہوا اور وہ برابر بے دردی سے ہمارا قتل عام کرتے رہے حتیٰ کہ آخر میں ہم نے انہیں خدا کا واسطہ دیتے ہوئے پناہ مانگی کہ الھک الھک ۔ اپنے خدا کے لیے ہم پر رحم کرو تو ان ظالموں نے یہ سنکر کہا لا الہ الیوم ۔ "آج خدا کوئی چیز نہیں" وہ بدبخت اتنی بڑی بات بھی زبان سے نکال کر خوف زدہ نہ ہوتے ۔

محمدؐ ۔ (ہمدردی اور جوش میں اٹھ کر اپنی رداء مبارک سنبھالتے ہوئے) عمرو بن سالم ! تمہارے لیے غیب سے مدد آگئی ہے ۔ وہ دیکھو آسمان پر یہ بدلی بنی کعب کی مدد کے لیے چھائی ہے ۔

عمرؓ ۔ یا رسول اللہ ! ان مظلوموں کی داد رسی کیجیے ۔

محمدؐ ۔ بے شک ہم ضرور ان کی حمایت کریں گے ۔ تم جانتے ہو کہ قریش نے متفقہ سازش کے تحت ان پر حملہ کیا تھا اور یہ نہ صرف معاہدہ شکنی ہے بلکہ آئندہ کے لیے بہت خطرناک جرأت بھی ہے ۔ اگر اس وقت انہیں سزا نہ ملی تو یہ شیر ہو کر ہمارے دوسرے دوست قبائل کو ستائیں گے اس لیے . . . . . .

عمرؓ ۔ کیا حضور مکہ تشریف لے جا رہے ہیں ؟

محمدؐ ۔ ہاں ، عمرؓ ! دس ہزار مجاہدین کا ایک لشکر تیار کرو ، ہم مکہ جائیں گے ۔

عمرؓ ۔ (مسلح ہو کر جاتے اور اعلان کرتے ہیں) مجاہدو ! اسلام کے مایۂ ناز فرزندو ! تیار ہو جاؤ ۔ اللہ کے دین کی حفاظت و حمایت کے لیے مکہ روانہ ہو جاؤ ۔ رسول اللہ مکہ فتح کرنے کی تیاری فرما چکے ہیں ۔

مجاہدین۔ (سب جلد جلد مسلح ہو رہے ہیں)

بُدَیل بن ورقاء۔ (چند خزاعیوں کے ساتھ) یارسولؐ اللہ! قریش نے بنو خزاعہ پر اچانک حملہ کر دیا اور وہ کوئی مدافعت نہ کر سکے۔

محمدؐ۔ ہم انھیں کی حمایت کے لیے نکل رہے ہیں۔

بُدَیل۔ بس میں یہی خبر دینے حاضر ہوا تھا۔

(واپس مکہ روانہ ہو جاتا ہے)

محمدؐ۔ معلوم ہوتا ہے معاہدہ کو دوبارہ مضبوط کرنے اور مدت میں توسیع کی غرض سے ابوسفیان آ رہا ہے۔

ابوسفیان۔ (راستے میں بُدیل سے ملتا ہے) تم یہاں کہاں؟ کہاں سے آ رہے

بدیل۔ میں خزاعیوں کے ساتھ ذرا یہاں ساحل تک گیا تھا۔

ابوسفیان۔ (سمجھ جاتا ہے) کیا تم محمدؐ کے پاس سے نہیں آ رہے ہو؟

بُدیل۔ (بے پروائی سے آگے بڑھ کر) نہیں۔

ابوسفیان۔ (مشکوک نگاہوں سے بُدیل کو دیکھتا ہے۔ پھر آگے بڑھ کر اس کی اونٹنی کی مینگنی اٹھاتا اور توڑ کر دیکھتا ہے۔) لات کی قسم رب کعبہ کی قسم بُدیل محمدؐ کے پاس سے آ رہا ہے۔ میں ابھی جاتا ہوں (تیزی سے روانہ ہو جاتا ہے)

ابوسفیان۔ (سیدھا اپنی بیٹی ام حبیبہؓ کے پاس پہنچتا ہے) بیٹی۔ میری بچی

امّ[1] حبیبہؓ۔ کیوں۔ باپ! کیونکر آتے؟ کیسے آتے؟

---

[1] ام المومنین۔

بوسفیان۔ (بستر پر بیٹھنا چاہتا ہے) ذرا کام ہے مجھے۔
ام حبیبہؓ۔ (بستر لپیٹتے ہوتے) الگ بیٹھو، یہ رسول اللہ کا بستر ہے۔
بوسفیان۔ بیٹی! یہ کیا کہہ رہی ہو؟ میں بستر کے لائق نہیں یا بستر میرے قابل نہیں؟
ام حبیبہؓ۔ نہیں تم اس لائق نہیں کہ رسول اللہ کے پاک بستر پر بیٹھو۔ اس لیے کہ تم نجاست کفر میں آلودہ ہو۔
بوسفیان۔ (اٹھتے ہوتے) واللہ میرے بعد تم بہت بدل گئی ہو۔
(باہر نکل جاتا ہے)

ام حبیبہؓ۔ (خاموش ہیں)
بوسفیان۔ (رسول اللہ کی خدمت میں) محمدؐ!۔۔۔ اے ابوالقاسم!۔۔۔۔ محمدؐ!۔۔۔۔ میری بات تو سنو۔۔۔!
محمدؐ۔ (خاموش ہیں — کوئی جواب نہیں دیتے)
بوسفیان۔ (ابوبکرؓ کے پاس جاتا ہے) ابوبکرؓ! تم بڑے رحم دل و نرم خو ہو۔ میرا ساتھ دو اور بتاؤ آخر محمدؐ میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ ذرا تمہیں میری سفارش کر دو۔ وہ کم از کم میری سن تو لیں۔
بوبکرؓ۔ نہیں ابوسفیان — میری اتنی مجال نہیں۔
بوسفیان۔ (عمرؓ کے پاس) ابوحفصؓ!۔۔۔ تمہیں میری سفارش کر دو۔ دیکھو، محمدؐ میری کوئی بھی بات سننے کے لیے تیار نہیں۔
عمرؓ۔ (منہ پھیر کر) میں اور تمہاری سفارش کروں؟ واللہ قیامت تک دشمن ہے۔ تعجب تو یہ ہے کہ تم عہد شکنی کے بعد اتنی جرأت کر بیٹھے

کہ یہاں نظر آرہے ہو۔ واللہ میں تو مسلمانوں کے خون کے ہر قطرے کا تم سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔

ابوسفیان۔ (مایوس ہو کر علیؓ بن ابی طالب کے پاس جاتا ہے،

علیؓ۔ (اس وقت ان کے پاس حضرت فاطمہؓ بھی موجود ہیں اور ان کا کم بچہ حسن بن علیؓ پاس ہی کھیل رہا ہے۔)

ابوسفیان۔ (اندر جا کر) ابوالحسنؓ! اے علیؓ!

علیؓ۔ کون ہو تم ــــ ابوسفیان؟ کیونکر آگئے؟

ابوسفیان۔ لات کی قسم ہر طرف سے مایوس ہو کر تمہارے پاس آیا ہو تم بھی مجھے ناکام نہ لوٹا دینا۔

علیؓ۔ کیا ہوا؟

ابوسفیان۔ میں نے ہزار کوشش کی کہ محمدؐ میری بات سن لیں اور جواب د لیکن ان کی خاموشی بدستور قائم رہی۔ پھر ابوبکرؓ و عمرؓ سے سفارش کی درخواست کی، وہ نہیں مانے۔ تمہیں مدد کرو، تم رشتے کے لحاظ سے بھی میرے قریب ترین عزیز ہو۔

علیؓ۔ (سوچ کر) ابوسفیان! اگر رسول اللہؐ نے کسی کام کا فیصلہ ہی کر لیا اور مصلحتاً خاموش ہیں تو ہم ان سے بات تک کرنے کی جرأت کر سکتے، سفارش تو بڑی چیز ہے۔

ابوسفیان (فاطمہؓ سے)، اے بنت محمدؐ! تم کیا اپنے اس نوعمر بچے کو آماد کر سکتیں کہ وہ اس وقت سفارش کر کے قوم کی بڑی تعداد کو بلا کت

بچالے۔ اگر اس نے یہ کر دکھایا تو ہمیشہ کے لیے عرب کی سرداری کا سہرا اس کے سر ہوگا۔

فاطمہؓ۔ میرا بچہ ابھی اس قابل نہیں ہوا۔ دوسرے یہ کہ رسولؐ اللہ کے مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔

ابوسفیان۔ ابوالحسنؓ! مجھے تو اب یہ معاملہ بڑا ٹیڑھا نظر آ رہا ہے۔ بات ایسی بگڑی ہے کہ بنائے نہیں بنتی۔ تم کوئی مشورہ ہی دے دو۔

علیؓ۔ واللہ اس سلسلے میں مَیں تمھیں کوئی مفید مشورہ بھی نہیں دے سکتا۔ البتہ تم خود بنی کنانہ کے سردار ہو۔ ان کے پاس جاؤ، انھیں پناہ دو۔ پھر اپنے گھر بیٹھ رہو۔

ابوسفیان۔ کیا اس طرح میرا کام بن جائے گا؟

علیؓ۔ خیر، مَیں اس کا ذمہ تو نہیں لے سکتا لیکن اس کے سوا اور کیا کہوں؟ میری نظر میں کوئی دوسرا چارۂ کار نہیں تمہارے لیے۔

ابوسفیان۔ (اونٹ پر بیٹھ کر مکہ واپس جاتا ہے۔)

تاریخ طبری صفحہ ۲۲۳-۲۲۷۔ ج ۲۔

بائیسواں منظر

"مکہ میں ——— ابو سفیان فرزندانِ قریش کے ساتھ"

قریش۔ کہو ابو سفیان! کیا جواب لائے؟

ابو سفیان۔ میں محمدؐ کے پاس گیا اور اس سے گفتگو کرنی چاہی لیکن لات کی قسم اس نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا نہ میری طرف کوئی توجہ کی پھر ابو بکرؓ کے پاس پہنچا کہ وہ سفارش کر دیں لیکن وہاں سے بھی کورا جواب ملا۔ ان کے بعد عمرؓ بن الخطاب کے پاس گیا تو وہ سخت ترین دشمن ثابت ہوا۔ آخر علیؓ کو مخاطب کیا وہ البتہ نیک خو انسان ہے۔ اس نے مجھے جو مشورہ دیا اس پر عمل کر رہا ہوں۔ نہیں کہہ سکتا کہ اس سے فائدہ کیا ہو گا۔

قریش۔ علیؓ نے کیا کہا تھا تم سے؟

ابو سفیان۔ اس نے کہا "تم بنی کنانہ کے سردار ہو، تمھیں انھیں بچا سکتے ہو جا کر اپنی قوم کو پناہ دو، پھر گھر میں بیٹھ رہو۔

قریش۔ تو کیا محمدؐ نے بھی تمہیں اجازت دے دی تھی؟

ابو سفیان۔ نہیں۔

قریش۔ تیرا برا ہو احمق و بیوقوف! یہ بھی کوئی مشورہ تھا! علیؓ نے تمھیں بچوں کی طرح بہلایا یا طفل تسلی سے کام لیا ہے اس سے بھلا ہمارا کیا فائدہ ہوا تمھیں بتاؤ تمھارا کوئی مقصد حاصل ہو گا؟

تاریخ طبری جلد دوم صفحہ ۳۲۳-۳۲۵

تئیسواں منظر

(ابوبکرؓ عائشہ صدیقہؓ کے پاس)

عائشہؓ۔ (رسولؐ اللہ کا سامان درست کر رہی ہیں۔) آئیے ابا جان!

ابوبکرؓ۔ (اندر آتے ہوتے) کیوں بیٹی! کدھر کی تیاری ہے؟ کیا رختِ سفر باندھ رہی ہو؟

عائشہؓ۔ جی ہاں! رسولؐ اللہ کا حکم ہے کہ ان کا سامان درست کر دوں۔

ابوبکرؓ۔ تمہیں بتایا نہیں کہ کہاں جا رہے ہیں؟

عائشہؓ۔ مجھے نہیں معلوم۔

(ابوبکرؓ معلوم کرنے جاتے ہیں۔)

محمدؐ۔ (ایک بلند مقام پر مسجدِ نبوی کے پاس کھڑے ہیں۔) لوگو! تیاری کر لو، مَیں مکہ جانے کے لیے پابہ رکاب ہوں۔

حسانؓ بن ثابتؓ۔ حضورؐ کے پاس جا کر

اتانی ولم اشھد ببطحاء مکۃ	رجال بنی کعب تحزّ رقابھا
بایدی رجال لم یسلّوا سیوفھم	وقتلی کثیر لم تجن ثیابھا
أیا لیت شعری ھل تنالن نصرتی	سھیل بن عمرو حرّھا وعقابھا

فلا تجزعوا منھا فان سیوفنا

لھا وقعۃ بالموت یفتح بابھا

(ترجمہ) "میں نے خود نہیں دیکھا لیکن مجھے بتایا گیا ہے کہ بطحا مکہ میں بنی کعب کی گردنیں اڑائی جا رہی ہیں۔"

"یہ وہ مظلوم ہیں جنہیں تلواریں کھینچنے کی بھی مہلت نہ ملی اور ایسے مقتولین وہاں کثرت سے تھے جن کے تن پر کپڑے بھی ڈھال نہ بن سکے۔

"اے کاش میں یہ سُن پاتا کہ سہیل بن عمرو جو بہادر سورما ہے وہ میری مدد کرے گا۔

"خزاعیو! گھبراؤ نہیں، ہماری تلواریں ان کے لیے موت کا ایک ہیبت ناک منظر پیش کرنے کی غرض سے راہیں کھول دیں گی۔"

محمدؐ۔ بہت خوب بہت خوب۔ اللھم خذ العیون والاخبار عن قریش حتی نبغتھا فی بلادھا۔

الہٰ العالمین! قریش کے مخبروں اور جاسوسوں کو ہمارے لشکر کی اطلاع دینے سے قبل . . . ہلاک کر دیجیے۔

(رسول اللہ انصار و مہاجرین پر مشتمل دس ہزار مجاہدین اسلام کا لشکر جرار لے کر مکہ کی جانب روانہ ہوتے ہیں۔ ابھی تک قریش کو ان کی روانگی اور مقصد کا علم نہیں)۔

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۲۲۷-۲۸

عمرؓ۔ یا رسول اللہ! ابھی تک تو قریش کو ہماری آمد کا علم نہیں ہوا؟

محمدؐ۔ ہاں، یہ خدا کی مہربانی ہے۔

ابوبکرؓ۔ اب ہم وادی ظہران میں ہیں۔ رات کا وقت ہے خدا جانے قیام کہاں مناسب ہو گا۔

محمدؐ۔ بس اس مقام پر اتر جاؤ۔

(لشکر اسلام ظہران میں قیام کرتا ہے اس نے دو منزلیں طے کر لی ہیں۔)

(راستے میں ابوسفیان اور عبداللہ بن ابوامیہ اتفاقاً ادھر آنکلتے ہیں۔)

محمدؐ۔ (نظر پڑتی ہے تو منہ پھیر لیتے ہیں۔)

ام سلمہؓ۔ یارسول اللہ! ابوسفیان[1] آپ کے چچا کا بیٹا اور عبداللہ پھوپھی کا لڑکا ہے۔ اس درجہ قریب خونی تعلق رکھنے والے تو نظرِ التفات سے محروم نہ رہنے چاہییں۔

محمدؐ۔ مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ ابن عم میرے لیے باعث ننگ ہے اور پھوپھی کے بیٹے کو بھی خوب جانتا ہوں۔

علیؓ۔ (ابوسفیان اور عبداللہ سے) تم ان سے ملنا چاہتے ہو؟

ابوسفیان و عبداللہ۔ واللہ ہم ان سے ملنے کی اجازت لے کر رہیں گے ورنہ...

علیؓ۔ میں تمہیں ایک ترکیب بتاتا ہوں۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ رحمت و ہمدردی، سلوک و رواداری رسول اللہ کی سرشت میں داخل ہے اگر تم لوگ اپنی سابقہ بدسلوکیوں کی معافی ان الفاظ میں طلب کرو جو یوسف کے بھائیوں نے استعمال کیے تھے تاللہ لقد اثرک اللہ

---

[1] یہ ابوسفیان بن ابی طالب ہیں۔

علینا وان کنا لخاطئین۔

ابوسفیان وعبداللہ۔ (نبی کریمؐ کے پاس جا کر) تاللہ لقد اثرک اللہ علینا وان کنا لخاطئین۔

محمدؐ۔ (بے اختیار) لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین۔

ابوسفیان۔ لعمری انی یوم احمل رایۃ　　لتغلب خیل اللات خیل محمد
لکالمدلج الحیران اظلم لیلہ　　فھذا اوانی حین اھدی واھتدی
وھادٍ ھدانی غیر نفسی ونالنی　　مع اللہ من طردت کل مطرد

۱۔ میری جان کی قسم جب میں پرچم لیے یہ چاہتا تھا کہ لات کا لشکر محمدؐ کے لشکر پر غالب آجائے۔

۲۔ میری مثال اسی وقت اندھیرے میں چلنے والے کی تھی اور آج یہ دن ہے کہ اگر مجھے ہدایت دی جائے تو میں راہ پر آجاؤں۔

۳۔ ایک رہبر نے میری رہبری کی اور مجھے پالیا اس نے جس سے میرے تعلقات منقطع ہو چکے تھے۔

محمدؐ۔ ہاں، تم تو مجھے کبھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اچھا، دیکھو، ہماری روانگی کی خبر قریش کو تو نہیں ہوئی؟

ابوسفیان۔ نہیں، ابھی تک وہاں کوئی سن گن نہیں، خود ہم لوگ اتفاقیہ ادھر آنکلے تھے۔

محمدؐ۔ مجاہدو! کل صبح ہمارا لشکر مختلف راستوں سے مکہ میں داخل ہوگا۔

اضافۂ جدید از عطیہ　　تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۳۲۹۔

چوبیسواں منظر

مکہ میں لشکرِ اسلام آکر خیمہ زن ہے اور قریش کو جنگ کی
اطلاع دینے کے لیے ایک بلند پہاڑی پر الاؤ روشن کر دیا گیا ہے۔

محمدؐ۔ دیکھو! اب تم لوگ مختلف راستوں سے مکہ کے اندر جانا۔

عمرؓ۔ قریش کو تو آگ دیکھ کر ہی لڑائی کا علم ہو جائے گا۔

علیؓ۔ ہاں، ورنہ ہم مدینہ سے یہاں تک کئی منزلوں پر قیام کرتے ہوئے
آئے لیکن کوئی بھی نہیں سمجھ سکا کہ ہم کیوں نکلے ہیں۔

ابوبکرؓ۔ یہ نہ کہو، وہ تو رسول اللہؐ نے بڑی مصلحت اندیشی سے کام لیا
اور پرچم نہیں لہرائے ورنہ ہر ایک سمجھ جاتا، اور اب لوگ قیاس
آرائی کرتے رہے کہ ثقیف کا رُخ ہے اور کوئی کہتا تھا ہوازن
کی طرف جا رہے ہیں۔

محمدؐ۔ یہ صرف اللہ کا کرم ہے کہ دشمن کو ہماری خبر نہ ہو سکی۔

علیؓ۔ (دُور سے آتی ہوئی آوازوں پر کان لگا کر) سنو۔ سنو۔ انھیں ہماری
خبر ہو گئی۔ آگ کی طرف بھاگے آرہے ہیں اور آپس میں قیاس آرائیاں
کر رہے ہیں۔

بُدیل بن ورقاء۔ (بدحواس ہو کر بھاگتا ہوا آرہا ہے) فرزندانِ قریش!
لشکر... لشکر.... ہوشیار.... لشکر... آپہنچا....

ہوشیار ہو جاؤ۔

ابوسفیان۔ (کھڑے ہو کر) کہاں ہے؟ کون ہے؟ کس کا لشکر؟ کیسا لشکر؟

حکیم بن حزام۔ دیکھتے نہیں؟ وہ پہاڑی پر آگ کے شعلے ہوا سے باتیں کر رہے ہیں۔

ابوسفیان۔ (خوف و دہشت سے حواس باختہ ہے) ہاں ... ہاں واقعی واقعی لشکر ہے۔ لات کی قسم میں نے عمر بھر ایسی خوفناک آگ نہیں دیکھی تھی۔

بدیل۔ واللہ اس لڑائی کی آگ بنو خزاعہ نے بھڑکائی ہے۔

ابوسفیان۔ تمہاری عقل چر لے گئی ہے۔ تم بھی کیا باتیں کرتے ہو۔ بنو خزاعہ اتنا دم خم نہیں رکھتے۔ بھلا ان میں اتنی ہمت ہو سکتی ہے؟

حکیم بن حزام۔ بنو خزاعہ پست ہمت اور قلیل تعداد ہیں۔ اس آگ کی تیزی بتاتی ہے کہ لشکر جرّار آیا ہے۔

عباس بن عبدالمطلب۔ (نبی کریمؐ کے سفید خچر پر سوار ادھر سے گذرتے ہیں) ابوحنظلہ! اے ابوسفیان!

ابوسفیان۔ کون؟ ابوالفضل! عباس!

عباس۔ ہاں میں ہوں۔

ابوسفیان۔ کیا ہے؟ تم پر میرے ماں باپ قربان۔

عباس۔ خدا تمہارا بھلا کرے ابوسفیان! یہ دیکھو رسول اللہ ایک ایسے لشکر جرّار کے ساتھ آپہنچے ہیں کہ تم لوگ ان سے مقابلے کی تاب

نہیں لا سکتے۔ دس ہزار مجاہدین ان کے ساتھ ہیں۔

ابوسفیان۔ تو پھر میں کیا کروں؟ تمہیں بتاؤ۔

عباس۔ ہائے قریش! یاد رکھو، اگر وہ تمہارے امن چاہنے سے قبل مکہ میں فاتحانہ آ گئے تو یہ بات قریش کی ساکھ کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دے گی اور تم بھی کسی کے سامنے سر اٹھانے کے قابل نہ رہو گے۔

ابوسفیان۔ تو اب کرنا کیا چاہیے؟ خدارا تمہیں کوئی تدبیر بتاؤ میری تو عقل کام نہیں کرتی۔

عباس۔ یاد رکھو، اگر وہ تجھے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو تیرے سابقہ جرائم کی پاداش میں تیرا سر قلم کر دیں گے۔ اس لیے خیر اسی میں ہے کہ میرے پیچھے آ کر سوار ہو جا تاکہ میں تجھے رسول اللہ کے پاس لے جا کر جان بخشی کا حکم لے لوں۔

ابوسفیان۔ (گھبراہٹ میں اپنے سوا کسی کا ہوش نہیں رہتا) ہاں، ہاں میں چلتا ہوں۔۔ ابھی چلتا ہوں۔

(اسی وقت عباسؓ کے پیچھے خچر پر بیٹھ کر روانہ ہو جاتا ہے۔)

تاریخ طبری، جلد دوم صفحہ ۲۲۵-۲۲۱

(مع اضافہ جات از عطیہ)

پچیسواں منظر

(لشکرِ اسلام کی چھاؤنی ـــ عباس بن عبدالمطلب اپنے خچر پر ابوسفیان کو بٹھاتے لشکر کے بیچ سے گزرتے ہوئے نبی کریمؐ کے پاس جا رہے ہیں۔)

مجاہدین۔ (چلا کر) ارے دیکھنا، یہ کون ہے؟

عباس۔ (پیچھے مڑ کر) کوئی نہیں، میں ہوں عباس۔

مسلمان۔ تم عمِ رسولؐ اللہ! رسولؐ اللہ کے خچر پر!

ابوسفیان۔ (گھبرا کر) ہائے عباس! اب کیا ہوگا؟ مجھے بچاؤ، ان لوگوں نے پہچان لیا تو میری خیر نہیں۔

عباس۔ کوئی اندیشہ نہیں۔

عمرؓ بن الخطاب۔ (قریب آ کر) یہ کون ہے، تمہارے ساتھ عباس؟

عباس۔ (تیزی سے گزرتے ہوئے) کوئی نہیں، میں ہوں۔

عمرؓ۔ (ابوسفیان کو پہچان کر) یہ ابوسفیان ہے۔ ابوسفیان! خدا کا شکر ہے کہ اس نے تجھے بغیر کسی معاہدے اور عہد کے ہمارے قبضے میں دے دیا۔

عباس۔ تیزی سے خچر دوڑا رہے ہیں۔) ہمیں جلد از جلد رسول اللہ کے پاس پہنچنا چاہیے ورنہ عمرؓ نے آ لیا تو غضب ہو جائے گا۔

ابوسفیان۔ (مڑ کر دیکھتا ہے) ہاں، وہ برابر ہمارے تعاقب میں دوڑ رہا ہے۔

عباس۔ ایسا نہ ہو کہ یہ ہم سے قبل رسول اللہ کے پاس جا پہنچے۔

ابوسفیان۔ بھائی! جلد جلد۔ خدا تمہارا بھلا کرے۔ تیز دوڑاؤ سواری کو۔

عباس۔ دیکھنا، وہ آگے نکل گیا۔ مگر خیر، ہم بھی آگئے منزل تک۔

(حضرت عمرؓ تیزی سے رسول اللہ کے پاس جاتے ہیں۔)

عمرؓ۔ یا رسول اللہ! یہ دشمنِ خدا ابوسفیان بن حرب بغیر کسی عہد و معاہدہ اور کوشش کے ہمارے پاس آگیا ہے۔ حکم دیجیے، میں اس کی گردن اُڑا دوں۔

عباس۔ (اتر کر جاتے ہیں، ابوسفیان ساتھ ہے۔) یا رسول اللہ! اسے میں نے پناہ دی ہے۔

عمرؓ۔ یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے تو کچھ عرض کروں؟

عباس۔ (نبی کے پاس بیٹھ کر عمرؓ سے مخاطب ہیں۔) واللہ آج میرے سوا کوئی بھی رسول اللہ سے بات نہیں کر سکتا۔

عمرؓ۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ تم نے ایک دشمنِ دین کو پناہ دی ہے۔

عباس۔ عمرؓ! نرمی سے کام لیا کرو۔ اگر بنی عدی بن کعب یعنی تمہارے قبیلے کا کوئی شخص ہوتا تو تم ہرگز ایسا نہ کرتے لیکن تم جانتے ہو کہ یہ بنی عبد مناف کا آدمی ہے۔

عمرؓ۔ (لہجہ بدل کر نرمی سے) عباس! اتنا غصہ نہ کرو۔ واللہ تمہارا اسلام لانا میرے نزدیک میرے باپ کے اسلام لانے سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے اور میں جانتا ہوں کہ خطاب کے اسلام سے زیادہ رسول اللہ کو

بھی تمہارا اسلام لانا بہت پسند آیا ہے۔ اگر خطاب اسلام قبول کر لیتا تو انہیں یا مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی۔

ابوسفیان۔ عباس۔ (آہستہ سے) عباس! موقع اچھا ہے اب ان سے بات کر لو میرے لیے۔

عباس۔ یا رسول اللہ! ۔ یہ ابوسفیان حاضر ہے۔

محمدؐ۔ (بانداز انداز میں سر اٹھا کر) اس سے کہو کہ ہم نے اسے پناہ دی، یہ کل پھر حاضر ہو۔

(دوسرے روز)

ابوسفیان (جاتا ہے مگر بات کرنے کی ہمت نہیں ہوتی)

محمدؐ۔ (نظر پڑتی ہے) ابوسفیان!

ابوسفیان۔ جی۔ ابوالقاسمؐ!

محمدؐ۔ خدا تجھے سمجھے، کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تو خدا کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہوئے لا الٰہ الا اللہ کہہ دے۔

ابوسفیان۔ آپ پر میرے ماں باپ قربان، آپ کس درجہ حلیم، کس قدر بردبار اور کتنے فراخ دل ہیں ۔ واللہ میرا خیال ہے کہ اگر خدا کے سوا کوئی اور خدا بھی ہوتا تو وہ اس وقت ضرور میرے کام آتا اور مجھے ہر شے سے بے نیاز کر دیتا۔

محمدؐ۔ خدا تیرا بھلا کرے۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تو مجھے اللہ کا رسول برحق تسلیم کر لے؟

ابوسفیان ۔ واللہ یہ جانتا اور مانتا ہوں کہ آپ بڑی عظیم شخصیت کے مالک ہیں، آپ کا کردار بے مثال ہے لیکن ۔۔۔۔۔

محمدؐ ۔ لیکن ۔۔۔ کیا ؟

ابوسفیان ۔ یہ کہ آپ کی رسالت میں مجھے ذرا کلام ہے ۔

عباس ۔ خدا تجھے تباہ کرے بدبخت ! حق کی گواہی دینے میں تجھے کیا تامل ہے ؟ گردن ماری جانے سے قبل ہی کلمہ پڑھ لے ۔

ابوسفیان ۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔

محمدؐ ۔ عباس ! اسے اپنے ساتھ لے جا کر ہمارے لشکر کی گزرگاہ کے پاس بند کر دو تاکہ یہ اسلام کی شان و شوکت کا نظارہ کر سکے ۔

ابوسفیان ۔ عباس ! میرے لیے کسی نمایاں خصوصیت کی درخواست کرو ۔

عباس ۔ یا رسول اللہ ! ابوسفیان اپنے لیے کسی امتیازی اور قابلِ فخر خصوصیت کا خواہاں ہے ۔

محمدؐ ۔ اچھا، جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو وہ محفوظ ہوگا ۔

ابوسفیان ۔ واقعی آپ بڑے خوش اخلاق و فراخ دل ہیں ۔

عبّاس ۔ (ابوسفیان کو وادی کے تنگ راستے پر درہ کوہ کے نزدیک لے جاتے ہیں ۔ یہاں سے وہ لشکرِ اسلام کو گزرتے اور رسول اللہ کو جنگی ہدایات دیتے، دیکھ سکتا ہے ۔)

محمدؐ ۔ (بلند مقام پر کھڑے ہیں) مجاہدینِ اسلام ! فرزندانِ توحید ! علمبردارانِ حق !

لشکرِ اسلام ۔ (آ کر جمع ہوتے جا رہے ہیں) لبیک یا رسول اللہ !

محمدؐ۔ سنو! تمہیں ان ہدایات پر عمل کرنا ہوگا۔

مجاہدین۔ بسر و چشم یا رسول اللہ!

محمدؐ۔ ۱۔ جو ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ جو خانہ کعبہ کے اندر چلا جائے اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ جو اپنے دروازے بند کر کے بیٹھ رہے اُسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

۴۔ جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو اُسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

۵۔ جو حکیم بن حزام کے گھر میں جا بیٹھے وہ محفوظ رہے گا۔

۶۔ جو میدان چھوڑ کر بھاگ جائے اس کا تعاقب نہ کیا جائے،

۷۔ زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔

۸۔ اسیر کو قتل نہ کیا جائے ــــ بس فی الحال مجھے یہی کہنا تھا۔

مجاہدین۔ ارشادات کی تعمیل ہوگی۔

(لشکرِ اسلام دستوں کی صورت میں باری باری گزر رہا ہے۔)

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۳۲۱

(ترجمہ، اضافہ، جدید مع اشعار از عطیہ)

چھبیسواں منظر

(وادی کے تنگ راستے میں پہاڑ کے درّے پر لشکرِ
اسلام کے دستے مختلف فوجی لباس میں باری باری گزر رہے
ہیں۔ عباس اور ابوسفیان اپنی جگہ بیٹھے نظارہ کر رہے ہیں۔)

عباس۔ ابوسفیان! اللہ کا لشکر دیکھ رہے ہو؟

ابوسفیان۔ (کھوتے ہوئے انداز میں) ہاں۔ ہاں ... (ایک گزرتے ہوئے
دستے کو دیکھتے ہوئے) یہ کونسا قبیلہ ہے؟

عباس۔ یہ قبیلۂ سلیم کے افراد ہیں۔

ابوسفیان۔ اچھا۔ یہ وہ ہیں؟ خیر، ہونگے ۔۔ اب یہ کون ہیں؟

عباس۔ (ایک نظر ڈال کر) قبیلۂ اسلم کے مجاہدین۔

ابوسفیان۔ خیر، یہ بتاؤ، یہ کون آ رہے ہیں؟

عباس۔ جُہَینہ کے جانباز ۔۔ اور غفار کے بہادر۔

ابوسفیان۔ اچھا، یہ بھی سہی۔ اب ....؟

عباس۔ دیکھا تم نے؟ یہ تمام قبائل اپنے پرچم لہراتے کس شان سے گزرتے
چلے جا رہے ہیں؟

ابوسفیان۔ (یک لخت) عباس! ابوالفضل! دیکھو ... دیکھنا ذرا، یہ کون
لوگ ہیں؟

عباس ۔ (پر شوق نگاہیں ڈال کر) تم نہیں پہچانتے؟ یہ رسول اللہؐ ہیں انصار و مہاجرین کے سبز پوش لشکر میں ... کیا شان ہے ان کی: اللہ!

ابوسفیان ۔ اس لشکر میں سبھی لوہے میں غرق ہیں ۔ زرہ بکتر، خود سے آراستہ ہو کر مجسم آہن بن گئے ہیں۔

عباس ۔ ہاں ۔

ابوسفیان (کسی گہری سوچ میں ڈوب کر) اب بھلا ان کے مقابلے کی تاب کون لا سکتا ہے؟ عباس! تمہارے بھتیجے کا ملک واقعی عظیم تر ہو گیا ہے ۔

عباس ۔ ہاں، یہ سب نبوت کا فیض ہے ۔

ابوسفیان ۔ (کھوتے ہوئے انداز میں سوچتے ہوئے) ہاں، ہاں ۔

عباس ۔ میری رائے ہے کہ تم اب بھی اپنی قوم میں جا بلواؤ، انھیں لشکرِ اسلام کی طاقت و عظمت سے خوف دلاؤ ورنہ نتیجہ ... ؟ تم جانو ...

ابوسفیان ٹھیک کہا تم نے ۔ میں ابھی جاتا ہوں ۔

عباس ۔ جلدی کرو ۔ وقت بہت کم ہے ۔

(ابوسفیان اپنی قوم کے فرزندوں کے پاس جاتا ہے ۔)

ستائیسواں منظر

(مکہ۔ ابوسفیان اجتماع عام کو خطاب کر رہا ہے)

ابوسفیان۔ (انتہائی بلند آواز سے) فرزندانِ قریش! یہ دیکھو، محمدؐ نے تم پر چڑھائی کر دی ہے۔ تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تم میں اتنی طاقت نہ تاب نہیں۔ محمدؐ نے بھرے مجمع میں اعلان کیا ہے کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو وہ پناہ میں ہو گا۔

ہند بنت عتبہ (مجمع کو چیرتی غصے میں بھری ہوئی آگے بڑھتی ہے) یہ تو بک رہا ہے؟

ابوسفیان۔ (تحمل سے) ہاں میں کہتا ہوں اور تمہیں سننا پڑے گا۔

ہند۔ (قریب جا کر اس کی مونچھیں پکڑ لیتی ہے۔) پکڑ لو۔ مار ڈالو اس تر سیاہ تند خو اور ننگ اسلاف کو۔

ابوسفیان۔ (ڈانٹ کر) دور ہو کمبخت!

ہند۔ (لوگوں سے) اس کی بکواس پر کان مت دھرنا۔

ابوسفیان (تقریر جاری رکھتا ہے) لوگو! اس عورت کی پُر فریب باتوں میں نہ آنا۔ تم پر وہ بلا آ رہی ہے جس کا مقابلہ تمہارے بس کا روگ نہیں جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو وہ پناہ میں رہے گا۔

مجمع۔ خدا تجھے ہلاک کرے! ہمیں تیرے گھر سے کیا فائدہ؟

ابوسفیان۔ جو اپنا دروازہ بند کرے وہ امن میں رہے گا۔ جو خانۂ خدا میں

پناہ لے وہ محفوظ ہوگا۔

مجمع۔ (لشکرِ اسلام کو سامنے آتا دیکھ کر بدحواس ہو کر منتشر ہوتے ہیں چیختے بھاگتے ہیں) ارے غضب ہے یہ لشکر... ہائے... محمدؐ! جان بچاؤ۔ پیچھا چھڑاؤ۔ مسجد چلو۔ اپنے گھروں کی راہ لو۔ خانۂ کعبہ کا رُخ کرو۔

محمدؐ۔ (مکّہ میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں، لشکرِ اسلام ساتھ ہے) خالدؓ! تم علمِ توحید کو بلند کرتے رہو۔

عمرؓ۔ (سپہ سالاروں سے) سپہ سالارو! رسول اللہ کا حکم یہ ہے کہ جو تم سے مقابلہ کرے اسی پر حملہ کرنا۔ ہر ایک پر وار نہ کر بیٹھنا۔

محمدؐ۔ سر جھکائے ہوئے، انا فتحنا لک فتحاً مبیناً۔

ابوسفیان۔ (عباس کے پاس) ابوالفضل!

محمدؐ۔ (آسمان کی طرف دیکھ کر) لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ صدق وعدہٗ ــــ ونصر عبدہٗ۔ اللہ اکبر۔ کمال تواضع سے زیرِ لب سورۂ فتح پڑھتے ہوئے کعبے کی سمت جا رہے ہیں۔

عباس۔ دیکھو ابوسفیان! رسول اللہ نے بارگاہِ رب العزت میں کمالِ خشوع و خضوع سے سرِ نیاز خم کر رکھا ہے۔ یہ شکر ادا کر رہے ہیں کہ خدا نے بغیر کسی خاص مزاحمت کے آپ کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا۔

ابوسفیان۔ (حیرت سے) ہاں، ہاں۔

عباس۔ اللہ تیرا شکر ہے کہ بغیر جنگ و خونریزی کے مکّہ فتح ہو گیا۔

ابوسفیان۔ سنا ہے آتے وقت صرف خالدؓ کے دستے سے مشرکین نے مقابلہ

کیا تھا، باقی سب تو فاتحانہ داخل ہو گئے۔

عباس۔ بیت اللہ کا رُخ فرمایا ہے آپ نے ؟

ابوسفیان۔ ہاں، دیکھو، آپ کے ساتھ آپ کا آزاد کردہ غلام اسامہؓ بھی اونٹ پر سوار ہے۔

عباس۔ اب تو بیت اللہ یہ آگیا۔

ابوسفیان۔ ہاں، دیکھو، اب کیا کرتے ہیں۔

محمدؐ۔ (اندر جاکر) جاء الحق وزھق الباطل . . .

(لکڑی کی نوک سے بتوں کو گراتے ہوئے) ان الباطل کان زھوقاً

عمرؓ۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر

لشکر اسلام۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر!

محمدؐ۔ (ساتھیوں سے) ان سب پتھروں کو پاش پاش کر دو۔

لشکر اسلام۔ (کعبے کے تین سو ساٹھ بتوں کو توڑنا شروع کر دیتے ہیں۔)

محمدؐ۔ (خود بھی بت شکنی فرماتے ہوئے) جاء الحق وما یبدی الباطل وما یعید۔ حق ظاہر ہو گیا اور باطل نہ تو اب شروع ہو گا نہ اب پلٹ کر آئے گا۔

عبداللہ بن رواحہ۔ (حضورؐ کے قریب کھڑے ہیں۔)

خلّوا بنی الکفار عن سبیله	الیوم نضربکم علی تنزیله
ضرباً یزیل الھام عن مقیله	ویذھل الخلیل عن خلیله

عمرؓ۔ ابن رواحہؓ! رسول اللہ کے سامنے اور حرم محترم میں تمہیں شاعری سوجھی ہے؟

محمدؐ۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ یہ شعر کافروں کے سینے میں تیر بن کر پیوست ہوں گے۔

ابوبکرؓ۔ (خوش ہوکر) یا رسول اللہ! اللہ نے آپ کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا — آج دینِ حق کی مدد کا وعدہ پورا ہو گیا۔

محمدؐ۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا۔ (القرآن)
جب اللہ کی مدد آجاتے اور فتح سے سرفراز ہو جاؤ اور تم دیکھو کہ لوگ فوج در فوج حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں تو تم اللہ کی تعریف بیان کرنے اور استغفار کرنے میں لگ جاؤ۔ وہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

ابوبکرؓ۔ اللہ اکبر! سبحان اللہ!

محمدؐ۔ (بیت اللہ کا دروازہ کھول کر اندر جاتے، ہر گوشے میں نعرۂ تکبیر بلند فرماتے اور نہایت عجز و نیاز سے بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ پھر سرِ نیاز اٹھا کر) لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ۔

سرداران قریش۔ (اندر آکر جمع ہو جاتے ہیں۔)

صحابیؓ۔ یہ سرداران قریش اب کس مقصد سے آئے ہیں؟

ساتھی۔ ان کی گردنوں پر سیکڑوں مسلمانوں کا خون ہے اور نہ جانے کتنے بے گناہوں کو ان لوگوں کے اذیت ناک عذاب نے ترک وطن پر مجبور کیا تھا۔ انھوں نے اسلام کو تباہ کرنے کے لیے حبش، نجد، شام اور یمن تک کے سفر کیے تھے۔ مسلمان ان کے ظلم و ستم سے عاجز ہو کر تین تین سو میل پیدل چلے

اور پناہ ڈھونڈی لیکن اس پر بھی یہ چین سے نہ بیٹھے۔

صحابیؓ۔ یعنی وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کی ایذا رسانی اور اسلام کی بیخ کنی کے لیے زر و مال، طاقت و تدبیر، اسلحہ و تزویر ہر طریق سے برسر پیکار رہے اور ان کی ناپاک سازشوں سے ذاتِ مقدس کی جان و امن عامہ کو ہر آن خطرہ رہتا تھا۔

ساتھی۔ یہ سب ٹھیک ہے لیکن رسول اللہ رحمۃ للعلمین ہیں۔

صحابیؓ۔ دیکھو، ہوتا کیا ہے؟

ساتھی۔ (اشارہ کرتے ہوئے) ادھر دیکھو ۔۔ کعبے کی جانب ۔۔ رسول اللہ باہر تشریف لا رہے ہیں اور عباس ان کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

عباسؓ۔ یا رسول اللہ! بیت اللہ کی کلید پر بنی ہاشم کا حق ہے۔

محمدؐ۔ (کلید دستِ مبارک میں لیے ہیں) یا معشر قریش! ویا اھل مکۃ! ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ وتعظمھا بالآباء۔ الناس من آدم وآدم من تراب ثم تلا۔ (یاایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (الآیہ) یا معشر قریش ویا اھل مکۃ! ما تدرون انی فاعل بکم؟" اے فرزندانِ قریش! آج خدا نے تمہارے دلوں سے جاہلیت کی نخوت اور حسب و نسب پر مباہات وغرہ دور کر دیا۔ سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدمؑ کو خدا نے مٹی سے بنایا تھا۔ (تلاوت فرماتے ہیں۔) اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک عورت اور مرد

سے پیدا کیا اور مختلف ذاتیں اور قبائل بنایا۔ یہ اس لیے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم میں قابلِ احترام و عزت وہی ہے جو اللہ کے نزدیک پرہیزگار ہے۔ اے قریش اور اے اہلِ مکہ! تمھارے خیال میں اب میں تم سے کیا معاملہ اور کیا سلوک کرنے والا ہوں؟

قریش۔ حسنِ سلوک و رواداری اس لیے کہ آپ خود شریف النفس اور شریف کی اولاد ہیں۔

محمدؐ۔ اذھبوا انتم الطلقاء لا تثریب علیکم الیوم۔ (القرآن) جاؤ آج تم لوگ آزاد ہو۔ تم سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔

علیؓ بن ابی طالب۔ یا رسولؐ اللہ! اجمع لنا الحجابۃ مع السقایۃ صلی اللہ علیک۔ اللہ آپ پر رحمتیں نازل کرے حرم کی پاسبانی اور حاجیوں کو پانی پلانے کا شرف ہمیں عطا کیجیے۔

محمدؐ۔ عثمان بن طلحہ کہاں ہے؟

عثمانؓ۔ (حاضر ہو کر) ارشاد یا رسولؐ اللہ!

محمدؐ۔ الیوم یوم البر والوفاء ــــ لو عثمان! یہ بیت اللہ کی کلید تم سنبھالو تمھیں یاد تو ہوگا ایک بار ابتداء نبوت میں میں نے تم سے کہا تھا عثمان! بیت اللہ کھول دو!

عثمان۔ ندامت سے سر جھکا کر) جی ہاں، میں نے انکار کر دیا تھا۔

محمدؐ۔ میرا جواب یہ تھا "تم دیکھ لینا، ایک روز یہ کلید میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا دوں گا" اور تم نے برافروختہ ہو کر کیا کہا

عثمانؓ۔ حضورؐ! مَیں نے عرض کیا تھا، کیا اس روز قریش کے تمام مرد ذلیل و خوار ہو جائیں گے؟ اور آپ نے فرمایا "نہیں، وہ اس روز پہلے سے زیادہ اقبال مند و عزت دار ہونگے۔"

محمدؐ۔ بہرحال اب یہ تمہارا حق تمھیں مل گیا۔

عثمانؓ۔ (متأثر و شرمسار ہیں) دستِ مبارک سے کنجیاں لے لیتے ہیں)

محمدؐ۔ عمرؓ! فرزندانِ قریش کو باری باری میرے پاس لاؤ، مَیں ان سے بعیت لوں گا۔ مَیں کوہِ صفا پر جا رہا ہوں، وہیں ملنا۔

عمرؓ۔ فرزندانِ قریش! رسول اللہؐ نے تمھیں کوہِ صفا پر طلب کیا ہے۔

(مسلمان ہونے والے کوہِ صفا کی جانب جا رہے ہیں۔)

محمدؐ۔ عمرؓ! انھیں میرے پاس بھیجو۔

عمرؓ۔ (ایک ایک کو آگے بڑھاتے ہیں۔)

محمدؐ۔ آؤ، تمھیں ان امور پر بعیت کرنی ہوگی کہ

۱۔ مَیں خدا کے ساتھ اس کی ذات و صفات میں، استعانت و پرستش میں کسی کو بھی شریک نہیں کروں گا۔

۲۔ مَیں چوری، بدکاری، خونِ ناحق نہ کروں گا۔ نہ لڑکیوں کو جان سے ماروں گا، کسی پر بہتان نہیں لگاؤں گا۔

۳۔ میں امورِ حق میں رسول اللہؐ کی اطاعت بقدرِ استطاعت کرتا رہوں گا۔

قریش۔ (اسلام پیمان شرائط کے ساتھ بعیت کر لیتے ہیں۔)

محمدؐ۔ تمہاری عورتیں کہاں ہیں؟ اب انھیں بھیجو۔

ہند بنت عتبہ۔ (عورتوں کے ساتھ نقاب ڈالے اور بھیس بدلے ہوئے آتی ہے۔ دراصل اسے خوف یہ ہے کہ اگر رسولؐ اللہ نے پہچان لیا تو وہ حضرت حمزہؓ سے اس کی گستاخی اور بربریت کا انتقام لیں گے۔)

محمدؐ۔ عورتو! تمھیں ان امور پر بیعت کرنی ہوگی، ۱۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گی۔

ہند۔ (برجستہ) واللہ یہ تو وہ بات ہے جس پر آپ نے مردوں سے بھی عہد نہیں لیا۔ خیر، ہمیں منظور ہے۔

محمدؐ۔ ۲۔ تم چوری نہیں کرو گی۔

ہند۔ واللہ اگر مجھے ابوسفیان کا مال مل جائے۔ . . . تو میں . . . خوب ہی گل چھرے اڑاؤں ۔۔۔ اور . . .

ابوسفیان۔ (بات کاٹ کر) پہلے جو تم لے چکی ہو وہ تمھارے لیے جائز تھا۔

محمدؐ۔ معلوم ہوتا ہے تم ہند بنت عتبہ ہو۔

ہند۔ جی ہاں، میں ہند بنت عتبہ ہوں۔ میرے سابقہ جرائم معاف فرمایئے اللہ آپ سے درگزر فرمائے گا۔

محمدؐ۔ ۳۔ تم بدکاری نہیں کرو گی۔

ہند۔ یا رسولؐ اللہ! کیا کوئی آزاد عورت بھی یہ شرمناک جرم کر سکتی ہے؟

محمدؐ۔ ۴۔ تم اپنے بچوں کو قتل نہیں کرو گی۔

ہند۔ ہم نے انہیں پال پوس کر بڑا کیا تھا، آپ ہی نے جنگ بدر میں انھیں

قتل کردیا۔

عمرؓ۔ (اس کے اس جواب پر ہنس دیتے ہیں۔)

صحابہؓ۔ (حیرت سے انہیں دیکھ رہے ہیں۔)

محمدؐ۔ ۵۔ تم کسی پر بے بنیاد الزام نہیں لگاؤ گی نہ بہتان طرازی کرو گی۔

ہند۔ واللہ بہتان طرازی تو بدترین فعل ہے اس سے بچنا ہی بہتر ہے۔

محمدؐ۔ ۶۔ تم نیکی اور بھلائی میں میری نافرمانی نہیں کرو گی۔

ہند۔ ہم یہاں آپ کی نافرمانی کے لیے حاضر نہیں ہوئے ہیں۔

محمدؐ۔ (پانی کے برتن میں دستِ مبارک ڈال کر نکال لیتے ہیں۔)

عورتیں۔ (اسی پانی میں ہاتھ ڈال کر ان امور پر بیعت کر لیتی ہیں۔)

محمدؐ۔ (عورتوں سے) بس اب تم جا سکتی ہو۔

سیرت ابن ہشام، جلد دوم، طبع قدیم

زاد المعاد، جلد دوم

تاریخ طبری، جلد دوم، طبع جدید صفحہ ۳۲۳-۳۲۸

۵۸۴ سے ۵۹۱ تک اضافۂ جدید از عطیہ

اٹھائیسواں منظر

(مدینہ میں ــ کسی محلّے کے چند آدمیوں سے رسول اللہ مصروف گفتگو ہیں۔)

ابو رافع ــ (خوشی میں دوڑتے ہوئے آتے ہیں۔) یا رسول اللہ! یا رسول اللہ مبارک ہو۔ آپ کو مبارک ہو۔

محمدؐ ۔ (باوقار انداز میں سر اٹھا کر ان کی جانب نظر ڈالتے ہوئے) کیا ہوا؟۔۔

ابو رافع ۔ (قریب آکر) ــ اُمّ المومنین ماریہ قبطیہ کے آج رات لڑکا پیدا ہوا ہے۔

محمدؐ ۔ (سوچ کر) میرا لڑکا؟

ابو رافع ۔ آپ کے رب کی قسم آپ کا بچہ ــ فرزند ارجمند۔۔

محمدؐ ۔ (نمایاں طور پر خوش ہو کر) اچھا، ابو رافع! جاؤ، اسی خوشی میں میں نے تمہیں ایک غلام دیا۔

ابو رافع ۔ (خوش خوش دوڑتے ہوئے لوگوں کو خوشخبری سنانے جا رہے ہیں) مبارک ہو مسلمانو! مبارک ہو، رسول اللہ کو خدا نے فرزند عطا فرمایا ہے۔

محمدؐ ۔ (اٹھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔) لوگو! آج رات مجھے اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا ہے اور میں نے اپنے باپ ابراہیمؑ کے نام پر اس کا نام ابراہیم تجویز کیا ہے۔

صحابہ کرامؓ ۔ مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

(رسول اللہ کاشانۂ نبوی کی طرف تشریف لے جاتے ہیں۔)

اُنتیسواں منظر

چند ماہ بعد — ایّامِ شیرخواری ہی میں ابراہیم کا انتقال ہو جاتا ہے اور رسولؐ اللہ انھیں دفن کرنے کے لیے جنت البقیع میں تشریف لے جاتے ہیں۔ ابراہیم کی لاش حضرت اسامہؓ بن زید اور فضل بن عباس اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ہوتے ہیں۔ دوسرے صحابہؓ بھی جنازے کی مشایعت کر رہے ہیں۔

گورکن۔ (قبر تیار کرنے کے بعد) لیجیے، یہ قبر تیار ہو گئی۔

محمدؐ۔ لاؤ ابن عباس! لاش مجھے دو۔

ابن عباسؓ۔ (لاش لے کر بڑھتے ہیں) یہ لیجیے۔

محمدؐ۔ (فرطِ غم سے بے قابو ہیں لیکن خاموش ہیں۔ قبر میں اتارتے ہوئے) جنت الخلد میں جاؤ ابراہیمؓ . . . !

مجمع۔ (اچانک سورج گہن دیکھ کر) لوگو! ابراہیمؓ کی موت سے سورج کو گہن لگ گیا۔

لوگ۔ ہاں، ہاں، ابراہیم کی موت پر سورج گہنا گیا۔

محمدؐ۔ لوگو! چاند اور سورج اللہ تعالیٰ کی بے شمار نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں انھیں گہن لگنے سے کسی کی موت کا کوئی تعلق نہیں۔

اسامہؓ۔ (ابراہیمؓ پر مٹی ڈالتے ہوئے) ابراہیمؓ! خدا کی رحمتیں تم پر نازل ہوں۔

محمدؐ۔ مٹی ڈال کر بیٹھتے ہیں — شفقتِ پدری سے آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں) ہائے ابراہیمؓ . . . میرا بچہ . . .

ابنِ عباسؓ۔ (اشکبار دیکھ کر) یا رسول اللہ! آپ ۔۔۔ رسولِ خدا ہو کر ۔۔۔
اشک بار ہیں ؟

اسامہؓ ۔ یا رسول اللہ آپ ؟

محمدؐ ۔ (اسی حالت میں سرِ اقدس جھکائے ہوئے) تدمع العین ویحزن القلب
ولا نقول الا ما یرضی ربنا ۔۔۔ (قبر کی طرف دیکھتے ہوئے) وانا بک یا
ابراھیم لمحزونون ۔

آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل رنجیدہ ہو جاتا ہے لیکن ہم مشیتِ ایزدی کے
آگے صابر و شاکر ہیں ۔ ابراہیمؑ! ہم تمہاری موت پر رنجیدہ و دلفگار ہیں ۔

زاد المعاد ، جلد دوم ۔ صفحہ ۶۵

توفیق نے ان مناظر پیدائش و وفات میں خیالی اور نفسیاتی تفصیلات سے کام لیا
ہوتے زیبِ داستاں کے لیے بہت کچھ بڑھا دیا تھا حالانکہ تاریخی کتب میں صرف اس
قدر ملتا ہے کہ وغارت نساء رسول اللہ واشتد علیھن حین رزقت منہ الولد
جو ایک فطری عمل ہو سکتا ہے البتہ اپنی طرف سے اس کی تفصیلات لکھنا امہات المومنین
اور حضورؐ کی شان میں گستاخی کے مترادف ہو گا اس لیے ہم نے مستند کتب سے صرف
اصل واقعہ نقل کر لیا ہے ۔

عطیہ

تئیسواں منظر

(صحابۂ کرامؓ مسجد نبوی کے پاس جمع ہیں۔ اس مجلس میں فتح مکہ پر تبصرہ ہو رہا ہے)

ابوبکرؓ۔ اللہ کا شکر ہے کہ فتح مکہ سے حلقہ بگوشانِ اسلام کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے

عمرؓ۔ اس سے قبل کئی قبائل محض اس لیے اسلام قبول نہیں کرتے تھے کہ وہ قریش کے حلیف ہیں اور اسلام لانے سے معاہدہ شکنی ہو جائے گی اور بہت سے لوگ قریش کے خوف سے مسلمان نہیں ہوتے تھے کہ پھر ان کے رشتہ داروں کے درمیان بھی اسلام اور کفر کی لیے تعلقی پیدا ہو جائے گی۔

زبیرؓ۔ ایک بات اور بھی ہے۔ فتح سے پہلے ان کی قومی روایات میں ایک روایت یہ بھی تھی کہ مکہ پر نصرت الٰہی کے بغیر کوئی قابض نہیں ہو سکتا اور مسلمانوں کو چونکہ خدا نے فتح سے سرفراز فرمایا تو انھیں اسلام کی صداقت و حقانیت کا یقین کرنا پڑا اور وہ مسلمان ہو گئے۔

عمرو بن سلمہ۔ غالباً اس بنا پر وہ کہا کرتے تھے کہ اسے (محمدؐ کو) اپنی قوم سے نپٹ لینے دو۔ اگر یہ غالب آگیا تو ضرور نبی برحق ہے۔ (بخاری)

ابوبکرؓ۔ ان مختلف قبائل میں ابھی ایسے سن رسیدہ بزرگ بھی زندہ ہیں جو فاتح یمن ابرہہ حبشی کو چالیس ہزار کے لشکر جرار کے ساتھ مکہ پر حملہ کرتا دیکھ چکے ہیں۔ اس لشکر میں ہاتھی بھی لائے گئے تھے۔ خود ابرہہ ہاتھی پر سوار تھا۔ اسی لیے تاریخ میں اس سال کا نام ہی عام الفیل پڑ گیا۔

ابن اسحاق - ان بوڑھوں کو اپنا چشم دید واقعہ یاد ہوگا جب آج سے ساٹھ برس قبل حبشیوں نے مکّہ پر حملہ کیا تھا اور اہلِ مکہ حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے گھر بار چھوڑ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر پناہ گزیں ہو گئے تھے اور شہر بھر میں ایک بھی شخص ان کا مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں آنے والا نہ رہا تھا۔

ابوبکرؓ - انھیں یہ بھی یاد ہوگا کہ اس حادثے میں فوج خستہ و برباد ہو کر لوٹ گئی تھی یہی کہ خود فوج کا اعلیٰ افسر اس حالت میں فرار ہوا کہ اس کی سواری کا ہاتھی غائب تھا اور مقتولین کی لاشیں مکّہ سے چار کوس دور تک پڑی تھیں۔

ابن اسحاق - غالباً انھیں عبدالمطلب اور ابرہہ کے درمیان گفتگو بھی یاد ہوگی

ایک شخص - کیسی گفتگو؟

ابن اسحٰق - ہوا یوں تھا کہ جب ابرہہ کا لشکر مکہ کی سرحد پر اترا تو آتے ہی پہل اس طرح کی کہ اہلِ مکّہ کے چرنے والے مویشی پکڑ لیے۔ ان میں عبدالمطلب یعنی ہمارے رسول اللہؐ کے دادا کے سواونٹ بھی تھے۔ اس وقت مکّہ کے سردار وہی تھے بڑی بارعب شخصیت تھی ان کی اور ساتھ ہی حسن و جمال بھی رکھتے تھے۔ یہ خود حبشیوں کے لشکر میں گئے اور فیل خانے کے سردار کو ذریعہ بنا کر ابرہہ سے براہِ راست ملے۔

ابرہہ نے بڑی عزت و تکریم سے اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا "کیسے تشریف لاتے ہیں؟"

عبدالمطلب نے کہا "آپ کے لشکر نے ہمارے مویشی پکڑ لیے ہیں آپ ان کی رہائی کا حکم دے دیجیے، بڑی نوازش ہوگی"

ابرہہ نے تیوری پر بل ڈال کر کہا "سردارِ قریش! آپ کے آنے سے مجھے جس قدر مسرّت ہوئی تھی اب آپ کی زبان سے اتنی معمولی بات سن کر اسی قدر افسوس ہوا اور میری نظر میں آپ کی کوئی وقعت نہیں رہی" عبدالمطلب نے حیران ہو کر پوچھا "یہ کیوں؟" ابرہہ بولا "آپ کو علم ہوگا کہ میں آپ کے مقدس عبادت خانے کے انہدام کا عزم لے کر آیا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ اس عظیم عبادت گاہ کے مقابلے میں میرے تعمیر کردہ کلیسا کی کوئی وقعت اب تک عرب نے تسلیم نہیں کی لیکن آپ نے اس کے بچاؤ کے لیے کوئی بات نہیں کی گویا آپ کو اس کی فکر نہیں اور اپنے مویشی کو اس سے زیادہ قیمتی سمجھ کر میرے پاس آئے تاکہ میں مویشی آپ کے حوالے کر دوں؟

عبدالمطلب نے فوراً جواب دیا "بات دراصل یہ نہیں کہ میں خانہ کعبہ کو مقدس نہیں سمجھتا نہ مویشی میری نظر میں اس سے بڑھ کر ہو سکتے ہیں بلکہ مویشی میرے ہیں، میں ان کا مالک ہوں اس لیے مجھے ان کی فکر ہونی لازم تھی۔ رہ گیا خانہ کعبہ تو اس کا مالک ایک اور ہے اسے خود اس کی فکر اور خیال ہوگا اور وہی بچائے گا"

مجمع ۔ خوب، تو معلوم یہ ہوا کہ مکہ کا فتح ہو جانا اسلام کی سربلندی اور حقانیت کی دلیل ہے ورنہ کوئی اور طاقت اب تک کامیاب نہ ہو سکی تھی۔

ابن اسحاق ۔ بہرحال یہ واقعہ ہے کہ اب اسلام کی حقیقت سمجھانے اور تبلیغ کے لیے کوئی روک ٹوک نہیں رہی۔ داعظین آزادی سے اشاعتِ اسلام کرتے ہیں اور سامعین اطمینان سے اسلامی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

ایک شخص۔ دیکھنا یہ ہے کہ فتح مکہ کا ردِ عمل قرب و جوار کے علاقوں پر کیا ہوتا ہے۔ ممکن ہے ان قبائل کو اسلام کی یہ شان و شوکت ایک آنکھ نہ بھائے اور وہ اور کچھ نہیں تو زمین و باغات ہی کے لالچ میں چڑھائی کر بیٹھیں۔

مجمع۔ (سب خاموش ہیں ـــ اچانک دور سے گرد و غبار اڑتا نظر آتا ہے۔)

مخبر۔ (قریب آتے ہوئے) مجاہدو! مسلمانو! اہلِ یثرب! سنو۔ ایک ضروری اعلان سنو۔ کیا یہاں عمرؓ بن الخطاب موجود ہیں؟

عمرؓ بن الخطاب۔ (آگے بڑھ کر) کیوں ابن ابی حدرد! کیا بات ہے؟

ابن ابی حدرد۔ بھائی! دراصل مجھے رسول اللہؐ نے ہوازن کی جنگی سازش کے بارے میں تحقیقات کے لیے بھیجا تھا ـــ وہاں سے واپس آیا تو ان کا فرمان ملا کہ تمھیں ان کی خدمت میں حاضر کر دوں۔

عمرؓ۔ چلو میں ابھی چلتا ہوں ـــ لیکن یہ ہوتا کیا؟ (دونوں چل رہے ہیں۔)

ابن ابی حدرد۔ ہوتا کیا۔ دراصل ہوازن و ثقیف کو جانتے ہو، ان کی حد مکہ سے ملتی ہے۔ انھیں جب فتح مکہ کا علم ہوا تو صرف طائف کے باغات اور جاگیرات کے لالچ میں وہ مسلمانوں کو شکست دینے کے خیال سے چڑھائی کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح وہ ہم سے بت شکنی کا انتقام بھی لے سکتے ہیں۔

عمرؓ۔ (تعجب سے) یہ کیوں؟ . . . مجھے تو . . .

ابن ابی حدرد۔ جلد چلو رسول اللہ تمھارا انتظار کر رہے ہوں گے۔

(دونوں بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچتے ہیں۔)

محمدؐ۔ عمرؓ! میں نے تمھیں مشورہ طلب کرنے کے لیے بلایا ہے۔ دیکھو یہ ہوازن

ثقیف مکہ پر حملہ آوری کے لیے نکل رہے ہیں۔

ابن ابی حدرد۔ یا رسول اللہ! انھوں نے بنی مضر اور بنی ہلال کے قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا ہے اور چار ہزار بہادروں کے ساتھ مکہ روانہ ہو کر وادی حنین کے پاس اتر گئے ہیں۔

عمرؓ۔ ان کا سردار کون ہے؟

ابن ابی حدرد۔ مالک بن عوف ہے۔ اس کے حکم سے یہ لوگ اپنے بچوں، عورتوں اور مال مویشی تک کو ساتھ لیکر آئے ہیں۔ اس کی مصلحت اس میں یہ معلوم ہوتی ہے کہ مال و متاع اور بچوں کی موجودگی میں ہر شخص ثابت قدمی اور بے فکری سے میدان میں ڈٹا رہیگا۔

محمدؐ۔ سنا عمرؓ!

عمرؓ۔ یہ جھوٹ بولتا ہے۔

ابن ابی حدرد۔ (جھنجلا کر) عمرؓ! اگر تم مجھے جھٹلاتے ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں اس لیے کہ اس سے قبل بھی تم نے اکثر بیشتر حق سے روگردانی کی اور کسی بات کو آسانی سے تسلیم نہیں کیا۔

عمرؓ۔ یا رسول اللہ! سنا آپ نے! یہ... ابن ابی حدرد کیا بک رہا ہے؟

محمدؐ۔ اللہ تمھیں ہدایت دے عمرؓ!

ابن ابی حدرد۔ (رسول اللہ کی طرف دیکھکر) کیا حکم ہے یا رسول اللہ؟

محمدؐ۔ ان کی مدافعت کرنی چاہیے... (کچھ سوچ کر) مگر مکہ سے باہر ہی۔ اس لیے کہ میں حرم محترم کی سرزمین پر جنگ کرنا پسند نہیں کرتا۔

عمرؓ۔ (اٹھتے ہوئے) یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے تو میں جا کر خود ہی لشکر اسلام کو منظم کر لوں اور ذرا تعداد بھی گن کر بتا دونگا۔

محمدؐ۔ جاؤ۔ (عمرؓ جاتے ہیں۔)

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۳۴۶

اکتیسواں منظر

وادیٔ حنین۔ دیارہ ہزار کفن بردوش مجاہدین اسلام رسولؐ اللہ کے ساتھ ہیں۔ ان میں کچھ نو مسلم اور جذبیت پرست طلیقے بھی شامل ہیں،

مجاہد۔ (دوسرے مجاہد سے) دیکھو تو سہی، ہماری فوج بحر بیکراں معلوم ہوتی ہے

دوسرا۔ ہاں یہ اسلام کا لشکر ہے۔ اس کثیر تعداد میں ہزیمت کا خیال بھی کرنا چاہیے۔

عبداللہ۔ تم لوگ اس گھمنڈ میں نہ رہو کہ تعداد بہت ہے۔ ذرا ہوشیاری سے کام لینا، ایسا نہ ہو کہ۔۔۔ خدانخواستہ۔۔۔ مگر۔۔۔ ہاں، وہ دیکھو۔ میں غلط نہیں کہتا۔ دشمن نے ایک تنگ اور دشوار گزار درے میں گھات لگائی ہے۔ وہاں ان کے تیر انداز۔۔۔ چھپے بیٹھے ہیں۔۔۔

(چند لاابالی نوجوانوں کا دستہ اس طرف جاتا ہے)

دشمن۔ (تیروں کی بارش کرتا ہے۔)

نوجوان۔ (سراسیمہ اور خوفزدہ ہو جاتے ہیں، آخر ایک دوسرے سے بے ہو کر پیچھے بھاگتے جا رہے ہیں)

محمدؐ۔ (داہنی جانب دیکھ کر) ارے۔۔۔ یہ کیا؟ تم لوگ کہاں جا رہے ہو ادھر آؤ، میرے پاس آجاؤ۔ میں اللہ کا رسولؐ ہوں۔ میں محمد بن عبداللہ ہوں۔۔۔ بھاگو نہیں۔۔۔ بزدلی نہ دکھاؤ۔

(نوجوانوں کے ساتھ اور مجاہدین بھی حواس باختہ بھاگ رہے ہیں
اور رسولؐ اللہ چند مہاجرین و انصار و اہلِ بیت کے ساتھ تنہا نظر آرہے ہیں)

محمدؐ۔ (نہایت عزم و بہادری سے، پُرجوش لہجے میں)

انا النبی لاکذب　　انا ابن عبد المطلب

میں نبی ہوں، اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ میں عبد المطلب کا فرزند ہوں۔
(آگے بڑھتے ہوئے عباس کو آواز دیتے ہیں۔) ...عباس!
دیکھ رہے ہو یہاں کیا ہو رہا ہے۔ تم بلند آواز ہو، ذرا اونچی آواز سے
پکارو۔ یا معشر الانصار! یا اصحاب السمرہ[1]!

عباسؓ۔ (تعمیل میں) اے انصاریو! اے بیری والو!

انصار۔ لبیک... لبیک۔ (قریب آتے جا رہے ہیں۔)

عباسؓ۔ ملاحظہ فرمائیے حضورؐ! ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کی اور اس کی سواری کی نزاعیب
کی جاتے لیکن جب سواری ساتھ نہیں دیتی تو زرہ گلے میں ڈال تلوار ہو ترش اور
ڈھال لگا کر دیوانہ وار دوڑتا چلا آتا ہے۔

محمدؐ۔ ہاں، دیکھ رہا ہوں۔

انصار۔ سنو بہادر جاں نثاری کے لیے آجاتے ہیں اور آکر دشمن سے مقابلہ کرنے لگے ہیں۔

محمدؐ۔ (گھمسان کا رن دیکھ کر) ہاں، اب میدان گرم ہوا ہے۔

مجاہدین ہوازن سے برسرِ پیکار ہیں۔

محمدؐ۔ (جائزہ لیتے ہوتے مقابلہ کرتے آگے بڑھ رہے ہیں۔)

---

[1] بیری مدینہ کا خاص پھل ہے۔ اسی لیے اہلِ یثرب کو اصحابِ سمرہ بھی کہا جاتا ہے۔

اُم سُلَیم۔ (چادر اوڑھے ہوئے اپنے شوہر ابی طلحہ کے ساتھ)۔

محمدؐ۔ (ان پر نظر پڑتی ہے۔) کون . . . ؟ اُمّ سلیم ؟

اُمّ سلیم۔ فداک ابی وامّی یارسول اللہ! جی ہاں، مَیں اُم سلیم ہوں۔ آپ ان جان بچا کر بھاگنے والوں کو بھی اسی طرح قتل کیجیے جس طرح اپنے دن دشمنوں کو قتل کر رہے ہیں۔ واللہ یہ بھاگنے والے، اسی قابل ہیں کہ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں۔

محمدؐ۔ کیا خدا کافی نہیں ام سلیم ؟

ابو طلحہ۔ (ہاتھ میں کچھ دیکھ کر) اور یہ تمہارے پاس کیا ہے ام سلیم ؟

ام سلیم۔ (خنجر اٹھا کر) یہ خنجر ہے۔ میں نے اسی لیے ساتھ لے لیا تھا کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو یہی خنجر اس کے گھونپ دوں گی۔

ابو طلحہ۔ سماعت فرمایا آپ نے، یہ ام سلیم کیا کہہ رہی ہے ؟

محمدؐ۔ (تبسم فرما کر) ہاں، سُن رہا ہوں (آگے بڑھ جاتے ہیں۔)

مجاہدین۔ (جوش سے لڑ رہے ہیں۔)

ابو موسیٰ۔ (اپنے چچا کو گرتے دیکھ کر ان کی جانب بڑھتے ہیں) چچا جان! . . . چچا۔ ! یہ کس کا تیر تھا . . . آپ کا گھٹنا . . . نشانہ بنا ہے۔ کون تھا یہ ؟

ابو عامر۔ (کراہتے ہوئے ایک شخص کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔) وہ دیکھو . . . وہ ہے نا؟ اسی نے مجھ پر تاک کر تیر پھینکا تھا۔

ابو موسیٰ۔ (اس کا تعاقب کرتے ہیں۔) ٹھہر تو جا . . . کہاں جائے گا۔ تیر انداز ——— (بھاگتا ہے)

ابُو موسیٰ۔ (تعاقب کرتے ہوئے) تجھے شرم نہیں آتی بھاگتے ہوئے ۔ ۔ ۔ ؟
کیا تو عرب نہیں ؟ کیا نہیں رُکے گا، اب بھی نہیں ۔ ۔ ۔ ؟

تیر انداز۔ (رُک کر تلوار سونت لیتا اور حملہ کرتا ہے۔) یہ لے ــــ

ابو موسیٰ۔ جواباً وار کرتے ہیں۔ دونوں کی تلواریں ٹکراتی ہیں اور وہ اس کا کام
تمام کرکے اپنے چچا کے پاس واپس جاتے ہیں۔)

ابو عامر۔ آہ ۔ ۔ ۔ آہ ۔ ۔ ۔

ابو موسیٰ۔ چچا جان! خدا نے آپ کے قاتل کو قتل کرا دیا۔

ابو عامر۔ بیٹا ۔ ۔ ۔ ! ۔ ۔ ۔ یہ تیر ۔ ۔ ۔ تیر نکال لو۔

ابو موسیٰ۔ (جھک کر تیر نکال لیتے ہیں۔) افسوس، چچا جان! آپ کے زخم
سے پانی رِس رہا ہے۔

ابو عامر۔ میرے بچے! رسول اللہ کے پاس جاؤ اور سلام کے بعد ان سے کہو کہ
میرے لیے مغفرت کی دعا فرمائیں ــــ اور ہاں میرے بعد تم ان سب کے
ذمہ دار ہو۔ ابو موسیٰ ۔ ۔ ۔ ! آہ ۔ ۔ ۔ (دم توڑ دیتے ہیں۔)

مالک بن عوف۔ (اپنی ہزیمت کے خوف سے حواس باختہ ہے۔) ساتھیو!
میری آنکھوں میں تو دنیا اندھیر ہوتی جا رہی ہے ۔ ۔ ۔ اب آخر ہوتا کیا ہے؟

ساتھی۔ تو پھر تمہیں بتاؤ کیا کریں، تم تو ذمہ دار ہو؟

مالک بن عوف۔ کیا بتاؤں ۔ ۔ ۔ ؟ (کچھ سوچ کر سر اٹھاتے ہوئے) شہسوارو!
میرا خیال ہے کہ تم یہاں ٹھہر جاؤ تاکہ تمہارے کمزور و شکست خوردہ ساتھی
ہزیمت اٹھا کر بھاگنے والوں سے جا ملیں۔

محمدؐ۔ (دشمن کے مقابل تشریف لے جاکر اپنا خچر بٹھاتے ہیں اور خود اتر کر مٹھی بھر
مٹی اٹھاتے اور مشرکین کی جانب پھینکتے ہوئے) حٰم لا ینصرون۔
حٰم ۔۔۔ ان کی مدد نہ کی جائے۔

مشرکین۔ (تیر، تلوار یا نیزے کا زخم کھائے بغیر پسپا ہو جاتے ہیں۔)

مجاہدین۔ یارسول اللہ! ۔۔۔ یارسول اللہ! مشرکین میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے
ہوتے ۔۔۔ اب ہماری فتح ۔۔۔ ہوگئی۔

محمدؐ۔ (اپنے شہسواروں سے) اگر تمہیں بنی سعد بن بکر کا آدمی بجاد نظر آجائے تو اس
کو یہاں لے آنا۔

مجاہدین۔ (بجاد اور اس کے اہل وعیال کے ساتھ آپ کی بہن شیماء کو بھی گھیر لاتے ہیں)

شیماء۔ مسلمانو! جانتے بھی ہو ۔۔۔؟ میں تمہارے رسولؐ کی بہن ہوں۔

مسلمان۔ (تعجب سے) رسولؐ اللہ کی بہن؟

شیماء۔ ہاں، ان کی رضاعی بہن شیماء ہوں۔

مجاہدین۔ ہمیں یقین نہیں آتا۔ تم رسولؐ اللہ کے پاس چلو۔

شیماء۔ (رسولؐ اللہ کے پاس جاکر اپنی خاص پہچان بتاتی ہیں) یارسول اللہ میں آپکی بہن ہوں

محمدؐ۔ ہاں، تم میری رضاعی بہن ہو۔ (اپنی ردائے مبارک بچھا کر) لو شیماء! اس
پر بیٹھ جاؤ۔

شیماء۔ (چادر پر بیٹھ جاتی ہیں)

محمدؐ۔ اگر تم چاہو تو میرے پاس ٹھہر سکتی ہو ورنہ واپس جانا پسند کرو تو تمہیں اختیار
میرے پاس ٹھہرو تو عزت سے رکھوں گا ورنہ احترام وحسنِ سلوک کے ساتھ

رخصت بھی کر سکتا ہوں۔

شیماء۔ جی، میں اپنے گھر جانا چاہتی ہوں

محمدؐ۔ اچھا تمہاری مرضی۔

مجاہد۔ یا رسول اللہ! معلوم ہوا ہے کہ ہوازن کا سردار مالک بن عوف اپنے جنگی مردوں کو لے کر قلعۂ طائف میں پناہ گزیں ہو گیا اور دوسرا گروہ اوطاس جس میں ان کا زر و مال اور اہل و عیال ہیں۔

محمدؐ۔ اچھا تو تم لوگ قلعۂ طائف کا محاصرہ کر لو اور ابو عامر اشعری کو میرے پاس بھیج دو۔

اشعری۔ حاضر ہوں یا رسول اللہ!

محمدؐ۔ میں تمہیں اوطاس والوں پر مامور کرتا ہوں۔

اشعری۔ جا کر اہل اوطاس کے زر و مال پر قبضہ اور اہل و عیال کا محاصرہ کر لیتے ہیں۔

محمدؐ۔ سنا ہے کہ اشعری نے ان کے اہل و عیال کو محاصرے میں لے کر ان کی دولت پر قبضہ کر لیا ہے۔

حاضرین۔ جی ہاں، یا رسول اللہ! ان لوگوں کی حالت بڑی خراب ہے۔

محمدؐ۔ اچھا ــ تو اشعری سے کہو محاصرہ اٹھا لیں۔

حاضرین۔ یا رسول اللہ! اوطاس میں چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی اور چھ ہزار عورتیں اور بچے ہمارے ہاتھ آ گئے ہیں۔

محمدؐ۔ خیر، ابھی تو ہم یہاں مقیم رہیں۔

علیؑ۔ یارسول اللہ! قبیلہ ہوازن کے چھ سردار حاضر ہوتے ہیں۔

محمدؐ۔ میرے پاس بھیج دو۔

سردار۔ اے محمدؐ! ہم لوگ آپ سے رحم کی درخواست کرنے آتے ہیں۔

محمدؐ۔ (کمال شفقت سے) ہاں، میں تو خود تمہارا منتظر تھا۔ اور اس انتظار میں دو ہفتے گزر گئے۔ ابھی تک میں نے مالِ غنیمت بھی تقسیم نہیں کیا۔

سردار۔ یارسول اللہ! ہم تو دراصل مسلمان ہو چکے ہیں۔ خاندانی اعتبار سے بھی ہمارا شمار ممتاز لوگوں میں ہے۔ ہم پر جو مصیبت آئی ہے آپ اس سے بے خبر نہیں۔ آپ ہم پر رحم فرمائیں۔ خدا آپ پر رحم فرمائے گا۔

ابی صرد۔ (سرداروں میں سے کھڑا ہوتا ہے۔) یارسول اللہ! اس چار دیواری میں آپ کی پھوپھیاں، خالائیں اور وہ انائیں ہیں جو آپ کو گودوں کھلا چکی ہیں — اگر ہم اس وقت اسی تہذیب کے ساتھ حارث بن شمر (غسان کا تاجدار) اور نعمان منذر (تاجدار حیرہ) کے سامنے لجاجت سے پیش آتے اور وہ آپ کی جگہ ہوتے تو ہم ان کی نوازشات سے مالا مال ہو جاتے۔ آپ تو ان سے بدرجہا افضل ہیں۔

امنن علینا رسول اللہ فی کرم

فانک المرء نرجوہ وندخر

یارسول اللہ! ہم پر احسان فرمائیے ہم آپ سے کرم کے امیدوار ہیں۔

آپ ہی ایسی شخصیت ہیں جس سے ہماری امیدیں وابستہ

ہیں اور بھی ہمارا ذخیرہ ہے۔

محمدؐ۔ یہ بتاؤ کہ تمہیں تمہارے اہل و عیال عزیز ہیں یا دولت و سرمایہ؟

سردار۔ یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں آزمائش میں ڈال دیا ہے یہ پوچھ کر لیکن...
آپ تو ہمارے بیوی بچوں کو ہمارے حوالے کر دیجیے وہ ہمیں دولت سے کہیں
زیادہ محبوب ہیں۔

محمدؐ۔ اچھا تو میں اپنے اور اپنے خاندان والوں کے حصے کے قیدیوں کو با سانی
اور بخوشی تمہارے حوالے کرتا ہوں البتہ جب میں نماز کو جاؤں تو تم لوگ
مجمع عام میں اپنی درخواست ان الفاظ میں پیش کرنا انا نستشفع برسول
اللہ الی المسلمین وبالمسلمین الی رسول اللہ۔ تو میں تمہارے
قیدیوں کو رہائی کا حکم دلوا سکتا ہوں۔

(دوسرے دن ظہر کی نماز کے بعد)

سردار۔ (حسب ارشاد کھڑے ہوتے ہیں۔) ہم رسول اللہؐ کی خدمت میں مسلمانوں
کو سفارش کے لیے حاضر کرتے ہیں اور مسلمانوں کے لیے رسول اللہؐ کی سفارش
لاکر اپنے بیوی بچوں کی رہائی طلب کرتے ہیں۔

محمدؐ۔ (بلند آواز سے) میں اپنے اور بنی عبدالمطلب کے قیدیوں کو بلا معاوضہ
رہا کرتا ہوں۔

انصار۔ (یہ سن کر) ہم بھی اپنے قیدیوں کو بلا عوض آزاد کرتے ہیں۔

مہاجر۔ اور ہم بھی اسی طرح اپنے اسیروں کو بلا معاوضہ رہا کرتے ہیں۔

بنی سلیم۔ (بنی فزارہ کو دیکھ کر) دیکھو تو سہی... یہ کیا ہو رہا ہے۔

بنی فزارہ۔ غضب ہے کہ حملہ آور دشمن، جو خوش قسمتی سے خود ہی زیر ہو گیا ہو، اسے یوں سستا چھوڑ دیں:

محمدؐ۔ (بنی فزارہ اور بنی سلیم سے) تم لوگ کیا ان قیدیوں سے کوئی مالی فائدہ اٹھانا چاہتے ہو؟

بنی فزارہ۔ جی ہاں!

محمدؐ۔ کتنی رقم ——؟

بنی سلیم۔ چھ ہزار فی کس۔

محمدؐ۔ ہر قیدی کی طرف سے یہ رقم میں دیتا ہوں۔

(تمام قیدیوں کو آزادی دلا کر اپنی جانب سے لباس بھی عطا فرماتے اور رخصت کر دیتے ہیں۔)

مجاہدین۔ یا رسول اللہ! مالِ غنیمت کے لیے کیا حکم ہے؟

محمدؐ۔ سب کچھ میرے پاس اٹھا لاؤ۔

(سارا مالِ غنیمت سامنے آ جاتا ہے)

حاضرین۔ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے؟

محمدؐ۔ میرا خیال ہے کہ میں نو مسلموں کو زیادہ سے زیادہ مالِ غنیمت دوں۔

(دستِ مبارک سے تقسیم فرماتے ہیں۔)

نو مسلم۔ (جھولیاں بھر بھر کر مالِ غنیمت لے جا رہے ہیں)

ذوالخویصرہ۔ (اٹھ کر کھڑا ہوتا ہے) محمدؐ! میں خوب دیکھ رہا ہوں آج تم نے کیا کیا؟

محمدؐ۔ ہاں، مگر کیا دیکھا تم نے؟

ذوالخویصرہ۔ تم نے انصاف نہیں کیا۔

محمدؐ - (ناگواری اور غصے کے آثار چہرۂ اقدس پر ہویدا ہیں۔) خدا تجھے سمجھے! اگر میرے پاس انصاف نہیں تو کون انصاف کرے گا؟

عمرؓ - یا رسول اللہ! حکم دیجیے تو میں اس گستاخ کی گردن اڑا دوں۔

محمدؐ - نہیں۔ اسے چھوڑ دو۔ اس کی نسل سے ایک ایسی جماعت پیدا ہوگی جو پکی دین دار رہے گی۔

سعد بن عبادہ - یا رسول اللہ! یہ انصار آپ کے انتظار میں ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں۔

محمدؐ - کیوں؟

سعدؓ - انہیں شکایت ہے کہ آپ نے تقسیم میں ان کا حق نہیں رکھا اور نو مسلم قریش کو زیادہ سے زیادہ عنایت کیا ہے۔

محمدؐ - اچھا، میں چلتا ہوں۔

انصار - (ایک جگہ جمع تھے، تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں۔)

محمدؐ - (منبرِ خطابت پر) یا معشر الانصار! مجھے تمہاری شکایت موصول ہوئی ہے اور اس کھٹک کا بھی علم ہے جو تمہارے دلوں میں پیدا ہو گئی ہے۔ انصاریو! کیا تم گمراہ نہ تھے۔ خدا نے تمہیں ہدایت دی؟ تم فقیر و مفلس تھے، خدا نے تمہیں دولت و ثروت عطا فرمائی۔ تم آپس میں بغض و منافرت رکھتے تھے، خدا نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت ڈال دی۔

انصار - جی ہاں، یہ سب خدا اور اس کے رسولؐ کا احسان ہے۔

محمدؐ - انصاریو! تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟

انصار۔ بھلا ہم آپ کو کیا جواب دے سکتے ہیں؟

محمدؐ۔ ہاں واللہ اگر تم چاہو تو جواب دے سکتے ہو۔ ایسا سچا جواب دے سکتے ہو جس کی خود میں بھی تصدیق کروں گا۔

انصارؓ۔ (حیران وخاموش ہیں۔)

محمدؐ۔ سنو یا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ "آپ ہمارے پاس اس حالت میں آئے تھے کہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے تھے اور ہم نے آپ کی تصدیق کی۔ آپ بے یار و مددگار آئے تھے ہم نے آپ کی مدد کی۔ آپ کو آپ کی قوم نے ترکِ وطن پر مجبور کر دیا تھا ہم نے آپ کو پناہ دی۔ آپ مفلس و تنگ دست آئے تھے، ہم نے آپ کو تسلی دی اور سلوک کیا۔" اے معشر انصار! کوئی بات نہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ اس وقت صرف دنیا طلبی نے تمہیں فریب دیا ہے لیکن یہ غنیمت وہ ہے جسے میں نے نومسلم یا حال ہی میں اسلام لانے والوں کو نرم کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔

معشر انصار! پھر بتاؤ کیا تم یہ پسند نہ کرو گے کہ لوگ بکریاں، اونٹ وغیرہ لے کر جائیں اور تم اپنی سواریوں میں رسول اللہ کو لے جاؤ۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی ایک انصاری ہی ہوتا۔

اللہ العالمین! انصار پر رحم فرما۔ انصار کی اولاد پر رحم فرما۔ اور انصار کی آئندہ نسلوں پر رحم فرما۔

انصار۔ (فرطِ محبت و پشیمانی سے بے اختیار اشکبار ہیں) نہیں نہیں ہمیں

صرف رسول اللہ مطلوب ہیں۔ بس ہم انہیں کو لیکر خوش ہیں، ہمیں اور کچھ نہیں چاہیے۔

رسول اللہ تشریف لے جاتے ہیں اور مجمع منتشر ہو جاتا ہے۔

غزوۂ حنین ۸ھ

تاریخ طبری، جلد دوم، طبع جدید، صفحہ ۳۴۴-۳۶۲

زاد المعاد، جلد دوم، طبع جدید، صفحہ ۲۶۰-۲۷۱

سیرت ابن ہشام، جلد سوم، طبع قدیم، صفحہ ۶-۳۱

(اضافۂ جدید:۔ عطائیہ)

آخری ——— باب

پہلا منظر

(مدینہ منورہ تمام صحابہ کرامؓ جمع ہیں اور رسول اللہ تشریف فرما ہیں)

محمدؐ۔ یا ایہا الناس! ان اللہ کتب علیکم الحج۔ اے لوگو! خدا نے تم پر حج فرض کیا ہے۔

اقرعؓ۔ (مجمع میں سے اٹھ کر) یا رسول اللہ! کیا ہر سال؟

محمدؐ۔ اگر میں اس وقت ہاں کہہ دوں تو ہر سال فرض ہو جائے گا اور تم ادا نہ کر سکو گے۔ اس لیے حج زندگی میں ایک ہی بار فرض ہے البتہ جو ایک سے زیادہ حج کرے گا وہ اس کے لیے نفل ہو جائیں گے۔

ابوبکرؓ۔ یا رسول اللہ! فرضیتِ حج کا اعلان تو آپ ۹ھ میں بھی فرما چکے ہیں چنانچہ میں آپ کے حکم سے تین سو ساتھیوں کا امیر الحج بن کر گیا تھا۔ میرے ساتھ علیؓ بھی تھے۔ انہوں نے آپ کے یہ احکام بھی لوگوں کو پڑھ کر سنائے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کے اندر داخل نہ ہو سکے گا اور نہ کوئی شخص برہنہ حج کرے گا۔

محمدؐ۔ اس سال میں خود حج کا ارادہ رکھتا ہوں اور میرے ساتھ زیادہ سے زیادہ لوگ زیارت بیت اللہ کا شرف حاصل کریں گے۔

صحابہ کرامؓ۔ (خوش ہو کر) اللہ اکبر — چلو ہم سب سفر مکہ کی تیاری کریں۔

(مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ ۲۱۳۔ رحمۃ للعالمین، جلد اول، صفحہ ۲۶۸)

(اضافۂ جدید از عطیہ)

دوسرا منظر

(عائشہؓ اپنے بستر پر بیٹھی ہیں قریب ہی ان کی والدہ بھی موجود ہیں)

زینبؓ۔ کیوں بیٹی! تم نے بھی کوئی نئی خبر سنی ہے؟

عائشہؓ۔ جی ہاں، رسول اللہؐ حج کے لیے پا بہ رکاب ہیں!

زینب۔ ہاں، میں یہی کہ رہی تھی کہ سارے مدینہ میں مسلمان بڑے زور شور سے حج کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

عائشہؓ۔ یہی نہیں بلکہ۔ میں نے تو یہ سنا ہے کہ دور دور سے لوگ رسول اللہؐ کی رفاقت حاصل کرنے کے لیے مدینہ آکر جمع ہو گئے ہیں لیکن . . . .

زینب۔ کیوں تمھیں کیا ہو گیا؟

محمدؐ۔ (اندر تشریف لاتے ہوئے) عائشہؓ! کیا ہوا تمھیں؟

عائشہؓ۔ (روتے ہوئے) یا رسولؐ اللہ! میں . . . .

محمدؐ۔ غالباً تم مجبور ہو گئیں۔

عائشہؓ۔ جی ہاں، اب کیا کروں؟ واللہ میری آرزو تھی کہ اس سال تو آپ کے ساتھ فریضۂ حج ادا کرنے کی سعادت حاصل کروں گی۔

محمدؐ۔ (تسلی آمیز لہجے میں) خیر، گھبراؤ نہیں۔ تم تمام مناسک ادا کر سکتی ہو، البتہ بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکو گی۔

ابن ہشام۔ مشکوٰۃ۔

تیسرا منظر

۹ ر ذی الحج سنہ ۱۰ھ

مکہ۔ رسول اللہ کی قیادت میں مقدس نفوس کا کارواں آفتاب طلوع ہونے کے بعد وادی نمرہ پہنچتا ہے اور غروب کے بعد . . . . .

محمدؐ۔ میری سواری تیار کردو۔

صحابیؓ۔ (آپ کی خاص اونٹنی قصواء کو حاضر کرتے ہیں۔) یہ حاضر ہے۔

محمدؐ۔ (قصواء پر سوار ہو کر پہاڑی کا رخ فرماتے ہیں۔)

عمرؓ۔ رسول اللہ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟

ابوبکرؓ۔ غالباً خطبہ دینا چاہتے ہیں۔

(فضا پر عجیب یاس انگیز اور اداس خاموشی طاری ہے)

محمدؐ۔ (بلند آواز سے، حمد و ثنا کے بعد۔ ایھا الناس اسمعوا قولی فانی لا ادری لعلی لا القاکم بعد عامی ھذا ابھذا الموقف ـــ

حاضرین۔ (یہ کلمات سن کر دل شکستہ ہو جاتے ہیں لیکن خاموش ہیں۔)

محمدؐ۔ (خطبہ جاری رکھتے ہیں) ان دماءکم واموالکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ھذا فی بلدکم ھذا فی شھرکم ھذا ـــ الا کل شیئ من امر الجاھلیۃ تحت قدمیّ موضوع ودماء الجاھلیۃ موضوعۃ وان

اول دم اضع من دمائنا دم ابن ربیعة بن الحارث کان مسترضعاً فی
بنی سعد فقتلته هذیل۔ وربا الجاهلیة موضوع واول ربا اضع ربانا
ربا عباس بن عبد المطلب فانه موضوع کله --- (صحیح مسلم) اما
بعد ایها الناس! فان الشیطان قد یئس ان یعبد بارضکم هذه
ابداً ولکنه، ان یطع فیما ذالک فقد رضی به مما تحقرون من اعمالکم۔
فاحذروه علی دینکم۔ (ابن ہشام) ایها الناس! اتقوا الله فی نسائکم
فانکم اخذتموهن بامان الله واستحللتم فروجهن بکلمة الله، ولکم
علیهن ان لا یوطئن فرشکم احداً تکرهونه فان فعلن ذالک
فاضربوهن ضرباً غیر مبرح ولهن علیکم رزقهن وکسوتهن بالمعروف
فقد ترکت فیکم ما لن تضلوا بعده ان اعتصمتم به کتاب الله و
انتم تسئلون عنی فما ذا تجیبون (صحیح مسلم حجۃ النبیؐ)

ترجمہ۔ لوگو! میرا خیال ہے کہ شاید میں اور تم پھر کبھی اس موقع پر اکٹھے نہ ہوسکیں گے۔
لوگو! میری بات غور سے سنو۔ تمہارے خون، تمہارا مال، تمہاری عزت و
آبرو ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تم آج کے دن کی اس
شہر (مکہ) میں اور اس مہینے میں حرمت کرتے ہو۔ لوگو! یاد رکھنا جاہلیت
کی ہر بات کو میں اپنے قدموں تلے پامال کرتا ہوں۔ زمانہ جاہلیت کے
تمام خون ختم کرتا ہوں۔ پہلا خون، جو میرے خاندان ابن ربیعہ بن حارث
کا ہے، میں معاف کرتا ہوں۔ یہ بنی سعد میں دودھ پیتا تھا اور ہذیل نے
اسے قتل کر دیا تھا۔ دورِ جاہلیت کا سودی کاروبار قطعاً حرام ہے۔

ذٰلکن رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون ۔ وقد بلغت فمن
کانت عندہ امانۃ ۔ فلیؤدھا الیٰ من ائتمنہ علیھا۔ ہاں تم اپنی
دولت و سرمایہ کا اصل حصہ لے سکتے ہو۔ نہ تم کسی پر ظلم کروگے نہ کوئی
تم پر زیادتی کرے گا۔ ہاں، جس شخص نے کسی کے پاس کوئی امانت رکھی ہو
وہ نہایت دیانتداری سے واپس کر دے۔ سب سے پہلا سود اپنے خاندان
میں عباس بن عبد المطلب کا میں خود مٹاتا ہوں۔ لوگو! اپنی بیویوں کے معاملے
میں خدا سے ڈرتے رہا کرو۔ خدا کے نام کی ذمہ داری پر تم نے انھیں اپنی
بیویاں بنایا ہے اور خدا کے کلام پر تم نے انھیں اپنے لیے جائز کیا ہے۔
تمہارا عورتوں پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو جس کا آنا
تمھیں ناگوار گزرتا ہو نہ بیٹھنے دیں لیکن اگر وہ کوئی فاحش گناہ کریں تو
انھیں تادیباً ہلکے انداز میں مار بھی سکتے ہو۔ اور ان کے بستر الگ کر سکتے ہو۔ اور
عورتوں کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انھیں دستور کے مطابق اچھا کھلاؤ اور پہناؤ۔
لوگو! میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑ رہا ہوں جسے اگر تم نے مضبوطی
سے پکڑے رکھا تو تم کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ ہے اللہ کی کتاب ۔
(قرآن کریم) ۔ لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت
نہ آئے گی۔ (ابن عساکر۔ ابن جریر) لوگو! قیامت کے دن تم سے
میرے بارے میں بھی دریافت کیا جائیگا تو تم کیا جواب دوگے؟ مجھے
بھی بتا دو۔

حاضرین۔ (غمناک و سرشار عبودیت) ہیں ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے

اللہ تعالیٰ کے احکام ہمیں پہنچا دیئے۔ آپ نے رسالت و نبوت کا حق ادا کر دیا۔
آپ نے ہمیں بُرے بھلے کی تمیز سکھائی اور سب کچھ بتا دیا۔

محمدؐ۔ اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھا کر پھر لوگوں کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے) الٰہ العالمین! تو بھی گواہ رہنا۔ الٰہ احق! تو گواہ رہنا،
یہ لوگ کیا گواہی دے رہے ہیں۔ (الٰہی گواہ رہ کہ یہ لوگ کس قدر
صاف اعتراف کر رہے ہیں۔) (مجمع سے مخاطب ہیں)، دیکھو!
اس وقت جو موجود ہیں وہ ان لوگوں تک میرا پیغام پہنچا دیں جو
یہاں موجود نہیں۔ ممکن ہے بعض سامعین سے زیادہ تیز حافظہ
ان کا ہو جو نہیں سن سکے۔

حاضرین۔ (متاثر و خاموش ہیں۔)

محمدؐ۔ (وحی نازل ہوتی ہے:) الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم
نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ آج میں نے تمہارے دین کو
کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتوں کا اتمام کر کے تمہارے واسطے دین
اسلام کو پسند کیا ہے۔ (القرآن)

(یہی آیت تلاوت فرما کر کچھ دیر اور ———— اپنی جگہ
قبلہ رُو خاموش کھڑے رہتے ہیں۔ پھر اسامہؓ بن زید کو اپنے پیچھے بٹھا کر
روانہ ہو جاتے ہیں۔ (مع اضافہ جدید از عطیہ)

صحیح مسلم — ابن ہشام، جلد سوم
تاریخ طبری، جلد دوم — زاد المعاد، جلد دوم۔

چوتھا منظر

مدینہ ۔ اوائل ماہ صفر سنہ ۱۱ھ ——— عائشہؓ کا کاشانۂ نبوی میں

زینبؓ ۔ (اندر آکر) کیوں عائشہؓ! کیسی بیٹھی ہو؟

عائشہؓ ۔ پریشاں ہیں، رسول اللہ ۔ ۔ ؟

زینبؓ ۔ کیا ہوا انھیں؟

عائشہؓ ۔ اداس اور غمگین سے ہیں، گزشتہ سال حج میں آپ نے فرمایا تھا کہ
میں ممکن ہے آئندہ سال تم سے یہاں نہ مل سکوں اور اب کئی دن سے
میں آپؐ کے معمولات میں فرق پا رہی ہوں۔

زینبؓ ۔ (گھبرا کر) کیسا فرق؟

عائشہؓ ۔ یہی دیکھیے کہ رات کی اس تاریکی میں آپ اٹھ کر باہر چلے گئے۔

زینبؓ ۔ آخر کہاں؟

عائشہؓ ۔ میں نے اپنی کنیز کو بھیجا تو ہے معلوم کرنے۔

بریرہ ۔ (اندر آکر) میری مالکہ!

عائشہؓ ۔ جلد بتا، کہاں ہیں رسول اللہ؟

بریرہ ۔ میں ان کی تلاش میں گئی تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ ابو رافع کے ساتھ
آبادی سے باہر جا رہے تھے۔

عائشہؓ ۔ ویرانے کی طرف؟

پانچواں منظر

(رسولؐ اللہ ابو رافع کے ساتھ جنت البقیع جانے والے راستے پر)

ابو رافعؓ۔ یا رسولؐ اللہ! آخر آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟

محمدؐ۔ (چلتے ہوئے) دراصل مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں گورستان بقیع والوں کے لیے مغفرت کی دعا کروں۔ پس وہیں کا قصد ہے تم بھی میرے ساتھ چلو۔

ابو رافع۔ (متفکر و خاموش چل رہے ہیں۔)

محمدؐ۔ (قبرستان پہنچ کر اہل قبور سے مخاطب ہیں۔) السلام علیکم اہل المقابر! دنیا والوں کے مقابلے میں تم جس حال میں ہو وہ تمھیں مبارک ہو۔ دنیا میں فتنے اس طرح چھا رہے ہیں جس طرح آسمان پر تاریکی کے بادل ایک دوسرے پر امڈتے چلے آتے ہیں اور پہلا دوسرے سے زیادہ سیاہ ہوتا ہے۔ (ایک فتنہ دوسرے سے بدتر اور مہیب ہوتا ہے)۔

ابو رافع۔ (سراسیمہ اور خاموش کھڑے سن رہے ہیں۔)

محمدؐ۔ (اچانک) ابو رافع!

ابو رافع۔ ارشاد یا رسولؐ اللہ!

محمدؐ۔ مجھے دنیا کے خزانوں کی کنجیاں اور دنیا میں ہمیشہ رہنے کے ساتھ ساتھ جنت دے کر اختیار دیا گیا کہ دونوں میں جو چاہوں پسند کر لوں۔

میں نے جنت کو پسند کر لیا ـــ (جنت رب سے ملاقات کے بعد ہی حاصل ہو سکتی ہے۔)

ابو رافع۔ (بیقرار ہو کر) فداک ابی و امی یا رسول اللہ! آپ دنیا کے خزانے لے لیجیے، اس کے بعد جنت ـــ

محمدؐ۔ نہیں، واللہ مجھے اپنے رب سے ملاقات اور جنت زیادہ پسند ہے

ابو رافع۔ (مایوس و غمگین ہیں) آپ نے ہماری جدائی پسند فرمالی۔

محمدؐ۔ الٰہ العالمین! اہلِ بقیع کی مغفرت فرمانا۔

(کاشانۂ نبوی کی طرف واپس جاتے ہیں۔)

تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۲۲۴

چھٹا منظر

(عائشہؓ اپنے حجرے میں سر پکڑے بیٹھی ہیں۔)

محمدؐ۔ (اندر تشریف لاتے ہوئے آپ کا سرِ اقدس بھی پٹی سے بندھا ہوا ہے۔) تمھیں کیا ہو گیا عائشہؓ!

عائشہؓ۔ (کرب سے) ہائے میرا سر!

محمدؐ۔ (تکلیف برداشت کرتے ہوئے) میرا بھی یہی حال ہے۔ اُف یہ دردِ سر!

عائشہؓ۔ (گھبرا کر) کیسا مزاج ہے آپ کا؟

محمدؐ۔ (عائشہؓ پر ایک نظر ڈال کر) عائشہؓ! ... تمھارا کیا نقصان ہو اگر تم مجھ سے پہلے مر جاؤ اور میں اپنے ہاتھ سے تمھاری تجہیز و تکفین کروں اور جنازے کی نماز پڑھ کر تمھیں دفن کر دوں؟

عائشہؓ۔ تو گویا آپ چاہتے ہیں کہ میں مر جاؤں؟ اگر آپ کی خواہش یہی ہے تو میں اپنے گھر جاتی ہوں، آپ کو آپ کی دوسری بیویاں مبارک ہوں۔

محمدؐ۔ (مسکرا کر خاموش ہو جاتے ہیں۔)

(۲۹ صفر المظفر ــــ دوشنبہ ــــ نبی کریمؐ ایک جنازے کی مشایعت سے واپسی پر۔)

ابو سعید الخدری۔ یا رسول اللہ! کیا ہوا، خیر تو ہے؟

محمدؐ۔ بخار ... تپ شدید ...

ابوسعید۔ (سر مبارک پر بندھی ہوئی پٹی پر ہاتھ رکھ کر) اُف ۔ ۔ ۔ آپ کو تو
اس قدر تیز بخار ہے کہ میں لمس کی گرمی بھی برداشت نہ کر سکا۔
محمدؐ۔ ہاں سعید! انبیاء سے زیادہ کسی کو تکلیف نہیں ہوتی اس لیے ان کا
اجر بھی زیادہ ہے۔
فضل بن عباس۔ ایک اور عزیز کے ساتھ آپ کو سہارا دیتے ہیں۔)
محمدؐ۔ (فضل اور دوسرے ساتھی کے سہارے ایک ایک قدم آہستہ آہستہ
اٹھاتے ہوئے عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لاتے ہیں۔)
عائشہؓ۔ (گھبرا کر) نصیب دشمناں۔ کیا ہو گیا آپ کو؟
محمدؐ۔ (کرب و بے تابی سے) آہ! ۔ ۔ ۔ عائشہؓ! ۔ ۔ ۔ آہ!
عائشہؓ۔ آرام فرمائیے یا رسولؐ اللہ!
محمدؐ۔ (جسم مبارک پر ہاتھ پھیرتے ہوئے) اذھب عنی الباس رب الناس
واشف انت الشافی لاشفاء الا شفاؤک شفاءً لا یغادر سقماً
اے نسل انسانی کے پروردگار! تکلیف کو دور فرما دے اور صحت
عطا فرما۔ دراصل شفا وہی ہے جو تو عنایت فرماتے۔ ایسی صحت عطا
کر پھر کوئی تکلیف نہ ہو۔
عائشہؓ۔ (یہی دعا پڑھ کر) لائیے، میں آپ پر دم کر دوں؟
محمدؐ۔ (اشارے سے) نہیں۔ سنو عائشہؓ! میں بیمار اور مجبور ہوں۔ اپنی
بیویوں کے پاس حسب معمول نہیں جا سکتا۔ تم کسی کو ان کے پاس
بھیج کر دریافت کرو۔ اگر وہ بخوشی اجازت دیں تو میں بیماری

دن تمہارے پاس گزار لوں۔

عائشہ رضؓ: بہت خوب!

فاطمہ رضؓ: (متفکر و مضطرب اندر آتی ہیں) کیسے مزاج ہیں ابا جان!

محمد ﷺ: (اپنے قریب بلا کر آہستہ سے ان کے کان میں) بیٹی! میرا وقت آگیا ہے۔

فاطمہ رضؓ: (روتی ہیں) ہائے ابا جان!

محمد ﷺ: (دوبارہ بلا کر اسی طرح فرماتے ہیں) گھبراؤ نہیں، میرے گھر والوں میں تمہیں سب سے پہلے مجھ سے ملو گی۔

فاطمہ رضؓ: (ذرا مسکراتی پھر اداس ہو جاتی ہیں) آپ کو بخار بہت تیز ہے۔

محمد ﷺ: ہاں۔ لوگوں سے کہو، وہ مختلف کنوؤں کا سرد پانی لا کر مجھ پر ڈال دیں۔ ممکن ہے اسی طرح مجھے کچھ سکون مل جائے اور میں جا کر چند باتیں کر لوں۔

صحابۂ کرام: (حفصہ کے یہاں ٹب لا کر حضور کو اس میں بٹھاتے ہیں۔ پھر پانی ڈال دیتے ہیں۔)

محمد ﷺ: بس، بس، کافی ہے۔

صحابۂ کرام: (حکم کے منتظر ہیں۔)

محمد ﷺ: فضل! مجھے سہارا دو، میں منبر تک جانا چاہتا ہوں۔

فضل بن عباس رضؓ: (سہارا دے کر منبر تک لے جاتے ہیں۔)

محمد ﷺ: (سر اقدس پر پٹی بندھی ہے) لوگو! تم سے پہلے لوگ انبیاء و صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا کرتے تھے، تم ایسا نہ کرنا۔ اے اللہ! [illegible]

یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔

لوگو! خبردار میرے بعد میری قبر کو بت نہ بنا لینا کہ اس کی پرستش کی جائے۔ (امامت فرما کر پھر منبر پر جلوہ افروز ہیں)

لوگو! میں تمہیں انصار کے حق میں وصیت کرتا ہوں۔ یہ لوگ میرے جسم کے پیرہن ہیں اور میرے ہمراز ہیں۔ انہوں نے اپنے فرائض خوب انجام دیئے۔ اب ان کے حقوق باقی ہیں۔ ان کے نکوکاروں کی قدر اور لغزش کرنے والوں سے درگزر کرنا۔

ڈھلک کر پھر سہارا لیتے اور اندر تشریف لے جاتے ہیں۔)

صحابۂ کرام ۔ (آپ کی علالت سے متفکر و افسردہ ہیں۔) حضورؐ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور تکلیف کے باعث زیادہ نہ ٹھہر سکے۔

مشکوٰۃ المصابیح

صحیح بخاری

صحیح مسلم

(اضافۂ جدید:۔عطیہ)

ساتواں منظر

(کاشانۂ نبویؐ ـــ آپؐ کے کرب اور بے چینی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ آخری نماز مغرب تھی جو آپ کی امامت میں پڑھی گئی۔)

محمدؐ۔ (پہلو بدل کر) عائشہؓ! کسی کو بھیج کر . . . ذرا علیؓ کو بلوا لو۔

عائشہؓ۔ کاش آپ ابا جان کو یاد فرماتے!

حفصہؓ۔ کاش آپ میرے باپ کو یاد فرماتے!

محمدؐ۔ علیؓ کو . . . . بلاؤ۔

عائشہؓ۔ بہت خوب۔

بلالؓ۔ (دستک دیتے ہوتے) عشاء کی نماز کے لیے نمازی صف بستہ اور حضورؐ کے منتظر ہیں۔

محمدؐ۔ (تین مرتبہ اٹھنے کی کوشش فرماتے ہیں لیکن بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔)

عائشہؓ۔ خدایا رحم . . . !

بلالؓ۔ (اندر آکر) حضورؐ ـــ حکم دیں، امامت کون کرے گا؟

محمدؐ۔ (ہوش میں آکر) ابوبکرؓ سے کہو، وہ نماز پڑھا دیں۔

عائشہؓ۔ یا رسول اللہ! ابا جان کو آپ جانتے ہیں۔ وہ بڑے نرم دل ہیں آپ کی جگہ کھڑے ہو کر ضبط نہ کر سکیں گے ـــ اور لوگوں کی نماز میں خلل پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔

محمدؐ۔ ابوبکرؓ سے کہو، وہ نماز پڑھا دیں۔

عائشہؓ۔ حضورؐ! وہ تلاوتِ کلامِ پاک ہی میں بے قابو ہو جاتے ہیں۔

حفصہؓ۔ عائشہؓ! رسولؐ اللہ سے عرض کرو کہ وہ عمرؓ سے کہ دیں تو بہتر ہے۔

عائشہؓ۔ تم خود کہ دو۔

حفصہؓ۔ یا رسولؐ اللہ! ابوبکرؓ کی رقّتِ قلب مجاز نہ ہوگی کہ وہ آپ کی جگہ امامت کا فرض انجام دیں اور لوگ بھی اسے بدشگونی سے تعبیر کرینگے اس لیے آپ عمرؓ کو حکم دیجیے۔

محمدؐ۔ ۔ ۔ ۔ تم ۔ ۔ ۔ وہی عورتیں تو ہو جنھوں نے یوسفؑ کو بہلانے کی کوشش کی تھی۔

حفصہؓ۔ (عائشہؓ سے) تم نے مجھے ناحق شرمندہ کیا۔

بلالؓ۔ یا رسولؐ اللہ! نماز۔۔۔؟

محمدؐ۔ بلالؓ! ابوبکرؓ سے کہو، میرا حکم ہے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ (بلالؓ جاتے ہیں)

(مسجد نبویؐ میں)

نمازی۔ (صف بستہ ہیں۔)

بلالؓ۔ (اندر جا کر) ابوبکرؓ! ابوبکرؓ کہاں ہیں؟

نمازی۔ وہ تو باہر گئے ہیں۔

بلالؓ۔ (عمرؓ سے) عمرؓ! تم امامت کے فرائض انجام دے دو۔

عمرؓ۔ میں؟

بلالؓ۔ ہاں، تم نماز پڑھا دو۔

عمرؓ۔ (امامت فرماتے ہیں، بلند آواز سے) اللہ اکبر۔

(کاشانۂ نبوتؐ سے مسجد قریب ہے، آواز صاف سنائی دیتی ہے۔)

محمدؐ۔ (عمرؓ کی آواز پہچان کر ذرا اٹھتے ہوئے) یہ... عمرؓ... ہیں... عمر بن الخطاب؟... نہیں... خدا اور مسلمان... ابوبکرؓ کی امامت پسند کرتے ہیں[1]... عمرؓ نہیں... ابوبکرؓ...

ابوبکرؓ۔ (مسجد میں آکر امامت کرتے ہیں) اللہ اکبر۔

(نماز کے بعد)

عمرؓ۔ واہ بلالؓ! تم نے بھی غضب کر دیا۔ میں سمجھا تھا، تمہیں رسول اللہؐ نے یہی حکم دیا ہے۔

بلالؓ۔ رسول اللہؐ نے تمہارے لیے حکم تو نہیں دیا تھا مگر میں کیا کرتا، ابوبکرؓ موجود نہ تھے، ان کے بعد مجھے تمہیں امامت کے اہل نظر آئے۔ تمہارے سوا کون موزوں ہوتا؟

---

[1] ابن ہشام اور دوسرے مورخین کا خیال ہے کہ اس طرح آپ نے ابوبکرؓ کو اپنا نامزد کیا تھا کہ امامت حضورؐ کی جانشینی کی مظہر ہے۔ (عطیہ)

آٹھواں منظر

مسجد نبوی

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۸ جون ۶۳۲ء دوشنبہ

ابوبکرؓ۔ (فجر کی نماز پڑھا رہے ہیں

محمدؐ۔ (مسکرا کر پردہ اٹھاتے ہوئے یہ ایمان افروز روح پرور منظر ملاحظہ فرما رہے ہیں جو در اصل آپ ہی کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے۔ پھر خود ہی دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ابوبکرؓ۔ (حضورؐ کی موجودگی محسوس کر کے ہٹنے لگتے ہیں۔)

محمدؐ۔ (پیچھے سے ان کی پشت پر ہاتھ رکھ کر) تم اپنی جگہ کھڑے رہو (اور خود ان کے دائیں جانب بیٹھ کر نماز ادا کرتے ہیں۔)

نمازی۔ (رسول اللہ کو دیکھ کر خوشی سے بے تاب ہیں) یہ رسول اللہ، یہ رسول اللہ

انسؓ۔ دیکھو، آج تو حضورؐ کا رخِ انور خوشی سے دمک رہا ہے۔

نمازی۔ معلوم ہوتا ہے مرض میں افاقہ ہو رہا ہے، خدا کا احسان ہے یہ . . .

محمدؐ۔ (فضل بن عباس کے سہارے منبر پر جا کر) یا ایہا الناس ! . . . سعرت النار و اقبلت الفتن کقطع اللیل المظلم و انی لا تمسکون علیّ شیئاً۔ انی لم احل لکم الا ما احل و لم احرم علیکم ما حرم القرآن علیکم۔

تین درہم قرض ہیں۔

محمدؐ ۔ (اشارہ فرما کر) عباس! اسے تین درہم دے دو۔

عباسؓ ۔ (تعمیل کرتے ہیں۔)

محمدؐ ۔ لوگو! اللہ نے اپنے بندے کو یہ حق دیا کہ وہ دنیا اور اس کی لذتوں کو پسند کرلے یا آخرت اور جنت کو انتخاب کرے لیکن اس نے آخرت اور جنت کو پسند کرلیا۔

ابوبکر صدیقؓ ۔ (مزاج شناس رسولؐ بات کا مطلب سمجھ کر زار و قطار روتے ہوئے) یارسولؐ اللہ! آپ پر ہمارے ماں باپ، ہمارا زر و مال ہماری جانیں قربان، ہم آپ کے بعد زندہ رہ سکیں گے ؟

محمدؐ ۔ ٹھہر جاؤ ابوبکرؓ! دیکھو۔ لوگو! مسجد میں جتنے دریچے کھلتے ہیں ان کو بند کردیا جائے، صرف ابوبکرؓ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ (ابوبکرؓ کو دیکھتے ہوئے) میں نے اپنے صحابہؓ میں کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دی مگر ہیں اگر بندوں میں کسی کو دوست بناتا تو وہ ابوبکرؓ ہی ہوتے لیکن ان سے بھی میرا تعلق اسلامی اخوت اور ایمانی رشتے کا ہے حتیٰ کہ خدا ہمیں ایک جگہ کردے۔ (حجرے میں واپس تشریف لے جاتے ہیں اور حاضرین اداس اور غمگین لوٹ جاتے ہیں)

تاریخ طبری

ابن ہشام

(اضافہ جدید از عطیہ)

زوال منظر

(عائشہ صدیقہؓ کا حجرہ ——— رسول اللہؐ بستر مرگ پر ازواج مطہراتؓ، صحابہ کرام اور شمع توحید کے دوسرے پروانوں کی جبہ سے پردے کے پیچھے ہیں۔)

عمرؓ۔ عباس! باہر لوگ حضورؐ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے بیتاب ہیں بتاؤ، صبح کیسی ہوئی اور رات کس طرح گزری؟

علیؓ۔ خدا کا شکر ہے صبح بخیر ہوئی۔

عباس۔ (نبی کریمؐ کے چہرۂ انور پر گہری نظر ڈال کر) نہیں علیؓ! واللہ میں چہرۂ انور پر موت کے وہی آثار پا رہا ہوں جنہیں عبدالمطلب کے مرنے والوں کے چہروں پر دیکھتا آیا ہوں۔

محمدؐ۔ (کراہ کر) ایھا الناس:

عباس۔ علیؓ! جاؤ صحابہؓ کو بلا لاؤ، حضور یاد فرما رہے ہیں۔

صحابۂ کرام۔ (دل گرفتہ و دلگیر آکر جمع ہو جاتے ہیں) یارسول اللہ!

محمدؐ۔ (آبدیدہ ہیں صحابہؓ پر ایک گہری نظر ڈال کر) مرحبا بکم ——— رحمکم اللہ، اواکم اللہ حفظکم اللہ رفعکم اللہ نفعکم اللہ وفقکم اللہ ونصرکم اللہ سلمکم اللہ ورحمکم اللہ، قبلکم اللہ اوصیکم بتقوی اللہ واوصی اللہ بکم واستخلفہ، علیکم و

اوذیکم الیہ انی لکم نذیر وبشیر۔ لا تعلوا علی اللہ فی عبادہ وبلادہ فانہ قال لی ولکم ــــ تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علواً فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین۔

محمدؐ۔ (آہستہ آہستہ) مسلمانو! اللہ تم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ تمھاری شکستہ دلی دُور کرے تمھیں رزق اور بلند مرتبے عطا فرمائے، تمھیں امن و عافیت سے سلامت رکھے۔ میں تمھیں تقوی کی وصیت کرتا ہوں (ہر آن اس سے ڈرتے رہنا) اللہ ہی کو تم پر خلیفہ بناتا ہوں تمھیں اس کے سپرد کرتا ہوں اور اس سے ڈراتا ہوں۔ میں بشیر و نذیر ہوں۔ خدا نے میرے اور تمھارے لیے فرمایا ہے: یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں اپنی برتری اور فساد نہیں چاہتے۔ اور خوش انجامی تو پرہیزگاروں کا حصّہ ہے۔

صحابۂ کرام ۔ اشک بار ہیں۔

محمدؐ۔ (نحیف آواز میں) لاؤ، مجھے ایک کاغذ قلم دے دو۔ تو میں تمھیں ایک ایسی تحریر دے دوں جس سے میرے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے۔

صحابۂ کرام ۔ (ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہیں کہ قلم و کاغذ دیا جائے یا نہیں۔)

عمرؓ۔ نہیں، اس حالت میں زحمت نہیں دینی چاہیے، تکمیلِ شریعت ہو چکی۔ قرآن و سنت رسول اللہ ہمارے لیے کافی ہیں۔

بعض صحابہؓ ۔ دے دو، کیا مضائقہ ہے؟

دوسرے۔ ہاں یا پھر دریافت کرلو کہ کیا بتانا چاہتے ہیں؟
محمدؐ۔ (ان کی بحث و تحیص سے اکتا کر) مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔
تمھیں تین وصیتیں کرتا ہوں:
۱۔ یہود و مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دیا جائے۔
۲۔ باہر سے آنے والے وفود کی اسی طرح عزت و توقیر ہو جو پہلے معمول تھا۔
۳۔ (راوی کو یاد نہیں رہی) ۔۔۔ اب تم لوگ جا سکتے ہو۔
صحابۂ کرام۔ (با دلِ ناخواستہ اٹھ کر جاتے ہیں۔)
عائشہؓ۔ (دوسری ازواج اور فاطمہؓ کے ساتھ اندر آتی ہیں) رسول اللہ!
محمدؐ۔ (ان پر نظر ڈال کر) عائشہؓ! وہ سونا کہاں گیا؟
عائشہؓ۔ (حیرت سے) کیسا سونا یا رسول اللہ!
محمدؐ۔ وہ جو میرے پاس چھ گنیاں تھیں۔
عائشہؓ۔ ہاں، رکھی ہیں۔
محمدؐ۔ محمدؐ کو شرم آئے گی کہ وہ اپنے رب سے ملے اور اس کے گھر میں یہ دولتِ دنیا ہو۔ عائشہؓ! انبیاء کا ترکہ نہیں ہوتا، تم یہ گنیاں خیرات کر دو۔
عائشہؓ۔ بہتر ہے یا رسول اللہ! ابھی خیرات کیے دیتی ہوں۔
محمدؐ۔ الہٰی! مجھے فقر کی حالت میں موت دے اور تونگری میں نہیں۔ خدایا! میرا حشر مساکین کے زمرے میں کرنا۔۔۔ اب مجھے سکون ہوا۔
عائشہؓ۔ سرِ اقدس کو اس طرح اپنے زانو پر رکھتی ہیں کہ قریب قریب یا ضعف جسم مبارک گود میں آجاتا ہے۔ (پیغمبرِ اسلام کو جب اختیار دیا گیا تو آپ نے

ہماری جدائی پسند فرمائی؟

محمدؐ۔ (آنکھیں کھول کر) پانی۔ایک پیالہ پانی . . .

عائشہؓ۔ (پانی منگوا کر) یہ پانی حاضر ہے۔

محمدؐ۔ (دستِ مبارک تر فرما کر چہرۂ اقدس پر پھیرتے ہوئے) اللہ موت کی سختی، یہ سکرات کا عالم۔الٰہی اس میں میری مدد فرما۔

فاطمہؓ۔ (تڑپ کر) ہائے میرے باپ کی تکلیف . . . یہ بے چینی۔

محمدؐ۔ بیٹی! آج کے بعد تمہارا باپ کبھی بے چین نہ ہوگا۔(زیر لب) مع الذین انعمت علیہم من النبیین والشہداء والصالحین۔

عائشہؓ۔ (مضطرب و دلفگار ہیں۔) آہ! رسولؐ اللہ!

محمدؐ۔ (نگاہیں چھت سے لگ جاتی ہیں اور زیر لب) آؤ . . قریب آجاؤ۔ جبرئیلؑ! میرے پاس آجاؤ، میرے نزدیک، جبرئیلؑ!

جبرئیلؑ۔ (نزدیک آکر) احمدؐ! مجھے خدا نے تمہاری عزت و تکریم کے لیے بھیجا ہے اور خود تم سے زیادہ علم رکھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ تم سے پوچھتا ہے کہ تم اپنے آپ کو کس حالت میں پا رہے ہو؟

محمدؐ۔ جبرئیلؑ! . . . جبرئیلؑ! میں اپنے کو بہت مغموم پا رہا ہوں، بڑا بے چین ہوں میں، جبرئیلؑ!

جبرئیل۔ (اپنی پشت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے) احمدؐ! — یہ فرشتہ اجل اجازت چاہتا ہے۔اس نے تم سے قبل کسی سے اجازت نہیں لی اور نہ تمہارے بعد کسی سے لیگا۔

محمدؐ - اجازت ہے اسے - اللھم انت الرفیق الاعلیٰ

ملک الموت - (آگے بڑھ کر) السلام علیک یا احمدؐ! مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس بھیجا ہے - اور فرمایا ہے کہ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کی پاک روح قبض کر لوں ورنہ چھوڑ دوں -

محمدؐ - کیا تم میری مرضی سے کام کرو گے ؟

ملک الموت - جی ہاں، مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ کے ہر فرمان کی تعمیل کروں -

محمدؐ - (جبریل کی جانب دیکھتے ہوئے) جبریلؑ!

جبریلؑ - احمدؐ! خداوند قدوس نے آپ سے شوق ملاقات کا اظہار فرمایا ہے -

محمدؐ - ملک الموت! اے فرشتۂ اجل! حکم کی تعمیل کر گزرو -

جبریلؑ - احمدؐ! السلام علیک - آج زمین پر اترنے کا میرے لیے آخری دن تھا -

(دونوں فرشتے آسمان کی رفعتوں پر پرواز کر جاتے ہیں اور رسول اللہؐ کا جسم اقدس بے روح چھوڑ جاتے ہیں -)

عائشہؓ - (جو ابھی تک حضورؐ کو محو خواب سمجھ رہی تھیں، اب جسم کی گرانی محسوس کرتی ہیں) آہ --- ! یہ کیا ؟

عورتیں - (جمع ہو کر) کیا ہوا عائشہؓ!

عائشہؓ - (روتے ہوئے) رسول اللہؐ!

عورتیں - قریب آ کر آہ! رسول اللہؐ وفات پا گئے -

فاطمہؓ - (دلدوز چیخ سے غمناک لہجے میں) ہائے میرے ابا جان! یا ابتاہ اجاب ربا ہ الی جنت الفردوس ماواہ - یا ابتاہ - الی جبریل ننعاہ -

ابا جان نے جنت الفردوس میں نزول فرمالیا۔ آہ یہ دردناک خبر جبرئیلؑ کو کون سناتے۔ الٰہی مصیبت میں اس کے ثواب سے ہمیں محروم نہ کرنا۔
روزِ محشر شفاعت رسولؐ سے بے نصیب نہ رکھنا۔

عائشہؓ۔ (بے اختیار) ہائے وہ ہستی جو امت کے غم میں ایک رات بھی چین سے نہ سوئی، جس کا دل ہر آن ذکرِ الٰہی اور امت کی فکر سے لبریز رہتا تھا — اف اس نے آج دنیا سے رحلت فرمالی۔ اب وحی الٰہی کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گیا۔

صحابہ کرامؓ۔ (بے چینی سے اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔)

عائشہؓ۔ چلو، اندر چلیں، صحابہؓ آرہے ہیں۔

عمرؓ۔ (بیقراری سے رخِ انور کھول کر) اُف کس قدر سخت بے ہوشی طاری ہے۔ (انھیں وفات کا یقین ہی نہیں آتا۔)

مغیرہ۔ عمرؓ! رسول اللہ وفات پا گئے واللہ۔

عمرؓ۔ (غصے میں تلوار ۔۔۔ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہیں۔)

لوگ۔ ہائے رسولؐ اللہ وفات پا گئے۔

عمرؓ۔ (تلوار اٹھا کر) خاموش۔ خبردار، میں نے کسی کی زبان سے اگر یہ سنا تو یاد رکھو، اسی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔

علیؓ۔ ہیں عمرؓ! حد سے نہ بڑھو — !

عمرؓ۔ میں کہتا ہوں نہیں، حضورؐ نے وفات نہیں پائی بلکہ آپ کو بھی موسیٰ کی طرح طلب فرمالیا گیا ہے۔ وہ چالیس رات بعد واپس آگئے تھے

اسی طرح رسول اللہ بھی واپس آجائیں گے اور منافقوں کو سزا دیں گے لوگ۔ دراصل فرطِ محبت اور شدتِ غم سے ان کا دماغی توازن بگڑ گیا ہے۔

عباسؓ۔ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو حرام کر دیا ہے اور آپ وفات پا چکے ہیں اس لیے آپ کو بھی دفن کر دینا چاہیے۔

عمرؓ۔ نہیں، حضورؐ کو دفن نہیں کیا جائے گا وہ مردہ نہیں۔

ابوبکرؓ۔ (یہ حضورؐ کو روبصحت سمجھ کر باہر گئے ہوئے تھے۔ اچانک وفات کی خبر سن کر اشکبار و غمگین سیدھے اندر آتے ہیں اور چہرۂ اقدس سے چادر ہٹا کر بے اختیار پیار کرتے اور روتے ہوئے)

فداک ابی و امی یا رسول اللہ! آپ کی زندگی پاک تھی اور موت بھی۔ اب ابد تک موت آپ کا دامن نہ چھو سکے گی۔

(چادر ڈال کر دل فگار و اشکبار باہر جاتے ہیں۔)

عمرؓ۔ نہیں، رسول اللہ نے وفات نہیں پائی۔

ابوبکرؓ۔ (منبرِ خطابت پر) ایہا الناس! من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت۔ (بخاری)

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ۔ ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر اللہ شیئا و سیجزی اللہ الشاکرین۔ (الآیہ من القرآن)

"(اے لوگو!) جو شخص محمدؐ کو پوجتا تھا اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمدؐ تو فوت ہو گئے البتہ جو شخص خدا کی پرستش کرتا ہے تو اللہ بلا شبہ زندہ

اور پائندہ ہے اور اس پر کبھی موت نہیں وارد ہوگی۔

"(آیۃ:) محمد اللہ کے رسول ہیں۔ ان سے قبل بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ اگر محمدؐ وفات پا جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم لوگ اُلٹے پاؤں (کفر کی طرف) لوٹ جاؤ گے؟ اور جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے گا وہ اللہ کو ذرا بھی نقصان نہ پہنچائے گا۔ (ہاں) عنقریب خدا شکر گزار بندوں کو اجر دیگا۔

عمرؓ۔ (ابوبکرؓ کے الفاظ سن کر) رفتہ رفتہ وفات کا یقین کرتے ہیں اور پورا یقین آتے ہی بے دم ہو کر زمین پر آرہتے ہیں۔)

مجمع ۔ عمرؓ؟ عمرؓ کو اٹھاؤ۔

عمرؓ۔ (سنبھل کر) اللہ ابوبکرؓ کا بھلا کرے! انھوں نے میری آنکھوں پر پڑے ہوئے پردے اٹھا دیئے۔ آہ! رسول اللہ! ـــ اب مجھے ... ہوش آیا کہ آپ وفات پا گئے ـــ"

سوگوار مجمع ۔ (دلگیر ہے۔)

سیرت ابن ہشام، جلد سوم، صفحہ ۹۳-۱۰۰

تاریخ طبری۔

مشکوٰۃ المصابیح۔

دسواں منظر

(رسول اللہ کی نعش مبارک کفن میں لپٹی ہوئی رکھی ہے۔)

صحابہ کرام اور مسلمان۔ (باری باری چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی صورت میں اندر آتے اور بغیر کسی امام کے نماز جنازہ پڑھ کر باہر جا رہے ہیں۔)

علیؓ۔ (آنکھیں اشکوں سے لبریز ہیں۔) زندگی میں آپ ہمارے امام تھے اور مرنے کے بعد بھی آپ ہی ہمارے پیشوا رہیں گے۔

عمرؓ۔ (غم سے گراں بار ہیں۔) السلام علیک ایہا النبی!

ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے اپنا فرض منصبی بحسن و خوبی انجام دیا اور اللہ کے بندوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔ آپ نے اپنی امت کو وعظ و نصیحت سے سمجھایا۔ اللہ کی راہ میں جہاد فرمایا۔

ابوبکرؓ۔ اللہ! تو ہمیں اس پیغام کے ماننے والوں میں شامل کر لے! اس دین کے پیروؤں میں ہمارا شمار ہو جو تیرے رسولؐ کے ذریعے سے ہم نے سمجھا اور جانا ہے۔

خدایا! اپنے رسولؐ کے بعد بھی ہمیں راہ حق پر ثابت قدم رکھنا بلاشبہ رسول اللہ مسلمانوں کے لیے بڑے شفیق تھے۔ ہم ایمان کامل کے عوض کچھ نہیں چاہتے نہ اس دولت کو کسی قیمت پر فروخت کریں گے

خدایا! تو ہمیں صبر و ثبات عطا فرما!

سوگوار مجمع - آمین ! یارب العالمین - !

الصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ

محمد و علی آلہ و صحبہ

اجمعین

مکتبہ جدید لاہور